خواتین کے لیے صاف ستھرا تفریحی ادب

ماہنامہ

آنچل

کراچی

پبلشر مشتاق احمد قریشی پرنٹر جمیل حسن مطبوعہ ابن حسن پرنٹنگ پریس ہاکی اسٹیڈیم کراچی

دفتر کا پتا: 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی

سرورق: لشیتا ...... آرائش: سالیک اینی (لاہور) عکاسی: ایم کاشف (لاہور)

مستقل سلسلے

خط و کتابت کا پتا: ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی 74200 فون نمبرز 021-35620771/2

فیکس 021-35620773 ایک از مطبوعات نئے افق پبلی کیشنز ای میل info@aanchal.com.pk

فرمانِ نبوی ﷺ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مجھے اپنی امت پر سب سے زیادہ اندیشہ خواہشاتِ نفسانی اور لمبی لمبی امیدیں باندھنے سے ہے' خواہشاتِ نفسانی انسان کو حق سے روکتی ہیں اور لمبی امیدیں باندھنا آخرت کو بھلا دیتا ہے (اور دیکھو) یہ دنیا کوچ کر کے جارہی ہے اور یہ آخرت کوچ کر کے آرہی ہے اور انسانوں میں کچھ لوگ دنیا کی اولاد ہیں اور کچھ آخرت کی' پس اگر تم یہ کرسکو کہ دنیا کے بیٹے نہ بنو تو ایسا ضرور کرو' اس لیے کہ آج تم دارالعمل میں ہو جب کہ کوئی حساب نہیں ہو رہا اور کل تم دارالآخرت میں ہوگے جب کہ کوئی عمل نہیں ہوگا۔" (بیہقی)

سرگوشیاں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

جولائی ۲۰۱۲ء کا آنچل حاضرِ مطالعہ ہے۔

جون کا شمارہ پسند کرنے کا شکریہ ہماری کوشش یہی ہوتی ہے کہ آنچل کا ہر شمارہ آپ کی پسند اور خواہشات کے عین مطابق ہو۔ اللہ کا شکر ہے کہ اب تک ہم اپنی اس کوشش میں کامیاب رہے ہیں۔ یہ تمام قاری اور لکھاری بہنوں کی محبت اور تعاون کا ہی نتیجہ ہے کہ تمام تر خراب ملکی صورت حال کے باوجود آپ کا یہ آنچل بروقت آپ کے ہاتھوں تک پہنچ جاتا ہے۔ موجودہ صورت حال پر ہمیں اردو کا ایک محاورہ یاد آرہا ہے "اندھیر نگری چوپٹ راج" بجلی کی لوڈشیڈنگ نے ہر نگر ہر شہر میں ہر طرف اندھیر پھیلا رکھا ہے۔ لوگ گرمی کی شدت اور بجلی کی نایابی کے باعث گھروں سے نکلنے اور حکومتی رویوں کے خلاف احتجاج پر مجبور ہوگئے۔ نت نئے مسائل جنم لے رہے ہیں کارخانے' دکانیں بند ہورہی ہیں بے روزگاری ختم ہونے کی بجائے بڑھتی جارہی ہیں۔ لوگ اپنے غم وغصے کے اظہار کے لیے املاک کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ گرمی نے انہیں حواس باختہ کر رکھا ہے۔ عقل وخرد سے بے گانے ہورہے ہیں اور حکمران اور حکومت کے عمال تماشہ دیکھ رہے ہیں۔ ان کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگ رہی۔ عوام از خود شہر کے گلی کوچوں سے نکل آئے ہیں اور تباہی منہ کھولے اپنے بازو پھیلائے پھر رہی ہے۔ جتنا نقصان یہ بجلی سے زیادہ حکومت کے ستائے لوگ اپنا اپنے وطن کا کر ڈالیں گے اُس کا ازلہ کرنے میں برسوں لگ سکتے ہیں۔ جتنا نقصان اب تک ہوچکا ہے اگر اُس کا تخمینہ لگایا جائے تو اُس سے کہیں کم خرچ میں بجلی کے مسئلے کا سدباب کیا جاسکتا ہے اور اگر بجلی کا بہتر بندوبست کردیا جائے تو یقیناً آنے والے الیکشن کا نتیجہ بھی بہتر ہوسکے گا ورنہ اب تک کے کیے کرائے پر پانی تو پھر ہی گیا ہے۔

آپ سے سرگوشیاں کرنے کو بڑا دل چاہ رہا تھا کہ اس بار آپ سے بہت سی باتیں کروں گی لیکن افسوس بجلی کی اس مار نے سارے کیے کرائے پر اندھیرا کردیا ہے اب یہ سطور بھی گیس لالٹین کی روشنی میں لکھ رہے ہیں اور پسینہ پسینہ ہورہے ہیں ہاتھ سے قلم چھوٹا جارہا ہے خیر پھر کبھی سہی آج اتنا ہی کافی ہے ہماری تمام بہنوں سے گزارش ہے کہ آئیں ہم اپنے ربّ عالیٰ سے دعا کریں کہ ہمارے اس چمن کو ہمارے اس وطن کو مسائل سے دوچار کرنے والوں سے بدنیت بداعمال لوگوں سے محفوظ فرما اور ہماری مدد فرما آمین۔

جھیل' کنارہ' کنکر

بہن نازیہ کنول نازیہ کا مختلف اور منفرد انداز میں تحریر کردہ مکمل ناول ان شاء اللہ اگلے ماہ سے آنچل میں ملاحظہ فرمائیں اس میں آپ بہن نازیہ کو ایک نئے روپ میں دیکھیں گے۔

اس ماہ کے ستارے۔

"زندگی کی حسین رہ گزر" سمیرا شریف طور اور "محبت کی جیت" سندس جبین کے مکمل ناول۔

"صحرا میں عکس سرابوں کا" عتیقہ ملک پہلی بار ناولٹ کے ساتھ شریک محفل ہیں۔

"سہراب چہرے" عابدہ ہاشمی لکھاری بہنوں میں ایک خوبصورت اضافہ ثابت ہوں گی جو پہلی بار افسانہ کے ساتھ شریک محفل ہیں۔

ماہِ اگست اور ماہِ ستمبر کے شمارے عید نمبرز ہوں گے بہنیں نوٹ فرمالیں۔

دعا گو قیصر آرا

حمد

اللہ اللہ جان جاناں کا پیام آ ہی گیا
لطف کا پروانہ اک دن میرے نام آ ہی گیا

جذبۂ بے اختیار شوق کام آ ہی گیا
اک فقیر بے نوا تک دورِ جام آ ہی گیا

عاجز و درماندہ' سر تا پا شکستہ ہائے ہائے
رفتہ رفتہ تا درِ بیت الحرام آ ہی گیا

آبِ حیواں کی تمنا تھی' سو پوری ہوگئی
چشمۂ زمزم پہ آخر تشنہ کام آ ہی گیا

اپنے ارماں پورے کرلے خوب جی بھر کر یہاں
اے دلِ بیتاب لے تیرا مقام آ ہی گیا

میری جاں جس پر فدا' کون و مکاں جس پر نثار
سامنے وہ روضۂ خیرالانام آ ہی گیا

ان کی یہ ذرہ نوازی' ان کا یہ جود و کرم
بارگاہِ قدس میں بہر سلام آ ہی گیا

حاضری اب ہورہی ہے سال کے بعد اے نفیسؔ
صبح کا بھولا ہوا گھر اپنے شام آ ہی گیا

نعت

رمضاں کا جو مہینہ آیا
یاد رہ رہ کر مدینہ آیا

ہاتھ اٹھا کر جو دعائیں مانگیں
ہاتھ رحمت کا خزینہ آیا

بارگاہِ نبوی ﷺ میں پہنچا
جیسے ساحل پہ سفینہ آیا

حوصلہ سامنے ہونے کا نہ تھا
منہ چھپائے یہ کمینہ آیا

تن بدن کانپ رہا تھا میرا
اف' ندامت سے پسینہ آیا

عرض کرنا تھا دلِ راز کا یہ حال
کچھ سلیقہ نہ قرینہ آیا

آہ افسوس' صد افسوس نفیسؔ
فصلِ گل میں بھی نہ پینا آیا

(حضرت شاہ نفیس الحسینی رحمۃ اللہ علیہ)

جوابِ آں

مدیرہ

سباس گل...... رحیم یار خان

ڈیئر سباس! جیتی رہو۔ آپ کا افسانہ مل گیا ہے اور ان شاء اللہ جلد ہی قریبی اشاعت میں شامل کرلیا جائے گا۔ جہاں تک آپ کے مکمل ناول کی بات ہے اس کے بارے میں بھی جلد ہی آپ کو مطلع کردیا جائے گا۔ آپ نے جو باتیں زندگی کے متعلق اپنے خط میں تحریر کی ہیں اس کی حقیقت کو کسی طرح بھی جھٹلایا نہیں جاسکتا۔ یہ سب زندگی کے ساتھ ساتھ چلتا رہتا ہے۔ اپنا بہت خیال رکھیے گا دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

بشریٰ باجوہ...... اوکاڑہ

پیاری بشریٰ خوش رہو۔ آپ کا افسانہ مل گیا ہے ابھی ہم عید نمبر کی تیاری میں مصروف ہیں۔ جیسے ہی فراغت ہوئی پڑھ کر آپ کو جواب دے دیا جائے گا۔ آپ نے صحیح کہا کہ گیاری سیکٹر کے شہیدوں کے لیے صرف دعائے مغفرت ہی کرسکتے ہیں۔ دعاؤں کے لیے اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔

مدیحہ شبیر...... شاہ نکڈر

اچھی مدیحہ خوش رہو۔ آپ کے لکھے ہوئے تمام اسماء الحسنیٰ موصول ہوچکے ہیں۔ ان شاء اللہ فراغت پاتے ہی ان کو پڑھ کر شائع کرنے کی کوئی ترتیب بناتے ہیں۔ اپنا بہت خیال رکھیے گا دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

خالدہ شاہین...... نامعلوم

ڈیئر شاہین! آنچل سے آپ کا لگاؤ' محبت پڑھ کر ہم لاجواب ہوئے کہ آپ نے اسے پڑھنے کے لیے کتنی مار کھائی اور کتنی محنت کی۔ جہاں تک رہا تعارف کا سوال وہ ان شاء اللہ جلد شائع کردیا جائے گا باری آنے پر۔ اللہ آپ کو سدا خوش رکھے۔ آمین

ناز سلوش ذشے...... میر پور' آزاد کشمیر

ڈیئر ناز خوش رہو۔ آپ کی اکثر کہانیاں نئے افق میں نظر سے گزرتی رہتی ہیں۔ آپ کو اس بات کا بخوبی اندازہ ہوگا کہ آنچل میں سچی کہانیاں نہیں شائع کی جاتیں۔ اگر آپ سچی کہانیوں کے علاوہ آنچل کے معیار کو مدنظر رکھتے ہوئے کچھ بھی لکھنا چاہیں تو شوق سے لکھ سکتی ہیں۔ اس کے لیے ڈر اور اجازت کی ضرورت نہیں۔ آپ نے جو تجویز دی ہے اسے نوٹ کرلیا گیا ہے ان شاء اللہ اس پر غور کرتے ہیں۔ اپنا بہت خیال رکھیے گا۔

شگفتہ خان...... بھلوال

گڑیا شگفتہ سدا خوش رہو۔ آپ کا شکایتوں سے بھرا خط پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ہم آپ کے ساتھ سوتیلوں جیسا سلوک کررہے ہیں جبکہ حقیقتاً ایسا کچھ بھی نہیں۔ آپ کی ارسال کردہ تمام چیزیں اس وقت موصول ہوئیں جب پرچہ تقریباً مکمل ہوچکا تھا۔ اس میں سے کچھ چیزیں جو قابل اشاعت تھیں اٹھا کر رکھ دی گئی تھیں۔ وہ تمام کی تمام اس شمارے میں آپ کو مل جائیں گی۔ آپ کا ہاتھ سے بنا ہوا خوب صورت کارڈ بھی موصول ہوگیا تھا۔ جس کے لیے آپ کے تہہ دل سے مشکور وممنون ہیں۔ آپ کا شکوہ کرنا ہم کو کیسے برا لگ سکتا ہے۔ دعا گو ہیں کہ اللہ آپ کی تمام پریشانیوں کو دور فرمائے۔ آمین

ایمن وفا...... جھڈو

ڈیئر ایمن سلامت رہو۔ آنچل اور ہم آپ سب بہنوں کے اپنے ہیں۔ آپ جو چاہیں رشتہ ہم سے بنا سکتی ہیں ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ آپ ہم سے اپنی ہر بات شیئر کرسکتی ہیں اس کے لیے کسی اجازت کی ضرورت نہیں۔ مایوسی کفر ہے کسی بھی حال میں انسان کو مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ ہر حال میں اللہ کا شکر گزار بندہ بن کر رہنا چاہیے۔ اللہ آپ کے والدین کو صحت وتندرستی عطا فرمائے' ان کا سایہ آپ کے سر پر تادیر قائم رکھے۔ آمین دعاؤں کے لیے جزاک اللہ

مدیحہ عدنان...... نوشہرہ

اچھی مدیحہ سلامت رہو۔ کافی عرصے کے بعد آپ کی تحریر دیکھ کر خوشی ہوئی اور خط پڑھ کر آپ کی مصروفیات کا بخوبی اندازہ ہوا۔ آپ کی کہانی جلد ہی پڑھ کر بتادیں گے۔ ہم نے آپ کو اپنی بھتیجیوں کی لسٹ میں شامل کرلیا' خوش رہیں۔ آپ نے صحیح کہا آج کل ملک میں نفسانفسی کا دور چل رہا ہے بھائی بھائی کا گلا کاٹ رہا ہے۔ جسے پڑھ کر سن کر اور دیکھ کر دل خون کے آنسو روتا ہے۔ اب سوائے دعاؤں کے کچھ کیا بھی نہیں جاسکتا۔ دعاؤں کے لیے اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

سید امبر بخاری...... چندی پور

اچھی امبر خوش رہو۔ آپ کا ناراضی بھرا خط پڑھ کر ہم تو حیران ہی رہ گئے۔ آپ کی اب تک کوئی بھی تحریر ہماری نظر سے نہیں گزری۔ اگر کوئی چیز بھی ہم کو موصول ہوتی ہے اور وہ قابل اشاعت بھی ہو تو ضرور شائع کی جاتی ہے۔ آپ کا کوئی بھی خط ہم کو موصول ہی نہیں ہوگا تو ہم اس کا جواب کیسے دیں گے۔ امید ہے کہ ان سطور سے آپ کی ناراضی دور ہوجائے گی اور جہاں تک تعارف کا تعلق ہے تو باری آنے پر ہی شائع کیا جائے گا۔

طاہرہ نسیم...... جہانیاں، خانیوال

پہلی بار شرکت پر خوش آمدید کہتے ہیں آپ کی کہانی موصول ہوگئی ہے۔ جلد ہی عید نمبروں سے فراغت پاتے ہی پڑھ کر انہی سطور میں آپ کو جواب دے دیا جائے گا۔

عائشہ یوسف...... لاہور

ڈیئر عائشہ! سلامت رہو آپ نے اپنے خط میں آنچل کے بارے میں جو باتیں تحریر کی ہیں ہم نے ان سب کو نوٹ کرلیا ہے اور ان شاء اللہ کوشش کریں گے کہ آپ کی تمام شکایت کو جلد از جلد دور کردیا جائے۔ عفت سحر اور عشناء کوثر کو آپ کی پسندیدگی ان سطور کے ذریعے پہنچا رہے ہیں اور جہاں تک بات ہے افسونِ جاں کی یہ کتابی صورت میں موجود ہے۔ آپ خرید کر اسے پڑھ سکتی ہیں۔ آپ کی کہانی مل گئی ہے۔ پڑھ کر جلد آپ کو مطلع کردیا جائے گا۔

حفصہ بتول...... بہاولپور

گڑیا حفصہ! سدا خوش رہو۔ آنچل پسند کرنے کا شکریہ۔ آپ کی پسند اس لیے بند کیا گیا کہ شعری سلسلے زیادہ ہوگئے تھے۔ دوسری بات یہ کہ جو نگارشات ہمیں موصول ہوتی ہیں اور وہ قابل اشاعت بھی ہوں تو ان کو اٹھا کر اگلے ماہ کے لیے رکھ لیا جاتا ہے۔ ہر ماہ کی آٹھ تاریخ تک موصول ہونے والی ڈاک استعمال کرلی جاتی ہے۔ باقی اگلے ماہ کے لیے رکھ دی جاتی ہے۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

سویرا فلک...... کراچی

ڈیئر سویرا خوش رہو۔ آپ کی کاوش جلد ہی قریبی اشاعت میں شامل کرلی جائے گی۔ خط پڑھ کر آپ کی نجی مصروفیات کا اندازہ ہوا۔ ہم اللہ کریم سے دعا گو ہیں کہ آپ کا قلم اور آنچل سے رشتہ تادیر قائم رہے۔

اللہ آپ کی مشکلات کو آسان فرمائے۔ آمین

مریم راجپوت...... نامعلوم

اچھی مریم خوش رہو۔ آپ جوش تحریر میں اپنے شہر کا نام لکھنا بھول گئیں۔ آئندہ خیال رکھیے گا۔ آپ کا تنقید سے بھرا خط پڑھ کر خوشی ہوئی اور اندازہ ہوا کہ آپ آنچل سے کتنا لگاؤ رکھتی ہیں۔ آپ کی تنقید لکھاری بہنوں تک پہنچادی جائے گی۔

اقرا تبسم...... اوکاڑہ

پیاری اقرا خوش رہو۔ آپ کی کہانی پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آپ کی تحریر میں ابھی بہت کچا پن ہے جس کے لیے آپ کو بہت محنت اور مطالعہ کی ضرورت ہے۔ ابھی آپ صرف افسانوں پر طبع آزمائی کریں۔ جب آپ اس پر عبور حاصل کرلیں اس کے بعد قسط وار ناول کا سوچیے گا۔ آپ کی تمام کہانیوں کے جوابات ان ہی صفحات پر پہلے بھی دے چکے ہیں لگتا ہے آپ غور سے نہیں پڑھتیں۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

ساجدہ زید...... ویرووالہ

ڈیئر ساجدہ سلامت رہو۔ پہلے تو ہم آپ کو یہ بتاتے چلیں کہ فرحت آپا کا انتقال ہوئے تقریباً ڈیڑھ سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ اللہ ان کی مغفرت فرما کر ان کے درجات کو بلند فرمائے آمین۔ آپ کا تعارف باری کے انتظار میں لائن میں لگا ہوا ہے۔ جیسے ہی نمبر آیا شائع کردیا جائے گا۔ دعاؤں کے لیے اللہ کریم آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

نادیہ یاسین...... نامعلوم

اچھی نادیہ خوش رہو۔ در جواب آں اور ہر سلسلے میں آپ ای میل کے ذریعے بھی شرکت کرسکتی ہیں۔ آپ کا تعارف باری آنے پر ہی شائع کیا جائے گا۔ آپ بار بار تعارف لکھ کر نہ بھیجیں۔ آپ کے خط میں یہ بات پڑھ کر خوشی ہوئی کہ آپ قرآن حفظ کررہی ہیں۔ ہم دعا گو ہیں کہ اللہ کریم آپ کے لیے آسانی والا معاملہ فرما کر آپ کو جلد از جلد حافظ قرآن بنادے۔ آمین

صائمہ طاہر سومرو...... حیدر آباد

اچھی صائمہ سدا خوش رہو۔ آپ کا شکایتوں شکوہ سے بھرا خط موصول ہوا پڑھ کر حیرت ہوئی کہ آپ کی کوئی بھی چیز شامل اشاعت نہیں ہوئی۔ جب جانچ پڑتال کی گئی تو جواب ملا کہ کوئی بھی چیز موصول ہی نہیں ہوئی تھی تو کیسے شائع کرتے۔ آپ نے جو خط نازیہ کنول نازی کے لیے لکھا تھا وہ ان تک پہنچا دیا گیا ہے۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

طیبہ سعدیہ...... سیالکوٹ

ڈیئر طیبہ سلامت رہو۔ آپ نے بجا فرمایا شکوہ اپنوں سے ہی کیا جاتا ہے۔ آپ کا پہلا شکوے کا جواب یہ ہے کہ آپ وہ پرچا اپنے نام پتے کے ساتھ ہم کو بھجوادیں ہم آپ کو اس کے بدلے دوسرا ارسال کردیں گے۔ دوسرا شکوہ جو ہے اس کے لیے عرض ہے کہ اس کا جواب ہم نے جنوری یا فروری کے شمارے میں دے دیا تھا جو یقیناً آپ کی نظروں سے نہیں گزرا۔ آپ نے جو بھی نگارشارت ارسال کی تھی ایک تو وہ بہت لیٹ ملی تھی اور دوسری بات یہ کہ وہ سب ان کے شعبوں تک پہنچا دی گئی تھیں جو وقتاً فوقتاً لگتی رہیں گی۔

مشترکہ جوابات

لاڈو ملک' دیپالپور۔ گڑیا لاڈو خوش رہو۔ آپ کی ارسال کردہ تمام چیزیں متعلقہ شعبوں میں بھیج دی گئی ہیں اور آپ کا تعارف باری آنے پر ہی شائع کیا جائے گا۔ اس کے لیے آپ کو انتظار کرنا پڑے گا۔ آپ کی شخصیت کا کالم بند کردیا گیا ہے جس کی جگہ بہنوں کی عدالت کا سلسلہ شروع کیا گیا ہے۔

ساریہ چوہدری' ڈوگہ۔ گجرات۔ آپ کی تمام نگارشارت ان کے شعبوں کو بھیج دی گئی ہیں جو جلد ہی لگ جائیں گی۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

نمرہ افتخار' اختر آباد اوکاڑہ۔ جی آپ افسانہ لکھ کر بھیج سکتی ہیں مگر ان ہدایات کو مدنظر رکھ کر لکھیں جو ان صفحات کے آخر میں لگے بکس میں موجود ہیں۔ ثناء حسین گل' شجاع آباد۔ پیاری بیٹی اللہ کریم آپ کو تمام میدانوں میں کامیابی و کامرانی عطا فرمائے آمین آپ کی غزل اس کے شعبے میں بھیج دی ہے آگے جو اس کی قسمت۔

رافعہ ملک۔ آپ سے گزارش کی جاتی ہے کہ اپنا مکمل پتا ادارے کو جلد از جلد ارسال کریں۔

تاخیر سے موصول ہونے والے خط:۔

بشریٰ ناز، جھنگ۔ میمونہ بشیر، شاہ نکڈر۔ اسماء عطاریہ، کراچی۔ سمیرا ندیم، اسلام آباد۔ صوفیہ مقصود، جھنگ۔ یاسمین مشتاق چوہدری، چیچہ وطنی۔ گل رعنا' مدیحہ اور اقراء، تلہ گنگ۔ عذرا فردوس۔ مہوش گل، واہ کینٹ۔ ساریہ چوہدری، گجرات۔ ام کلثوم، کراچی۔ ارم شہزادی، ڈی جی خان۔ مریم الیاس، کوڈ گلہ۔ صائمہ احمد سحر، بھابڑہ۔ ماریہ شکیل۔ عالیہ کاظمی، کہوٹہ۔ مہر گل، کراچی۔ فوزیہ سلطانہ، تونسہ شریف۔ صائمہ ملک پرویز، احاطہ۔ منزہ حیدر، کوٹ قیصرانی۔ شمع مسکان، جام پور۔ اسماء رفیق، خانپور۔ دیا آفرین، شادرہ۔ بشریٰ نوید باجوہ، اوکاڑہ۔ وجیہہ خان، بہاولپور۔ نورین شفیق ملتان۔

ناقابل اشاعت:۔

آؤ مدرسہ دیکھتے ہیں' لغزش' اک موج سرگشتہ' بلا عنوان' چھوٹی سی بات' نورالایمان' پچھتاوا' تیرے ہجر میں ڈوبا چاند' باڈی گارڈ' زندگی کا محور' دسمبر کی یادیں' قاتل کون؟' محبت کے بندھن' اقبال کا شاہین' صبح کا بھولا' By Forever' دیوانی' خوشی وغمی کا سنگم' محافظ' روشنی کا سفر' ستارے آرزو کے' کہیں دیپ جلے کہیں دل' میرا آنچل' لالچ' گمنام آرزو' گمراہ تھا میں تم مشعل راہ نکلے' لاحاصل محبت' تم ہی میرے اول و آخر' گناہ' امید صبح نو' تلخ حقیقت' اپنا بنالو' کسی کا قصور' رنج' بندھن ہمیشہ ٹوٹتا نہیں' تیری جستجو نے مارا' دوستی اور محبت' دوسری محبت' شاہ ولا' پکار' اعتبار نہیں کرنا' روگِ جدائی' تیری یاد آنے کے بعد' وعدوں پر جاں دیں گے' بلاعنوان' محبتوں کے سائے میں' درس آگہی' محبت چاند کی مانند' بہاروں کے رنگ' ستم گر جہاں' محبت پھول جیسی' تجھ پہ قربان' شاہو اور شانتی' وہ ہرجائی نہ سمجھ...... ' کچھ خواب' کچھ حسرتیں' ہم سفر جذبوں کے' کوئی من میں بسا ہے' گلابوں کا سفر' نہ دیتے یوں سزا' یہ میری زندگی ہے

♥

مصنفین سے گزارش

☆ مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ ہاشیہ لگائیں صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ نمبر ضرور لکھیں اور اس کی فوٹو کاپی کراکر اپنے پاس رکھیں۔

☆ قسط وار ناول لکھنے کے لیے ادارہ سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔

☆ نئی لکھاری بہنیں کوشش کریں پہلے افسانہ لکھیں پھر ناول یا ناولٹ پر طبع آزمائی کریں۔

☆ فوٹو اسٹیٹ کہانی قابل قبول نہیں ہوگی۔

☆ کوئی بھی تحریر نیلی یا سیاہ روشنائی سے تحریر کریں۔

☆ مسودے کے آخری صفحہ پر اپنا مکمل نام پتا خوشخط تحریر کریں۔

☆ اپنی کہانیاں دفتر کے پتا پر رجسٹرڈ ڈاک کے ذریعے ارسال کیجیے۔

امام اعظم ابو حنیفہؒ

مولف: مشتاق احمد قریشی

آپؒ میں عقل ورائے سے استصواب کرنے' احکام شرعیہ کو عملی زندگی میں جاری کرنے اور جدید مسائل میں قیاس واستحسان سے کام لینے کی صلاحیت پیدا ہوگئی تھی۔ اسی لیے آپؒ کے طریقے کا نام اہل الرائے مشہور ہوگیا۔ امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے کہ ہمارا علم رائے ہے اور یہی میرے نزدیک سب سے بہتر ہے۔ جو شخص اس کے سوا کسی اور رائے کو بہتر سمجھے اُس کی رائے ہماری رائے ہے۔

امام ابوحنیفہؒ اپنی والدہ سے بہت محبت کرتے تھے اور ان کے نہایت ہی فرماں بردار اور اطاعت گزار تھے۔ وہ واعظوں اور قصہ گو کی نہایت معتقد تھیں' ایک واعظ عمرو بن زرقہؒ سے وہ نہایت متاثر تھیں اور اس سے ان کو بڑی عقیدت تھی۔ جب کبھی انہیں کوئی مسئلہ پیش آتا وہ امامؒ کو حکم دیتیں کہ عمرو بن زرقہ سے پوچھ آؤ۔ امام صاحب تعمیل ارشاد میں مسئلہ پوچھنے چلے جاتے۔ عمرو بن زرقہ آپؒ سے کہتے کہ حضرت آپ کے سامنے میں کیا زبان کھول سکتا ہوں۔ آپ تو خود بڑے جید عالم ہیں۔ امام صاحبؒ فرماتے۔ ''والدہ کا یہی حکم ہے۔'' اکثر ایسا ہوتا کہ عمرو کو مسئلے کا حل نہ آتا' وہ امام صاحبؒ سے درخواست کرتا کہ آپ مجھے بتادیجئے میں اسی کو دہرادوں گا۔ جب کبھی امام صاحبؒ کی والدہ محترمہ جواب سے مطمئن نہ ہوتیں تو اصرار کرتیں کہ مجھے لے کر چلو میں خود پوچھوں گی۔ امام صاحبؒ والدہ کو سواری پر بٹھاتے اور خود ساتھ پیدل چلتے۔ جب والدہ صاحبہ عمرو سے خود مسئلے کو بیان کرکے اپنے کانوں سے جواب سن لیتیں تو مطمئن ہوجاتیں۔ ایک بار کسی مسئلے پر امام صاحبؒ نے اپنی رائے دے دی بولیں مجھے تجھ پر اعتبار نہیں۔ امام صاحبؒ انہیں زرقہ کے پاس لے آئے تو والدہ نے مسئلہ پیش کیا تو زرقہ نے کہا امام صاحب آپ تو مجھ سے زیادہ جانتے ہیں آپؒ کیوں نہیں بتادیتے۔ امام صاحبؒ نے کہا میں نے فتویٰ بتایا تھا جب زرقہ نے کہا بالکل درست فرمایا یہ سن کر والدہ محترمہ کو اطمینان ہوا اور گھر واپس آگئیں۔ (سیرۃ نعمان۔ شبلی نعمانی)

امام صاحبؒ بہت ہی رقیق القلب تھے۔ کسی کو تکلیف یا رنج میں دیکھتے تو بے چین وبے تاب ہوجاتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپؒ مسجد میں بیٹھے تھے کہ کسی شخص نے کسی کے چھت سے گرنے کی اطلاع دی اور آپؒ کے منہ سے بے ساختہ چیخ نکل گئی اور آپؒ فوراً ہی اٹھ کر برہنہ پاؤں اس شخص کے گھر کی طرف دوڑ پڑے۔ اس جگہ پہنچ کر اس شخص سے ہمدردی کا اظہار کیا اس کی خیریت دریافت کی اور جب تک وہ شخص تکلیف میں رہا امام صاحبؒ ہر روز صبح اس کی خیریت معلوم کرتے اس کی تیمار داری کیا کرتے۔

امام صاحبؒ بڑے ہی زاہد' صاحب ریاضت' ذکر وعبادت میں مشغول رہنے والے شخص تھے۔ بڑے

ذوق وشوق سے وہ اپنے معمولات میں مشغول رہا کرتے تھے۔ علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ امام صاحبؒ کی پرہیز گاری اور عبادت کے اوقات تواتر کی حد تک پہنچ گئے تھے۔ اکثر نماز کے دوران یا قرآن پڑھتے وقت آپؒ پر ایسی رقت طاری ہوتی کہ گھنٹوں رویا کرتے تھے۔ حضرت امام بصریؒ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ نماز فجر میں امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ شریک تھا۔ انہوں نے نماز میں یہ آیت پڑھی ''**و لا تحسبن الله غافلا عما يعمل الظالمون** ''یعنی اللہ کو ظالموں کے کردار سے بے خبر نہ سمجھنا۔'' امام ابوحنیفہؒ پر ایسی رقت طاری ہوئی کہ سارا بدن کانپنے لگا۔ یزید بن کمیتؒ جو امام صاحبؒ کے ہم عصر اور اپنے وقت کے مشہور عابد تھے سے روایت ہے کہ میں ایک دفعہ عشاء کی نماز میں امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ شریک تھا امام صاحب نے ''سورۂ اذا زلزلت'' پڑھی لوگ نماز پڑھ کر چلے گئے میں کھڑا رہا۔ امام صاحبؒ کو دیکھا تو وہ ٹھنڈی ٹھنڈی سانسیں بھر رہے ہیں' میں اٹھ کر چلا آیا کہ ان کے معمول میں خلل نہ ہو صبح مسجد گیا تو دیکھا وہ غم زدہ بیٹھے اپنی داڑھی کو ہاتھ سے پکڑے ہوئے بڑی رقت سے کہہ رہے تھے ''اے وہ ذات جو ذرہ بھر نیکی اور ذرہ بھر بدی دونوں کا بدلہ دے گی اپنے غلام نعمان کو آگ سے بچانا۔''

ایک روایت مسعر بن کدامؒ سے ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز بازار میں امام ابوحنیفہؒ چلے جارہے تھے کہ ان کا پیر ایک لڑکے کے پاؤں پر پڑ گیا وہ لڑکا چیخ اٹھا اور کہا۔

''کیا تو خدا سے نہیں ڈرتا؟'' یہ بات سنتے ہی امام ابوحنیفہؒ کو غش آگیا جب کچھ دیر بعد ہوش میں آئے تو میں نے پوچھا کہ لڑکے کی بات پر اس قدر بے قرار ہونا کیا معنی ہے؟ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا: کیا عجب کہ اس کی آواز غیبی ہدایت ہو۔ (سیرۃ نعمان عقود الجمان)

ایک دفعہ امام صاحبؒ حسب معمول اپنی دوکان پر گئے تو نوکر کپڑے کے تھان نکال کر رکھتے ہوئے بولا۔ ''اللہ ہم کو جنت دے۔'' امام کا اتنا سننا تھا کہ ان پر رقت طاری ہوگئی۔ آپؒ اس قدر روئے کہ آپؒ کے شانے تر ہوگئے۔ نوکر کو دکان بند کرنے کی ہدایت دے کر آپؒ دکان سے نکل گئے۔ دوسرے دن نوکر سے کہا: بھائی' ہم اس قابل کہاں کہ جنت کی آرزو کریں۔ یہی بہت ہے کہ عذاب الٰہی میں گرفتار نہ ہوں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی اکثر فرمایا کرتے تھے کہ قیامت کے دن اگر مجھ سے مواخذہ نہ ہو اور نہ انعام ملے تو میں بالکل راضی ہوں۔ (سیرۃ نعمان)

امام صاحب کا معمول تھا کہ فجر کی نماز کے بعد مسجد میں درس دیتے اور فتاویٰ کے جوابات دیتے اور تدوین فقہ کی مجلس منعقد ہوتی۔ نماز ظہر پڑھ کر گھر چلے جاتے۔ گرمیوں میں ظہر کے بعد آرام فرماتے اور سو جاتے۔ نماز عصر کے بعد کچھ دیر درس وتدریس وتعلیم کا سلسلہ چلتا پھر کچھ دوستوں سے ملنے ملانے اور بیماروں کی عیادت کرنے اور غریبوں کی خبر گیری فرماتے۔ نماز مغرب کے بعد پھر درس کا سلسلہ شروع ہوجاتا جو عشاء کی نماز تک رہتا تھا۔ نماز عشا پڑھ کر امام ابوحنیفہؒ عبادات میں مشغول ہوجاتے جو اکثر رات بھر رہتا۔ (عقود الجمان)

امام اعظمؒ کے ہم عصر محمد انصاریؒ کہا کرتے تھے کہ امام ابوحنیفہؒ کی ایک ایک حرکت یہاں تک کہ بات چیت' اٹھنے بیٹھنے' چلنے پھرنے میں دانش مندی کا نمایاں اثر پایا جاتا تھا۔ امام صاحبؒ کے مشہور

ادصاف میں رائے، تدبیر عقل وفراست، ذہانت اور طباعی شامل تھے۔

امام سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ صرف صحیح حدیث لیتے تھے جو نہایت ثقہ راویوں سے روایت ہوتی۔ امام صاحبؒ کو ناسخ و منسوخ کی بہت پہچان تھی اس کے باوجود وہ پوری تحقیق کیا کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری فعل کی جستجو کریں اور عام علماء کی رائے کا بھی خیال کریں۔ (الخیرات الحسان) امام ابوحنیفہؒ ہمیشہ ان ہی احادیث کو لیتے تھے جنہیں وہ درست اور صحیح سمجھتے تھے اکثر وہ آخری زمانے کی احادیث کو لیتے جن کے راویان صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کو روایت کیے زیادہ زمانہ نہیں گزرا ہوتا تھا۔

حضرت ابونعیمؒ نے ''حلیہ'' میں بخاری اور مسلم نے دوسری سند سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور قیس بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے اور طبرانی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر ایمان ثریا ستارہ کے پاس بھی ہو اور اہل عرب اس کو نہ پاسکتے ہوں تو بھی اس کو ایک فارسی آدمی پالے گا۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کی بابت یہ بنیادی اور صحیح بات ہے۔ فارس سے مراد ایران ہے کوئی خاص شہر نہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کے دادا فارس کے ہی تھے۔ ائمہ اربعہ میں تین ائمہ امام اما لکؒ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ تینوں عرب قبائل سے ہیں جبکہ امام ابوحنیفہؒ ہی فارسی ہیں اس لیے یہ بشارت ان پر صادق آتی ہے۔ محدث شیرازیؒ اور ابونعیمؒ کے الفاظ اس حدیث کے بارے میں اس طرح ہیں۔ ''کہ اگر علم ثریا ستارے کے ساتھ بھی لگا ہوا ہو تو اہل فارس کے کچھ لوگ اسے وہاں سے بھی اتار لائیں گے۔ امام طبرانیؒ نے حضرت قیس رضی اللہ عنہ سے جو روایت کی ہے وہ اس طرح ہے کہ عرب اس کو نہیں اتار سکیں گے بلکہ فارس کے کچھ لوگ اس علم کو اتار لائیں گے۔ اور امام مسلمؒ کے الفاظ میں اس طرح ہے ''کہ اگر ایمان ثریا ستارے کے پاس ہو تو بھی اہل فارس کے کچھ لوگ اس کو کھینچ لائیں گے۔''

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ''خوش خبری ہے ان کے لیے جنہوں نے مجھے دیکھا (یعنی صحابہ) اور جنہوں نے میرے دیکھنے والوں کو دیکھا۔ وہ تابعین اور جنہوں نے تابعین کو دیکھا وہ تبع تابعین ایک اور حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''بہترین لوگ میرے زمانے کے ہیں پھر اس سے متصل زمانے کے پھر جو اس سے متصل زمانے کے ہوں۔ مسلم شریف کی ایک روایت ہے کہ بہتر لوگ اس صدی کے ہیں جس میں میں موجود ہوں پھر اس سے متصل پھر جو اس سے متصل ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک کی روشنی میں امام ابوحنیفہؒ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام سے بھی ملاقاتیں کیں اور احادیث روایت کی ہیں یعنی ان سے علم حاصل کیا ہے۔ اس طرح وہ خود تابعین میں شمار ہوتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ امام ابوحنیفہؒ کی پیدائش بھی اسی صدی میں ہوئی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے تھے۔ اس طرح دونوں خوش خبریاں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائیں امام ابوحنیفہؒ ان پر پورے اترتے تھے۔

آپؒ کے بارے میں محدث حضرت عمرو بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ امام ابوحنیفہؒ خلیفہ منصور کے پاس کسی کام سے تشریف لے گئے تو اس کے قاضی موسیٰ بن عیسیٰ نے امام ابوحنیفہؒ کا تعارف کراتے ہوئے خلیفہ منصور سے کہا۔ ''اے امیر المومنین یہ آج دنیا میں سب سے بڑے عالم شمار ہوتے ہیں۔'' اس پر خلیفہ منصور نے امام ابوحنیفہؒ سے دریافت کیا کہ آپ نے علم کن کن لوگوں سے حاصل کیا ہے؟ تو امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ ''میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے شاگردوں سے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگردوں سے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں سے۔ یہ سن کر خلیفہ منصور نے اپنی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔'' واہ واہ آپ نے تو اپنے لیے خوب مضبوط علم حاصل کیا ہے۔''

علامہ جلال الدین سیوطیؒ اپنی کتاب ''تبییض الصحیفہ'' میں تحریر کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں امام ابومعشر عبدالکریم بن عبدالصمد طبریؒ نے ایک کتاب اس موضوع پر لکھی ہے کہ ابوحنیفہؒ نے کن کن صحابہ سے روایات بیان کی ہیں اور کتنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعینؓ سے ملاقات کی ہے۔ وہ کل سات ہیں۔

(۱) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ
(۲) حضرت عبداللہ بن جزء الزبیدی رضی اللہ عنہ
(۳) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ
(۴) حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ
(۵) واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ
(۶) حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے ذکر تو سات صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کا کیا لیکن نام صرف چھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے دیئے ہیں۔ لیکن جس ترتیب سے انہوں نے روایات بیان کی ہیں اس میں انہوں نے حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے بھی ایک حدیث روایت کی ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ کی روایات کو علامہ سیوطیؒ نے اس طرح تحریر فرمایا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے امام ابوحنیفہؒ نے تین احادیث روایت کی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن جزء رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث، حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے دو حدیثیں، حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث، حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا سے ایک حدیث روایت کی ہے۔

(جاری ہے)

♥

بینش ارشد

ملیحہ احمد

ڈیئر آنچل اسٹاف اور تمام پڑھنے' لکھنے والوں کو میری طرف سے سلام اور دعا۔ مابدولت 20 مارچ 1990ء کو منڈی بہاؤالدین کے قصبہ کٹھیالہ شیخاں میں بہار لے آئے اور ہر طرف پھول کھل اٹھے (میرے آنے کی خوشی میں)۔ سب سے پہلے میں اپنے ماما اور پاپا کے بارے میں لکھنا چاہوں گی کہ جن سے میں دنیا میں سب سے زیادہ پیار کرتی ہوں کیونکہ آج ہم جو کچھ بھی ہیں اپنے والدین کی وجہ سے ہیں کہ جنھوں نے ہمیں پڑھایا' لکھایا اس قابل بنایا کہ ہم اچھے بُرے کی تمیز کرسکیں اور ہمیں اپنے رویئے اور تربیت سے وہ پیار' مان اور اعتماد دیا ہے کہ جو ہماری آئندہ زندگی میں بھی ہمارے لیے زادِ راہ رہے گا۔ میری دعا ہے اللہ پاک سے کہ میرے پاپا جی اور ماما ہمیشہ خوش اور مطمئن زندگی گزاریں' آمین۔

چلیں جی اب چلتے ہیں بھائی بہنوں کی طرف' ہم تین بہنیں اور چار بھائی ہیں سب سے بڑے وسیم بھائی' تسلیم آپی' میں یعنی بینش' ولید بھائی' آکاش' فرقان اور سب سے چھوٹی علینہ ڈیئر! ویسے تو سبھی بھائی بہنوں میں بہت پیار ہے لیکن وسیم بھائی بڑے ہونے کا فائدہ اٹھا کر ہم سب پر بہت رعب ڈالتے ہیں۔ ہم سب بھی یہ ان کا حق سمجھ کر ان سے تھوڑا ادب کے رہتے ہیں لیکن اس سے بھی زیادہ ہم ان کا احترام اور ان سے پیار کرتے ہیں۔ آپی تسلیم اور ولید کے ساتھ خوب بنتی ہے ان کے ہوتے ہوئے کسی اور دوست کی کبھی ضرورت محسوس نہ ہوئی حالانکہ وہ دونوں اب ہم سے دور (سات سمندر پار) رہتے ہیں۔ آپی اسپین میں اپنی کیوٹ سی بیٹی آیات اور شوہر نوید بھائی کے ساتھ رہتی ہیں جب کہ ولید' ابو جی اور وسیم بھائی کے ساتھ سعودی عرب میں رہتے ہیں' پھر بھی زبردستی اسکول میں ایک دوست بن گئی' ویسے تو ہمارا کلاس میں پانچ سہیلیوں کا گروپ تھا۔ ارم' کرن' سحرش' فرحت اور میں پھر یہ گروپ کالج میں بھی برقرار رہا۔ لیکن جب پڑھائی چھوٹی تو گروپ بھی ٹوٹ گیا اور دوستیں بھی چھوٹ گئیں لیکن سحرش اور فرحت سے کالج چھوڑنے پر بھی جان نہیں چھوٹی۔ فرحت اور سحرش نہ صرف کلاس فیلو تھیں بلکہ خالہ اور بھانجی بھی ہیں لیکن سحرش چونکہ ہمارے گھر کے قریب رہتی ہے اس لیے اس کے ساتھ ملنا بھی زیادہ رہتا ہے اور میں اس سے اور وہ مجھ سے آسانی سے ہر بات شیئر کرلیتی ہیں۔ چلیں چھوڑیں جی یہ تو میری جان کبھی نہیں چھوڑیں گی میں آپ کو اپنے بارے میں کچھ بتاتی ہوں' پسند ناپسند میں۔ کھانے میں ماما کے ہاتھ کی گاجر کی کھیر اور کدو کا حلوہ بہت پسند ہے۔ سبزی میں کریلے اور پھول تو سارے ہی اچھے لگتے ہیں۔ موتیے اور رات کی رانی کی خوشبو بہت پسند ہے۔ لباس میں ساڑھی بہت پسند ہے' ویسے شلوار قمیص میں آرام دہ محسوس کرتی ہوں۔ بیڈمنٹن کھیلنا پسند ہے۔ رائٹرز میں جس کی تحریر اچھی لگے وہی رائٹر فیورٹ ہے' جی ویسے عمیرہ احمد۔

کیا خوبیاں اور خامیاں' اف! سب سے مشکل مرحلہ اس کے بارے میں انسان خود سے تو کچھ نہیں کہہ سکتا کیونکہ ہر انسان خود کو پرفیکٹ ہی سمجھتا ہے حالانکہ کوئی انسان پرفیکٹ نہیں ہوتا سوائے ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ چلیں جی پھر پہلے خوبیاں ہوجائیں۔ نمبرا۔ میں کسی سے حسد یا رشک نہیں کرتی کیونکہ اللہ کا کرم ہے اور اس کی پاک ذات نے مجھے بہت نوازا ہے' مجھے اپنی ذات یا زندگی میں کوئی کمی نہیں لگتی کہ جس کی وجہ سے مجھ میں منفی اثرات پائے جائیں' غصہ کم آتا ہے اور قوت برداشت مجھ میں بہت زیادہ ہے۔ میں کسی کو بھی آخری حد تک خود پر سوار نہیں کرتی چاہے جتنی بھی بڑی بات ہو' میں اس سے جلدی نکل آتی ہوں اور ہمیشہ خوش رہتی ہوں۔ خوش اخلاق ہوں' جیو اور جینے دو پر یقین رکھتی ہوں۔ برائیاں یہ ہیں کہ جب کبھی غصہ آجائے اور میری برداشت ختم ہوجائے تو سارے حساب کلیئر کرتی ہوں پھر مجھے کوئی روک نہیں سکتا۔ دوسری میں کبھی اپنی بے عزتی نہیں بھولتی چاہے سالوں گزر جائیں میں اپنے دل و دماغ میں سے یہ بات کبھی نہیں نکال پاتی کہ فلاح شخص نے میری بے عزتی کی تھی۔ بقول ایک چہرہ شناس کہ میرے جیسا بندہ کبھی نا کبھی اپنا بدلہ ضرور لیتا ہے۔ حالانکہ میں نے کبھی ایسا سوچا بھی نہیں۔ ارے بور ہورہے ہیں چلیں آپ کو ایکسائیٹنگ نیوز دیتی ہوں میرے انٹرویو سے لگ رہا ہے نا کہ میں سنگل پرسن ہوں' ہوا کچھ یوں کہ ایف اے کے ایگزیمز کی بعد آپی اور بھائی وسیم کی شادی طے پاگئی چونکہ ہم تینوں بھائی بہنوں کی بات ایک ہی پھوپو کے ہاں طے تھی۔ پھوپو کے بڑے بیٹے نوید بھائی جب آٹھ سال بعد اسپین سے لوٹے تو پھوپو نے شادی کے لیے ابو سے اصرار شروع کردیا۔ پہلے تو ابو آپی اور بھائی کے لیے بھی نہ مانے اور جب مانے تو ہماری بھی نیا ڈبودی۔ بہت روئے کہ ہماری سہیلیاں ہمارا مذاق اڑائیں گی۔ پڑھائی ادھوری رہ جائے گی' ہمیں شادی نہیں کرنی لیکن ہم روتے ہی رہ گئے اور یہ رونا شادی کے دو سال بعد بھی چھپکے چھپکے روتے رہے کیونکہ اس گمنامی کی زندگی کو قبول ہی نہیں کرپارہی تھی' میں زندگی کچھ کرنا چاہتی' بہت سا پڑھنا چاہتی تھی لیکن شادی کے تین سال بعد 23 مارچ کی ایک خوب صورت صبح جب اللہ پاک نے ہمیں خوب صورت بیٹے سے نوازا تو ہمارے سارے گلے شکوے ختم ہوگئے اور زندگی ایک دم سے اتنی خوب صورت اور مصروف ہوگئی ہے ہم نے بہت شوق سے اس کا نام امن نعیم رکھا ہے کیوں کہ یہ نام ہمارے پاپا جی کو بہت پسند تھا (اچھا ہے ناں) اور جو بھی ہمیں دیکھتا ہے کہتا ہے آپ اتنی کیوٹ اور ینگ ہو کہ یقین ہی نہیں ہوتا کہ آپ شادی شدہ اور ایک بیٹے کی ماما ہو کیونکہ ابھی 20 مارچ کو ہم 21 سال کے ہوئے اور ہمارا بیٹا 23 مارچ کو ایک سال کا ہوا ہے تب ہم بہت خوش ہوئے کہ اتنی پیاری ماما کا اتنا پیارا بیٹا اور اتنے پیارے بیٹے کی اتنی پیاری ماما ہیں اور ہمارے شوہر نعیم وہ بھی تو ابھی 23 سال کے ہیں۔

نندیں ہیں جن میں سے چار شادی شدہ ہیں' تسنیم' عظمیٰ' بشریٰ اور عشرت جب کہ دو نندیں کومل اور انعم اور ساس' سسر' شوہر نعیم اور امن کے ساتھ ہیپی لائف گزار رہی ہوں اور اپنی ذمہ داریوں کو اچھے سے نبھا رہی ہوں۔ ایک سال سے آپی اسپین جاچکی ہیں آپ بھی میرے لیے دعا کیجیے (کون سی) ارے کوئی بھی اچھی سی دعا خلوص دل سے کیجیے گا کیونکہ خلوص سے کی گئی دعا اللہ ضرور قبول کرتا ہے۔ ارے امن اٹھ گیا اور رو رہا ہے' اب اجازت دیجیے اس میسج کے ساتھ کہ ہمیشہ خوش رہیے اور دوسروں کو بھی خوش رکھیے کیونکہ زندگی بہت کم ہے اور ہمیں اپنے بارے میں اچھے خیالات اور اچھی یادیں چھوڑ کر جانا ہے تاکہ آپ جیسے پیارے لوگ ہمیں یاد رکھ سکیں (رکھیں گے ناں) اوکے' اللہ حافظ اگر بور ہوئے تو معذرت اور اگر اچھا لگے تو ضرور بتائیے گا۔

صوفیہ صدیق

ڈیئر قارئین' السّلام علیکم! ارے یہ کیسا شور اٹھا' ہر طرف خوشیاں ہی خوشیاں بکھرنے لگیں۔ ہوا خوشی سے جھوم رہی ہے کیونکہ آج اس محفل میں اپنا تعارف لے کر ایک ایسی شخصیت آرہی ہے جو بہت خاص ہے' نام میرا ملک "بلغاریہ" کے دارالحکومت کا ہے' سمجھ گئے نا۔ جی تو میرا نام "صوفیہ صدیق" ہے' ہم کل دس افراد ہیں۔ آٹھ بہن بھائی اور میرے والدین' ہم سات بہنیں اور ہمارا اکلوتا بھائی عاقب ہے۔ جو سب سے چھوٹا ہے' میرا گھر میں نمبر چوتھا ہے' ایم اے (Historey) کررہی ہوں۔

میرا تعلق چیچہ وطنی سے بیس کلومیٹر کے فاصلے پر گاؤں سے ہے' ذات بھٹی ہے۔ میرا گاؤں بہت خوب صورت

ہے' پورے گاؤں کی سڑکیں پکی ہیں' مکانات ایسے زبردست بنے ہوئے ہیں کہ دیکھ کر حیران رہ جائیں۔ لڑکوں اور لڑکیوں کے ہائیر سیکنڈری اسکول ہیں۔ ہمارے گاؤں میں 92 فیصد لوگ پڑھے لکھے ہیں۔ لڑکیاں بھی لڑکوں کے شانہ بشانہ تعلیم حاصل کررہی ہیں۔

آنچل سے تعلق اتنا پرانا نہیں مگر جب سے پڑھا اس وقت سے اس کے ہم سب گرویدہ ہیں۔ پہلی کہانی "تم میری زیست کا حاصل ہو" پڑھی ایسا اثر چھوڑا کہ اب تک ہزاروں تکلیفوں کے باوجود رسالہ حاصل کرتی ہوں اور پڑھتی ہوں۔ شہر گاؤں سے کافی دور ہے' بھائی بہت چھوٹا ہے اس کو جانے نہیں دیتی' کبھی جو کان دار کے کان کھاتے ہیں' بھائی آتے ہوئے لیتے آتا تو کبھی میں خود اپنا اور امی کا کرایہ لگا کر صرف اور صرف ڈائجسٹ خریدنے جاتی ہوں' بہت مشکل سے ملتا ہے ڈائجسٹ۔ میری پسندیدہ کہانی "یہ چاہتیں یہ شدتیں" ہیں اور اس میں سمعان بھائی کا کردار تو آخر تک لاجواب تھا' یہ اسٹوری مدتوں مجھے یاد رہے گی۔ بہت اچھا ناول تھا سمیرا شریف طور کا تعریف لفظوں میں بیان کرنا مشکل ہے۔ میری زندگی کا سب سے یادگار واقعہ میری بڑی بہن نے مذاق میں میرے بالوں کو آگ لگادی اور خود بھاگ گئی میں چھوٹی تھی' بہت زیادہ روئی تو انکل آئے اور آگ بجھائی۔

میری خوبیاں مجھے نہیں پتا' میری بہنوں اور دوستوں کی نظر میں تو کوئی خوبی نہیں البتہ دوست بہت اچھی ہوں۔ چھوٹی چھوٹی باتوں کو کبھی نہیں سوچا' زیادہ تر خوش رہتی ہوں۔ جیلسی کبھی کسی سے نہیں کی۔ اساتذہ کی عزت بہت کرتی ہوں' میرا اسٹار "دلو" ہے اور اس کی تمام خوبیاں اور خامیاں موجود ہیں' تاریخ پیدائش 3 فروری 1990 ہے۔

میری پسندیدہ شخصیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ خامیاں کیا بتاؤں بہت ڈھونڈی نہیں ملیں لیکن میری بہنیں مجھے مکار لومڑی کہتی ہیں جب کہ فرینڈ میری مجھے کہتی ہیں تم فلرٹ بندی ہو۔ دوسری فرینڈ کہتی ہے پہلے کام غلط کرلیتی ہو پھر بتاتی ہو یعنی کہ سوچے سمجھے بغیر کام کرتی ہوں۔ لوگوں کی پہچان نہیں ہے کہ کون اچھا ہے اور کون برا۔ میری پسندیدہ سبزی بھنڈی اور گوبھی ہے۔ ساگ اور کڑہی بہت ہی پسند ہے۔ پسندیدہ پھل انار ہے' مٹھائی میں رس گلا' نمکین میں چاول بہت پسند ہیں۔ میٹھے میں کچھ پسند نہیں۔ موسم سردی کا بہت پسند ہے۔ پسندیدہ پھول سرخ گلاب ہے۔ پرفیوم میڈورا اور بس۔ شاعر "فرحت عباس شاہ" بہت پسند ہے۔ میری سب سے بڑی خواہش اسلام آباد کو دیکھنا ہے' دعا کریں میری یہ خواہش جلد پوری ہو۔ پسندیدہ ٹیچرز مس ارم اور مس ناہید ہیں۔ پسندیدہ رنگ میرون اور گلابی ہے۔ سب سے پیارا رشتہ جو مزے کا ہے وہ بھائی اور دوست کا رشتہ' پسندیدہ نیوز کاسٹر رضوان رونق اور حمیرا ارانا ہیں' ٹی وی ایکٹر میں فضا علی اور سہیل سمیر ہیں۔ کمپیئر میں نصرت حارث بہت پسند ہیں۔

میری شخصیت میں سب سے پیاری چیز میرے بال ہیں' مجھے اپنے بالوں سے بہت پیار ہے' بچوں سے بہت پیار کرتی ہوں' بچے بہت اچھے لگتے ہیں۔ سفر کرنا اچھا لگتا ہے۔ تعارف بہت لمبا ہوگیا یقین ہے آپ بور نہیں ہوئے ہوں گے۔

اسما فاروق

پیارے سویٹ ہارٹ قارئین رائٹر اینڈ آنچل اسٹاف السلام علیکم! مجھے اسماء فاروق کہتے ہیں بھئی اسماء ہی کہیں گے کیونکہ نام ہمارا یہی ہے' اور کچھ تو کہنے سے رہے لیکن تم جو کچھ کہنا چاہو کہہ سکتے ہو۔ ہمارا تعلق وڈیرے خاندان احمد پور شرقیہ سے ہے' میرا نمبر دوسرا ہے یعنی پہلے نمبر پر عائشہ پھر (ہم) ہمارے بعد عباس بھائی انہیں فوج میں جانے کا شوق ہے چوتھے نمبر پر رقیہ' پھر عبدالوہاب' ارے آگے تو چلیں ان سے بھی ملیں پھر اقراء' سدرہ' ذوالقرنین' حیدر اور آخر میں زین العابدین ماشاء اللہ...... امی ابو کو ملا کر پاکستان کی کرکٹ ٹیم تیار اور میچ شروع...... بھئی ہم نامعلوم مہینے کی نامعلوم تاریخ کو اس دنیا میں آئے' وہ اس لیے کہ اگر ہم امی سے پوچھیں کہ ہماری تاریخ پیدائش کیا ہے تو امی کہتی ہیں بیٹا مجھے یاد نہیں' ہم اتنے سمجھ دار تو تھے نہیں کہ اپنی تاریخ پیدائش خود لکھ لیتے۔ تعلیمی قابلیت LLMP ہے' آپ سوچ رہی ہوں گی کہ یہ کون سی تعلیم ہے خیر بتادیتی ہوں لٹک لٹک کر میٹرک پاس' ہاہاہا! ذرا کم۔ یہ تو آپ کو ہنسانے کے لیے کہا ہے ورنہ ہم نے میٹرک دوڑ کر پاس کیا ہے آگے پڑھنے کا شوق تھا' ہمارے ہاں لڑکیوں کو میٹرک سے آگے تعلیم دلوانا معیوب سمجھا جاتا ہے اور لڑکے جتنا مرضی پڑھیں' ہے ناں ناانصافی۔ لباس میں شلوار قمیص پسند ہے اور ساڑھی بھی اچھی لگتی ہے مگر کبھی پہنی نہیں۔

کھانے میں چاول' مرغی' قیمہ اور ہر وہ چیز پسند ہے جو گوشت کی بنی ہوئی ہو۔ ارے بھئی گوشت خور جو ہوں۔ ہمارا جوائنٹ فیملی سسٹم ہے جو مجھے بالکل پسند نہیں' ارے جس کو جوائنٹ فیملی سسٹم پسند ہے پلیز ایک دن یا ایک گھنٹہ ہمارے گھر میں گزار لے اگر توبہ نہ کرنے لگو تو میرا نام بدل دینا۔ بھلے پھر کوئی سا بھی نام رکھ دینا۔ بقول مدیحہ شاہ کے پورا مچھلی بازار لگتا ہے اگر پوری فیملی پر بات کروں تو آدھا رسالہ بھر جائے گا (ارے یہ کس نے پکڑلیا' ارے بچاؤ بچاؤ...... وہی کلموہی ڈائن ہوگی روڈی کی بالٹی) شکریہ ملیحہ آپی کا کہ انہوں نے بچالیا ورنہ وہ میڈم صاحبہ تو دو لقمے ہی بنانے والی تھی۔ دیکھو ابھی بھی کیسے گھور گھور کر دیکھ رہی ہے محترمہ! اے میرے مالک! مجھے اپنی منزل تک پہنچا (یعنی ہمارا آنچل میں) میں بہت حساس دل کی لڑکی ہوں' کسی بھی غم زدہ بات پر بے تحاشا آنسو بہنے لگتے ہیں' ایک خامی مجھے غصہ بہت آتا ہے مگر آتا ہے کبھی کبھی کم گو اور سادہ طبیعت کی مالک ہوں۔ شوخ اور ہنس مکھ لڑکیاں اچھی لگتی ہیں' نا میں خود اسٹائلش ہوں نا اسٹائلش لوگ پسند ہیں۔ بے تکے فیشن کے بارے میں یہی کہوں گی۔ سادہ لوگ جن کی سادگی اپنی طرف کھینچے متاثر کرتے ہیں۔

میری امی جان بہت سادہ سی ہیں جب کہ ابو جان بہت بارعب اور جاذب پرسنالٹی کے مالک ہیں وہ اپنے حلقہ احباب میں فوجی کے نام سے مشہور ہیں۔ میرے دادا ابو اپنے علاقے کے وڈیرے ہیں وہ بہت رحم دل انسان ہیں الحمدللہ! ہمارا گھرانہ مذہبی ہے اللہ پاک کے فضل و کرم سے ٹی وی (ٹی بی جیسے موذی مرض سے بچے ہوئے ہیں)۔ علماء کرام اور فوجی لوگوں سے دلی عقیدت ہے یہ لوگ دنیا میں بھی احترام اور شکر گزاری والی زندگی گزارتے ہیں اور آخرت میں دوگنا ثواب اور اعلیٰ مرتبہ ہوتا ہے یہی زندگی ہے قابلِ رشک......

خوب صورت ہاتھ اور لمبے بال بہت اچھے لگتے ہیں جو اللہ پاک نے مجھے بھی عنایت کیے ہیں...... فروٹ میں سبھی کچھ پسند ہے۔ کلر میں وائٹ' بے بی پنک اور لائٹ فیروزی پسند ہیں' ہر وقت کچھ نہ کچھ پڑھتے رہنے اور اسے ڈائری میں لکھنے کی عادت ہے۔ مجھے پیغمبر آخر الزماں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت محبت ہے۔ دل چاہتا ہے ایک بار مدینہ جاؤں دوبارہ واپس نہ آؤں۔ اللہ پاک آپ سب کو اور ہم سب کو بار بار حج و عمرہ کی سعادت نصیب فرمائے' آمین۔ آنچل سے وابستگی کافی عرصے سے ہے۔ رائٹرز میں اقراء آپی' سعد یہ امل' عفت سحر' نازیہ کنول اور سمیرا شریف طور بہت اچھا لکھتی ہیں' اندازِ تحریر اقراء صغیر اور نازی کا پسند ہے جو اپنے سحر میں لے ڈوبتا ہے۔ تمام لڑکیاں بے حد حساس ہوتی ہیں انہیں محبت چاہت اور اپنائیت کی ضرورت ہوتی ہے یہ میرا ذاتی خیال ہے میں صنفِ نازک سے محبت کرتی ہوں۔ اپنی بہنوں سے بہت پیار و محبت ہے' زیادہ عائشہ سے بنتی ہے اور لڑتی بھی اسی سے ہوں۔ آنچل میں کسی بھی بہن کی غم زدہ تحریر سے میرا دل خون کے آنسو روتا ہے۔ آنکھیں ڈھرکنے لگتی ہیں' زبان سوچنے لگتی ہے' دماغ بولنا شروع کردیتا ہے...... ہاہاہا...... کسی کو دکھ یا پریشانی میں دیکھ کر ڈھیر ساری خوشیاں دینے کو دل چاہتا ہے' سب کے لیے بہت دعائیں کرتی ہوں' شاعری میں نازی کی شاعری پسند ہے۔

میری ایک ناممکن سی خواہش بھی ہے وہ یہ کہ......

آنچل کی رائٹرز اور جو ہر ماہ انٹری دیتی ہیں ان سب سے میری دوستی ہوجائے' ہے ناں ناممکن خواہش...... نازی کی غزل ''وہ عورت'' پسند ہے اس کے ہر شعر میں صداقت ہے' عورت کے بارے میں انہوں نے بہت ہی خوب صورت انداز میں غزل لکھی ہے' سرسبز شاداب اور خوب صورت جگہ بہت اچھی لگتی ہیں' گاؤں گھومنے کا بے حد شوق ہے' بعض اوقات اس منافق دنیا میں رہنے کو بالکل بھی جی نہیں چاہتا۔

اور ہاں...... میچ شروع تو کیا تھا کیا بنا' جیتے یا ہارے (یعنی آپ کا دل جیت گئے یا ہار گئے)۔ یہ بتانا آپ کا کام ہے لہٰذا اپنا بہت سارا خیال رکھنا۔ اگر میری کوئی بھی بات ناگوار گزری ہو تو معذرت! ایک گزارش زندگی میں خوشی وغم دونوں کا مقابلہ کریں کیونکہ غم بھی زندگی کا حصہ ہے' جیسے پھول وخوش بو' محبت ونفرت یہ ایک دوسرے کے بغیر بے ربط ہیں۔ جب خوشی آتی ہے تو یہ اللہ کی مہربانی سے اور غم آتے ہیں تو یہ ہمارے لیے آزمائش بھی ہیں اور ہم جو گناہ کر بیٹھتے ہیں اس وجہ سے بھی ہیں' ہمیں غم وخوشی اس طرح سے گزارنی چاہیے کہ پتا نہ چلے' غم کون سا ہے اور خوشی کون سی۔ اس کے ساتھ اجازت' فی امان اللہ۔

اسما فاروق

ڈیئر آنچل فیملی اور تمام قارئین کو دل کی گہرائیوں سے محبت بھرا آداب وسلام قبول ہو۔ لفظ شخصیت ہمیشہ سے ہی میری توجہ کا مرکز رہا ہے کیونکہ اہم شخصیات کو پڑھنا میرا مرغوب مشغلہ تھا۔ ہے اور رہے گا لیکن آج دوسروں کی شخصیت کو پڑھنے کی بجائے اپنی شخصیت کو بیان کرنا تھا (حسین اتفاق)۔ میرا اسم گرامی ''فریحہ چوہدری'' ہے موسم بہار یعنی 25 فروری بروز جمعرات صبح 4 بج کر 30 منٹ پر اس حسین دنیا کی فضا میں' میں نے پہلا سانس لیا۔ چار بھائیوں کی اکلوتی بہن ہوں' بچپن بہت ہی لاڈ پیار میں گزرا۔ اس لاڈ پیار نے مجھے حد سے زیادہ نازک' ضدی اور حساس بنادیا۔ جسے میں اپنی کمزوری سمجھتی ہوں۔ حساس طبیعت ہونے کی وجہ سے بات بات پر رو پڑتی ہوں' میرے اس رونے سے گھر کا ہر فرد تنگ ہے (ویسے رونے سے بات مان لی جاتی ہے)۔

بی اے کی اسٹوڈنٹ ہوں' ایک وقت میں ایک سے زیادہ کام کرنا میری فطرت ہے۔ اسی لیے بی اے کے ساتھ ساتھ (Adim) بھی شروع کر رکھا ہے۔ اردو' ریاضی اور تاریخ میرے پسندیدہ مضامین ہیں۔ سفید' گلابی اور سرخ رنگ شوق سے پہنتی ہوں۔ جیولری میں بالیاں اور کنگن پسند ہیں' نمکین ڈشز کی دیوانی ہوں۔

افسانے لکھنا' شعروشاعری کرنا' کتابیں پڑھنا اور باغبانی کرنا میرا مشغلہ ہے۔ پسندیدہ شاعر مرزا غالب' فیض احمد فیض اور علامہ اقبال ہیں۔ ساجرہ چوہدری اور ماریہ واسطی میری پسندیدہ اداکارہ ہیں جب کہ اداکاروں میں عمران عباس اچھے لگتے ہیں۔ ''عمیرہ احمد'' کے ناول شوق سے پڑھتی ہوں۔

غصہ نہ آئے تو مہینوں نہیں آتا لیکن جب آئے تو مہینوں کی بجائے دن میں ہی تین بار آجاتا ہے (اسی لیے تو سب پاگل کہتے ہیں مجھے)۔ بچوں کو دل وجان سے پیار کرتی ہوں' ہمدردی کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔ دوسروں کی مدد میں تسکین ملتی ہے۔ ٹھاٹیں مارتا ہوا سمندر' دریاؤں کی روانی' صبح صبح پرندوں کی حمد وثناء' سورج کا نکلنا اور غروب ہونا اور رات کی تاریکی میں چاند کا چمکنا' یہ سب دلکش مناظر مجھے بہت متاثر کرتے ہیں۔ چند خواہشات میں سے ایک خواہش آنچل میں لکھنے کی ہے' جو آپ کے تعاون کے بغیر ممکن نہیں' آخر میں سب سے یہی کہوں گی کہ ہر ایک سے خوش اخلاقی سے ملو نہ جانے کس روپ میں خدا مل جائے' اللہ حافظ۔

بہنوں کی عدالت

عشناء کوثر سردار

ادارہ

السلام علیکم! میں عشناء کوثر سردار حاضر ہوں کیسے ہیں آپ سب؟ طاہر بھائی نے جب فون کر کے بہنوں کی عدالت میں میری آمد کے بارے میں بتایا تھا میں بھی سے' بہت خوش ہوئی تھی اور انتظار کر رہی تھی کہ کب آپ لوگوں سے بات ہو۔ مجھے آپ سے روبرو ہونا یا بات کرنا اچھا لگتا ہے۔ میں مخاطب آپ سے اپنی تحریروں کے ذریعے ہی ہوتی ہوں مگر اس طرح بات کرنا مجھے بہت اپنا پن دیتا ہے۔ آپ سب کے سوالات ای میل میں بھیجے گئے تو دیکھ کر بہت خوشی ہوئی کہ آپ سب اتنے دل سے پڑھتے ہیں اور یاد رکھتے ہیں۔ آپ بھی میرے اتنے ہی قریب ہیں جتنا آپ مجھے میری تحریروں کے ذریعے سمجھتے ہیں۔ مجھے جان کر خوشی ہوئی کہ آپ سب اتنے اچھے ریڈرز ہیں اور میری تحریروں کو یاد رکھے ہوئے ہیں اور میں آپ کے دماغ سے نکل نہیں پائی اس محبت کے لیے بہت بہت شکریہ۔ آئیں اب سوالوں کی طرف آتے ہیں۔

عشرت سید محمد رمضان...... حیدر آباد

سوال:۔ اپنی فیملی کے بارے میں بتایئے اور لکھنے کا شوق کب اور کیسے ہوا؟

جواب:۔ میرے ابو ایک جاگیردارانہ گھرانے سے تھے۔ وہ آرمی میں رہے۔ اب وہ اس دنیا میں نہیں ہیں میں انہیں بہت یاد کرتی ہوں۔ بڑے بھائی ہیں جو اپنا بزنس چلا رہے ہیں۔ وہ میرے لیے باپ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ میں ان کی بہت عزت کرتی ہوں۔ میری والدہ ایک گھریلو خاتون ہیں۔ وہ مجھے بہت سپورٹ کرتی ہیں۔ میرے ناول پڑھ کر انہیں بہت اچھا لگتا ہے خصوصاً مجھ سے پوچھتی ہیں کیسا رہا؟ کتنی تعریفیں آئیں؟ تب مجھے لگتا ہے جیسے میں کوئی چھوٹی سی بچی ہوں۔ فیملی میں میری ایک اور بڑی سپورٹر میری بہن مشی ہیں۔ وہ جب تک میرے لکھے کو پڑھ نہ لے مجھے لگتا ہے کہ کچھ نامکمل ہے۔ بہت خیال رکھنے والی بھابی ہیں۔ بہت پیارے بھتیجے اور بھتیجیاں ہیں۔ سب سے پیارا بھتیجا فیان ہے۔ ہم اسے فیی بلاتے ہیں۔

مجھے لکھنے کا ادراک بہت کم عمری میں ہوا جب میں شاید اتنا شعور بھی نہیں رکھتی تھی۔ یہ خدا کی نوازش ہے سب سے خوب صورت صلاحیت ہے۔ جس کے لیے میں بہت شکر گزار ہوں۔ میں 9 برس کی عمر میں لکھنا شروع کرچکی تھی۔ پہلے بچوں کے لیے لکھا پھر بڑوں کی کہانیوں کی طرف آئی۔

سوال:۔ ''اور کچھ خواب'' بڑی زبردست تحریر اپنی پہلی تحریر کا نام بتایئے اور شائع ہونے پر تاثرات؟

جواب:۔ میری پہلی تحریر ''اے وحشت دل'' تھی جو آنچل میں شائع ہوئی تھی۔ میں بہت خوش تھی اور گھر میں فیملی کو' فرینڈز اور ٹیچرز سب کو دکھا بھی رہی تھی اور سب سے بڑی بات آنچل کی مدیرہ کی طرف سے آنے والا ابتدائی خط تھا۔ انہوں نے بہت تعریف کی تھی اور مزید لکھنے کو کہا تھا۔ اس سے پہلے 9 برس کی عمر میں اسکول کے میگزین میں اسٹوری چھپی تھی ''چراغ تلے اندھیرا''۔

سوال:۔ عشنا جی محبت ایک خواب کی مانند ہے مگر انایا اور معارج تغلق اس سراب زندگی میں ایک بن جائیں گے؟

جواب:۔ کسی نے کہا ہے کہ

کسی کا حل کسی کا مسئلہ ہے

محبت اپنا اپنا تجربہ ہے
توکسی کے لیے محبت خواب ہے سراب ہے اور کسی کے لیے جاگتی سانس لیتی بولتی حقیقت۔ اگر آپ معارج اور انائیا کی بات کرتی ہیں تو اس کے لیے فی الحال میں اپنی رائے محفوظ رکھنا چاہوں گی۔ ورنہ آپ کو پڑھنے میں بالکل بھی مزہ نہیں آئے گا۔ کچھ انتظار کے بعد آپ جان جائیں گی کہ ان دونوں کی محبت سراب ہے یا حقیقت۔

سوال:۔ خواب کی تعبیر نہیں ہوتی مگر دامیان سوری کی دھڑکن انائیا بیگ بن جائے گی؟

جواب:۔ کچھ خوابوں کی تعبیر ہوتی ہے۔ خواب اتنے بے معنی نہیں ہوتے۔ دامیان کی دھڑکن انائیا بنے گی یا نہیں اس کے لیے آپ میرے ساتھ رہیے نا۔

سوال:۔ آپ کون سے شہر میں رہتی ہیں کیا آپ کا ایڈریس اور نمبر مل سکتا ہے "اور کچھ خواب" کا اینڈ کیا ہوگا اچھا کیجیے گا؟

جواب:۔ میں کراچی میں رہتی ہوں۔ کچھ عرصہ USA میں رہ چکی ہوں۔ مستقبل میں UK جانے والی ہوں کیونکہ وہاں میری سسرال ہے۔

عروسہ شہسوار

سوال:۔ وہ کون سا لمحہ تھا جس نے آپ کو سوچنے پر مجبور کیا اور وہ کون سی سوچ تھی جس کو سوچ کر آپ نے اظہار کے لیے قلم کا سہارا لیا؟

جواب:۔ شعور کے در کھلے ہوں تو چھوٹی چھوٹی چیزیں بھی لکھنے پر بات کرنے پر اکساتی ہیں۔ میں نے بہت سی ابتدائی کہانیاں ارد گرد ہونے والے واقعات سے متاثر ہو کر لکھیں اور بہت سی کہانیاں تو نیوز پیپر پڑھنے کے بعد لکھیں۔ پہلی کہانی ایسا ہی ایک کردار تھا جو میرے ارد گرد سے نکل کر میرے قلم کی گرفت میں آیا۔

سوال:۔ آپ کی شخصیت میں کیا چیز نہ ہو تو آپ پرفیکٹ ہیں؟

جواب:۔ ہم جتنا خود کو جانتے ہیں اتنا اور کوئی نہیں جانتا۔ ہم یہ سن کر بہت خوشی محسوس کرتے ہیں کہ کوئی ہماری تعریف کر رہا ہے یا اچھے الفاظ میں یاد کر رہا ہے۔ میں ایک حقیقت پسند شخص ہوں۔ میں ہر کسی پر جلد اعتبار کر لیتی ہوں۔ میرے خیال میں مجھے اپنی اس عادت کو بدلنا چاہیے۔

سوال:۔ کس قسم کے رویے آپ کے لیے دکھ کا باعث بنتے ہیں؟

جواب:۔ مجھے بہت سی چیزیں اندر تک ہلا دیتی ہیں۔ جب میں بھوک سے مرنے والے اور بے گھر بچوں کو دیکھتی ہوں مجھے بہت دکھ ہوتا ہے۔ میری خواہش ہے کہ میں مستقبل میں ایسے بچوں کی بنیادی ضروریات پوری کرنے میں کچھ مدد کر سکوں۔

سوال:۔ ایسا کوئی کام جس کو انجام دینے کے لیے آپ کو بہت حوصلہ و ہمت چاہیے ہوتا ہے؟

جواب:۔ بہت سے ایسے کام ہیں جو میں تنہا نہیں کر سکتی۔ میں اپنی فیملی کی سپورٹ کے بغیر کچھ بھی نہیں۔

سوال:۔ کیا آپ اپنے خیالات' احساسات' جذبات اور فیصلے سے دوسروں کے دل جیت لینے کا گر جانتی ہیں؟

جواب:۔ میرا خیال ہے میں یہ صلاحیت رکھتی ہوں۔ کسی کو قائل کرنا بڑی بات نہیں مگر پیار' نرمی اور درست نقطہ نظر کو سامنے رکھ کر کی گئی بات کچھ قدر اور اہمیت رکھتی ہے۔ یوں بھی جو بات دل سے کہی جائے وہ دل تک پہنچ کر اثر ضرور کرتی ہے۔

فوزیہ سلطانہ جوجی...... تونسہ شریف

سوال:۔ آپی آج کل جو آپ کی نئی کہانی چل رہی ہے "اور کچھ خواب" یہ حقیقت سے دور ہی معلوم ہوتی

ہے آپ کا کیا خیال ہے؟

جواب:۔ "اور کچھ خواب" حقیقت سے دور معلوم ہوتی ہے کیونکہ آپ بہت حساس ہو کر اس کہانی کو پڑھ رہی ہیں اور آپ تصور میں اس کہانی کے تمام کرداروں کو حقیقت میں دیکھنا چاہتی ہیں۔ ناول اور کہانیاں ہم رائٹر لکھتے ہیں اور حقیقت اللہ لکھتا ہے۔ ناول کو تفریحاً پڑھیں تو ہر چیز مصنوعی یا حقیقت سے دور جاتی محسوس نہیں ہوگی۔ جہاں تک بات پیغام دینے کی ہے تو اس ناول میں بھی کئی اسباق اور کلیے ملتے ہیں جن سے بہت کچھ سیکھا جا سکتا ہے۔

سوال:۔ آپ میرڈ ہیں یا ان میرڈ؟

جواب:۔ میں غیر شادی شدہ ہوں۔ منگنی ہو گئی ہے۔

ایمن وفا...... جھڈو

سوال:۔ عشنا آپی آپ اتنا پیارا اتنا اچھا کیسے لکھ لیتی ہیں؟

جواب:۔ سب سے پہلے تو اس پیاری سی تعریف کے لیے بہت شکریہ۔ اتنا اچھا اس لیے لکھ پاتی ہوں کہ آپ اور آپ جیسے اچھے پڑھنے والے موجود ہوں تو کوئی بھی اچھا لکھ سکتا ہے۔ مجھے جو لگن ملی وہ آپ پڑھنے والوں کی داد و تحسین سے ملی۔

سوال:۔ عشنا آپی آخر میں مجھ اسٹوپڈ کو اور باقی اچھے اور پیارے قارئین ساتھیوں کو کوئی پیغام دیں؟

جواب:۔ ارے یہ کیا بات ہوئی؟ آپ خود کو اسٹوپڈ مت کہو۔ ایک بات یاد رکھیں۔ کوئی بھی باصلاحیت پیدا نہیں ہوتا لیکن اپنی ذہنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے باصلاحیت بن سکتا ہے۔ پیغام یہ ہے کہ سب کے جذبات اور احساسات کا خیال اسی طرح رکھیں جیسا آپ خود کا رکھتے ہیں۔ کچھ بھی کہنے سے پہلے اس بات کا احساس کر لیں کہ ایک حساس دل جو آپ کے پاس ہے وہی دل کسی اور کے پاس بھی ہے۔ آپ کے قول و فعل سے کسی کی دل آزاری نہیں ہونی چاہیے۔

مدیحہ اشفاق...... گجرات

سوال:۔ "اور کچھ خواب" میں میرا فیورٹ کردار دامیان شاہ سوری ہے آپ یہ سمجھ لیں کہ میں اس کردار کی دیوانی ہوں پتا نہیں کیوں مگر مجھے بہت اچھا لگتا ہے آپ کا فیورٹ کردار کون سا ہے؟

جواب:۔ آپ کو دامیان پسند ہے اس کے لیے ڈھیر سارا شکریہ۔ اس ناول میں میرا فیورٹ کردار معارج تغلق ہے۔

سوال:۔ کیا آپ حقیقت میں بھی اتنی رومینٹک ہیں جس طرح آپ کی تحریروں میں رومینس ہوتا ہے اور ہمیشہ خوش رہیں ہنستی مسکراتی رہیں۔

جواب:۔ میں اتنی رومینٹک نہیں ہوں اس کا اندازہ اس بات سے کر لو کہ دو سال سے زیادہ منگنی کو ہو چکے ہیں اور میں نے کبھی منگیتر کو کال نہیں کی۔ ہمیشہ وہی کال کرتے ہیں۔

فرح وفا...... ملتان

سوال:۔ آپ نے مجھے بتایا تھا کہ آپ کو آنچل پسند ہے تو آج آپ یہ بتائیں آنچل کس خوبی کی بناء پر پسند ہے؟

جواب:۔ آنچل میرے لیے ایک گھر' ایک اسکول جیسا مقام رکھتا ہے۔ میں آنچل کے ساتھ لکھتے ہوئے ابھری ہوں۔ آنچل میں لکھتے ہوئے اتنا کچھ سیکھا' وہ بے مثال شہرت پائی جس کا ہر رائٹر خواب دیکھتی اور تمنا کرتی ہے۔ آنچل بہت سی خوبیوں کی بدولت پسند ہے۔ تھوڑا بہت دوسرے میگزین میں بھی لکھا مگر فرحت آنٹی کی محبت تھی کہ وہ بہت پیار سے لکھواتی تھیں۔ آج بھی جب ناول لکھنے کا سوچتی ہوں تو پہلا نام آنچل کا ہی آتا ہے۔ آنچل نیوٹیلنٹ

کو سب سے زیادہ فروغ دے رہا ہے۔ دوسرے میگزین بھی ایسا یقیناً کر رہے ہیں مگر مجھے لگتا ہے کہ آنچل ان سے ایک قدم آگے ہے۔

سوال:۔ آنچل کی کونسی رائٹر آپ کو پسند ہے کس کو شوق سے پڑھتی ہیں؟

جواب:۔ میں مصروفیت کی وجہ سے باقی رائٹرز کو زیادہ پڑھ نہیں سکی مگر جتنا میں نے انہیں پڑھا ان میں سعدیہ امل کاشف اقرأ صغیر احمد راحت وفا عفت سحر طاہر اور سب سے بڑھ کر نازیہ کنول نازی۔ نازیہ تو اتنی خوب ہیں کہ ان کو ان کے لکھے جانے پر نوبل پرائز ملنا چاہیے۔ ایک پیغام سعدیہ امل کاشف کے نام دینا چاہوں گی۔ کہاں غائب ہیں آج کل؟ لکھ کیوں نہیں رہیں۔ عرصہ دراز سے تمہیں نہیں پڑھا۔ ایسی کیا مصروفیات ہیں جو لکھنا ہی بھول گئیں۔ میرے لیے لکھو میں تمہیں پڑھنا چاہتی ہوں۔ تمہارے بہت سے ریڈرز کے ساتھ میں بھی انتظار کر رہی ہوں جلدی سے کچھ لکھو۔

سوال:۔ یہ آپ کی تحریروں کے ہیرو ہیروئن اکثر شہزادہ شہزادی ٹائپ ہوتے ہیں اتنے اچھے کردار کس طرح تحریر کرتی ہیں آپ؟

جواب:۔ ایسا شاید میرے تصور میں کہیں پروگرام ہے جو لاشعور ہوتا ہے۔ میں جان بوجھ کر ایسی کوئی کوشش نہیں کرتی کہ ایسے کردار ہی بنا کر لکھوں۔ جیسے کردار میرے تصور میں پیدا ہوتے ہیں اسی طور میں انہیں کاغذ پر اتار دیتی ہوں۔ تمہیں پسند آتے ہیں نا؟ اچھے کردار اس لیے تحریر کر پاتی ہوں کیونکہ آپ پڑھنے والے اس پر اکساتے ہیں۔ میرا لکھا آپ پڑھنے والے سراہتے ہیں تو خون سوا سیر ہو جاتا ہے۔

سوال:۔ آپ کی سب سے پہلی تحریر کون سی تھی اس کو کس طرح تحریر کیا اور کس رسالے میں بھیجا؟

جواب:۔ میری پہلی تحریر آنچل میں ہی شائع ہوئی تھی جس کا عنوان ''اے وحشت دل'' تھا۔

سوال:۔ آپ کی کوئی ایک خواہش؟

جواب:۔ میری خواہش ہے کہ میں بے سہارا بچوں کے لیے مستقبل میں کچھ کام کرسکوں۔ ساتھ کچھ شارٹ فلم بھی ڈائریکٹ کرسکوں۔

اقرأ کلثوم...... سمبڑیال

سوال:۔ کس رائٹر کو زیادہ پڑھا یا پڑھنا پسند ہے؟

جواب:۔ مجھے فرانسز کافکا' دانتے' الجبری' فیدور دوستو وسکی۔

سوال:۔ آنچل کی تعریف کن الفاظ میں کریں گی آپ؟

جواب:۔ آنچل ایک معیاری میگزین ہے۔

سوال:۔ ''اور کچھ خواب'' لکھنے کے لیے آئیڈیا کہاں سے ملا؟

جواب:۔ ''اور کچھ خواب'' باقی ناولوں کی طرح میری تصوراتی تحریر ہے۔ مگر ہوسکتا ہے بہت سے کردار حقیقت کی دنیا میں کہیں سانس لے رہے ہوں۔ شاید آپ ان سے کبھی ملیں اور شاید آپ کو اس پر کوئی حیرت بھی نہ ہو۔

سوال:۔ اپنی ذات کو کن الفاظ میں بیان کریں گی؟

جواب:۔ عشناء ایک شائستہ' صاف دل لڑکی ہے جو کسی کی کامیابی پر جلتی نہیں بلکہ اس کی تعریف کرتی ہے اور جو تعمیری انداز فکر رکھتی ہے اور بہت اچھی دوست ثابت ہوتی ہے۔ جو دوسروں کی مدد کر کے خوش ہوتی ہے۔ جو حساس ہے اور کسی کی تکلیف نہیں دیکھ سکتی۔ جو چھوٹی سی خبر سن کر بھی سہم جاتی ہے اور چھوٹی سی بات پر بھی خوش ہو جاتی ہے۔

شمع مسکان...... جام پور

سوال:۔ آپی آپ کی اسٹوری کا کوئی ایسا کردار جسے لکھتے وقت آپ کی آنکھیں بھر آئی ہوں۔ یا کوئی ایسا منظر کون سا ہے؟

جواب:۔ ''اے شمع کوئے جاناں'' میں سایو کی فیملی کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا اس حادثے میں سب گزر گئے تھے۔ میں اس سین کو لکھتے ہوئے ان ڈائیلاگ کو لکھتے ہوئے روئی تھی۔ پھر اسی ناول میں مژگان کے ایکسیڈنٹ کے بعد جب رہبان اس کی موت کا خواب دیکھتا ہے اور اسپتال میں اس کا ہاتھ تھام کر اپنی بے پایاں محبت کا اعتراف کرتا ہے تو وہ لمحے میرے رونگٹے کھڑے کر دینے والے تھے۔ ایسا ہی کچھ ''اور کچھ خواب'' کی 29 ویں قسط لکھتے ہوئے ہوا۔ معارج کے ایکسیڈنٹ کے بعد انائیا کی اس کے لیے محبت' لگن دعائیں کرنا میرے لیے ایک خاص کیفیت تھی۔ مجھے یقین ہے کہ آپ اسے پڑھتے ہوئے اسی طور محسوس کریں گے۔

سوال:۔ آپی میری شدید خواہش ہے کہ جب کبھی میری کوئی بھی تحریر آنچل کی زینت بنے آپ اس پر ضرور تبصرہ کریں۔

جواب:۔ آپ ضرور آنچل میں اپنی تحریر بھیجیں۔ مجھے امید ہے وہ ضرور شائع ہوگی اور میں ضرور اس پر تبصرہ کرنا چاہوں گی۔ میری نیک تمنائیں تمہارے ساتھ ہیں۔ اللہ تمہیں کامیاب کرے۔

سمیرا انور...... جھنگ

سوال:۔ آپا آپ کی تحاریر میں گہرائی ہوتی ہے کیا بات ہے؟

جواب:۔ آپ جاننا چاہتی ہیں کہ میری تحریروں میں گہرائی ہوتی اس کی وجہ کیا ہے تو میں کہنا چاہوں گی کہ میں نے تب لکھنا شروع کیا جب میرا شعور اتنا بے دار بھی نہیں تھا نا اتنی عقل تھی۔ مگر تب بھی میرے اندر کی وہ آنکھ اتنی ہی روشن تھی۔ وقت کے ساتھ ساتھ وہ روشنی مزید بڑھتی گی اور اب میں باہر کے مناظر اور بھی واضح دیکھ پاتی ہوں۔ تخلیقی لوگوں کے اندر یہ صلاحیت موجود ہوتی ہیں ان کا سینس باقی لوگوں سے کچھ زیادہ تیز ہوتا ہے اور وہ روح کے اندر ایک تیسری آنکھ رکھتے ہیں۔ شاید یہی تیسری آنکھ میرے اندر بھی ہے۔ اسی لیے میری تحریریں گہرائی رکھتی ہیں شاید۔

سوال:۔ عشنا آپا آپ لفظوں کی مالا یوں بنتی ہیں کہ ہم تجسس میں پڑ جاتے ہیں۔ آپ کی تحاریر میں لفظوں کا چناؤ بہت اچھا ہوتا ہے۔

جواب:۔ اتنے خوب صورت الفاظ کے لیے بہت شکریہ۔

سوال:۔ آپا آپ نے کسی موضوع پر کوئی کتاب بھی تحریر کی ہے؟

جواب:۔ کسی خاص موضوع پر تو نہیں مگر میری 4 انگلش بک (جو USA سے پبلش ہوئی) ''Dog'd Breakfast'' ''The Skin Of My Teeth'' ''The Apple's Monocular'' اور ''Dark Curves Dept Cues'' اور 4 اردو میں کتابیں ہیں جن میں سے تین میرے ناول ہیں۔ اے شمع کوئے جاناں' اک جنوں خواب تر اور جس تن لگیاں عشق کمال۔

(جاری ہے)

آنچل کے ہمراہ

ادارہ

ناز سلوش نشے...... میر پور آزاد کشمیر

ا:۔ رمضان کے حوالے سے میں آنچل سے ایک ہی فرمائش کروں گی کہ رمضان نمبر کا ٹائٹل اور کہانیاں اپنے اندر اتنی ہی پاکیزگی لیے ہوئے ہوں کہانیوں کے اندر اسلامی بودوباش کو نمایاں کیا گیا ہو۔

۲:۔ رمضان کے بابرکت مہینے میں مجھے اپنی ایک عادت بہت پسند ہے کہ میں گناہ کرنے سے پرہیز کرتی ہوں۔ سادگی اپناتی ہوں اور یہی دعا کرتی ہوں کہ اللہ پاک رمضان پورے سال کا ہوجائے۔

۳:۔ ایک عمل میرا آزمایا ہوا ہے جو بہنوں سے شیئر کروں گی۔ میں رمضان میں شب قدر کی طاق راتوں میں اور پندرہ شعبان کو نفلی عبادت کرتی ہوں ارادہ کرتی ہوں کہ میں سارے نوافل پڑھوں گی۔ بعد از نماز عشاء میں پچاس سلام سے سو رکعت نفل نماز ادا کرتی ہوں بعد از سورۃ فاتحہ تین بار سورۃ قدر کی تلاوت کرتی ہوں۔ تب اس عبادت کے درمیان یا آخر میں‘ میں نے جو بھی دعا مانگی اللہ کے فضل سے پوری ہوئی۔

۴:۔ سچ بتاؤں تو رمضان میں کوئی شمارہ پڑھنے کا وقت نہیں ملتا۔ پھر بھی خطوط پکوان اور چھوٹے موٹے سلسلوں کو باقاعدگی سے ایک نظر دیکھتی ہوں۔

۵:۔ اس رمضان میں آنچل کے لیے میری دعا یہی ہوگی کہ جلد از جلد اس کی رائٹرز کی لسٹ میں میرا نام بھی آجائے۔

فرح طاہر قریشی...... ملتان

ا:۔ نہیں کوئی بھی فرمائش نہیں ہے کیونکہ آنچل اسٹاف بغیر کہے ہی ہر فرمائش جان لیتے ہیں۔

۲:۔ رمضان کے مقدس و بابرکت مہینے میں جو اضافی عبادات کا موقع ملتا ہے اس کی تو بات ہی الگ ہے خصوصاً میں نماز جمعہ کا اہتمام بہت زیادہ کرتی ہوں۔

۳:۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس مہینے میں چار دعائیں کثرت سے مانگیں چار دعاؤں سے تم اپنے رب کو راضی کرلو گے۔ کثرت سے لاالٰہ الا اللہ پڑھتے رہو اور اللہ جل شانہ سے استغفار کرتے رہو اللہ سے جنت مانگو اور جہنم سے پناہ طلب کرو۔

۴:۔ دوست کا پیغام یہ وہ واحد سلسلہ ہے جو میں مصروفیات کے باوجود پڑھتی ہوں۔

۵:۔ اللہ پاک اس ماہ کی برکت سے آنچل کو خوب ترقی دے۔ آمین

فوزیہ سلطانہ جوجی...... تونسہ شریف

ا:۔ میں آنچل سے اتنا کہنا چاہوں گی کہ قارئین کو اس مبارک مہینے کی برکات سے زیادہ سے زیادہ آگاہ کیا جائے۔

۲:۔ میں اس بابرکت مہینے میں کوشش کرتی ہوں کہ زیادہ سے زیادہ عبادت کروں اور اس مہینے کی برکتوں سے فیض یاب ہوجاؤں۔

۳:۔ میں آنچل سے ریکوئیسٹ کرتی ہوں کہ وہ اس مہینے میں کثرت سے استغفار کا ورد کریں۔

۴:۔ میں "یادگار لمحے" پڑھنا نہیں بھولتی۔

۵:۔ یہی کہ اے اللہ! آنچل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا کرے۔

عشرت سید محمد رمضان...... حیدرآباد، سندھ

۲:۔ کثرت سے تلاوت قرآن پاک اور پابندی نماز جو کہ اسی ماہ مبارک میں فرض ہے اور خشوع وخضوع سے رب کی جانب متوجہ ہوکر مغفرت کی طلب کرتے ہیں۔

۳:۔ ایک عام سے انسان ہیں اس لیے کوئی خاص وظائف نہیں بتاسکتے۔ لیکن صرف اتنا کہنا چاہوں گی کہ ہر انسان کو لاالٰہ الا اللہ کا ورد صبح وشام کرتے رہنا چاہیے اس ماہ مبارک میں کیونکہ شیطان زنجیروں میں جکڑ جاتے ہیں اور فرشتے جنت کے دروازے کھول دیتے ہیں۔

۴:۔ مصروفیت کے باعث بھی پورا آنچل پڑھنا نہیں بھولتی لیکن خاص کر دانش کدہ کیونکہ اسے پڑھنے سے اسلامی تعلیمات میں اضافہ ہوتا ہے۔

۵:۔ اللہ پاک ہے سب اس کی بڑائی ہے اس لیے وہ جسے چاہے نواز دے اس لیے آنچل اور آپ سب کے لیے خاص کر کامیابی اور خوشیوں کی دعا اللہ تعالیٰ آپ اور آنچل کو

اس ماہ مبارک کی سعادت دیکھنا نصیب فرمائے اور بہت سی ترقی عطا کرے۔ آمین

سامعہ ملک پرویز...... احاطہ ٹیکسلا

ا:۔ آنچل سے یہ فرمائش کرنا چاہوں گی کہ اس بابرکت ماہ میں وظائف کا اہتمام کیا جائے۔

۲:۔ رمضان کے مقدس ومحترم مہینے میں ایک عادت جو مجھے اپنی بے حد پسند ہے وہ یہ ہے کہ مجھے کوکنگ سے گھبراہٹ نہیں ہوتی ہر چیز میں ذوق وشوق کے ساتھ بنا لیتی ہوں۔

۳:۔ ماہ رمضان میں روزے کی حالت میں اگر سخت بھوک اور جسم میں توانائی کی کمی محسوس ہو تو آپ "یامُقِیتُ" کا ورد زباں جاری رکھیں۔ اللہ رب العزت آپ کے جسم میں توانائی بحال فرمائے گا۔

۴:۔ ماہ رمضان کی مصروفیات کے باوجود آنچل کا ہر سلسلہ میں معمول کی طرح پڑھنا نہیں بھولتی۔ آخر آنچل ہی تو اپنی پہچان ہے اور اس کا ہر سلسلہ خاص الخاص ہے۔

۵:۔ آنچل کی دائمیت‘ خوشحالی‘ بلندی واستحکام کے لیے ہر پل دعائیں زبان ودل سے جاری وساری رہتی ہیں۔ کیونکہ آنچل روشنی کا وہ مینار ہے جس سے شعور وآگہی کی پھوٹتی کرنیں ہماری زندگیوں کو کامیابی وکامرانی سے ہم کنار کرتی ہیں۔ لیکن پھر بھی آنچل کے لیے ایک خصوصی دعا یا رب العزت اپنی رحمت وبرکت کے صدقے آنچل کو رہتی دنیا تک قائم ودائم رکھے اور اپنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے صدقے آنچل کی پوری ٹیم اور قارئین پر اپنی رحمت خاص نازل فرمائے۔ آمین

اقرأ کلثوم...... سمبڑیال

ا:۔ "تندرستی صحت" یا "آپ کی صحت" کی جگہ رمضان میں پڑھی جانے والی دعائیں شائع کی جائیں۔

۲:۔ رمضان کا مہینہ ہی برکتوں والا ہوتا ہے لہٰذا زیادہ سے زیادہ رحمت خداوندی حاصل کرنے کے لیے باقاعدگی سے نماز پڑھنا اور سحری کی تیاری ہنسی خوشی کرنا۔

۳:۔ لا الٰہ الا اللہ الحی القیوم القائم علی کل نفس بما کسبت۔ روزانہ سحری کے وقت سات مرتبہ پڑھنے سے ہر ستارے کے برابر نیکیاں ملیں گی اور ہزار گناہ معاف ہوں گے۔

۴:۔ میں تو سچ بتاؤں جب تک پورا آنچل پڑھ نہ لوں چین نہیں آتا۔ لیکن پھر بھی سلسلے وار ناول پڑھتی ہوں۔ اس کے بعد یادگار لمحے۔

ساجدہ زید...... ویرو والہ چیمہ

ا:۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں کا مہینہ آنے میں صرف دو ماہ باقی ہیں۔ اگرچہ یہ گرمیوں کی طرف رواں دواں ہے لیکن پھر بھی اس کا شدت سے انتظار ہے۔ تو فرمائش تو کوئی خاص نہیں ہے ہاں کلینڈر شائع کرویں۔ اور اگر ہوسکے تو رسالے کے ہمراہ اضافی کیلنڈر سب کو دیں۔

۲:۔ رمضان میں مجھے رات کو جلد اٹھنے اور سحری بنانے کی عادت بہت پسند ہے۔ میں ٹائم سے بہت پہلے ہی اٹھ جاتی ہوں اور سارے گھر والوں کے لیے سحری کا انتظام کرتی ہوں اور یہ میری عادت میکے میں تھی اور اب سسرال میں بھی یہی عادت ہے۔

۳:۔ یہ "لوٹ سیل" کا مہینہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے رحمتوں اور برکتوں کی سیل لگائی ہوتی ہے۔ لہٰذا جتنی ہوسکے اس کو سمیٹ لینا چاہیے۔ اپنی بہنوں سے کہنا چاہوں گی کہ جو کچھ بھی اللہ سے منوانا ہے اس مہینے میں منوالیں۔

۴:۔ کوئی خاص وقت مقرر نہیں اب تو خیر اسکول سے بھی چھٹیاں ہوتی ہیں اگست کے مہینے میں لہٰذا جب دل چاہا پڑھ لیا۔ کوئی پابندی نہیں ہے۔ کوئی ایک سلسلہ نہیں بلکہ سارا ڈائجسٹ پڑھتی ہوں۔

۵:۔ اللہ تعالیٰ دن دگنی رات چوگنی ترقی دے اور اس کے تمام ارکان جو اس کو بنانے سنوارنے میں مصروف ہیں ان کو نیکی والی لمبی زندگی عطا فرمائے۔ آمین

عارفہ سلیم...... حافظ آباد

ا:۔ آنچل بہت اچھا ہے اور فرمائش اگر آپ نازی جی کا پیارا سا ناول اس ماہ رمضان کے آنچل میں ضرور لکھیں‘ بس۔

۲:۔ عادتیں تو اس ماہ مبارک میں سب بہت اچھی بنا لیتے ہیں۔ اس میں سب سے اچھی عادت جو مجھے لگتی ہے وہ نماز تراویح کی ادائیگی ہے۔

۳:۔ جی ضرور میں سب بہنوں اور آنچل پڑھنے والے بھائیوں سے درخواست کرتی ہوں کہ درود پاک کا کثرت سے ذکر کریئے گا اور استغفار کا کہ ہمارے کچھ گناہ تو کم

ہوجائیں اور جب سحری لے لیے اٹھیں تو آدھہ گھنٹہ پہلے اٹھ جائیں تاکہ نمازِ تہجد کی ادائیگی کرلیں۔ یقین مانیے اور آزمالیجیے دل کو بہت سکون ملتا ہے اور اس وقت مانگنے والی سب دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

۴:۔ جوناول سلسلے وار چل رہا ہو اور ڈاکٹر مرزا ہاشم کا کالم وہ ضرور پڑھتی ہوں۔

۵:۔ اللہ عزوجل آنچل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور آنچل کا معیار بہتر سے بہتر ترہو۔

لاڈو ملک' اریبہ شاہ...... دیپالپور

ا:۔ ویسے تو اپنا یہ پرفیکٹ آنچل ہر تہوار' ہر تقریب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ہی ترتیب پاتا ہے کہ ہم سوچتے رہ جاتے ہیں آخر آنچل کی یادداشت کتنی کمال کی ہے یار۔

۲:۔ اس مہینے میں زیادہ تر اچھے اور نیک کام کرنے کی کوشش کرتی ہوں۔ اس مقدس مہینے میں قرآن کریم کی تلاوت کے ساتھ ساتھ ترجمہ وتفسیر کے ساتھ سمجھ سمجھ کر پڑھنے کی کوشش کرتی ہوں اور نماز باقاعدگی سے پڑھتی ہوں۔

۳:۔ دعائیں اور وظائف تو یقیناً آنچل بہنوں کو آتے ہیں۔ میں تمام آنچل ریڈرز سے ایک التجا کرنا چاہتی ہوں کہ رحمتوں اور برکتوں والے اس نیک مہینے میں مسلمانوں' پاکستان اور اس کی مظلوم عوام کی ہدایت و بخشش کی دعا کریں۔ نجانے کس کے پھیلے ہوئے ہاتھ اس باری تعالیٰ کو پسند آجائیں اور ہم گناہ گاروں کی سنی جائے اور اس پاک وطن میں بھی امن' خوشحالی' اخوت اور انصاف قائم ہوجائے۔ آمین

۴:۔ آنچل کی ایک ایسی خوبی بھی بتادوں جو عام قارئین کی نظر سے نہیں گزری توسنیں آنچل ہمارے لیے ایک تمغے کا کام کرتا ہے (ہاہاہاہا) آنچل پڑھنے کے لالچ میں ہم جلدی جلدی کام نبٹاتے ہیں۔ (ہے نا؟) اس طرح سے آنچل ہمارے گھریلو امور میں بھی ہمارا مددگار ہوتا ہے۔

۵:۔ اپنے بہت پیارے استاذ دوست اور لاڈلے آنچل کے لیے لاڈو ملک کی ہر دعا خصوصی ہے۔ آنچل سے منسلک ہر شخص دنیا و آخرت میں کامیابیاں سمیٹے اور خدا کی نظر میں سرخرو ٹھہرے' آمین۔ آنچل کا یہ "روشنی سب کے لیے" کا مرقع کارواں یونہی عمدگی سے چلتا رہے اور علم کے جگنو بکھیرتا رہے۔ آمین

پری وش گوندل...... منڈی بہاؤالدین

ا:۔ پلیز پیاری اور آسان سی ڈشز ٹرائی کرائیں۔

۲:۔ دھیما پن اور صبح جلدی اٹھنا۔

۳:۔ میری سب بہنوں سے گزارش ہے کہ وہ اپنے ملک کے لیے بہت زیادہ دعائیں کریں کیونکہ ہمارے ملک کو ایک بہترین لیڈر کی ضرورت ہے۔

۴:۔ ویسے سب ہی پڑھتی ہوں لیکن "اور کچھ خواب" اور پہلے "یہ چاہتیں یہ شدتیں" پڑھتی تھی۔

۵:۔ اللہ تعالیٰ ہمارے پیارے آنچل کو ہمارے سروں پر سلامت رکھے اور اسے دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ آمین (اور آنچل تک میری تحاریر بھی پہنچ جائیں ہاہاہا)

سمیرا مشتاق ملک...... اسلام آباد

ا:۔ آنچل میں کوئی ایک ایسا سلسلہ شروع کریں جس میں قارئین ایک دوسرے سے وظائف اور دعائیں شیئر کریں اور ہر خاص وعام کو پڑھنے کی اجازت ہو کسی ایک فرد کے لیے محدود نہ ہو۔

۲:۔ نماز کی باقاعدگی سے پابندی اور قرآن پاک کی باقاعدہ تلاوت کرنے کی عادت بے حد پسند ہے۔

۳:۔ رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتوں کی عبادت۔

۴:۔ سحر وافطار کی مصروفیات کے باوجود میں آنچل کے سلسلہ وار ناول' آنچل کے ہمراہ' اس نئے سلسلے کو اور ڈش مقابلہ کو پڑھنا نہیں بھولتی۔

۵:۔ آنچل کا ہر سلسلہ سبق آموز اور حالات کے مطابق ہوتا ہے۔ جو کہ نہ صرف ہماری تربیت کا سبب بن رہا ہے بلکہ کردار کی اعلیٰ تعمیر کررہا ہے یہ سب بیان کرنے کے لیے میرے پاس لفظ نہیں اور اللہ کرے آنچل سے ہمارا رشتہ ہمیشہ قائم رہے۔ آنچل کی سلامتی وترقی کی ڈھیروں دعائیں۔

طیبہ سعدیہ عطاریہ...... سیالکوٹ

ا:۔ آنچل ڈیئر مجھے رمضان المبارک میں ڈھیر ساری محبتیں اور ڈھیر ساری اچھی اچھی مخلص دوستوں کا ساتھ چاہیے۔

۲:۔ ہائے' یہ کیا پوچھ لیا آپ نے سب سے پہلے تو مجھے اپنی کوئی عادت پسند نہیں۔ یہی کہ میری کوشش ہوتی ہے کہ میں اپنے ربّ تعالیٰ عزوجل کو بہت خوش اور راضی کروں یہ اللہ ہی جانتا ہے کہ میں اس کوشش میں کس حد تک کامیاب ہوتی ہوں۔ میں اپنی تمام بری عادتیں ترک کرنے کی کوشش کرتی ہوں۔

۳:۔ میری دعا ہے کہ میرے تمام اہل ایمان مسلمان بہن اور بھائی رمضان میں تمام برائیاں اور گناہوں سے چھٹکارا پانے کی کوشش کرکے اپنے ربّ کو راضی کریں اور وظائف یہ کہ سحری کھانے سے پہلے تین بار اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم پڑھ کر سورۃ حشر کی آخری تین آیات کی تلاوت کرکے روزہ رکھیں تاکہ روزہ کھولنے تک اللہ تعالیٰ کے 70 فرشتے ان کے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہیں اور یہی عمل روزہ کھولنے سے پہلے کریں اور 70 فرشتے سحری تک مغفرت کی دعا کریں گے۔

۴:۔ رمضان المبارک میں سحر وافطار کی مصروفیات کے باوجود آنچل میں قسط وار کہانیاں اور باقی تمام سلسلے جو کہ مجھے بے حد پسند ہیں وہ میں بھولتی نہیں۔

۵:۔ اس ماہ رمضان میں آنچل اور اس سے وابستہ لوگوں کے لیے میری دعا ہے کہ اللہ عزوجل آنچل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرماکر اس کے تمام نیک مقصد میں کامیاب کرے آمین۔ اور اس سے وابستہ میری تمام لکھاری و قاری اور اسٹاف بہنیں دوست سب کو اللہ عزوجل زندگی کی ہر خوشی ان کی زندگی میں شامل کرکے انہیں تمام برائیوں گناہوں' مشکلوں' پریشانیوں دکھ درد سے بچائے۔ آمین

عائشہ پرویز...... کراچی

ا:۔ رمضان کے حوالے سے یہ فرمائش ہے کہ ڈش مقابلہ میں رمضان کے لیے کچھ خاص چیزیں بتائی جائیں جس سے افطاری میں مزہ آجائے۔

۲:۔ رمضان کے مقدس و بابرکت مہینے میں میری کوشش ہوتی ہے کہ میں جلد کلام پاک ختم کرسکوں روانی آجاتی ہے مجھے اپنی یہ عادت پسند ہے کلام پاک کی تلاوت پابندی سے کرنے کی۔

۳:۔ میں آنچل بہنوں سے یہ شیئر کرنا چاہوں گی کہ ماہ رمضان میں کثرت سے استغفار پڑھیں۔

۴:۔ ماہ رمضان میں سحر وافطار کی مصروفیت کے باوجود آنچل میں سرگوشیاں پڑھنا نہیں بھولتی ہوں۔

۵:۔ اس ماہ رمضان میں آنچل کے لیے میری خصوصی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آنچل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی دے۔ آمین

نمرہ افتخار...... اوکاڑہ

ا:۔ آنچل تو ہے ہی بہت اچھا ہر چیز ہی ہماری خواہش کے مطابق شائع ہوتی ہے تو پھر فرمائش کیسی؟

۲:۔ رمضان کے مقدس مہینے میں پانچوں وقت کی نماز پڑھنے کی عادت پسند ہے ورنہ عام حالات میں تو ایک دو نمازیں رہ ہی جاتی ہیں۔

۳:۔ چونکہ رمضان عبادت کا مہینہ ہے تو زیادہ سے زیادہ عبادت اور درود شریف کثرت سے پڑھنا چاہیے سب سے زیادہ بہتر دعا اور وظائف یہی ہوسکتا ہے کہ اللھم اجرامن النار۔

۴:۔ ماہ رمضان میں مصروفیت بڑھ جاتی ہیں مگر آنچل کے سلسلوں میں ناول اور افسانے کے علاوہ باقی سب پڑھتی ہوں۔ آنچل پڑھنا تو میں نے اپنے ایگزام میں بھی نہیں چھوڑا یہ جون کا شمارہ بھی پڑھا ہے۔ حالانکہ امتحان بھی تھے۔

۵:۔ ہماری تو ہمیشہ ہی یہ دعا ہے کہ آنچل کو خوب ترقی ملے کامیابی اس کے قدم چومے ہر سال کی طرح اس بار بھی ماہ رمضان خوشی خوشی گزرے۔

مریم عنایت...... کھلابٹ کالونی

ا:۔ رمضان کے حوالے سے آنچل سے میری فرمائش یہ ہے کہ آنچل کی تمام رائٹر بہنیں اپنی تحریروں کا موضوع رمضان کو بنائیں ہر کہانی میں سحر وافطار کے بارے میں پڑھ کر رمضان کا مزہ دوبالا ہوجائے گا۔

۲:۔ ہائے اللہ' آپ نے ایک عادت کا پوچھا ہے مجھ میں تو ہزاروں اچھی عادتیں ہیں رمضان کے حوالے سے میری اچھی عادت یہ ہے کہ میں رمضان میں زیادہ سے زیادہ عبادت کرتی ہوں اور قرآن پاک کی بھی تلاوت کرتی ہوں۔

۳:۔ رمضان کے حوالے سے میری تمام آنچل

بہنوں سے یہی کہوں گی کہ رمضان کا مہینہ بہت بابرکت ہے جیسا کہ آپ جانتی ہیں کہ رمضان کے تین عشرے ہیں۔ پہلا رحمت' دوسرا مغفرت اور تیسرا جہنم سے آزادی کا ہے۔ تو پھر کیوں نا ہم سب مل کر زیادہ سے زیادہ قرآن پاک کی تلاوت کریں اور کثرت سے درود پاک پڑھیں تا کہ ہم پر رحمت ہو۔

۴:۔ میں رمضان میں سحر و افطار کی مصروفیات کے باوجود آنچل کے تمام سلسلے پڑھتی ہوں۔ چاہے کچھ بھی ہوجائے میں آنچل کو نہیں چھوڑ سکتی۔

۵:۔ ماہ رمضان میں آنچل کے لیے میری یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آنچل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور اسی طرح آنچل ہمارے لیے اچھی اچھی تحریریں لائے۔

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

۱:۔ رمضان کے حوالے سے آنچل سے فرمائش کروں گی کہ وہ رمضان میں پڑھنے کے لیے مسنون دعائیں اور وظیفے شائع کریں۔

۲:۔ رمضان کے بابرکت مہینے میں میری یہ عادت رہی ہے کہ ماہ رمضان کے پورے روزے رکھتی ہوں اور ہر نماز پڑھتی ہوں اور کبھی کبھی اعتکاف بھی بیٹھتی ہوں۔

۳:۔ ماہ رمضان کے حوالے سے خصوصی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ پورے پاکستان میں امن و امان رکھے اور لوڈ شیڈنگ ختم کرے۔ مہنگائی ختم ہو اور تمام لوگ پکے نمازی بن جائیں۔ آمین

۴:۔ ماہ رمضان میں سحر و افطار کی مصروفیات کے باوجود میں آنچل کا سلسلہ دانش کدہ ضرور پڑھنا پسند کرتی ہوں۔

۵:۔ ماہ رمضان میں آنچل کے لیے میری یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آنچل کو اور عروج دے۔ آمین

مصباح نورین' مریم الیاس...... K.G

۱:۔ رمضان کے بابرکت مہینے میں یہی ہو کہ اس کے حوالے سے اچھی باتیں بتائی جائیں اور ڈش مقابلہ کے صفحات کچھ زیادہ کیے جائیں تا کہ میری جیسی بہنیں اس سے فائدہ اٹھاسکیں۔

۲:۔ رمضان کے مہینے کی تو سب عادتیں بے حد اچھی ہوتی ہیں انسان بے حد منظم ہوجاتا ہے لیکن جو مزہ سحری اور افطاری کا ہوتا ہے اس کی تو بات ہی الگ ہے۔

۳:۔ دعا ہر دعا خصوصی ہوتی ہے لیکن بہنوں سے التماس ہے کہ خدارا اس مقدس مہینے میں اپنے ملک کے لیے خصوصی دعا کیجیے گا کہ اللہ اسے اپنے حفظ و امان میں رکھے اور حالات بہت جلد بہتر ہوں۔

۴:۔ بھئی رمضان میں آنچل کا کوئی سلسلہ پڑھنا نہیں بھولتے ہاں البتہ اگر کبھی کبھار ایسا ہو بھی تو ڈش مقابلہ تو لازمی پڑھا جاتا ہے۔

۵:۔ اللہ پاک اسے ہمیشہ یونہی ہنستا مسکراتا رکھیں تا کہ یہ دوسروں کے لبوں پر مسکراہٹیں لاتا رہے اور یہ دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے لیکن دائرہ اسلام میں رہ کر اگر جگہ ملی تو آئندہ لازمی حاضر ہوں گے تب تک اللہ حافظ دعا گو اور دعاؤں کی طالب۔

مسکان جبین' صبا...... مرید کے

۱:۔ رمضان کے حوالے سے یہ کہوں گی کہ ڈش مقابلہ میں آسان اور مزیدار ریسپی شائع کی جائیں۔

۲:۔ بابرکت مہینے میں انتہائی خشوع و خضوع کے ساتھ عبادت کرنا میری ہابی ہے اور باقاعدگی سے روزے رکھنا میری شخصیت کو چار چاند لگا دیتا ہے مجھے فخر محسوس ہوتا ہے خود پر۔

۳:۔ رمضان المبارک رحمتوں اور برکتوں کا مہینہ ہے اور بہنوں کو چاہیے کہ وہ پاکستان اور آنچل کی سلامتی کے لیے دعا کریں۔

۴:۔ سلسلہ وار ناول خصوصاً اور باقی بھی پڑھ کر ہی چین لیتی ہوں اگرچہ عشاء اور تراویح کے بعد ہی سہی۔

۵:۔ خدا کرے آنچل آسمان کی بلندیوں کو چھوئے۔ آمین

ای میل سے موصول ہونے والے خط

اقرأ عافیہ...... ٹنک، پاکستان

۱:۔ رمضان کے حوالے سے آنچل سے ایک یہی فرمائش ہے کہ رمضان کے متعلق ایسی احادیث چھاپیں کہ مسلمانوں کو روزہ رکھنے میں دلچسپی ہو کیونکہ آج کل کے مسلمان گرمی کے خیال سے روزے نہیں رکھتے۔

۲:۔ رمضان کے مہینے کی ویسے تو ہر بات مجھے پسند ہے مگر سب سے زیادہ سحری میں اٹھنا اچھا لگتا ہے کیونکہ ایسے میں انسان تہجد بھی پڑھ لیتا ہے۔

۳:۔ ماہ رمضان میں آنچل کو پڑھتی ہوں۔ سارے افسانے یوں سمجھ لیجیے کہ سارا آنچل پڑھتی ہوں۔

۴:۔ ماہ رمضان میں آنچل کے لیے میری دعا ہے کہ اللہ آنچل کو ترقی دے تا کہ ہم سب مل کر آنچل کے ذریعے اپنے ملک کے لیے کچھ کرسکیں۔ پاکستان سے نفرت کو مٹاسکیں۔

نادیہ یاسین...... ساہیوال

۱:۔ رمضان کے حوالے سے کوئی فرمائش جو آنچل سے کرنا چاہوں تو سوچنا پڑے گا کیونکہ آنچل ایسا ڈائجسٹ ہے جو ہر وقت میں ہر لحاظ سے ہر معیار پر پورا اترتا ہے۔

۲:۔ رمضان کے بابرکت مہینے میں اپنی جو عادت مجھے پسند ہے وہ یہ ہے کہ اس ماہ میں نماز تہجد روزانہ ادا کرتی ہوں۔ بلکہ کوشش ہوتی ہے کہ رات کا زیادہ سے زیادہ وقت اللہ کی یاد میں گزرے اور اللہ پاک اس کوشش میں کامیاب بھی کرتا ہے۔ نماز تہجد سے جو رشتا ٹوٹ جاتا ہے رمضان میں وہ جڑ جاتا ہے۔

۳:۔ خصوصی وظائف یا دعا میں یہی کہنا چاہوں گی کہ اگر ہوسکے تو کم از کم اس ماہ میں نماز تہجد ادا کرلیا کریں۔ درود پاک کے فضائل سے ہر کوئی واقف ہے یہ کوشش کرنا چاہیے کہ زیادہ سے زیادہ درود پڑھا جائے۔ درود بے شک کوئی بھی ہو کم از کم 313 بار ضرور پڑھ لینا چاہیے۔

۴:۔ ہائے کیا پوچھ لیا کوئی ایک سلسلہ' میں تو کسی بھی سلسلے کو پڑھنا نہیں بھولتی ہوں۔

۵:۔ آنچل کے لیے ایک نہیں بہت سی دعائیں ہیں کہ اللہ آنچل کو بہت ترقی دے۔ اس میں لکھنے والی سب بہنوں کو صحت و تندرستی دے۔ آنچل تم جیو ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں' اربوں' کھربوں سال۔ سب کو رمضان کی ایڈوانس مبارک باد۔ اللہ حافظ

تاخیر سے موصول ہونے والے خطوط:

مہر گل، ملائکہ اینڈ دعا۔ اورنگی ٹاؤن' کراچی۔ طیبہ نذیر' شادیوال گجرات۔ سمیرا انور۔ جھنگ۔ عالیہ کاظمی' کہوٹہ۔ عروسہ شہوار۔ سونی علی' ریشم گلی، مورو۔ ریشماں کنول' حیدر آباد' سندھ۔ رانی اسلام' گوجرانوالہ۔ صنم ناز' گوجرانوالہ۔ بشریٰ ناز' جھنگ صدر

آنچل کے ہمراہ

۱) عید کے حوالے سے کوئی فرمائش جو آپ آنچل سے کرنا چاہیں؟

۲) اگر آنچل عید سے ایک دن پہلے ملے تو آپ کیا کریں گی؟

۳) عید کے دن آپ کی کوئی ایک عادت جو آپ کو بے حد پسند یا ناپسند ہو؟

۴) اگر عید کے روز آپ کو کسی کو خوش کرنا ہو تو کیسے کریں گی؟

۵) اگر آپ کو کہا جائے کہ عید کا دن کسی کے ساتھ گزاریں تو آپ کس کے ساتھ گزارنا پسند کریں گی؟

آپ ان سوالات کے جوابات 08 جولائی تک بذریعہ ڈاک یا ای میل ارسال کرسکتی ہیں۔

زندگی کی حسین رہ گزر

سمیرا شریف طور

زندگی کی حسین رہ گزر
ڈھونڈتی ہے کوئی ہم سفر
جس کو پانے کی ہے آرزو
آ ملے گا کسی موڑ پر

"جی! لڑکا کہاں ہے؟ اسے بھی بلوا دیجیے ہمیں دیر ہو رہی ہے۔" ایک گھنٹے میں امی نے کوئی دسویں بار یہ خواہش ظاہر کی تھی اور لڑکے کی ماں ہر بار کی طرح اس بار بھی پہلو بدلنے پر مجبور ہوگئی تھیں۔

"جی جی! دکان سے اٹھ کر آنا تھا' میں نے کہا بھی تھا کہ مت جاؤ مگر شہباز بھی دن ضائع نہیں کرتا' بڑا محنتی ہے میرا بیٹا۔ کہنے لگا کہ جب مہمان آئیں تو فون کردیں' میں آجاؤں گا۔ بس آنے والا ہوگا۔ اے زویا! بھائی کے نمبر پر فون کرکے پوچھو تو سہی کب تک آرہا ہے؟" لڑکے کی والدہ کا لمبا چوڑا بیان جاری ہوا تھا ساتھ ہی انہوں نے اپنی دختر نیک اختر کو بھی مخاطب کیا۔

"جی...... جی ...... کیا کہا......؟" بیٹی صاحبہ والدہ ماجدہ کے فرمانِ شاہی سے یکسر انجان تھی اور کیوں نہ ہوتی محترمہ کی ساری توجہ اندر داخل ہونے کے بعد تو محترم عمر صاحب کی طرف مبذول تھی اور گاہے بگاہے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پاکستانی ہیروئنوں کو بھی شرمانے میں مات دے رہی تھی۔

"واٹ از اے اسٹینڈر......" مریم کا حلق تک کڑوا ہوگیا ایک بے حد عصیلی نگاہ تھری پیس سوٹ میں ملبوس عمر پر ڈالی' جو اس محترم کے مقابل راجہ اندر بنا بیٹھا تھا۔

"کمینہ...... اپنی اوقات دکھانے سے باز نہیں آئے گا......" اس کا دل جل کر خاک ہونے لگا۔

"اے لو...... میں نے کہا تھا کہ بھائی کو فون ملا اور پوچھ کب آرہا ہے وہ۔" لڑکی فوراً سولہویں صدی کی ہیروئن کی طرح سر ہلاتی ایک مسکراتی نگاہ عمر پر ڈالتی باہر گئی تھی۔

مریم نے خاصی بے زار نگاہ لڑکے کی والدہ ماجدہ پر ڈالی۔ پتا نہیں باقی لوگوں کا کیا تجربہ تھا مگر اسے تو یہ فیملی انتہائی چیپ' اجڈ اور جاہل سی لگ رہی تھی اور یہ والدہ صاحبہ تو شکل سے ہی تیز طرار خاتون لگ رہی تھیں۔

"بس کیا کروں ہمارا شہباز شرمیلا بھی تو بہت ہے نا۔ ایسے معاملات میں بڑا جھجکتا ہے۔" لڑکے کی والدہ نے مسکرا کر بیان جاری کیا تو لڑکے کی بھابی جو وہیں براجمان تھیں ان کے تیور بدلے اور منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑائیں۔ کسی کے خاک پلے نہ پڑا۔ بس تاثرات سے مریم نے یہی اندازہ لگایا کہ محترمہ ساس کے فرمان سے متفق نہیں اور اپنی ناپسندیدگی منہ بنا کر بڑبڑاہٹ کی صورت ظاہر کررہی تھیں۔

مریم اس عام سے کمرے میں عام سے سجے سازو سامان کو دیکھ کر خاصی بے زار ہوچکی تھی۔ کہاں اس کی نرم و نازک سلجھی ہوئی نفیس عادات و اطوار کی نہایت پڑھی لکھی

بہن اور کہاں یہ عام سے بھی لم درجے کے لوگ۔ اسے غربت سے انکار نہیں تھا وہ خود ایک متوسط طبقے سے تعلق رکھنے والی فیملی تھی مگر لوگوں کا اخلاق و کردار اور سلیقہ و طریقہ بھی کوئی معیار ہوتا ہے جس بیٹھک نما کمرے میں وہ لوگ اس وقت براجمان تھے۔ اس کو دیکھ کر لگتا تھا کہ گویا مہینے بعد صفائی نصیب ہوتی ہوگی اس کو۔

تبھی اس زویا نامی لڑکی کے ساتھ ایک لڑکا اندر داخل ہوا تھا۔ لمبا قد' خاصا بھاری جسم اور لمبی موچھوں والا چہرہ۔ مریم منہ کھولے حیرت سے اس ''نیوانٹری'' کو دیکھ رہی تھی۔

''السلام علیکم!'' خاصا شرما کر اس کے اور امی کی طرف دیکھ کر وہ اب ابو اور عمر سے ہاتھ ملا رہا تھا۔

مریم نے سختی سے منہ بند کرلیا۔ وہ اب آنکھیں پھاڑے صرف لڑکے کے چہرے کو دیکھ رہی تھی۔ چہرے پر بڑی بڑی مونچھوں کے علاوہ موٹی موٹی سرخ آنکھیں بھی تھیں۔ اس کے ذہن میں اپنی سوہنی سے فوزیہ آ گئی۔

کہاں وہ فوزیہ پھولوں کی ڈالی کی مانند لچکیلی اور پیاری اور کہاں یہ موٹا تازہ گھنی مونچھوں اور سرخ آنکھوں والا بدمعاش ٹائپ مرد۔ اسے اپنی سوچ سے ہی جھرجھری آ گئی تھی۔

''ہائے امی! ہم کیا اس بدمعاش کو دیکھنے آئے ہیں؟'' اس نے امی کے کان میں سرگوشی کی۔

''چپ.....'' انہوں نے گھور کر اسے دیکھا' اس نے منہ بنالیا۔

یہ اس کی ماں کی اضافی خوبی تھی کہ وہ خامیاں ہمیشہ اپنی اولاد میں ہی دیکھتی تھیں۔ باقی تو ساری دنیا ہی انہیں بے عیب نظر آتی تھی۔ کوئی بھی موقع ہو وہ اپنی ہی اولاد کو جھڑک دیتی تھیں۔ خاص طور پر ان موقعوں پر مریم کو ان کی یہ خوبی سراسر ناانصافی محسوس ہوتی تھی۔ اس نے خاصی بگڑی صورت لیے ابو اور پھر عمر کی شکل دیکھی' وہاں بھی واضح ناگواری تھی۔ مریم کو اپنا دل کچھ ٹھہرتا محسوس ہوا۔

''چلو کوئی تو میرا ہمنوا بھی ہے نا۔'' اس نے خود کو تسلی دی۔

''یہ میرا بیٹا شہباز ہے۔'' لڑکے کی والدہ نے کہا۔

''کیا یہ لڑکا ہے؟ میرا مطلب ہے جن کو دیکھنے ہم آئے ہیں یہ وہی شہباز صاحب ہیں؟ حیرت ہے' میں تو سمجھی تھی کہ یہ کوئی چچا یا کوئی بڑے بھائی ہوں گے۔'' وہ شروع ہوچکی تھی لڑکے کی بہن' ماں اور وہ لڑکا خود جزبز ہوگیا تھا مگر امی بھی پہلو بدل کر رہ گئی تھیں' انہوں نے اسے گھور کر دیکھا بھی تھا مگر اسے کب پروا تھی جب کہ اس کی بات پر عمر کے ہونٹوں پر ایک دم مسکراہٹ مچلی تھی۔

''کیا مطلب ہے آپ کا جی! یہی ہمارے بھائی شہباز ہیں۔'' عمر کی مسکراہٹ پر وہ زویا نامی لڑکی خاصا بُرا مان گئی تھی' مریم کے دل پر گویا ٹھنڈ سی پڑ گئی تھی۔

''کیا ایجوکیشن ہے آپ کی بیٹا!'' دوسرا سوال ابو کی طرف سے ہوا تھا۔

''اس نے خیر سے ایم اے.....''

''ایم اے نہیں خالی میٹرک کیا ہوا ہے۔'' اس سے پہلے کہ ابو کے جواب میں لڑکے کی والدہ ماجدہ غلط بیانی کرتیں اس لڑکے کی بھابی فوراً بولی تھیں۔ نجانے بے چاری نے کس جنم کا بدلہ لیا تھا۔ لڑکے کی ماں' بہن اور خود لڑکا حیرت سے اپنی بھابی کو دیکھ رہے تھے۔ انہیں شاید اپنی بھابی سے اتنی دیدہ دلیری کی توقع نہ تھی۔

''او مائی گاڈ.....'' مریم تو حیرت سے گنگ رہ گئی تھی۔

''مگر ہمیں تو بتایا گیا تھا کہ لڑکا ماسٹرز کرچکا ہے۔'' ابو نے ہی کہا تھا۔

''جی رشتہ کروانے والی نے جھوٹ بول دیا ہوگا؟'' مریم انہیں یہ نہ کہہ سکی کہ ابھی وہ خود جھوٹ بولنے والی تھیں اگر ان کی بہو درمیان میں نہ بولتی۔ ابو نے عمر کو اور اس نے ابو کو ایسے دیکھا جیسے کہہ رہا ہو کہ ''اب بولو۔''

''آج کل میٹرک کو کون پوچھتا ہے' ہمیں تو ایم اے ہی بتایا گیا تھا' آج کل تو جمعدار کی پوسٹ کے لیے بھی کم از کم بی اے لوگ آرہے ہیں۔'' اس نے غصے سے کہا تو امی نے جہاں اسے گھور کر دیکھا تھا' وہیں عمر ہنس دیا تھا۔ ابو محض دیکھ کر رہ گئے' ان لوگوں کی غلط بیانی پر مریم کا ری

ایکشن اتنا غلط بھی نہ تھا۔

''معاف کرنا بیٹی! جب اتنے ہی اچھے رشتے مل رہے تھے تو کوئی بی اے پاس ہی دیکھ لیتیں۔'' لڑکے کی والدہ کے جواب پر ایک منٹ کو تو سبھی ہکابکا رہ گئے تھے۔

''دیکھیں خاتون! ناراض ہونے کی ضرورت نہیں' اصولی بات ہے تعلیم حسب نسب یہ سب دنیاوی معیار ہیں' اصل چیز تو انسان کا کردار اور اخلاق ہے۔ ہمیں یہی بتایا گیا تھا کہ بچے (لڑکے) کی تعلیم ماسٹرز ہے اور ہم اسی لیے آئے تھے۔'' خاتونِ خانہ کی ناراضی پر ابو جی نے رسانیت سے کہا تو وہ پہلو بدل کر رہ گئیں۔

''مگر وقت کے بدلتے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے تعلیم کی اہمیت سے انکار بھی تو نہیں کیا جاسکتا چچا جان!'' عمر نے کہا تو مریم کو لگا اس کے سینے میں ٹھنڈ پڑ گئی ہے۔ لڑکے اور اس کی بہن کے زاویے بڑی بُری طرح بدلے تھے جب کہ لڑکے کی بھابی خوش نظر آرہی تھیں۔

''بیٹا! آپ کیا کاروبار کرتے ہیں؟'' ابو جی نے براہِ راست لڑکے سے پوچھا جب کہ اس کی اماں پہلے ہی تیور بدل چکی تھیں بھنا کر بولیں۔

''کیوں آپ لوگوں کو رشتہ کروانے والی خالہ نے کچھ نہیں بتایا؟''

''بتایا تو اس نے بہت کچھ ہے' جس طرح تعلیمی معیار میٹرک ہوسکتا ہے' کپڑے کی پانچ ذاتی دکانوں کے مالکان سے کرائے کی دکان کے مالک نکل آئیں تو؟'' مریم نے پھر خاصا بھنا کر کہا تھا۔ اب کے امی ابو ایک طرف عمر نے بھی اسے گھورا۔

''تم چپ نہیں رہ سکتیں؟'' امی نے فوراً لتاڑا تھا۔

''یہ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ ہماری کوئی پانچ دکانیں نہیں ہیں' صرف ایک ہی کپڑے کی دکان ہے جو یہ اور میرے میاں مل کر چلاتے ہیں۔ آپ کو رشتہ کروانے والی نے جو بھی معلومات دیں وہ غلط دی ہیں۔ ہمارا ایک ذاتی گھر ہے' رشتہ کروانے والی میرے میاں کے تایا کے گھر آتی جاتی ہے۔ ہاں ان کا بیٹا ماسٹر ہے اور ان کی پانچ ذاتی دکانیں ہیں۔ ہوسکتا ہے ادھر کی غلط معلومات ادھر منتقل ہوگئی ہو۔'' لڑکے کی بھابی نے بڑی سہولت سے ساری صورت حال واضح کی تھی اور امی اپنا سا منہ لے کر بیٹھ گئی تھیں۔ ان کا جی چاہا کہ خالہ خیرن ان کے سامنے آجائے تو وہ اس کو اچھی خاصی سنا کر فارغ کریں۔

''چلیں غلط فہمی ہی سہی مگر غلط بات تو ہوئی نا؟ بیٹیوں کے والدین ضرور ہیں ہم مگر معلومات تو درست فراہم کرتے۔ خدانا خواستہ کسی کی بیٹی برباد ہوجائے رشتہ کروانے والیوں کا کیا جاتا ہے وہ تو پیسے لے کر ایک طرف ہوجاتی ہیں۔ بہت غلط بات ہے یہ تو.....'' عمر خاصی سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔

''تو ہم نے کون سا جھوٹ بولا ہے' رشتہ کروانے والی نے اِدھر سے اُدھر لگائی بجھائی کی ہوگی' اپنا پیسہ کھرا کرنے کو۔'' عمر کے جواب پر لڑکے کی والدہ ہاتھ نچا کر گویا ہوئیں تو اس نے غصے سے انہیں دیکھ کر امی اور پھر ابو کو مخاطب کیا۔

''امی ابو چلیں اب..... بہت دل گھبرا رہا ہے میرا یہاں۔'' وہ اب ایک پل بھی ایسے لوگوں میں بیٹھنے کی روادار نہ تھی' ایک دم اٹھ کر کھڑی ہوگئی۔

''بہن جی! کہا سنا معاف کریں' رشتہ ہونا نہ ہونا مقدروں کی بات ہے۔ دل پر مت لیجیے گا' اجازت دیجیے اب ہمیں۔'' ابو کہہ کر اٹھ کھڑے ہوئے تو امی اور عمر نے بھی ان کی تقلید کی۔ وہ فوراً اپنی چادر درست کرتے باہر نکل آئی تھی تبھی عمر باہر نکلا تو لڑکے کی بہن بھی انگلیوں مروڑتی پیچھے تک آئی تھی۔ مریم نے کھا جانے والی نظروں سے دونوں کو دیکھا۔

''لگتا ہے بہت موڈ خراب ہوچکا ہے محترمہ کا۔'' وہ قریب آکر بولا تھا۔

وہ بُری طرح خار کھائے ہوئے تھی اوپر سے اس لڑکی کا عمر کے ساتھ رویہ' وہ اندر تک جل بھن گئی تھی۔

''بات نہیں کرو مجھ سے۔'' وہ آواز دبا کر پھنکاری تھی' عمر مسکرا دیا اور بغور اسے دیکھا۔ وہ سرخ چہرہ لیے خاصے

غصیلے انداز میں اسی طرف دیکھ رہی تھی، جہاں امی ابو لڑکے کی والدہ اور بھابی سے الوداعی کلمات کہہ رہے تھے' قریب ہی وہ لڑکی کھڑی تھی جو اَب بھی عمر کو ایسے دیکھ رہی تھی جیسے گویا آنکھوں ہی آنکھوں میں نثار ہوجانے کا ارادہ ہے' عمر نے سٹپٹا کر مریم کو دیکھا' وہ خاصے تیکھے تیور لیے متوجہ تھی۔

''غصہ تمہیں ان لوگوں پر تھا تو مجھ ناتواں پر کیوں اتار رہی ہو۔'' اس نے پھر چھیڑا۔ وہ ایک سلگتی نگاہ ڈال کر امی ابو کے قریب آنے پر ان کے ساتھ گھر سے باہر نکل آئی تھی۔ جب کہ عمر بھی ایک گہری سانس خارج کرتا پیچھے ہولیا تھا۔

''کیا ضرورت تھی یہ سب بکواس کرنے کی۔ ذرا بھی ماں باپ کی پروا نہیں۔ جو دل میں آتا ہے بول دیتی ہو' اسی لیے تو میں تمہیں کہیں بھی ساتھ لے جانے کے حق میں نہیں ہوتی۔ ایک دوسرے لوگوں کی لڑکیاں ہیں ماں کی آنکھ کا اشارہ سمجھ جاتی ہیں' جدھر ماں کھڑا کردے کبھی اولاد ہلتی تک نہیں۔ ایک میری اولاد ہے مرتی مرجاؤں پر کسی پر اثر تک نہیں ہوتا۔'' امی کی برداشت بس ان لوگوں کے گھر سے نکلنے تک تھی' اردگرد کی پروا کیے بغیر ایک دم برس پڑی تھیں کہ اس نے منہ بنا کر ابو اور پھر قریب آتے عمر کو دیکھا۔

''کیا ہوگیا ہے؟ وقت اور جگہ تو دیکھ لیا کرو۔'' ابو نے ٹوکا تو امی نے زبان دانتوں تلے دبالی۔ عمر نے اس کے آنسو دیکھے تو ایک دم ترس سا آگیا۔ وہ اتنی غلط بھی نہ تھی اسے خود ان لوگوں کی دروغ گوئی پر غصہ آرہا تھا نجانے کیسے برداشت کیے بیٹھا رہا تھا۔

''کچھ نہیں ہوتا چچی جان! سب لڑکیاں اس عمر میں ایسی ہی ہوتی ہیں۔ ویسے بھی یہ لوگ تھے ہی کم لیول کے اخلاقی تنزلی کا شکار۔ مریم کا رویہ اتنا غلط تو نہیں' مجھے تو حیرت ہورہی ہے رشتہ کروانے والی نے بھی کیا جھوٹ بولا؟ یہ تو وہی مثال ہوئی کہ کھودا پہاڑ نکلا چوہا۔'' اس کی مثال پر ابو ہنس دیئے تھے۔ وہ جو منہ بنائے کھڑی تھی وہ بھی مسکرادی۔

''کیا کریں بیٹا جی! لوگوں کی جھوٹی نمود اور نمائش نے انسان کو کہیں کا نہیں چھوڑا۔ جھوٹ' لالچ نے اصل اقدار بھلادی ہیں لوگوں کو۔ ہر طرف نفسا نفسی کا عالم ہے' آج کل کے دور میں ہر چمکتی چیز کو سونا سمجھا جارہا ہے اور ہم جیسے سفید پوش لوگ اپنا بھرم رکھنے کے چکر میں نجانے کیا کچھ سہہ جاتے ہیں۔ قحط الرجال پڑ گیا ہے اصل میں' اصل سچے اور حقیقی لوگ نایاب ہوگئے ہیں بیٹا جی! کیا کریں یہی المیہ ہے ہمارے اس دور کا۔ جو جتنا جھوٹا ہے وہ اتنا ہی کامیاب ہے آج کے دور میں' دنیا اسی کو کہتے ہیں' چلنا پڑ رہا ہے اس دنیا کے ساتھ۔'' ابو سنجیدہ ہوکر بولے تو پھر دل کی بات کہتے چلے گئے۔ ان کے لہجے میں ایک تھکن سی آٹھہری تو اس دکھ نے امی اور عمر کے ساتھ ساتھ مریم کے دل کو بھی آلیا۔

''چلنا نہیں' اسی سڑک پر کھڑے رہنا ہے کیا؟'' مریم کی آواز پر ابو نے مسکرا کر اسے دیکھا۔

''آپ لوگ رکیں' میں رکشا کا بندوبست کرتا ہوں۔'' عمر کو بھی فوراً اپنی ذمہ داری کا احساس ہوا تھا۔ وہ اپنی بائیک پر ہی تھا' جب کہ یہ لوگ رکشا میں آئے تھے۔

''تمہیں پہلے ہی بہت تکلیف دی بیٹا! تمہیں تو اپنے کسی ضروری کام سے بھی جانا تھا؟ بہت وقت ضائع کردیا تمہارا' فکر نہیں کرو ہم چلے جائیں گے۔'' ابو نے منع کیا۔

''تکلیف کیسی؟ حق بنتا ہے آپ کا...... میں بھی آپ کا اتنا ہی بیٹا ہوں جتنا وقار ہے' میں رکشا دیکھتا ہوں۔'' وہ ابو کا کندھا تھپتھپا کر چلا گیا۔

''بڑا لائق بچہ ہے ماشاء اللہ!'' امی کے لہجے میں ایک حسرت سی تھی' ابو اور مریم چونکے۔

''اللہ ترقی دے' بہت سعادت مند ہے۔'' ابو ہنس دیئے تھے جب کہ مریم نے بغور امی کو دیکھا۔

''آپ بھائی صاحب سے بات تو کریں' اتنے عرصے سے ہم خوار ہورہے ہیں۔ سو گھر چھاننا پڑ رہے ہیں' ماشاء اللہ سمجھدار ہے' نوکری کرتا ہے اچھا کمارہا ہے۔''

''ہم نے بھی تو بھائی صاحب کی عندلیب لی ہے' وہ ہمارا بھی خیال کریں۔'' امی کے لہجے میں عجیب سا تاثر تھا' ابو ایک دم سنجیدہ ہوگئے تھے۔

''رشتے مقدروں سے بنتے ہیں' بھائی صاحب اور بھابی بیگم کی خواہش تمہارے سامنے ہے۔ بار بار ایک ہی بات مت کیا کرو۔ رہ گئی عندلیب بیٹی! وہ ہماری بہو ہے اور ہم نے کسی لالچ میں رشتہ نہیں کیا تھا' آئندہ ایسی بات مت دہرانا۔ رشتوں میں غرض شامل ہوجائے تو خالص پن ختم ہوجاتا ہے۔ عبید اور عندلیب خوش ہیں' ہمیں اور کیا چاہیے۔ فوزیہ نہ سہی چھوٹی سہی' بات تو ایک ہی ہے نا۔'' ابو نے گویا بات ہی ختم کردی تھی' مریم نے گہرا سانس لیا تو ایک دو پل بعد ہی عمر رکشا لیے آیا' امی ابھی بھی عمر کو دیکھ رہی تھیں۔ مریم نظر ہٹا کر سامنے سیاہ تارکول کی بل کھاتی ہوئی سڑک کو دیکھتی رہی۔

''شکریہ بیٹا!'' ابو عمر کا کندھا تھپتھپا کر رکشا کی طرف بڑھے تھے۔

''میں کرایہ ادا کرچکا ہوں' آپ نہیں دیجیے گا۔'' عمر کی بات پر امی بولیں۔

''یہ اچھی بات تو نہیں بیٹا!''

''کوئی تکلف نہیں۔'' امی اور ابو مسکرا کر بیٹھ گئے تو وہ بھی اپنی طرف دیکھتے عمر سے نظر بچا کر رکشا کی طرف بڑھی۔ تبھی دوپٹے کے کونے کو کھنچاؤ لگنے سے وہ پلٹی تھی۔

''سنو......!'' وہ جو سمجھی تھی کہ دوپٹہ کسی چیز سے الجھ گیا ہے' عمر کو کونا تھامے دیکھ کر ٹھٹکی اور پھر گھبرا کر امی ابو کو دیکھا وہ رکشا میں بیٹھ کر اب اس کے بیٹھنے کے منتظر تھے۔

''میں رات کال کروں گا' پک نہ کی تو نتائج کی ذمہ دار تم خود ہوگی۔'' سرسراتی سرگوشی کان کے قریب گونجی تو اس نے گھبرا کر پھر امی ابو کو دیکھا وہ متوجہ نہ تھے۔ ساتھ ہی عمر نے اس کے ہاتھ میں کوئی چیز دبادی تھی۔

''بیٹھو مریم! کیا ہوا ہے؟ کیوں کھڑی ہو؟'' امی کی پکار پر وہ خفت سے دوچار ہوئی' بغیر عمر کی طرف دیکھے مٹھی دبا کر فوراً رکشا کی طرف پلٹی تھی۔

''بس دوپٹہ الجھ گیا تھا۔ بیٹھنے لگی تھی۔'' اپنا دوپٹہ کھینچ کر وہ اندر بیٹھ گئی تھی۔ اس کے بیٹھتے ہی رکشا والے نے رکشا اسٹارٹ کرلیا تھا۔

پھر جب تک رکشا اسٹارٹ ہوکر نظروں سے اوجھل نہیں ہوگیا وہ یونہی کھڑا دیکھتا رہا تھا اور پھر اس کے اوجھل ہونے کے بعد وہ ایک طرف کھڑی اپنی بائیک کی طرف بڑھا تھا۔

❁......٭ ٭......❁

گھر آکر اس نے سب سے پہلے اپنے کمرے کا رخ کیا آمنہ اور فوزیہ پیچھے پیچھے تھیں۔

''کیا ہوا؟ کیسا رہا تمہارا یہ ناگہانی دورہ...... رشتہ مہم تلاش......'' اسے الماری میں سر دیئے کھڑے دیکھ کر فوزیہ بھی پیچھے آکھڑی ہوئی تھی اس نے سرعت سے ہاتھ میں دبی چیز کپڑوں میں گھسائی اور چادر اتار کر تہ کرکے الماری میں رکھ کر پٹ بند کردیا۔

''بتاؤ نا کیا ہوا؟'' آمنہ بھی خاصی بے قراری سے پوچھ رہی تھی اس نے اپنی ہتھیلی کو دیکھا جو پسینے سے تر تھی' اس نے دوپٹے کے پلو سے ہتھیلی رگڑ ی۔

''بہت ہی بُرا! کچھ نہ پوچھو' آئیں ذرا یہ خالہ خیرن' اللہ کی قسم ایسی خبر لوں گی کہ ہمارے گھر آئندہ قدم رکھنے کا بھی نہ سوچیں گی۔'' بستر پر بیٹھ کر وہ اب سینڈل اتارنے لگی تھی۔ فوزیہ اور آمنہ دائیں بائیں بیٹھ گئیں۔

''لڑکا کیسا تھا؟'' آمنہ نے خاصے تجسس سے پوچھا تو اس نے منہ بن گیا۔

''لڑکا...... اسے لڑکا کہنا لڑکوں کی توہین ہے۔ یہ موٹا بھاری جسم' بدمعاشوں والی مونچھیں اور سرخ انگارہ دہکتی آنکھیں۔'' مریم نے نقشہ کھینچتے ہوئے پہلے سے زیادہ ہولناکی دکھائی تھی۔ آمنہ اور فوزیہ نے فوراً جھرجھری لی۔

''یائی گاڈ! کیا واقعی وہ ایسا لگ رہا تھا؟'' فوزیہ کی شکل اتر چکی تھی۔

''لڑکا نہیں لگ رہا تھا۔''

''مگر تصویر تو اچھی خاصی تھی۔'' آمنہ حیرت سے

لویا ہوئی۔

”اسی لیے تو ہم دھوکا کھا گئے‘ نجانے کون سے سال کی تصویر تھی‘ بہرحال‘ ہم لوگ صاف جواب دے آئے ہیں شکر ہے ان لوگوں کو گھر بلانے کی مشقت نہیں کرنا پڑی۔“

”اور گھربار کیسا تھا؟ خالہ خیرن تو بتارہی تھیں کہ بہت پیارا خوب صورت ماربل لگا گھر ہے۔“ آمنہ نے پوچھا جب کہ فوزیہ اب خاموش تھی۔

”گھر...... اڑھائی مرلے کا گھر کیا ڈربا خانہ تھا۔ جس میں چھوٹے چھوٹے تین کمرے تھے‘ اس سے بہتر تو ہمارا یہ بیس مرلے کا خوب صورت گھر ہے۔ خالہ خیرن نے صاف جھوٹ بولا ہے ہمارے ساتھ۔ لڑکے کی تعلیم صرف میٹرک اور وہ جو پانچ دکانوں والی بات تھی وہ بھی جھوٹ تھی‘ ایک دکان ہے کپڑے کی‘ جو دونوں بھائی مل کر چلاتے ہیں۔“

”اسی لیے تو میں امی کو منع کردیتی ہوں‘ اتنا جھوٹ ہے آج کل کے لوگوں میں۔ کیا کمی ہے مجھ میں‘ اچھا کمارہی ہوں‘ کھارہی ہوں‘ کسی پر بوجھ تھوڑی ہوں۔“ فوزیہ ساری صورت حال سن کر ایک دم بھڑک اٹھی تھی۔

”یہی تو امی کو سمجھاتی ہوں میں بھی۔“ آمنہ کو بھی اس ناکام مہم سے خاصا دکھ ہوا تھا۔

”اسی لیے تو امی مجھے کہیں لے کر نہیں جاتیں‘ اس بار بھی ابو کے کہنے پر لے گئی تھیں پھر میں بھی خاموش نہیں رہی۔ جواباً امی کی خاصی سننا پڑ گئی تھیں۔“ اس نے وہاں ہونے والی تمام صورت حال بتائی تو آمنہ اور فوزیہ بھی ہنس دیں۔

”تمہارا بھی کوئی جواب نہیں اور عمر کا کیا ری ایکشن تھا؟“ آمنہ نے ہی پوچھا۔

”وہی جو میرا تھا‘ امی کے ڈانٹنے پر فوراً سمجھانے لگا‘ ابو نے بھی امی کو سمجھایا تو امی کا غم کچھ کم ہوا ورنہ بہت دکھی ہورہی تھیں۔“

”ظاہر ہے ایسی صورت حال تو انہوں نے سوچی تک نہ ہوگی۔ کتنی آس دلائی تھی خالہ خیرن نے۔“ فوزیہ بھی ڈس ہارٹ ہوئی تھی۔

”آئیں اس دفعہ ساری خبر لوں گی میں بھی۔“ اس نے اپنے عزائم کا اظہار کیا تھا۔

”اور کھلایا پلایا کیا ان لوگوں نے؟“ آمنہ نے مزید پوچھا۔

”بھئی لڑکے والے تھے وہ‘ خالی گلاس بھی لاکر رکھ دیں تو کیا فرق پڑتا ہے۔ لڑکے والوں کے لیے میز انواع واقسام کی اشیاء سے بھر دینا لڑکی والوں کا شیوہ ہے۔ کوک کے چار گلاس تھے۔“

”صرف......؟“ فوزیہ کو بھی حیرت ہوئی تھی۔

”تمہارا کیا خیال ہے ہمارے گھر میں کچن سے ڈرائنگ روم تک اور بازار سے گھر تک کی جو لمبی پریڈ ہوتی ہے وہ لڑکے والے بھی کرتے۔ پیزا ہٹ کا تازہ پیزا‘ تمہارے ہاتھ سے تیار کردہ دہی بھلے‘ کباب‘ سموسے‘ چائے‘ مشروب‘ بسکٹ‘ نمکو وغیرہ۔ یار! لڑکے والے تو بری الذمہ ہوتے ہیں وہ کیوں اتنا خرچہ کریں‘ انہیں کون سا لڑکی دکھانی ہے ان کا بھی لڑکا ہے۔ جو مرضی پلادیں کھلادیں۔“ آمنہ اور فوزیہ نے ایک دوسرے کو دیکھا اور گہرا سانس لیا۔

”ٹھیک کہہ رہی ہے مریم!“ فوزیہ ہاتھ جھاڑتے اٹھ کھڑی ہوئی۔

”اٹھو! امی ابو کو پانی وغیرہ پلاؤ۔ یہ انوسٹی گیشن اب بند کرواؤ‘ اگلے چند دنوں میں اب یہی ٹاپک ڈسکس ہونا ہے ہمارے گھر میں۔“ فوزیہ کہہ کر باہر نکل گئی تو آمنہ بھی افسردگی سے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ آمنہ کے باہر نکلتے ہی وہ تیزی سے اٹھ کر الماری کی طرف آئی تھی۔ کاغذ کا وہ چھوٹا سا ٹکڑا سارے راستے اس کے ہاتھ کی مٹھی میں دبا رہا تھا۔ اس نے نکالا تو چُرمُرا گیا۔ امی ابو کی وجہ سے دیکھ ہی نہ پائی تھی اور گھر آتے ہی یہ دونوں نازل ہوگئیں۔

”میں رات کو فون کروں گا‘ کال ضرور پک کرنا۔“ کاغذ کی سلوٹیں درست کیں تو وہی الفاظ منہ چڑا رہے تھے۔

”بدتمیز......!“ اسے ایک دم غصہ آیا۔ اس نے کاغذ کے ٹکڑے کرکے کمرے کے کونے میں رکھے ڈسٹ بن میں ڈال دیئے۔

عمر کی پسندیدگی سے وہ واقف تھی۔ شروع میں تو نہیں مگر دو سال پہلے جب تائی اور تایا نے اس کو عمر کے لیے مانگا تھا اور امی کا غصہ ایک دم بڑھ گیا تھا‘ ان کا خیال تھا کہ تائی ضرور فوزیہ یا آمنہ میں سے کسی کو مانگیں گی‘ مگر مریم کے لیے سن کر ان کا نہ صرف دل خراب ہوا تھا بلکہ وہ اندر ہی اندر تائی بیگم کی طرف سے بدظن ہوچکی تھیں۔ تائی کی بڑی بیٹی رمشاء اپنے ماموں زاد کے ساتھ بیاہ کر اسلام آباد جاچکی تھی‘ دوسری عندلیب کی شادی انہوں نے عبید بھائی سے کردی تھی۔ عبید بھائی سعودیہ جاچکے تھے‘ چند ماہ پہلے انہوں نے عندلیب کو بھی وہیں بلالیا تھا۔ عندلیب اور عبید بھائی بہت خوش تھے‘ ایسے میں امی کو فوزیہ کا جوڑ عمر سے جوڑنے کا بڑا اشتیاق تھا جب کہ ابو کے لیے فوزیہ اور مریم دونوں ایک جیسی ہی تھیں‘ انہیں کوئی فرق نہ پڑتا تھا جب کہ امی نے تائی کو مریم کی کم عمری کا کہہ کر ٹال دیا تھا۔ دو سال پہلے وہ ایف ایس سی کررہی تھی اور اسی سال وہ بی ایس سی کے ایگزیمز دے کر فارغ ہوئی تھی‘ آج کل رزلٹ کا انتظار کررہی تھی جب کہ فوزیہ ایم اے انگلش لٹریچر کے بعد گھر کے ایک حصے کو اکیڈمی کے طور پر سیٹل کرکے بڑی کامیابی سے اپنی اکیڈمی چلارہی تھی۔ فوزیہ سے بڑی ستارا کی شادی خالہ زاد داؤد بھائی سے ہوچکی تھی‘ ان کی ایک پیاری سی بیٹی بھی تھی جب کہ آمنہ یونیورسٹی جارہی تھی‘ وہ میتھ میں ماسٹرز کررہی تھی اور اس سے چھوٹا وقار تھا جو پری انجینئرنگ میں ایف ایس سی کررہا تھا اس کا ارادہ آگے انجینئرنگ کالج میں جانے کا تھا۔

شروع میں تو اس نے تائی بیگم کے رشتہ مانگنے پر کوئی ردعمل ظاہر نہیں کیا کہ ابھی عمر ہی کیا تھی مگر جس طرح امی دل میں عمر کے رشتے کی بات لیے گاہے بگاہے اپنے خیالات کا اظہار کرتی رہتی تھیں‘ اس سے کوئی بات چھپی نہ رہی تھی۔ امی کا خیال تھا کہ تائی بیگم عمر اور فوزیہ کے لیے مان جائیں تو باقی آمنہ اور مریم کا تو کہیں نہ کہیں دیکھ ہی لیں گی اور اپنی امی کے تمام تر خیالات اور عمر کی پیش قدمیوں کے باوجود مریم اپنی جگہ بہت پُرسکون اور مطمئن تھی۔ اس نے اگر امی کی باتوں پر دھیان نہیں دیا تو عمر کے

جذبات اور رویوں کو یکسر نظر انداز کر رہی تھی۔ وہ کسی کے بھی حق میں نہ تھی امی کے نہ ہی عمر کے۔ اس کا یقین تھا کہ رشتے آسمانوں پر بنتے ہیں جس کا جہاں مقدر ہوگا ایک طے شدہ مدت میں ہو ہی جائے گا مگر آج کل جس طرح عمر کی حرکتیں تھیں وہ کچھ بے سکون سی ہوگئی تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ امی یا دوسرے لوگ اس کی طرف سے مشکوک ہوں اور وہ کوئی ایسی حرکت کر گزرے جس کی وجہ سے امی ابو کو کسی کے سامنے سر جھکانا پڑے جب کہ عمر کے تیور دن بہ دن بدلتے جارہے تھے بعض اوقات وہ اس کے رویوں پر الجھ جاتی تھی تو کبھی ہنس کر ٹال جاتی تھی۔

عمر پڑھا لکھا نوجوان تھا ایم بی اے کے بعد ایک فرم میں اچھی خاصی پوسٹ پر حال ہی میں عہدہ سنبھالا تھا۔ تایا کی فیملی بھی انہی لوگوں کی طرح متوسط سی تھی۔ عمر کی تین بہنیں اور عمر سے چھوٹا ایک بھائی تھا۔ بڑی دونوں بہنیں شادی شدہ تھیں۔ چھوٹی ردا اس کے ساتھ ہی بی ایس سی کے ایگزیمز کے بعد فری تھی۔ عمر سے چھوٹا سکندر تھا جو ابھی یونیورسٹی لیول میں تھا۔

فوزیہ کے لیے یہ رشتہ خالہ خیرن لے کر آئی تھیں ابو نے تایا کو بھی ساتھ چلنے کا کہا تھا مگر انہیں ایک ضروری کام سے کہیں جانا پڑ گیا تو عمر اپنے آفس سے سیدھا ان کے ساتھ ادھر گیا تھا اور پھر ان لوگوں کے واپس آنے کے بعد وہ دوبارہ اپنے آفس چلا گیا تھا۔ رات ہونے میں ابھی چند گھنٹے تھے اسے کیا کرنا تھا وہ آرام سے طے کر کے کمرے سے نکل آئی تھی۔

❁......⁘ ⁘......❁

کچن سے فارغ ہو کر وہ ٹی وی دیکھنے بیٹھ گئی تھی آمنہ کے امتحان ہونے والے تھے تو وہ آج کل اپنی تیاریوں میں لگی ہوئی تھی جب کہ وقار ایگزیمز کے بعد کسی اکیڈمی کو جوائن کر چکا تھا اس کا ارادہ آگے انجینئرنگ میں داخلہ لینا تھا آج کل اس کی ساری توجہ انٹری ٹیسٹ کی تیاری پر تھی۔ وہ اس کے قریب بیٹھا کچھ کاغذ پھیلائے اسٹڈی کر رہا تھا جب کہ فوزیہ اکیڈمی میں اسٹوڈنٹس کے لیے ہوئے ٹیسٹ چیک کر رہی تھی۔ امی ابو روزانہ کی طرح اس وقت بھی بیٹھے خاندان کے کسی نہ کسی مسئلے کو ہی ڈسکس کر رہے تھے۔ دونوں کی آواز دھیمی تھی کہ دوسرے لوگ متوجہ نہ ہوں اور وہ رہی سدا کی تجسس پسند اس کے کان فوراً کھڑے ہوئے۔ غیر محسوس انداز میں ٹی وی کی طرف دیکھتی امی ابو کی طرف کھسکی تھی۔

''دیکھ لیں اپنی بھاوج کو ہمارا ذرا احساس نہیں۔ دوسری بیٹی بھی میکے والوں میں دے رہی ہیں جب کہ میں نے عندلیب کی دفعہ ہی کہہ دیا تھا کہ ردا کی فکر مت کریں وقار پڑھ لکھ جائے گا تو ہم دیکھ لیں گے۔ ابھی کون سی بڑی عمر ہوگئی ہے اس کی اچھا رشتہ دیکھ کر فوراً تیار ہوگئی ہیں۔ بھلا ان اونچے لمبے کاروباری لوگوں کے سامنے ہماری کیا حیثیت؟'' اس کے کان کھڑے ہو چکے تھے۔

''ہیں...... یہ ردا کا کیا معاملہ ہے بھلا۔'' بڑے دن ہوگئے تھے اسے تایا کے ہاں چکر لگائے ہوئے اس لیے تازہ صورت حال کا اسے علم نہ تھا۔

''کتنی بار کہا ہے کہ دل چھوٹا نہیں کرتے۔ ماشاء اللہ اپنی بچی ہے اچھے گھر جائے گی تو ہمیں بھی سکھ ملے گا۔ اچھے لوگ ہیں پھر بھابی کے میکے والوں میں سے ہیں۔ لڑکا بھی پڑھا لکھا اچھے کاروبار والا ہے۔ وقار ابھی پڑھ رہا ہے انجینئرنگ میں ابھی داخلہ لینا ہے اتنی تو مشکل پڑھائی ہے اس کی کئی سال لگ جائیں گے پھر اس کے بعد نوکری مقدروں سے ملتی ہے۔ ایسے میں بھابی بھائی جی کا فیصلہ کچھ غلط بھی نہیں۔'' ابو جی رسان سے سمجھا رہے تھے۔

''اتنی پیاری سلجھی ہوئی بچی تھی باہر جائے گی دکھ تو ہوگا نا۔'' امی کا انداز واقعی دکھی تھا۔

''کہا ناں فکر کیوں کرتی ہو اللہ بہتر کرے گا پھر کل جا رہی ہو نا؟ ادھر وہ لوگ رسماً آرہے ہیں بھائی صاحب نے کئی دن سے ذکر کر رکھا تھا بس تمہیں بتانا یاد نہیں رہا تھا چلی جانا کل مریم فارغ ہی ہے اسے بھی ساتھ لے جانا۔ ردا کا ہاتھ بٹ جائے گا۔'' ابو جی کی وہی تحمل مزاجی تھی مریم کے اندر پکڑ دھکڑ شروع ہوگئی۔

''یہ کیا سلسلہ ہے؟ اور ردا بی بی کو ہضم کیسے ہوگئی اتنی بڑی بات۔ اپنی ہر بات بتانے والی اتنی بڑی بات چھپا گئی مجھ سے؟'' اس کا دل چاہا ابھی اٹھے اور جا کر فون کھڑکا دے مگر ابو جی اور امی مزید بھی کچھ ڈسکس کر رہے تھے وہ وہیں بیٹھی رہی۔

''تو پھر آپ بھی بھائی صاحب سے عمر اور فوزیہ کے لیے کہیں نا دونوں ہم عمر ہیں۔ فوزیہ میں کیا کمی ہے بھلا؟'' امی کی وہی تکرار تھی۔

''اپنے منہ سے بھلا کیسے کہہ سکتا ہوں ہاں بھائی صاحب نے چند دن پہلے اشارتاً عمر اور مریم کا ذکر کرتے سکندر اور آمنہ کے لیے بات کی تھی۔''

''ہائے...... کیا واقعی؟''

''ہاں! کہہ رہے تھے کہ آمنہ کے لیے کہیں باہر نہ دیکھنا فوزیہ کے لیے دیکھ لو مریم اور آمنہ کی طرف سے بے فکر رہو۔ دونوں ان کی بچیاں ہیں۔'' امی چپ رہ گئی تھیں۔

مریم کا جی چاہا کہ لڈیاں ڈالے آمنہ اور سکندر دونوں ایم ایس سی میتھامیٹکس کر رہے تھے دونوں ایک ہی یونیورسٹی میں اکٹھے ہی تھے پسندیدگی والی بات تو کبھی تھی نہیں۔ پتا نہیں یہ ان دونوں کا فیصلہ تھا یا محض تایا ابو کا خیال اس کا جی چاہا کہ ابھی اندر جا کر آمنہ کی گردن پکڑ لے۔

''آمنہ ہو یا فوزیہ ہمارے لیے ایک جیسی ہی ہیں نا ردا کے متعلق دل میں بدگمانی مت ڈالنا۔ وقار کو کئی سال لگ جائیں گے سیٹل ہونے میں اتنی دیر تک بچی کو بٹھائے رکھنا عقل مندی تو نہیں۔ ویسے بھی یہی عمر ہوتی ہے بچیوں کو اپنے گھر کا کر دینے والی۔''

''تو پھر آپ نے آمنہ اور سکندر والی بات کا کیا جواب دیا تھا؟'' اس کی طرح گویا امی کی بھی سوئی وہیں اٹکی ہوئی تھی۔

''ابھی تو کچھ نہیں کہا ویسے بھی بھائی صاحب نے اپنی خواہش ظاہر کی ہے باقاعدہ بات تو نہیں کی میں نے بھی سن لی۔ اب تم سے مشورہ کیے بغیر کوئی جواب کیسے دے دیتا؟ ابھی دونوں پڑھ رہے ہیں فارغ ہولیں تو دیکھیں گے بھئی۔ ویسے بھی انہوں نے کون سا فوراً جواب مانگ لیا ہے۔ سوچ سمجھ کر اپنے بچوں کی رضامندی لے کر جواب دیں گے نا۔'' ابو پُرسوچ انداز میں کہہ رہے تھے دھیمی آواز بمشکل وہ سن پا رہی تھی اگر اس کا پورا وجود کان بنا نہ ہوتا تو یہ کوشش ہی بے کار تھی جب کہ فوزیہ اردگرد سے بے نیاز اپنے ٹیسٹ چیک کرنے میں مصروف تھی اور یہی حال وقار کا بھی تھا۔

''آج عبید اور عندلیب کا بھی فون آیا تھا۔'' امی نے ابو سے ذکر کیا۔

''اچھا کیا کہہ رہے تھے؟ ٹھیک ہیں نا دونوں؟''

''ہاں خوش ہیں عندلیب کا وزٹ ویزہ ختم ہو رہا ہے عبید کہہ رہا تھا کہ آگے ویزہ نہیں مل رہا۔ ہوسکتا ہے عندلیب کو واپس بھیج دے۔''

''چلو اللہ کی مرضی! ویسے بھی اس حالت میں بچی کو اپنوں کے پاس ہونا چاہیے۔'' ابو جی نے کہا۔

''ہاں میں بھی یہی کہہ رہی تھی ابھی تو چند ماہ ہوئے ہیں واپس آجائے تو یہاں ہم ہیں وہاں دونوں کہاں ڈاکٹروں کے چکر لگاتے رہیں گے؟ نا کوئی دیکھ بھال کرنے والا ہے بالکل تنہا وہاں عندلیب پریشان ہو جائے گی۔'' عندلیب بھابی آج کل امید سے تھیں اور امی کی شدید خواہش تھی کہ ڈلیوری پاکستان میں ہو۔

''میں تو فارغ نہیں ہوں گا تم ہی کل ذرا یاد سے چکر لگا لینا۔ ردا مریم کا کہہ رہی تھی اسے بھی لے جانا۔'' ابو جی نے ایک نگاہ اس پر ڈالی جو بظاہر ٹی وی دیکھنے مگر ساری توجہ ان پر ہی مبذول کیے ہوئے تھی۔

''اگر بات چھڑی تو میں ایک دفعہ فوزیہ اور عمر کی بات ضرور کروں گی۔ آمنہ اور سکندر والی بات تو بعد کی بات ہے۔ بڑی دونوں کو چھوڑ کر آخری کا نام لے لیا بڑی ہی عقل مندی والی بات تھی کیا؟ اس معاملے میں مجھے مت ٹوکیے گا میں سیدھی بات ماں جی کے کانوں میں ڈالوں گی آخری فیصلہ ان کا ہی ہوگا۔''

''پھر وہی بات' ہم اپنے منہ سے کہتے ہوئے اچھے لگیں گے کیا؟'' ابو جی نے ٹوکا۔

''آپ بیٹھے رہیں انہی باتوں میں' میں کہتی ہوں بھلا کیا کمی ہے فوزیہ میں' خوب صورت ہے' پڑھی لکھی ہے ماشاءاللہ کماتی ہے' بھائی بیگم کو اور کیا چاہیے؟''

''بالکل بھی نہیں' تم قطعی ذکر نہیں کرو گی۔ ہم دیکھ تو رہے ہیں چند لوگوں کو کہہ بھی رکھا ہے' اللہ نے چاہا تو کوئی سبیل بھی نکل آئے گی' ناامید نہیں ہوتے۔

ابو جی کا وہی متحمل انداز تھا۔ تبھی اس کا موبائل بجنا شروع ہوا تو وہاں موجود سبھی نے اسے دیکھا۔ دراصل یہ موبائل گھر میں امی کے پاس ہوتا تھا مگر آج کل فری وقت میں مریم کے ہاتھ میں رہتا تھا۔ وہ صبا اور ردا کو ہر وقت ایس ایم ایس کر کے وقت گزارتی تھی۔ اب بھی موبائل بجا تو امی جی نے چونک کر اسے دیکھا جس نے گود میں پڑا موبائل فوراً اٹھالیا تھا۔

''کس کی کال ہے؟'' امی جی نے پوچھا۔

''ردا کی ہے۔'' وہ جو سوچ رہی تھی کہ امی ابو کے اٹھتے ہی اس سے گھنٹہ پیکج پر بات کرتی ہے اس کی کال دیکھ کر خوش ہوگئی تھی۔

''ایک تو ان دونوں کی ایک دوسرے کے بنا روٹی ہضم نہیں ہوتی۔'' امی بڑبڑائی تھیں۔

''شکر کریں تکون کا تیسرا فرد غائب ہے۔'' اس نے کال پک کر کے وقار کو گھورا اس کا اشارہ صبا کی طرف تھا جو آج کل ایگزیمز کے بعد ننھیال کے دورے پر تھی۔

''السلام علیکم!'' وہ موبائل کان سے لگاتی باہر نکلی تھی۔

''وعلیکم السلام! کیسی ہو؟'' غیر متوقع آواز سن کر وہ چونک گئی تھی۔

''عمر؟'' اس نے لب دانت تلے دبالیے۔ دو دن پہلے جب وہ لوگ رشتہ دیکھنے گئے تھے تو اسی رات اس شخص کی کئی کالز آئی تھیں اور اس نے چار جنگ ختم ہونے کا بہانہ بنا کر موبائل سائلنٹ پر کر کے بیگ میں رکھ دیا تھا مگر آج اس کی آواز سن کر کچھ الجھ گئی تھی۔

''ٹھیک ٹھاک...... آپ سنائیں؟'' اب بات کرنا مجبوری تھی۔

''میں بھی اے ون ہوں' اس دن سے مسلسل کال کر رہا ہوں پک کیوں نہیں کر رہی تھیں۔''

''موبائل فون خراب تھا۔''

''اب کیسے ٹھیک ہوگیا؟'' اس نے طنزاً کہا تھا اس نے گھور کر موبائل فون کو دیکھا اگلے ہی لمحے تپ گئی تھی۔

''غیر ضروری کالز کے لیے ہمارا یہ موبائل آٹومیٹکلی کام کرتا ہے' اسپیشل ورکنگ ہے اس کی۔ یوں سمجھیں غیر ضروری بندوں اور کالز کے لیے کام کرنا بند کردیتا ہے۔'' اپنی طرف سے ٹھیک ٹھاک ڈز دی تھی مگر دوسری طرف وہ بھی ڈھیٹ ہڈی تھا ایک دم ہنس دیا۔

''ویل ڈن بہت اچھا بول لیتی ہو' اور بہت اچھی ورکنگ ہے تم لوگوں کے سیل کی۔''

''دادی جان اور باقی گھر والوں کا کیا حال ہے؟'' اس نے بات پلٹ دی۔

''مجھے کیا پتا؟ خود تو محترمہ کو کبھی توفیق نہیں ہوتی کہ کبھی چکر لگالیں۔''

''جی پاؤں میں مہندی لگائی ہوئی ہے آج کل۔'' اس نے جلانے کی حد کردی تھی۔

''مریم!'' اپنی طرف سے وہ بڑے اسٹائل میں بولا تھا مگر ادھر پروا کسے تھی؟

''کال کیوں کی ہے اور ردا کدھر ہے؟''

''تمہاری آواز سننا چاہتا تھا۔ بڑے دن ہوگئے تھے کوئی گرما گرمی نہیں ہوئی تھی سوچا کہ حال چال دریافت کرتے مزاجِ یار کا ہی اندازہ لگالیں۔''

''اچھا ٹھیک ہے حال چال تو دریافت کرلیا ہے آواز بھی سن لی ہے' رہ گئی گرما گرمی والی بات تو امی کو موبائل دیتی ہوں آج کل بجلی کے بحران کی وجہ سے آنے والی گرمی گرما گرم نوعیت کی ہے' وہ بہتر حال بتائیں گی۔'' اس نے دھمکی دی تھی۔

''مریم!'' وہ خاصے غصے سے بولا تھا۔ ''یہ چچی کی

دھمکیاں مت دیا کرو۔''

''دیکھیں عمر بھائی! آپ کی باتیں میرے سر سے گزر جاتی ہیں' اس لیے ٹائم ضائع مت کیا کریں' خوامخواہ بیلنس کا بھی زیاں' ردا کدھر ہے؟'' جواباً اس نے سنجیدگی سے ٹوکتے ردا کا بھی پوچھا تھا۔

''تم واقعی اتنی ناسمجھ ہو یا انجان بننے کی کوشش کرتی ہو؟'' وہ فوراً سنجیدہ ہوگیا تھا۔

''عمر بھائی ردا سے کہیں کہ یا تو مجھے خود کال کرے یا پھر اپنا سیل آپ کے ہاتھوں میں مت دیا کرے۔ دوبارہ آپ کی آواز سنائی دی تو ڈائریکٹ ابو جی کو جا کر موبائل پکڑادوں گی۔'' جواباً وہ خاصی تپ کر گویا ہوئی تھی۔

''ہائے! بدنام گر ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا؟ ویسے آپس کی بات ہے ہمارے چچا جان خاصے سیانے ہیں جو بات تم نہیں سمجھ پارہیں وہ ضرور سمجھ جائیں گے۔ میرا خیال ہے یہ بھی ایک نیکی ہے' آزمائش شرط ہے' کیا خیال ہے دوبارہ میری آواز سن کر چچا جان کو دو گی نا؟'' غصے سے اس کے بعد ایک لفظ بھی کہے بغیر کال بند کردی تھی۔

وہ جو ردا سے لمبی بات کرنے کا سوچ رہی تھی کل پر ٹال کر آرام سے موبائل آف کر کے اپنے اور آمنہ کے مشترکہ کمرے کی طرف چل دی تھی۔

❁......⁘ ⁘......❁

اگلے دن وہ امی کے ساتھ تایا ابو کے ہاں چلی آئی تھی' وقار انہیں چھوڑنے آیا تھا۔ اسے اکیڈمی جانا تھا انہیں چھوڑ کر سلام کرتا فوراً نکل گیا تھا' واپسی پر ابو جی نے لینے آنا تھا۔

''بڑی چھپی رستم نکلی ہو تم؟ اور یہ رشتے والی کیا کہانی ہے؟'' تایا تائی کی طرح گوری چٹی ردا ایک دم شرما سی گئی تھی۔ سب سے ملنے کے بعد وہ اب اس کے پاس آگئی۔

''مجھے کیا پتا امی جان سے پوچھو؟''

''موصوف کا حدود اربعہ کیا ہے؟'' اس نے باقاعدہ تفتیش کا آغاز کرلیا تھا۔

''امی جی کی خالہ کی بہو کا بیٹا ہے۔ ان لوگوں کا اپنا کاروبار ہے' لمبا چوڑا سا۔ زیادہ تفصیل مجھے بھی نہیں پتا۔ یہ لوگ بھی بہت کم ملتے رہے ہیں نا۔ کبھی کبھار شادی بیاہ میں امی وغیرہ ہی آتی جاتی رہی ہیں' چند دن پہلے ان لوگوں نے کال کر کے نانی جی سے بات کی اور پھر انہوں نے امی کو کہا اور یوں امی ابو نے ان کو آج گھر بلوالیا ہے۔ ابھی صرف دیکھنے دکھانے کا سلسلہ ہے۔ اپروول وغیرہ کا پراسس بعد کی بات ہے۔'' ردا نے تفصیلاً ذکر کردیا تھا۔

''اوہ! میں سمجھی کہ آج ہی باقاعدہ معاملہ طے ہوجائے گا۔ کوئی تصویر وغیرہ ہے لڑکے کی' نام کیا ہے؟''

''نہیں! تصویر نہیں ہے۔ امی کی یہ خالہ تمہیں پتا تو ہے سرگودھا سے آگے کسی علاقے کی رہنے والی ہیں۔ وہیں ان کا پھلوں کا کاروبار ہے' اپنی فیکٹریاں ہیں۔ اتنی دور کی رشتہ داری کہاں ملنا ملانا تھا پہلے کبھی' ہم بھی اپنی تعلیم کی وجہ سے کہیں آئے گئے ہی نہیں اور نہ ہی وہ لوگ آئے۔''

''تو تمہیں دیکھ کر کہاں لیا ان لوگوں نے؟'' اسے حیرت ہوئی۔

''بڑے ماموں اور نانی لوگوں کی کوشش ہے' بڑے ماموں کا زیادہ آنا جانا ہے وہاں پھر رمشاء باجی کے بڑے بیٹے کے عقیقے کی تصاویر کہیں ادھر گئی تھیں' بس آپی کہہ رہی تھیں کہ وہی تصاویر دیکھ کر امی کی خالہ کی بہو نے پوچھ پچھ شروع کردی' وہ آج کل اپنے بیٹے کے لیے لڑکیاں دیکھ رہی تھیں نا۔''

''اور نظرِ انتخاب تم پر ٹھہری' چلو اللہ بہتر کرے گا۔'' وہ ہنس دی' تبھی تائی بیگم چلی آئیں۔

''لڑکیوں باتیں بعد میں کرلینا' بہت کام ہے کرنے والا' بے شک وہ لوگ رسماً آرہے ہیں مگر میری سگی خالہ اور ان کی بہو کی فیملی ہے۔ کھانا اچھا سا ہونا چاہیے۔ شام کو وہ لوگ پہنچ رہے ہیں' رات ٹھہریں گے کل واپسی ہوگی۔'' وہ کچن میں ردا کو لیے پوچھ تاچھ کر رہی تھی تائی بیگم بھی ادھر آگئی تھیں۔

''رمشاء کو فون کردیا تھا' تمہارے بڑے ماموں رمشاء اور نانی بھی آرہے ہیں' کتنے افراد ہوجائیں گے۔'' انہوں نے ساتھ ساتھ افراد کی تعداد بھی واضح کردی تھی۔ دوپہر میں رمشاء باجی بھی آ گئی تھیں اور پھر ان لوگوں نے مل کر سارا کام سمیٹ لیا تھا۔ عمر آفس میں تھا تو سکندر اپنے دوستوں کے ساتھ کمبائن اسٹڈی میں مصروف۔ سہ پہر تک وہ تینوں مل کر نا صرف کچن کا سارا کام نبٹا چکی تھیں بلکہ گھر کی حالت بھی درست کرچکی تھیں۔ وہ لوگ ادھر سے نکل چکے تھے ردا کے ماموں سے فون پر مسلسل رابطہ تھا' تقریباً شام تک وہ لوگ پہنچ رہے تھے۔

ردا نہا کر اپنا خوب صورت اسٹائلش سا سوٹ پہن کر بہت پیاری لگ رہی تھی' جب کہ وہ سارے دن کی بھاگ دوڑ کے بعد اب کچھ پل سکون کے ملے تو اس کے بستر پر دراز ہوچکی تھی۔

''تم بھی چینج کرلو' کچن کا کام کرتے تمہارا یہ اسکائی بلو سوٹ میلا ہوگیا ہے۔'' ردا بال بناتے کہہ رہی تھی۔

''نہ بابا مجھے تو معاف ہی رکھو۔ وہ لوگ تمہارے لیے آرہے ہیں' مجھے کیوں کباب میں ہڈی بنا رہی ہو۔ ویسے بھی میں ساتھ میں کوئی جوڑا لے کر نہیں آئی تھی۔''

''میرا کوئی سوٹ پہن لو۔'' اس نے جھٹ آفر کردی تھی' تبھی سکندر نے کمرے میں جھانکا تھا۔

''اوئے ہوئے! آج تو ہمارے غریب خانے میں بڑے بڑے لوگ رونق افروز ہیں۔'' وہ سیدھی ہوکر بیٹھی۔

''وہ بڑے بڑے لوگ تھل کے ریگستانوں میں پائے جاتے ہیں غالباً......'' سکندر ہنس پڑا۔

''ہاں جس رفتار سے تمہارا قد بڑھا تھا کسی زمانے میں مجھے تشویش لاحق ہوگئی تھی کہ کہیں تمہیں بھی ریگستانوں میں نہ چھوڑنا پڑے۔'' جواباً اس نے گھورا۔

''بکو مت!'' اس نے فوراً ٹوکا۔ ''اور یہ تمہاری تیاری کیسی ہورہی ہے؟''

''بالکل اے ون! یہ تمہاری ہمشیرہ صاحبہ کدھر تشریف فرما ہیں آج کل؟ کیمپس سے فری ہونے کے بعد تو نظر ہی نہیں آتیں۔ چند دن پہلے کال کی تھی مجھے نوٹس چاہیے تھے کچھ مگر صاف انکار کردیا جواباً دوستوں کی منتیں کرنا پڑیں۔''

''سارے سال کیمپس میں سنجیدگی سے پڑھائی کرتے تو نوٹس مانگنے کی نوبت کیوں آتی؟ بہت اچھا کیا آمنہ نے انکار کردیا۔ تمہیں بھی تو اب پتا چلے کہ سارا سال لڑکیوں کے ساتھ فلرٹ کرکے وقت ضائع کرنے کی سزا کیا ہوتی ہے۔'' اس نے فوراً آئینہ دکھایا تھا سکندر نے گھورا جب کہ ردا کھلکھلا کر ہنس دی تھی۔

''بڑے دن بعد تم سے ملاقات ہورہی ہے یار! کچھ تو لحاظ وحاظ کرو۔'' اس نے مسکین سی شکل بنالی تھی۔

''مستقبل کی بھابی صاحبہ ہیں یہ! ابھی سے پریکٹس کررہی ہیں رعب ڈالنے کی۔''

''روزانہ یہ ایسی ہی بے عزتی کیا کرے گی۔'' ردا نے چھیڑا۔ وہ ایک دم خاموش ہوکر اسے گھورنے لگی۔

''عمر بھائی آ گئے ہیں؟'' بال بنا کر سلیقے سے دوپٹہ کندھوں پر جما کر وہ بھی اس کے پاس بستر پر آ بیٹھی تھی۔

''جی آ گئے ہیں' امی ابو اور ماموں نانی کی عدالت میں سلام دعا کررہے تھے۔''

''میں نے سنا تھا ابھی میرا ذکر خیر ہورہا تھا۔'' وہ کون سا اپنے بھائی سے کم تھا' فوراً دروازے سے اندر آ گیا اور پھر مریم کو دیکھ کر اس کی آنکھوں کی چمک بڑھی تھی۔

''یہ مریم اور ردا آپ کی چغلیاں کررہی تھیں' میں نے روکا تو مریم مجھ سے لڑنے لگی' ویسے برادر تمہیں اس بھوری بلی میں نظر کیا آیا تھا؟ کوئی اور نہیں ملی تمہیں۔'' کچھ دیر پہلے ہونے والی بے عزتی کا فوراً بدلہ چکا رہا تھا۔

مریم کھا جانے والی نظروں سے اسے گھورنے لگی۔

''اس سے برائیوں کے علاوہ اور توقع بھی نہیں۔'' عمر ہنسا تھا۔

''میں نے کوئی چغلی وغلی نہیں کی۔ یہ بکواس کررہا ہے۔'' اس نے فوراً سکندر کو گھورتے اسے بھی دیکھا وہ جواباً اندر آ کر کرسی کھینچ کر بیٹھ چکا تھا۔

''آمنہ اور فوزیہ نہیں آئیں؟''

''آمنہ پیپرز کی تیاری میں مصروف تھی اور فوزیہ کو امی گھر چھوڑ آئی تھیں کہ آمنہ اکیلی ہوگی گھر میں۔'' سکندر کے معنی خیز اشاروں کو نظر انداز کرکے اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

''اور چچا جان......؟''

''ابو کام سے واپسی پر ادھر ہی آئیں گے ہمیں لینے۔''

''ہائے تم رات نہیں رکو گی؟'' ردا نے پوچھا تو اس نے نفی میں گردن ہلادی۔

''بے مروت اتنے دنوں بعد چکر لگایا ہے' کم از کم رات تو رکتیں' میں خود چچی سے بات کروں گی۔''

''نہیں یار! پھر کبھی چکر لگاؤں گی۔''

عمر نے بغور دیکھا۔ جب سے ان لوگوں کی طرف سے اس کے پرپوزل کی بات چلی تھی وہ ان کے ہاں آنے اور رہنے سے کترانے لگی تھی۔ اب بھی شاید کئی ماہ بعد چکر لگا تھا اس کا' وہ اس سے بچ کر رہتی تھی۔ بظاہر منہ پھٹ تھی مگر بعض اوقات بہت محتاط ہوجاتی تھی۔

''آگے کا کیا ارادہ ہے؟''

''ایم ایس سی میں ایڈمیشن لوں گی' تم ساتھ ہوگی نا؟'' عمر کو جواب دے کر اس نے ردا کو دیکھا۔

''پتا نہیں بھائی لوگوں کو ہی پتا ہوگا۔'' اس نے پھر عمر کو دیکھا۔

وہ ردا اور رمشاء بچپن سے اکٹھی پڑھتی آرہی تھیں۔ ایک ہی سبجیکٹس' ایک ہی کلاس اور ایک ہی ادارے میں اکٹھی رہی تھیں' چند دن پہلے تک ردا کا بھی پکا ارادہ تھا مگر اب وہ ڈانواں ڈول ہوچکی تھی۔

''فی الحال تو کچھ نہیں کہا جاسکتا' کیا پلاننگ ہے بعد میں ہی دیکھیں گے۔'' وہ اٹھ گیا تھا' وہ جو اس کی بات سنتے اسے دیکھ رہی تھی' بات مکمل کرتے عمر مسکرایا تو وہ ایک دم گھبرا کر سر جھکا گئی۔ عمر کی مسکراہٹ مزید گہری ہوئی۔

''چلو اٹھو میرے کپڑے نکال دو۔ میں باتھ لے لوں۔'' ردا کو کہہ کر وہ باہر نکل گیا تھا' ردا بھی اس کے پیچھے چلی گئی تھی جب کہ سکندر وہیں براجمان پھر شروع ہوگیا تھا اور وہ گہری سانس لیتے اس کی اوٹ پٹانگ باتوں کے اوٹ پٹانگ جواب دینے لگی تھی۔

❁......❁ ❁......❁

ردا کو دیکھنے والے اسے پسند کر گئے تھے' اِدھر سے بھی چند لوگ امی ابو سمیت جا کر دیکھ آئے تھے' کون سا غیر لوگ تھے جو لمبی چوڑی تفتیش ہوتی۔ ایک دو بار چکر لگانے کے بعد بات فائنل ہوگئی تھی' اب باقاعدہ منگنی ہورہی تھی۔ لڑکا بہت خوب صورت اور ایجوکیٹڈ تھا۔ مریم تصویر دیکھ کر متاثر ہوئی تھی' بقول امی جی کے کہ وہ اصل میں تصویر سے بھی زیادہ شاندار ہے۔ فیملی بہت اسٹرونگ اور اچھی خاصی تھی امی آج کل گم سم سی ہوگئی تھیں۔ ردا مریم سے بھی چند ماہ چھوٹی تھی' اس کی منگنی ہورہی تھی۔ فوزیہ کو ماسٹر کیے بھی دو سال ہورہے تھے' وہ ہر آئے گئے سے صرف ایک ہی ذکر کررہی تھیں کہ اس کا رشتہ ڈھونڈیں۔ چند لوگ آئے بھی مگر کہیں بات نہ بنی تو ان کے دل کا وہم ایک آہ بنتے ان کے لبوں پر جاری رہنے لگا۔

اس وقت ایک رشتہ کروانے والی اٹھ کر گئی تھی اور امی فوزیہ کے ساتھ دل کے پھپھولے پھوڑ رہی تھیں۔ ان کی بات سن کر فوزیہ کے تیور بدلے۔ مریم نے کن انکھیوں سے اسے دیکھا۔

''امی! آپ مسلسل حسد جیسی بیماری کا شکار ہورہی ہیں۔ ہر وقت ردا' ردا کی تکرار کرتے رہنا' آخر کیا مقصد ہے آپ کا؟'' وہ آخر کار پھٹ پڑی تھی' مریم نے گہرا سانس لیا' امی نے خاصی حیرت سے اسے دیکھا۔

''میں بھلا کیوں حسد کروں گی' ماں ہوں فکر ہے تمہاری اور اس کی عمر کا حساب لگا رہی ہوں میں''

''حسد ہی تو ہے یہ' کسی چیز پر بھلا آپ کا کیا زور ہے؟ عمر اور مریم کا نام تائی نے لے کر کیا جرم کرلیا ہے' جو آپ ہر وقت ہر کسی کے سامنے دہراتی رہتی ہیں' پلیز ختم کریں یہ سلسلہ کئی لوگوں کی شادیاں نہیں ہوتیں۔ آج-

کل کے لوگوں کو امیر کبیر لمبے چوڑے جہیز والی بہو چاہیے جو ہم نہیں دے سکتے' پھر اس کی ٹینشن لینے کا فائدہ؟ آپ نے ہر روز کسی نہ کسی کو بلوا رکھا ہوتا ہے۔ عجیب تماشا بنوا دیا ہے میرا۔"

"ہیں...... ہیں......" امی حیرت سے فوزیہ کا ری ایکشن دیکھ رہی تھیں۔ فوزیہ ان کی اولاد میں سب سے زیادہ صابر و شاکر اور گم سم رہنے والی ہستی تھی اب اس کا یہ انداز انہیں حیرت زدہ کر گیا تھا۔

"آپ کے دل میں کدورت ہے کہ تائی نے میرے بجائے مریم کا کیوں نام لیا؟ انکار کر رہی ہیں تو غلط کر رہی ہیں۔ آج کل کے دور میں اچھے رشتے مشکل سے ملتے ہیں۔ عمر ایک اچھا نوجوان ہے' اگر قسمت سے تائی نے مریم کے لیے مانگ لیا ہے تو کیوں ناراضی ظاہر کرتی ہیں؟ کبھی نہ کبھی کہیں نہ کہیں اس کی شادی کرنی ہے نا تو عمر ہر لحاظ سے قابلِ قبول اور پرفیکٹ ہے تو پھر حرج کیا ہے' جو کام کل ہونا ہے وہ آج ہی ہو جائے۔" وہ اب غصے کی بجائے خاصی رسانیت سے امی سے کہہ رہی تھی۔

"بڑی دو کی چھوڑ کر اس کی کر دوں' جانتی ہو تمہاری دادی کیا کہہ رہی تھیں اس دن جب ردا کو دیکھنے آئے تھے وہ لوگ تو میں نے تمہارا اور عمر کا ذکر کیا تو تمہاری دادی نے کہا کہ فوزیہ کا کہیں باہر دیکھ لو باقی دونوں کی فکر مت کرو۔ اس دن میرا دل خراب ہوا اور اب تمہاری دادی روز فون کر کے کہہ رہی ہیں کہ ردا کے ساتھ ہی عمر اور مریم کی بھی منگنی کر دوں۔ ردا کے بعد گھر سنبھالنے والی چاہیے' اگر میں ہاں کر دوں تو ٹھیک ورنہ پھر تمہاری تائی باہر کہیں دیکھیں گی۔" امی نے دل کی بات کہی تو فوزیہ تو خاموش ہوئی تھی' وہ بھی چند پل کو حیرت زدہ رہ گئی تھی۔

"امی میری فکر مت کریں' پلیز انکار مت کریں' اگر وہ فوراً شادی کا کہتی ہیں تو ہمیں اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔ تائی بیمار رہتی ہیں ردا کے بعد واقعی اس گھر کو ایک عورت کی ضرورت ہے۔" فوزیہ نے سنبھل کر سمجھایا۔

"ہرگز نہیں میں نے ابھی ایم ایس سی کرنا ہے اور اگلے پانچ چھ سال تک تو شادی کا نام تک نہ لیجیے گا میں۔ نہیں اتنی جلدی شادی کرنے والی۔" وہ جو قدرے فاصلے پر چارپائی پر لیٹی رسالہ ہاتھ میں پکڑے دونوں کے خیال میں بے خبر تھی' اسے یوں منہ پھاڑ کر انکار کرتے دیکھ کر دونوں ہی چونک گئیں۔

"لو سن لو اور تم کہہ رہی تھیں کہ اس کی شادی کر دوں۔ یہ تم سے کم ہے کیا' جب تمہارے لیے رشتے مل رہے تھے تم نے بھی ایک ہی رٹ لگا رکھی تھی کہ پہلے پڑھوں گی پھر شادی وادی کیجیے گا اب یہ تمہاری جگہ لے چکی ہے۔ کر لیں شادیاں میں نے تم لوگوں کی۔" امی تو اس صاف انکار پر بھنا کر ایک دم غصے سے بولی تھیں۔

"تمہیں کیا مسئلہ ہے؟" فوزیہ نے گھر کا۔

"ایم ایس سی مکمل کرنا ہے اگر کسی نے میری تعلیم کے دوران روڑے اٹکائے تو بہت برا کروں گی۔ فوزیہ یا آمنہ کی کر دیں امی' میرا نام نہ لیجیے گا۔ تائی بھلے کہیں اور دیکھ لیں۔" رسالہ چارپائی پر پٹخ کر وہ غصے سے کہتی اٹھ گئی اور امی نے بہت غصے سے فوزیہ کو دیکھا۔

"یہ دیکھ لیا اس کا انداز' آ جائیں تمہارے ابا...... صاف جواب دوں گی۔ کل خالہ بتول کسی فیملی کو لے کر آ رہی ہیں' اب جیسی بھی ہوئی میں نے کر دینا ہے تم تینوں کا ہی' بھابی بیگم عمر اور سکندر کے لیے مانگ تو رہی ہیں نا' میں نہیں انکار کروں گی۔" فوزیہ نے لب دانتوں تلے دبا لیے۔

❁......⁘ ⁘......❁
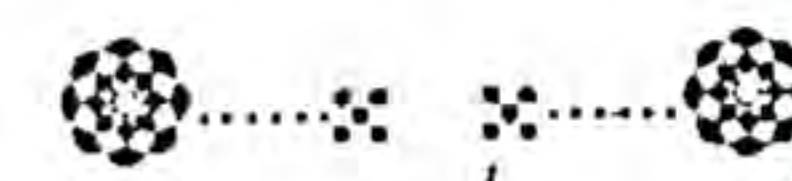
فوزیہ کی ایک جگہ بات چلی چند دن میں دونوں طرف سے لوگ آئے گئے اور پھر عین موقع پر آ کر ان لوگوں نے انکار کر دیا' امی کا صدمہ سے برا حال تھا۔ دوسری طرف ردا کی منگنی کی تیاریاں ہو رہی تھیں' دادی کے بار بار کہنے پر امی نے صاف کہہ دیا کہ جب تک فوزیہ کا کہیں نہیں ہو جاتا وہ آمنہ اور مریم کا بھی نہیں کریں گی۔ سب نے سمجھایا مگر ان کی ضد نہ ٹوٹی۔ مریم مطمئن ہو گئی تو آمنہ کو تو پہلے بھی کوئی فرق نہ پڑتا تھا۔ وہ آج کل پیپرز دے

رہی تھی' دو تین پیپرز رہ گئے تھے چونکہ سکندر اور اس کے ایگزیمز ایک ساتھ مکمل ہوئے تھے سو منگنی ایگزیمز کے بعد تھی۔

ردا کئی بار اسے کال کر چکی تھی خود بھی ایک دو بار آ کر اسے کہہ چکی تھی کہ وہ اس کے ساتھ چل کر منگنی کی تیاری کروا دے مگر امی کے رویے سے سب سے زیادہ وہ متاثر ہو رہی تھی' اس لیے اس نے صاف انکار کر دیا۔ دوسری طرف عمر کی کبھی کبھار گھر کے نمبر پر آنے والی کالز کو بھی وہ مکمل طور پر نظر انداز کر رہی تھی۔

ردا عمر کے ساتھ آئی تو عمر کے سامنے جانے کی بجائے چائے بنا کر ردا کے ہاتھ امی کے کمرے میں بیٹھے عمر کے پاس بھجوا کر وہ اسے لیے چھت پر آ گئی۔ آمنہ اور فوزیہ بھی وقار کے ساتھ امی کے کمرے میں تھیں' سو وہ مطمئن تھی کہ اگر کوئی ضرورت پڑی تو امی اسے آواز نہیں دیں گی۔

"کتنے دن ہو گئے ہیں صبا ننھیال جا کر بیٹھ گئی ہے' لگتا ہے رزلٹ اناؤنس ہونے پر ہی اب لوٹے گی۔" ساتھ والی چھت کو دیوار میں بنے سوراخوں میں سے دیکھتے ردا نے کہا۔

"ہاں رات ذکر کر تو رہی تھی کہ صبح آ جاؤں گی' کال کی تھی اس نے۔ اب پتا نہیں آئی ہے کہ نہیں اب اگر آئی ہوئی تو ہمارے ہاں چکر تو ضرور لگاتی۔"

"خاور بھائی آئے ہوئے ہیں کیا؟" ردا کے پوچھنے پر وہ چونکی۔

"نہیں وہ تو نہیں آئے۔"

"مگر ہم جب آئے تھے وہ اپنے گیٹ پر کھڑے تھے' بھائی سے سلام دعا کی تھی' ہمیں بلا رہے تھے۔"

"ہو سکتا ہے مگر ہمیں علم نہیں۔" ساتھ والا گھر ابو کی دور کی پھوپی کا گھر تھا۔ جہاں کی وفات کے بعد اب ان کے بڑے بیٹے اور بہو اپنی اولاد کے ساتھ رہائش پذیر تھے۔ صبا انہی کی بیٹی تھی اور خاور اس کے بڑے بھائی تھے۔ جو آرمی میں تھے کبھی کبھار ہی چکر لگاتے تھے۔

"مریم تمہارا رویہ بدل گیا ہے یا مجھے لگ رہا ہے۔ تم عمر بھائی سے بھی نہیں ملیں جب کہ وہ کتنے دنوں سے تمہارے رویے سے پریشان تھے' آج مجھے لے کر اس لیے آئے تھے کہ تم سے بات کریں گے مگر تم ان کے سامنے تک نہیں گئیں' سلام دعا تو دور کی بات ہے۔"

مریم نے اسے سنجیدگی سے دیکھا۔ عمر کی پسندیدگی عمر کے علاوہ ردا اور سکندر سے ڈھکی چھپی نہ تھی۔ اس کے اپنے گھر میں سب لوگ کس حد تک باخبر تھے اسے اندازہ تھا مگر اس کے رشتے والی بات جس طرح سب کے علم میں آ چکی تھی ایسے میں وہ عمر سے سلام تک بھی کرنے کو تیار نہ تھی۔ امی کے آج کل جو تیور اور مزاج ہو رہا تھا اس میں اسے یہی احتیاط اچھی لگی تھی۔

"دیکھو ردا! تم بہن ہو' تم اپنے بھائی کی ہی فیور کرو گی مگر ایک بات کہوں گی جس طرح امی اور ابو جی فوزیہ کی طرف سے پریشان ہیں' ہر روز نت نئے لوگ آ رہے ہیں کچھ کے معیار پر ہم نہیں پورے اتر رہے اور کچھ لوگ ہمارے معیار پر...... ایسے میں فوزیہ کے احساسات کس حد تک مجروح ہو رہے ہیں تم اندازہ لگا سکتی ہو۔ کیا یہ زیادتی نہیں تھی کہ فوزیہ جیسی ذہین کوالیفائیڈ خوب صورت لڑکی چھوڑ کر تائی بیگم نے میرا نام لیا۔ امی جی کا کہنا غلط نہیں اوپر سے جس طرح تم لوگوں نے شوشا چھوڑا کہ تمہارے ساتھ میری بھی بات پکی کر کے شادی کر دی جائے سو چو ذرا امی یا فوزیہ کے جذبات کو ٹھیس نہ لگی ہو گی۔ میں آخری بیٹی ہوں اپنی فیملی کی اور فوزیہ مجھ سے کئی درجہ بڑی' عمر بھائی کے لیے تم لوگوں نے میرا نام لیا یہ سراسر زیادتی نہیں کیا؟"

"عمر بھائی تمہیں پسند کرتے ہیں اور میرے بعد گھر میں ایک عورت چاہیے تھی اس لیے دادی اور امی نے چچی سے بات کی تھی' اس میں بھلا زیادتی والی کیا بات ہوئی۔"

"میں عمر بھائی کو پسند نہیں کرتی' ٹھیک ہے وہ ہر لحاظ سے اچھے ہیں مگر میں اپنی ایجوکیشن ادھوری نہیں چھوڑ سکتی' دوسری بات یہ کہ فوزیہ کی جب تک کہیں بات نہیں فائنل

ہوتی ہم لوگ ایسا سوچیں گے بھی نہیں۔" ردا اسے بغور دیکھ رہی تھی۔

"تم واقعی عمر بھائی کو پسند نہیں کرتیں۔" وہ ابھی تک اس کی پہلی بات میں ہی اٹکی ہوئی تھی۔

"جو مرضی سمجھ لو۔" اس نے لاپرواہی سے کندھے اچکا دیے۔

"اور عمر بھائی کے تمہارے لیے جو احساسات و جذبات ہیں وہ سب......؟"

"یہ سب یک طرفہ ہیں' اس میں میرا قطعی کوئی قصور نہیں۔" ردا خاموشی سے اسے دیکھے گئی۔ برسوں کا ساتھ تھا ایک دوسرے کے چہرے کو دیکھ کر اندر کا حال بتا سکتی تھیں مگر اس پل ردا مریم کے بے تاثر چہرے سے کچھ اخذ نہ کر پائی تھی۔

"عمر بھائی تمہاری ایجوکیشن کے معاملے میں اثر انداز نہیں ہوں گے' ہماری بھی مجبوری ہے۔ امی بیمار ہیں' وہ تمہیں سپورٹ کریں گی' تھوڑی بہت گنجائش تو نکالو یار!" وہ ملتجی ہوئی تھی' وہ سمجھ رہی تھی کہ وہ اپنی ایجوکیشن کی وجہ سے ایسا کہہ رہی ہے۔

"سوری! تم لوگ فوزیہ کے بارے میں سوچ لو۔ وہ ہر لحاظ سے پرفیکٹ لڑکی ہیں۔ تمہارے بھائی کے ساتھ سوٹ کرتی ہیں' ان کی ہم عمر ہیں۔"

"سوٹ تو تم بھی کرتی ہو۔" وہ ناراضی سے کہہ رہی تھی۔

"تم لوگ ہماری پرابلم نہیں سمجھتے' کیا فائدہ ایسی رشتہ داری کا؟ ہم نے بھی تو عبید بھائی کے لیے عندلیب بھابی کا پرپوزل لیا تھا' اب جب کہ ہم پرابلم میں ہیں تو تم لوگوں نے اپنا معیار اپنا رکھا ہے۔ یہ طے ہے امی نے بھی فوزیہ سے پہلے آمنہ یا میری بات طے نہیں کرنی اور تمہاری شادی رک نہیں سکتی۔ تو بہتر ہے تم لوگ باہر کہیں دیکھ لو۔ کہیں نہ کہیں ہم بھی دیکھ لیں گے فوزیہ کے لیے۔ رہ گئی میں' تو ابھی بہت وقت پڑا ہے' پریکٹیکل لائف کے متعلق میں نے کبھی نہیں سوچا۔ ایجوکیشن کمپلیٹ کرنی ہے پھر جاب کروں گی' بیچلر لائف انجوائے کروں گی یار!"

وہ خاصی مطمئن تھی۔ ردا بڑے دکھ سے اسے دیکھنے لگی اور پھر بغیر کچھ کہے پلٹی تھی۔

"ردا......!" مریم کو ایک دم اندازہ ہوا کہ وہ کچھ زیادہ ہی بول گئی ہے۔

اتنے دنوں کا غبار جو امی کی باتوں سے دل میں جمع تھا' غلط وقت پر اور غلط بندے پر نکلا تھا۔ اسے ایک دم اپنی زیادتی کا احساس ہوا۔

"ردا! پلیز رکو تو...... میری بات تو سنو......" وہ اس کے ساتھ سیڑھیاں اترتے ساتھ چلتے امی کے کمرے تک آئی تھی مگر اندر سے عمر وقار آمنہ کے قہقہوں کی آواز سنائی دی تو رک گئی جب کہ ردا اندر داخل ہو چکی تھی۔

"عمر بھائی گھر چلیں......" وہ کہہ رہی تھی۔

"چلتے ہیں' ابھی ٹھہرو تو سہی......"

"نہیں...... ابھی چلیں...... میرے سر میں بہت درد ہو رہا ہے۔" وہ کہہ رہی تھی اس کی آواز میں عجیب سا احساس تھا۔ مریم لب بھینچے پلٹ کر اپنے کمرے کی طرف چلی گئی تھی' اس نے غلط کہا تھا یا درست مگر ردا کے رویئے نے اسے عجیب انداز میں گم سم کر دیا تھا اور پھر سونے تک وہ گم سم ہی رہی۔

❀......:: ::......❀

عمر ردا کے رویے سے پریشان ہو چکا تھا' جس طرح اس نے فوراً گھر واپسی کی ضد پکڑی تھی وہ الجھ گیا تھا۔ وہ مریم سے ملے اور بات کیے بغیر نہیں آنا چاہتا تھا مگر مریم ملنا تو ایک طرف سلام دعا کرنے تک نہیں آئی تھی اور وہ مریم کے رویے سے بھی الجھ چکا تھا۔ وہ بھلے پہلے بھی اس کے جذبات و احساسات کا مثبت جواب نہیں دیتی تھی' اب وہ خاصی بدلی ہوئی تھی اوپر سے ردا کا رویہ۔ سارا راستہ وہ خاموش رہی تھی۔

"کیا بات ہے؟ مریم سے کوئی بات ہوئی تھی کیا؟" گھر آ کر اس نے پوچھا تو جواباً اس نے مریم کی تمام گفتگو کہہ سنائی۔

"اوہ اتنی سی بات ہے میں سمجھا نجانے کیا ہوگیا ہے۔" وہ کچھ مطمئن سا ہوا۔

"یہ اتنی سی بات نہیں ہے وہ سراسر ہمیں قصوروار ٹھہرا رہی ہے کہ فوزیہ باجی کا رشتہ نہ لے کر ہم نے زیادتی کی ہے۔ اس کے نزدیک آپ کے جذبات واحساسات کوئی معنی نہیں رکھتے بقول اس کے کہ اس نے آپ کی کبھی حوصلہ افزائی نہیں کی' یہ سراسر آپ کی حماقت ہے اس کا ہیڈک نہیں۔" عمر ہنس دیا۔

"وہ اپنی سوچ اپنے فیصلے' اپنے ہر معاملے میں آزاد ہے یار! وہ ایک اچھی لڑکی ہے اور اس کا ری ایکشن بالکل بجا ہے۔ اپنے والدین اور گھریلو مسائل کو مدِنظر رکھتے ہوئے اس کی سوچ غلط نہیں ہے۔ فوزیہ کے ہوتے ہوئے ہم نے مریم کا نام لیا۔ یہ واقعی زیادتی ہے۔"

"کیسی زیادتی..... آپ اسے پسند کرتے ہیں' آپ کے دل کا معاملہ ہے پھر زبردستی کیوں۔ چچی جان خوامخواہ اس کو ضد اور انا کا معاملہ بنا رہی ہیں۔" عمر کے بہت ہی پُرسکون انداز پر وہ خاصی بھنا کر بولی تھی۔

"یہ اس کے دل کا معاملہ نہیں ہے اس لیے اس کا ری ایکشن بالکل درست ہے۔ ڈونٹ وری میں پھر کسی دن چکر لگاؤں گا اس سے بات کروں گا۔ فون پر تو وہ اب ملتی نہیں' کیا کہا جاسکتا ہے۔" عمر کی بات پر وہ چپ ہوگئی تھی۔

❋....×....❋
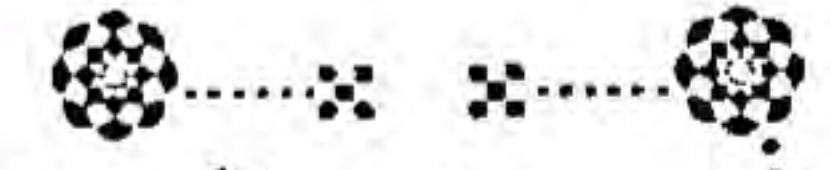
اگلے دن عمر آفس سے جلدی اٹھ گیا تھا' عموماً وہ چچا کے گھر شام کے بعد ردا وغیرہ کے ساتھ ہی چکر لگاتا تھا' مگر آج وہ اکیلا ہی چلا آیا تھا۔ مریم کوئی میگزین لیے فوزیہ کے بستر پر لیٹی ورق گردانی کر رہی تھی جب کہ آمنہ اپنی کتابیں لیے چلی آئی' پرسوں اس کا چوتھا پیپر تھا۔ وہ صحن میں بیٹھی تیاری کر رہی تھی۔

"عمر بھائی آئے ہیں' امی کہہ رہی تھیں کہ چائے بنادو۔" اس پیغام پر اس نے چونک کر اسے دیکھا' کل سے ردا کی کوئی کال میسج کچھ بھی نہیں آیا تھا اور اب اس شخص کی آمد؟

"یہ عمر بھائی لگتا ہے بہت فارغ ہیں آج کل۔" اس بے وقت کی آمد پر اس کو سخت کوفت نے آلیا۔

"مجھے کیا پتا پوچھ لینا' پلیز چائے بناؤ تو مجھے بھی ایک کپ دے دینا' صبح سے پڑھ پڑھ کر اب سر دکھنے لگا ہے۔" اس کا جی چاہا کہ صاف انکار کردے مگر پھر کچھ سوچ کر کچن میں آگئی۔

چائے بنا کر اس نے فریج میں جھانکا' نمکو بسکٹ کباب ہر چیز موجود تھی۔ اس نے نمکو بسکٹ نکال کر ٹرے تیار کی' آمنہ کے لیے کپ بھی اس میں رکھ دیا تھا۔

"یہ ٹرے تیار ہے' اندر لے جانا میں صبا کے ہاں جارہی ہوں' امی پوچھیں تو بتادینا۔" واپس اپنے کمرے میں آکر ٹرے آمنہ کے سامنے کی۔

"مگر صبا تو ابھی تک واپس نہیں آئی اُدھر کیوں جارہی ہو؟" وہ اُدھر صرف صبا کے لیے ہی جاتی تھی۔

"پرسوں رات فون پر بات ہوئی تھی' کہہ رہی تھی کہ صبح آجاؤں گی ہوسکتا ہے آگئی ہو۔ میں نے کل چکر لگایا نہ ہی آج..... اب سوچ رہی ہوں کہ دیکھوں تو سہی آئی ہے کہ نہیں۔ تم یہ ٹرے لے جانا۔" وہ اسے زبردستی ٹرے تھما کر نکل آئی تھی' باہر گیٹ سے صبا کے ہاں جانے کی بجائے وہ سیڑھیاں چڑھتے چھت پر آگئی تھی۔ صبا اور ان کے گھر کی چھت ساتھ ساتھ تھی' درمیان میں تقریباً چھ فٹ لمبی دیوار تھی' وہ اور صبا ہمیشہ ایک دوسرے کے گھر آنے جانے کے لیے اسی باؤنڈری وال کو کراس کیا کرتی تھیں۔

دیوار کے سوراخوں میں پاؤں پھنسا کر دیوار پر چڑھ کر وہ دوسری چھت پر کود گئی تھی۔ چھت کراس کر کے وہ سیڑھیاں اتر رہی تھی جب خاور بھائی نے رستے میں ہی روک لیا۔ وہ سیڑھیاں چڑھتے اوپر آرہے تھے شاید۔

"خوش آمدید..... خوش آمدید..... آج یہ سواری بادِ بہاری ہمارے گھر درشن دینے کیسی آگئی بھلا؟" وہ اسے سامنے دیکھ کر حقیقتاً خوش ہوئے تھے' وہ ہنس دی۔

"سلام نہ دعا' ایک دم اعتراض کرڈالا ہے۔ رات کو

مجھے اطلاع ملی تھی کہ آپ آئے ہوئے ہیں' کہیے کیسے ہیں آپ؟"

"وعلیکم السلام! میں ٹھیک ہوں' تم سناؤ؟ آج ادھر کیسے نازل ہوئی ہو۔" ان کا وہی انداز تھا۔

"میں بھی ٹھیک ہوں' نازل تو مصیبتیں ہوتی ہیں میں تو رحمت کی دیوی بن کر سیڑھیوں سے اتری ہوں۔ میں نے سوچا ہمسائیوں نے تو منہ دکھانا بند کردیا ہے میں خود ہی جا کر بھائی صاحب کا رخِ روشن کا دیدار کرآؤں۔ ویسے کامرے سے کب لوٹے؟" اس کی خوش دلی پر خاور بھائی ہنس دیے۔

"کل صبح لوٹا تھا' ایک خاصی ظالم خبر سنی تھی سوچا ظالم خبر کی تصدیق بھی کرتے چلیں۔" وہ مسکرادی ان کی بات اس کے پلے نہیں پڑی تھی۔

"کیسی ظالم خبر؟"

"جانے دو' سنا ہے بلا سر سے ٹل گئی ہے اب۔" وہ کچھ نہ سمجھی تھی۔

"آپ کی یہ باتیں میرے سر سے گزر جاتی ہیں۔"

"ابھی تو طفلِ مکتب ہو سسٹر! ذہن پر زور ڈالنے کا فائدہ بھی نہیں۔ تمہارا اوپر والا چیمبر خالی ہے پھر حاصل جستجو کا فائدہ۔" انہوں نے اپنے دماغ پر انگلی رکھ کر چھیڑا' وہ فوراً برا مان گئی۔

"لگتا ہے اس دفعہ خاصے پَر لگ گئے ہیں آپ کو۔ ویسے کیپٹن صاحب کوئی اسٹار وغیرہ بھی لگا ہے یا نہیں۔"

"ہاں اسٹار تو لگتے رہتے ہیں رہ گئے پَر تو جو تھے وہ بھی کٹ گئے۔ اب تو اڑنے کی سکت تک نہیں۔" اس نے گھورا۔ بھرپور ایکٹنگ والا انداز تھا۔ لبوں پر دھیمی سی مسکراہٹ تھی۔

"سنا ہے آج کل خالہ جان تمہاری' ہمشیرہ محترمہ کے رشتے کی مہم شروع کیے ہوئے ہیں پھر کوئی ملا معقول سا پرپوزل جو تمہاری ذہین فطین' بہن صاحبہ کے شایانِ شان بھی ہو۔" ان کا انداز اب بھی چھیڑنے والا تھا مگر انہوں نے گویا اس کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔ وہ گہری سانس لے کر رہ گئی۔

"کہاں خاور بھائی! جو چند ایک دیکھے بھی تو وہ بھی اتنے بکواس کہ حد نہیں۔ یہ رشتہ تلاش مہم مجھے لگتا ہے اب مسئلہ کشمیر بنتی جارہی ہے سچ مچ۔"

"اوہ آئی سی.....!" خاور بھائی نے ہونٹ سکیڑے۔

"آپ بتائیں کب شادی کروا رہے ہیں' اب تو منگنی کو بھی ایک سال ہو رہا ہے۔ آنٹی تو روز تیاریاں کررہی ہوتی ہیں۔ ہر آئے گئے کو بتارہی ہوتی ہیں کہ اب جب بھی آپ کے گھر کا چکر لگا وہ تاریخ فائنل کردیں گی۔ لگتا ہے اب اسی ارادے سے چکر لگایا ہے۔" خاور بھائی عبید بھائی کے ہم عمر تھے' ان کے کلاس فیلو وہ انجینئرنگ میں چلے گئے تو وہ آرمی میں۔ وہ سعودیہ میں کسی کمپنی میں اچھے عہدے پر جاب کررہے تھے' شادی ہوچکی تھی جب کہ یہ ابھی تک فارغ البال تھے۔ تاہم ان کی منگنی ان کی خالہ زاد سے ہوچکی تھی۔

"میری شادی کبھی نہیں ہوگی۔" وہ اچانک قطعیت سے کہتے سیڑھیاں پھلانگتے اوپر چلے گئے تھے اور ان کے اس ری ایکشن پر وہ حیرت سے کھڑی رہ گئی تھی۔ ان کا انداز بڑا عجیب سا تھا وہ چند پل کھڑی رہی پھر سر جھٹکتی نیچے آگئی۔

"السلام علیکم آنٹی!" خاور بھائی کی والدہ سامنے ہی براجمان تھیں۔

"وعلیکم السلام!" انہوں نے اپنے مخصوص پُرغرور انداز میں جواب دیا تو وہ گہرا سانس لے کر رہ گئی۔

خاور بھائی کی والدہ بھی اپنی ذات میں ایک کردار تھیں۔ اپنی ذات میں خود پرست' شوہر نے ساری عمر باہر کمانے میں گزار دی۔ ایک بیٹا خاور اور بیٹی صبا تھے' ایک خوش باش پُرسکون زندگی گزاری تھی۔ عیش وعشرت والی' خوب صورت شان دار یہ محل جیسا گھر اور اوپر سے دولت کی ریل پیل۔ انکل اب بزنس کرتے تھے جب کہ خاور بھائی آرمی میں تھے مگر جو کچھ بھی تھا وہ بیٹے اور بیٹی کا ہی تو تھا۔ صبا نے ایک دفعہ ذکر کیا تھا کہ خاور بھائی کسی کو پسند

کرتے ہیں مگر آنٹی نے ان کی پسند جاننے کی بجائے ہمیشہ کی طرح اپنی ضد پوری کی تھی۔ وہ ایک اچھے گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں ان کا میکہ بہت دولت مند تھا اور ان کا خواب ایک پڑھی لکھی دولت مند بہولانے کا تھا سو بیٹے کی خواہش جانے بغیر منگنی کردی تھی' پہلے تو کئی سالوں سے صرف زبانی کلامی بات طے تھے پچھلے سال باقاعدہ منگنی بھی ہوگئی تھی۔ خاور بھائی اپنی ماں سے بُری طرح برگشتہ ہوکر ناراض ہوکر چلے گئے تھے۔ کئی کئی ماہ بعد گھر کا چکر لگاتے تھے۔ جان بوجھ کر ماں کو تنگ کرنے کو دور دراز کے علاقوں میں اپنی پوسٹنگ کرواتے تھے اب کئی ماہ بعد گھر کا چکر لگا تھا' ان سے بات کرکے مریم کو اچھی طرح اندازہ ہوگیا تھا کہ آنٹی اور خاور بھائی کے درمیان ہونے والی رشہ کشی ابھی تک برقرار تھی۔

"صبا آئی نہیں ابھی تک۔" اس نے گفتگو کا آغاز کیا۔ آنٹی سے گفتگو کرنا بھی گویا اپنی شامت بلانے کے مترادف تھا۔

"اگر آئی ہوتی تو تمہیں نظر نہ آتی۔" وہی تیکھا' روکھا لہجہ۔

"میں نے سمجھا کہ شاید وہ سلیمانی ٹوپی پہن کر غائب ہوگئی ہوگی۔" آنٹی نے بے تاثر نظروں سے دیکھا تو اس کے اندر بھی ابال اٹھا

"فون پر بات ہوئی تھی کہہ رہی تھی کہ کل صبح آجاؤں گی۔ میں سمجھی کہ محترمہ کل صبح آگئی ہوں گی۔"

"اگر آئی ہوتی تو اپنے گھر سے پہلے وہ تمہارے ہاں قدم رکھتی۔" آنٹی کا لہجہ اب کے جھنجلایا ہوا تھا' اسے ہنسی آگئی۔

"خاور بھائی آئے ہوئے ہیں؟" اس نے موضوع بدلا۔

"کیوں سیڑھیوں پر ملاقات نہیں ہوئی؟" انہوں نے سر اٹھا کر خاصی تیکھی نگاہوں کے تیر چلائے تو وہ سٹپٹا گئی یعنی آنٹی کو سب خبر تھی۔

"وہ تو ہوئی تھی' خاور بھائی آگئے ہیں تو لگتا ہے اس دفعہ شادی کروا کر ہی جائیں گے۔" اس نے برا مانے بغیر ان کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا تھا انہوں نے خاصا تپ کر غصیلی نگاہوں سے اس کا پوسٹ مارٹم کرنا چاہا جب کے وہ مسکرا کر ان کا منہ چڑا گئی۔

"کیوں؟ تمہیں اور کوئی کام نہیں ان کن سوئیوں کے علاوہ۔" وہ ہنس دی یعنی وہ ٹھیک جا رہی تھی' وہ آنٹی کو ایسے ہی تپاتی تھی۔

"یونہی پوچھ رہی تھی جنرل نالج کے طور پر۔ خاور بھائی کی عمر کے تمام لڑکوں کی شادی ہوچکی ہے' میں نے سوچا کہ شاید اس دفعہ کی آمد شادی کے سلسلے میں ہی ہوئی ہے۔" آنٹی نے بغیر جواب دیئے گھورنے پر ہی اکتفا کیا تھا۔ ان کی چپ پر وہ شرمندہ سی ہوگئی' بہرحال وہ بڑی تھیں' ان کی یوں دل آزاری بھی مقصد نہ تھی۔

"اچھا میں چلتی ہوں۔" ایک منٹ کی خاموشی سے گھبرا کر وہ کھڑی ہوگئی تھی۔

"بیٹھو......!" انہوں نے مروتاً کہا' وہ نفی میں گردن ہلا گئی۔ وہ عمر سے بھاگ کر اِدھر آئی تھی اب ادھر سے بھاگ کر کہاں جاتی۔

"فوزیہ کے رشتے کا کیا بنا؟" اس کے اٹھتے قدم رک گئے۔

"اب تک تو کوئی خاص پروگریس نہیں ہوئی۔"

"پر جو چند دن پہلے ایک ڈاکٹر کا رشتہ آیا تھا؟" انہیں ساری رپورٹ تھی وہ مسکرادی۔

"وہ ہم سے لاکھ درجے اچھی فیملی تھی۔ ہمارا گھر دیکھ کر انہوں نے ناک منہ چڑھایا تھا بعد میں ہم نے بھی کوئی توجہ نہ دی۔" اسی ہفتے آنے والے تازہ ترین پرپوزل کے متعلق اس نے سہولت سے بتایا۔

"ہاں لوگوں کی ڈیمانڈ بھی تو بہت اونچی ہوگئی ہے۔ ورنہ کیا کمی ہے فوزیہ میں۔"

تبھی سیڑھیاں اترتے خاور بھائی پر نگاہ پڑی تو وہ کنفیوژ ہوگئیں' فوراً سٹپٹا کر بولیں۔

"ویسے عمر بھی تو خاصی ہوگئی ہے۔ ڈیمانڈز لوگوں کی

جو بھی ہوں مگر ہر کوئی اپنے فائدے دیکھتا ہے۔" خاور بھائی غصے سے ماں کو دیکھتے تیز تیز قدم اٹھاتے باہر نکل گئے تھے۔ مریم کے لیے ان کا رویہ الجھا دینے والا تھا یقیناً وہ اپنی ماں سے ناراض تھے۔

"اب اتنی زیادہ عمر بھی نہیں' لوگوں کی لڑکیاں تو بتیس سے زیادہ کی ہوجاتی ہیں مگر والدین کو ذرا فکر نہیں ہوتی۔ آپ کے میکے میں کئی لڑکیاں ہوں گی' آپ کے بھائی کی بیٹی کی شادی مجھے یاد پڑتا ہے پینتیس سال کی عمر میں ہوئی تھی پچھلے سال۔" آئینہ دکھانے میں وہ کون سا کم تھی فوراً حساب برابر کیا تھا' ان کے چہرے پر ناگواری ایک دم واضح تھی۔

"امیر لوگوں کی بیٹیوں کی عمر کوئی نہیں دیکھتا' لمبا چوڑا جہیز اور بینک بیلنس دیکھتے ہیں سب۔" اب کے مریم چپ سی رہ گئی۔ جی تو چاہا کہ ایسا جواب دے کہ آئندہ وہ بات کرنا بھول جائیں مگر وہ لب بھینچ گئی۔ اسے یوں لب بھینچے دیکھ کر آنٹی کو دلی سکون حاصل ہوا۔

"تمہاری ماں بتا رہی تھیں کہ تمہاری تائی نے تمہارا عمر اور آمنہ کا سکندر کے لیے رشتہ مانگا ہے۔" اس نے خود کو بحال کرکے گہرا سانس لیا۔

"جی بالکل ٹھیک سنا آپ نے۔ مگر امی کا فی الحال کہیں بھی بات طے کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے' بھئی ہماری کون سی عمریں نکلتی جا رہی ہیں۔ ابھی تو ہم دونوں کو ڈھیر سارا پڑھنا ہے' رہ گئی فوزیہ' تو امی پریشان ہیں ورنہ اس کو رشتوں کی کیا کمی بھلا؟ ہوسکتا ہے ہم عمر بھائی کے ساتھ ہی بات طے کردیں' ویسے بھی ردا کی منگنی کے بعد شادی کریں گے وہ لوگ انہیں گھر سنبھالنے والی ہستی چاہیے اور میرا اپنی تعلیم کی قربانی دینے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔" کچھ دیر پہلے والی تکلیف اب سکون سے ادھر منتقل کر رہی تھی۔ انہوں نے ناگواری سے اسے دیکھا وہ مسکرا کر دیکھ رہی تھی۔

"چلتی ہوں۔" وہ پلٹ آئی جس رستے سے آئی تھی اسی پر ہولی۔

دونوں گھروں کی دیوار سے اپنے گھر کی چھت پر دتے ہوئے وہ اپنا توازن برقرار نہیں رکھ سکی تھی' اس نے دیوار تھامنے کی کوشش کی تھی مگر سیدھی پکی چھت کے فرش پر جا سجدہ ریز ہوئی۔ بہت سنبھلنے کی کوشش میں بھی اس کا پاؤں مڑ گیا تھا' اوپر سے گرنے کا بے ساختہ خوف۔

"یا اللہ......!" اس کی چیخ بے ساختہ تھی۔

"ہائے امی جی......!" وہ زمین پر اپنا پاؤں تھامے دہائیاں دے رہی تھی۔

خاور بھائی جو ابھی ادھر آئے تھے' وقار' آمنہ اور عمر کے ساتھ صحن میں بیٹھے تھے اس کی بے ساختہ چیخ اور دہائیاں سن کر وہ چاروں اوپر کو بھاگے تھے۔

"یا اللہ......!" تکلیف کی شدت سے وہ سخت کراہ رہی تھی۔

"کیا...... کیا ہوا......؟" آمنہ نے فوراً بیٹھ کر اس کا کندھا تھاما۔

"نظر نہیں آ رہا گر گئی ہوں...... ہائے میرا پیر...... ہائے امی جی......!" عمر نے ایک گہرا سانس لیا جب کہ خاور بھائی اسے شدت سے کراہتے دیکھ کر پریشان ہوگئے۔

"لگتا ہے کافی چوٹ آئی ہے۔" اس کے بازو اور کہنیاں بُری طرح چھل چکی تھیں۔ خون کی بوندیں سفید قمیص پر فوراً نشان چھوڑ چکی تھیں۔

"بلی کی طرح ادھر سے اِدھر کودنے والی تمہاری عادت اسی طرح ہے۔ اسی طرح کسی دن ٹانگ تڑوا کر لولی لنگڑی ہوکر بیٹھو گی۔" عمر بھی کہے بغیر نہ رہ سکا تھا۔ وہ پہلے ہی درد سے بے حال ہو رہی تھی اسے خونخوار کھا جانے والی نظروں سے دیکھا۔ آنسو بھری نگاہیں' ایک پل کو عمر سٹپٹایا تھا۔

"آپ کو کیا تکلیف ہے' ٹانگ تڑواؤں یا بازو۔ میرے معاملے میں بولنے کی ضرورت نہیں' بڑے آئے کہیں کے۔ ہائے امی جی......!" انتہائی غصے سے روتے اس نے جواب دینا بھی فرض سمجھا تھا۔

''عمر بھائی سے کیوں خفا ہو رہی ہو؟ اٹھو نیچے چلو۔ نیچے چل کر دیکھتے ہیں پاؤں میں موچ آ گئی ہے امی کو کہتی ہوں کچھ باندھ دیں گی۔'' وہ پھسکڑا مارے چھت پر بیٹھی ہوئی تھی' دونوں سلیپر اِدھر سے اُدھر گرے ہوئے تھے۔ آمنہ کے سہارے سے اس نے اٹھنے کی کوشش کی۔

''دھیان سے اتنی اونچائی سے گری ہو' ہوسکتا ہے پاؤں ٹوٹ نہ گیا ہو۔ کمزور سا پاؤں یہ من بھر کا وزن بھلا کیسے سہار پائے گا۔'' عمر نے پھر چھیڑا۔ اس کی بھیگی بھیگی پلکیں عجیب انداز میں اٹریکٹ کر رہی تھیں۔

''آپ میرے معاملے میں مت بولیں۔'' اس نے بدتمیزی سے کہا' وہ ہنس دیا۔

''بُری بات مریم! ایسے نہیں بولتے۔ عمر بھائی تم سے بڑے ہیں۔'' وقار نے بھی اس کا بازو تھام کر کہا۔

''بڑے ہیں تو بڑے بن کر رہیں۔ کسی دن میری زبان کھل گئی تو بہت پچھتائیں گے۔'' وہ اسی شخص سے بچ کر نکلی تھی اور اب یہ مصیبت مول لے چکی تھی۔ عمر پر جتنا بھی غصہ کرتی کم تھا۔ وہ دونوں کے سہارے چلتی نیچے آئی تو امی اسے دیکھ کر چونکیں۔

''کیا ہوا؟''

''یہ ساتھ والی دیوار سے گری ہے۔ لگتا ہے پاؤں ٹوٹ گیا ہے۔'' عمر ہی بولا تھا۔

''اللہ نہ کرے۔'' اس نے ایک دم دہل کر کینہ توز نظروں سے عمر کو دیکھا۔

آمنہ اور امی اب تسلی سے اس کے پاؤں کا جائزہ لے رہی تھیں' فوزیہ اس وقت گھر کے دوسری طرف بنی اکیڈمی میں ہوتی تھی اور ابو جی آفس میں۔ خاور بھائی وقار اور عمر اردگرد کھڑے کوئی نہ کوئی لقمہ دنے رہے تھے۔

''ہزار مرتبہ کہا ہے کہ سیدھے رستے سے آیا جایا کرے' مگر میری یہاں سنتا کون ہے؟'' سات آٹھ اونچی دیوار کودنے پھلانگنے کی بھلا ضرورت ہی کیا ہے؟'' امی اب خفا ہو رہی تھیں اور وہ آنسو بہا رہی تھی۔ پاؤں کی تکلیف ایک دم بڑھ گئی تھی۔

''کیا بہت زیادہ چوٹ لگی ہے؟'' اس کے رونے سے ان کا دل پسیجا تو اس کا پاؤں تھاما جو خاصا سوج گیا تھا۔

''لگتا ہے ہڈی انجرڈ ہوگئی ہے' ڈاکٹر کو دکھانا پڑے گا۔'' خاور بھائی بھی بولے تو اس کے رونے میں مزید اضافہ ہوا۔

''اللہ خیر کرے' اس وقت اس کے ابو بھی گھر پر نہیں' واقعی کوئی ہڈی وڈی ٹوٹ گئی تو؟'' وہ پریشانی سے گویا تھیں اور مریم بی بی پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع ہوگئی تھیں۔ تکلیف سے زیادہ اب ہڈی ٹوٹ جانے کا خوف رلا رہا تھا۔ عمر کا دل ایک دم پسیجا۔

اس کی آنکھوں کی نمی تو ویسے ہی برداشت نہیں ہو رہی تھی اب تو اور پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔

''چچی جان! ڈاکٹر کے پاس لے چلتا ہوں بائیک ہے میرے پاس۔'' فوراً آفر کی' اس نے تڑپ کر سر اٹھایا۔

''میں نہیں جا رہی کہیں...... کسی بھی بائیک پر۔''

''تو تمہارے لیے کوہ قاف سے شاہی سواری منگوائیں۔'' امی نے طنز سے گھورا۔

''عمر تم بائیک نکالو' پاؤں بہت سوج گیا ہے' آمنہ کوئی کپڑا باندھ دو' اس پر اس لڑکی کی کوئی کل سیدھی نہیں۔ بیٹھے بٹھائے مصیبت کھڑی کر دیتی ہے۔''

''اونٹنی جو ہوئی۔'' عمر کے اس نے لمبے قد پر چوٹ کی۔ اس نے لب بھینچ لیے آمنہ نے بھاگ کر اندر سے لان کا دوپٹا لا کر اس کے پاؤں پر باندھا۔

''آمنہ! میری چادر اور پرس لا دو۔ وقار سہارا دے کر باہر لاؤ اسے۔'' امی نے گویا حکم جاری کیا تھا۔

''میں نہیں جا رہی کسی بائیک پر۔'' اس نے آنکھیں صاف کرتے انکار کیا تو عمر نے اسے دیکھا' وہ تکلیف کے باوجود خاصی سنجیدہ تھی۔

''گاڑی گھر پر ہی ہے' میں لے چلتا ہوں چچی جان!'' خاور بھائی نے اس کے انکار پر فوراً کہا تو اس نے فوراً سر ہلا دیا۔ عمر کی نسبت گاڑی کا سفر آرم دہ تھا۔

www.Paksociety.com

''ٹھیک ہے۔''

''میں گاڑی نکالتا ہوں آپ لے آئیں۔'' خاور بھائی کہہ کر چلے گئے تو اس نے اپنی طرف خاموشی سے تکتے عمر کی جانب سے منہ موڑلیا۔

''میری چادر لادو آمنہ!'' امی نے اندر کی طرف منہ کرکے آمنہ کو کہا۔

❁......✲ ✲......❁
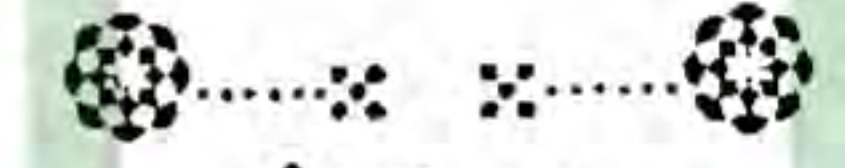
خاور بھائی اسے حافظ آباد کے مشہور ہڈی جوڑ والے کے پاس لے کر آئے تھے۔ وہ جو سب کو ڈر تھا کہ پاؤں کی ہڈی ٹوٹ چکی تھی' اس سے خاصی بچت رہی تھی۔ ہڈی تو نہیں ٹوٹی تھی تاہم پاؤں کی جلد اندر سے خاصی گہری پھٹ گئی تھی۔ ہڈی جوڑ اسپیشلسٹ نے پاؤں کا معائنہ کرکے تین چار جھٹکے دیئے تو اس کی چیخیں نکل گئیں۔ اس کے بعد پاؤں پر لکڑی کی سلائٹرز (پھٹیاں) جوڑ کر اوپر پٹی باندھ کر دوائی دے کر چند دن بیڈ ریسٹ کی تاکید کے ساتھ رخصت کردیا تھا۔

آج کل مریم صاحبہ مکمل طور پر بیڈ ریسٹ پر تھیں۔

صبا اسی شام آگئی تھی' ایک دو دن عیادت کرنے والے آتے رہے' آج اسے بستر پر دراز چوتھا دن تھا۔

وہ خاصی بے زار اور اکتائی ہوئی تھی اس سزا سے۔ امی جی نے ٹی وی اس کے کمرے میں رکھوادیا تھا۔ موبائل فون کے علاوہ اس کے بستر پر رسالوں میگزینز کا ایک ڈھیر لگ چکا تھا مگر آخر کب تک ان چیزوں سے جی بہلاتی۔ وہ بہت زیادہ اکتا گئی تو صبا کو بلوالیا۔ وہ اس دن سے کئی بار آچکی تھی اور جب بھی آتی تھی ضرور چھیڑتی تھی۔ اب بھی اندر داخل ہوتے ہی وہ نان اسٹاپ شروع ہوچکی تھی۔

''اور عمر بھائی سے بچ کر بھاگتیں۔ لگتا ہے بڑے دل سے بددعا دی تھی انہوں نے۔ جو ڈائریکٹ باریاب ٹھہری۔ اب وہ محترم جب بھی آئیں گے تمہارے دیدار کے لیے انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔ محترمہ سامنے ہی بستر پر دراز ملیں گی۔ پیاسی آنکھیں دید سے سیراب ہوں گی۔''

''شٹ اپ!'' اس نے ہاتھ میں پکڑا رسالہ اسے کھینچ مارا۔

''ہائے ظالم مارڈالا...... یہ تو وہی بات ہوئی۔

ہم نے چاہا تھا کہ حاکم سے کریں گے فریاد
وہ بھی کم بخت تیرا چاہنے والا نکلا

وہ آنکھوں میں بے پناہ شرارت لیے اس کے پاس ہی بستر پر ٹک گئی۔

''ہم بادولت کو کیوں بلوالیا شہزادی صاحبہ نے!''

''اگر تم نے یہ ساری بکواس کرنی ہے تو ایک منٹ میں دفع ہوجاؤ۔'' اس نے انگلی اٹھا کر وارن کیا۔

''خوامخواہ!'' اس نے ہاتھ سے مکھی اڑائی۔

''اللہ تم جیسی ظالم دوست کسی دشمن کو بھی نہ دے۔ اتنا نہیں کہ میرے زخموں پر مرہم رکھو' الٹا نمک پاشی کرنے لگیں۔ میں ہی کم فہم تھی جو تمہیں اصل بات بتادی۔ ایک وہ ردا صاحبہ ہیں جب بھی فون کرتی ہیں میرے کان کھاجاتی ہیں۔''

''ویسے ان تین چار دنوں میں کتنی دفعہ چکر لگا چکے ہیں تمہارے عزت مآب عمر صاحب؟'' وہ کہاں ہارنے والی تھی اس بکواس پر اس نے اِدھر اُدھر دیکھا سوائے رسالوں اور میگزینز کے کوئی بھاری چیز نظر نہ آئی۔

''اگر تم نے مزید اس شخص کا ذکر کیا تو میں تمہارا سر پھاڑ دوں گی۔'' انداز پھاڑ کھانے والا تھا۔

''اللہ رحم کرے مجھ ناتواں پر...... ویسے یہ تم عمر بھائی کے ذکر سے اتنا بدکنے کیوں لگی ہو۔''

وہ بھی اپنے نام کی ایک ہی تھی مریم نے آنکھوں پر بازو رکھ لیا۔ صبا اس کے انداز پر ایک دم سنجیدہ ہوگئی۔

''اوکے یار! یہ صرف مذاق تھا' تمہیں تنگ کررہی تھی یار! سمجھا کرو۔'' اس نے ایک سنجیدہ سی نگاہ اس پر ڈالی۔

''ویسے میرے پاس ایک بڑی فنٹاسٹک سی خبر ہے۔ اگر سنوگی تو تمہیں بھی ہزار والٹ کا جھٹکا لگے گا۔''

''کیسی خبر......؟''

''مجھے پتا چل گیا ہے کہ خاور بھائی کس لڑکی کو پسند کرتے تھے بلکہ ابھی بھی کرتے ہیں اور وہ کون ہستی ہیں جس کی وجہ سے ان کی مسلسل امی جی سے ناراضی چل رہی ہے۔'' وہ مزے سے بتارہی تھی اور مریم کے کان کھڑے ہوگئے۔

''کیا...... واقعی......؟''

''جی جناب! سو فیصد یقین کے ساتھ......!'' اس نے فرضی کالر اکڑائے۔

''کون ہیں وہ...... اور تمہیں کیسے علم ہوا......؟'' پل میں تمام خفگی ہوا ہوگئی تھی۔

''وہ ہستی کوئی اور نہیں فوزیہ آپی ہیں۔'' اس نے مزے سے انکشاف کیا تھا اور مریم وہ تو حیرت سے ساکت رہ گئی تھی۔

''کیا......؟ مجھے یقین نہیں آرہا۔'' اس نے نفی میں سر ہلایا۔

''شروع میں تو مجھے بھی یقین نہیں آیا تھا اور پھر جب غور کیا تو سب واضح ہوتا چلا گیا۔''

''تمہیں کیسے پتا چلا؟ کیا خاور بھائی نے اپنے منہ سے فوزیہ کا نام لیا تھا۔''

''نہیں! بہت گہرے ہیں بھائی!''

''تو پھر تمہیں کیسے پتا چلا؟''

''یہ بھی ایک قصہ ہے...... کہانی کچھ یوں ہے کہ تم فون پر مجھ سے مسلسل رابطہ کیے ہوئے تھیں' آپی فوزیہ کے لیے آنے والے چند ایک پرپوزلز کا جو تم نے مجھے بتایا تھا ایک دن خاور بھائی کی کال آئی تو سرسری سا تم لوگوں کا ذکر کیا تو فوزیہ آپی کا بھی ذکر چل نکلا' یونہی باتوں ہی باتوں میں فوزیہ آپی کے سلسلے میں آنے والے پرپوزلز کا بتادیا۔ وہ ایک دم پریشان ہوگئے یکسر خاصے گھبرا گئے پھر لگے الٹے سیدھے سوال کرنے' میں الجھ گئی' جو مجھے علم تھا کہہ سنایا...... ساتھ یہ بھی کہا' ہوسکتا ہے میرے گھر واپس جانے تک کہیں بات فائنل ہوچکی ہو۔'' اس نے بتاتے ہوئے ذرا توقف کیا۔

''تو پھر......؟'' مریم کا تجسس سے بُرا حال تھا۔

''ٹھٹک تو میں گئی تھی' خاور بھائی جو امی سے ناراض تھے' امی کے بار بار کہنے پر بھی گھر نہیں لوٹ رہے تھے۔ اگلے دن ہی گھر فون کرنے پر مجھے اطلاع ملی کہ وہ گھر آگئے ہیں تو میں نے بھی فوراً واپس آنے کا پروگرام بنالیا مگر ماموں کی مصروفیت کی وجہ سے ایک دو دن لیٹ ہوگئی اور گھر آتے ہی خاور بھائی نے لائن حاضر کرلیا۔ میں جو پہلے ہی ٹھٹک گئی تھی اب مکمل طور پر متوجہ ہوئی وہ مجھے ڈانٹ رہے تھے کہ میں نے غلط بیانی کیوں کی۔ ان کی کہیں کوئی بات طے نہیں ہوئی۔ بس اس سارے غصے سے میں نے یہی اخذ کیا ہے کہ وہ فوزیہ آپی کو پسند کرتے ہیں مگر امی کی وجہ سے چپ ہیں۔ ہوسکتا ہے امی بھی بھائی کی پسندیدگی سے باخبر ہوں۔''

مریم کو اس دن خاور بھائی کی گفتگو' آنٹی کا رویہ' خاور بھائی کو دیکھ کر فوزیہ کا بطورِ خاص حوالہ دے کر طنزیہ گفتگو کرنا' یاد آیا...... تو یہ سلسلہ تھا اس نے گہرا سانس لے کر سرہانے سے کمر ٹکائی۔

''چلو یہ بات مان بھی لیتی ہوں کہ وہ فوزیہ کو پسند کرتے ہیں مگر اب کیا ہوسکتا ہے' تمہاری والدہ صاحبہ کی گردن میں سریا فٹ ہے' دولت نے خاصا مغرور بناڈالا ہے۔ دوسرا یہ کہ خاور بھائی کی منگنی ہوچکی ہے' اب اس انکشاف کا کیا فائدہ؟''

اپنی ماں کے بارے میں مریم کے منہ سے اتنے نادر خیالات سن کر اس نے مریم کو گھورنا چاہا مگر وہ اس طرح سنجیدہ چہرے لیے بیٹھی رہی تو اس نے بھی گہرا سانس لیا۔

''یہی تو رونا ہے امی کے خیالات خاصے اونچے ہیں۔ وہ اونچے گھر کی امیر کبیر حسن و جمال میں بے مثال بہولانا چاہتی ہیں جب کہ ابو اور بھائی کے خیالات یکسر مختلف ہیں۔'' اس نے ذرا وقفہ لیا۔

''اگر ابو کو بھائی کی پسندیدگی کا پتا چل جائے نا تو وہ سب سنبھال لیں گے۔'' اگلے ہی لمحے کچھ پُرجوش ہوکر اس نے کہا۔

''مگر تمہاری والدہ صاحبہ کے خیالات تو نہیں بدلیں گے۔ مجبوراً تمہارے ابو اور بھائی کے کہنے پر وہ فوزیہ کے

لیے راضی بھی ہوجائیں تو بھی میری والدہ صاحبہ ان کے غرور کے سامنے گھٹنے نہیں ٹیکیں گی۔ ان میں بھی بلا کی اَنا اور ضد ہے اور تمہاری والدہ صاحبہ گا ہے بگا ہے جس طرح طنزیہ گفتگو فرماتی رہتی ہیں وہ سب بھی ہمیں بھولا نہیں۔“ اس نے اسے فوراً آئینہ دکھایا۔ صبا کا منہ بن گیا۔

”تو پھر تم ہی کوئی آئیڈیا دونا۔ امی کی بھانجی کرشمہ بی بی مجھے قطعی پسند نہیں۔ شکل وصورت میں بس بیوٹی بکس کا کمال ہے یا دولت کی چکا چوند ہے۔ یار! ہمیں ایک سلجھی، سلیقہ منداور وفا شعار لڑکی چاہیے نہ کہ ماڈل۔“ اس نے منہ بنا کر اپنا مسئلہ کہا۔ مریم نے کندھے اچکا دیئے۔

”ایم سوری ہمیں اپنی عزت بہت پیاری ہے اور تمہاری والدہ صاحبہ سدا کی ہلاکو خان۔ میں تو خیر منہ پر جواب دے آتی ہوں مگر فوزیہ اور آمنہ میں یہ عادت نہیں ہے۔ ہمیں تو بی بی معاف ہی رکھو ایک خاور بھائی کی وجہ سے اپنی نازوں پلی پیاری بہن کو کنویں میں نہیں دھکیلنا ہمیں۔“

”دفع ہوجاؤ ایک تو میں تمہاری بہن کے بھلے کے لیے سوچ رہی ہوں اوپر سے ہمیں ہی لعن طعن کررہی ہو۔ اب تم آنا اپنا کوئی دکھڑا لے کر میرے پاس۔“ وہ فوراً خفا ہوکر کھڑی ہوگئی مریم ہنس دی۔

مدعی لاکھ بُرا چاہے تو کیا ہوتا ہے
وہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے

”تو مائی ڈیئر فرینڈ! پہلے کنفرم تو کرلو کہ تمہارے بھائی صاحب واقعی ہماری فوزیہ کو پسند کرتے ہیں۔ ڈائریکٹ ہاں کہلواؤ پھر میرے پاس آنا۔ شک کے گھوڑے دوڑانے کا کوئی فائدہ نہیں میری جان! تمہاری والدہ کو بُرا بھلا نہیں کہہ رہی حقیقت بیان کررہی ہوں اگر خاور بھائی سیریس اور سنجیدہ ہوئے تو ہم کوئی حل بھی سوچیں گے، آگے اللہ کی مرضی!“

”تم نہ مانو مگر مجھے یقین ہے میرا شک درست ہے رہی کنفرم کرنے کی بات تو وہ بھی شام تک کرلیتی ہوں پھر بھاگنا نہیں، مل کر پلاننگ کرنی ہوگی، ہمیں کرشمہ کو بدظن کرتے ہوئے امی کو ان کے رشتہ داروں کے خلاف...... نہیں کرنا بلکہ خاور بھائی کی رسائی فوزیہ آپی تک ممکن بنانا ہوگی۔ یہ کیسے کرنا ہے دونوں مل کر طے کریں گے تب تک خاور بھائی کا اقرار بھی لے آتی ہوں۔ او کے چلتی ہوں پھر ملیں گے ایک چھوٹے سے بریک کے بعد۔“ وہ ہاتھ ہلاتی کمرے سے نکل گئی تو وہ پُرسوچ نظروں سے اسے جاتا دیکھے گئی۔

❁......✕ ✕......❁

صبا دوبارہ آئی تو خاور بھائی کی فوزیہ سے متعلق پسندیدگی کی تمام رپورٹ تیار کررکھی تھی۔

”گھر جاتے ہی میں نے سیدھا خاور بھائی کو جالیا تھا، میں نے ڈائریکٹ بات کی تھی وہ لگے ٹالنے، میں نے بھی سنا ڈالیں تمہیں اور فوزیہ آپی کو بتادینے کی دھمکی دی تو اقرار کرتے ہی بنی۔ بقول ان کے کہ وہ فوزیہ آپی کو شروع سے ہی پسند کرتے تھے امی سے کئی بار ذکر بھی کیا مگر اپنے سے کم تر لوگوں میں رشتہ کرنے پر قطعی راضی نہ ہوئیں بھلے وہ ہمارے رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔ انہوں نے زور دیا تو امی نے دھمکی دی کہ اگر انہوں نے ضد کی تو وہ فوزیہ آپی اور چچی بیگم کے گھر جاکر انہیں سنا دیں گی کہ ویسے تو بڑی نیک پارسا بنتی ہیں مگر بیٹی کو کھلا چھوڑ دیا ہے کہ دوسروں کے لڑکے پھانسے۔ یہ تم لوگوں کی کردار کشی ہی نہ تھا عزتِ نفس پر بھی حملہ تھا۔

خاور بھائی فوزیہ آپی سے حقیقی محبت کرتے ہیں اور فوزیہ آپی تو قطعی بے خبر تھیں، پھر وہ بھلا ان کی بے عزتی کیسے گوارا کرلیتے، ناراض ہوکر ڈیوٹی پر چلے گئے امی نے اپنی ضد منوائی۔ کرشمہ سے منگنی کرڈالی وہ اب بھی فوزیہ آپی کو دل وجان سے چاہتے ہیں مگر ان کی عزت کا خیال پسندیدگی کے جذبات پر حاوی ہوجاتا ہے تو بے بس ہوکر رہ جاتے ہیں۔ یہ ہے سارا قصہ مختصر۔“

”ہوں......!“ وہ بھی خاور بھائی کے جذبات سے متاثر ہوئی۔

”کیا پلاننگ ہے پھر؟“ وہ دونوں سر جوڑے بیٹھ

گئی تھیں۔

کتنی دیر تک دونوں مختلف تجاویز دیتی اور رد کرتی رہیں پھر ایک فیصلے پر دونوں متفق ہو ہی گئیں۔

”آئیڈیا تو اچھا ہے کل سے ہی کام شروع کردیتی ہوں۔“ صبا خاصی پُرجوش تھی۔

”مگر دھیان سے کہ تمہاری امی کو شک نہ ہو۔ اس طرح کام کرنا ہے کہ سانپ بھی مرجائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ تمہاری امی کو قطعی پتا نہ چلے کہ کرشمہ سے منگنی توڑنے میں ہمارا ہاتھ ہے۔ انہیں اس طرح بدظن کرنا ہے کہ تمہاری والدہ محترمہ کو اپنے فیصلے پر صرف شرمندگی ہی ہو۔“ اس نے خصوصی ہدایات جاری کی تھیں۔

”او کے باس......!“ صبا مسکرادی۔

”اور یہ فوزیہ آپی کے پرپوزلز والا معاملہ تم سنبھال لو گی نا؟“

”اس کی تم فکر مت کرو۔“ مریم مطمئن تھی۔

”یہ خاور بھائی اس دفعہ کچھ زیادہ دن نہیں رہ لیے چھٹی پر۔“

”نہیں! آج چھٹی ختم ہورہی ہے ان کی، شام کو واپس جارہے ہیں۔“

”اور یہ تمہارے پاؤں کا کیا حال ہے۔ کب تک پٹی اتر رہی ہے اور بستر کب چھوڑو گی۔“

”ایک دو دن میں اتر جائے گی۔“ اس نے اپنے پاؤں کو دیکھا۔ بیٹھے بٹھائے یہ مصیبت مول لے لی تھی۔ صبا ہنس دی اس کے چہرے کے زاویوں کو دیکھ کر۔

”یہ تو وہی بات ہوئی کہ

الجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

آئندہ عمر بھائی کے صبر وضبط کو مت آزمانا اس دفعہ تو بچت ہوگئی، اگلی دفعہ سیدھی ٹانگ ٹوٹے گی۔ ویسے دل سے دعا نکلی ان کے۔“ وہ فوراً شرارت پر اتر آئی تھی۔

”دفع ہو......!“ وہ ہمیشہ کی طرح فوراً چڑ گئی تھی اور اس نے کھینچ کر ایک رسالہ اس کو مارا تھا جو اس کے منہ پر جالگا اور کچھ زیادہ زور سے لگا تھا۔ وہ سارے کمرے میں ناچتی پھر رہی تھی، ساتھ والے کمرے میں پڑھائی میں مشغول پڑھا کو آمنہ غصے سے اٹھ کر دروازے پر آ کھڑی ہوئی۔

”مسئلہ کیا ہے تم لوگوں کو؟ شور مچا رکھا ہے، ایک لفظ بھی پلے نہیں پڑرہا اور تمہیں اپنے گھر چین نہیں پڑتا، ہر وقت ادھر دندناتی پھرتی ہو، تمہاری اماں کو ہمارا تمہارے گھر جانا تو بڑا چبھتا ہے، اپنی دختر نیک اختر ذرا نظر نہیں آتی۔“ آمنہ کبھی کبھار اس طرح جرأت دکھاتی تھی اور اس کے الفاظ پر صبا تو صدمے سے کھڑی دیکھ رہی تھی مریم کو بھی ہنسی آنے لگی۔

آمنہ جس طرح تن فن کرتی آئی تھی، چلی بھی گئی، صبا کا سکتہ قائم تھا۔

”یہ......یہ آمنہ تھی......“ وہ بے یقین تھی۔

”نا......نا......رونا نہیں میری بہنا......اس نے ٹھیک تمہاری اماں کا ظلم گنوایا ہے۔ نہ جانے کب کا دکھا دل تھا عین موقع پر پھٹا تھا۔“ مریم نے جلتی پر تیل کا کام کیا تھا۔

”میں ہی احمق بے وقوف ہوں، جو تم لوگوں کی محبت میں دوڑی چلی آتی ہوں۔“

”دفع ہو......“ اس کا جملہ اب کے دہرا کر تن فن کرتی یہ جاوہ جا۔

جذبہ عشق سلامت ہے تو ان شاء اللہ
کچے دھاگے سے چلے آئیں گے سرکار بندھے

پیچھے سے مریم کے شرارتی شعر نے سیڑھیوں تک صبا کا پیچھا کیا تھا۔

(جاری ہے)

قسط نمبر 13

بھیگی پلکوں پر

اقرأ صغیر احمد

محبت کرنے کے کچھ آداب ہوا کرتے ہیں
جاگتی آنکھوں میں خواب ہوا کرتے ہیں
ہر کوئی رو کے دکھائے یہ ضروری تو نہیں
خشک آنکھوں میں بھی سیلاب ہوا کرتے ہیں

گزشتہ اقساط کا خلاصہ

پارس عرف پری عدم توجہی اور سوتیلے رشتوں کی بدسلوکی کا شکار ہے۔ دادی جان اس کے لیے گھر بھر میں واحد محبت کرنے والی شخصیت ہیں جبکہ اپنے والد فیاض صاحب سے اس کا رابطہ واجبی سا ہے۔ فیاض صاحب کی دوسری بیوی صباحت فطرتاً حاسد، فضول خرچ اور طمع پرست ہیں۔ ان کے یہی اوصاف ان کی بیٹیوں عادلہ اور عائزہ میں بھی بہ درجہ اتم موجود ہیں۔ البتہ پری اور دادی جان کی حیثیت گھر بھر میں مضبوط ہے۔

طغرل کی آمد خاصی ہنگامہ خیز ثابت ہوتی ہے۔ پری کے ذہن میں طغرل اور اپنی بچپن کی لڑائیاں تازہ ہیں۔ عادلہ، طغرل پر ملتفت ہے اس کی وجاہت اور اس کے اسٹیٹس کے سبب۔

پری کی والدہ فیاض صاحب سے علیحدگی کے بعد اپنے خالہ زاد صفدر جمال سے شادی کر چکی ہیں جو ایک کامیاب بزنس مین ہیں۔ پری کے لیے مثنیٰ کی محبت لازوال ہے مگر صفدر جمال کو پری کا ذکر بھی ناپسند ہے۔

طغرل، پری کی خود سے رکھائی پر حیران اور اس بابت اس سے استفسار کرتا ہے۔

رات کی تاریکی میں طغرل نے ایک سائے کو سوٹ کیس تھامے گھر سے فرار ہوتے دیکھا۔ طغرل کے خیال میں رات کے اندھیرے میں گھر سے فرار ہونے والی لڑکی پری ہے۔ جب کہ حقیقت مختلف ہے۔ صفدر جمال اور مثنیٰ کا بیٹا سعود غیر ملک میں کسی ہندو لڑکی سے شادی کا خواہاں ہے، جس کی مثنیٰ سختی سے مخالفت کرتی ہیں مگر اک روز صفدر جمال انہیں بتاتے ہیں کہ سعود، پوجا سے شادی کر چکا ہے وہ بھی ان کی اجازت اور شمولیت کے ساتھ..... مثنیٰ شاکڈ رہ جاتی ہیں اور ان سے برگشتہ ہو کر گھر چھوڑ دیتی ہیں۔

صفدر جمال مثنیٰ کو منانے کی بہت کوشش کرتے ہیں مگر وہ ہنوز غم و غصے کا شکار ہیں، جس پر صفدر جمال انہیں بتاتے ہیں کہ سعود نے پوجا سے شادی کرنے کے لیے خودکشی کی کوشش کی تھی جس پر انہیں ہتھیار ڈالنے پڑے۔ صفدر جمال کی منت سماجت پر بالآخر مثنیٰ واپس لوٹ آتی ہیں۔

جویریہ کے بھائی اعوان سے ماہ رخ کا ربط محبت میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

پری کے سامنے طغرل کو ایک بار پھر لان کے اندھیرے میں وہی سایہ نظر آتا ہے تو وہ پری کے روکنے کے باوجود اس سائے کے پیچھے بھاگتا ہے۔

طغرل باہر نکل کر اس سایہ کا پیچھا کر کے اس کو پکڑ لا کر اس کا چہرہ بے نقاب کرتا ہے تو وہ عائزہ ہوتی ہے جس کو دیکھ کر پری اور عادلہ حیران و پریشان ہو جاتی ہیں۔ کمرے میں شور کی آواز سن کے صباحت بیگم جب اندر آتی ہیں تو وہ کا منظر دیکھ کر ہقابقا رہ جاتی ہیں اور طغرل کی زبانی عائزہ کا کارنامہ جان کر ان کے ہوش اڑ جاتے ہیں۔ طغرل کے جانے کے بعد صباحت پری کو سرزنش کر کے کمرے سے نکال دیتی ہیں باہر طغرل پری کا منتظر ہوتا ہے وہ عائزہ پر نظر رکھنے کی تاکید کرتا عائزہ صباحت سے ضد کرتی ہے کہ وہ صرف راحیل سے ہی شادی کرے

گی تو صباحت اس کو سمجھا سمجھا کر مگر وہ ٹس سے مس نہیں ہوتی ادھر طغرل ایک بار پھر دادی کو تنگ کرنے پہنچ جاتا ہے کہ وہ پری سے یا اس سے زیادہ پیار کرتیں ہے مگر دادی اس کو ڈانٹ کر چلیں جاتیں ہیں تو طغرل پری کا ہاتھ تھام لیتا ہے جس پر پری بے حد برہم ہوتی اور طغرل کو بے بھاؤ کی سناتی جس پر طغرل شدید طیش میں آ جاتا ہے۔

طغرل کی اس حرکت کے بعد پری بہت برہم ہو جاتی ہے اور دادی کو بتا کر نانی کے گھر چلی جاتی ہے جہاں اس کی ماں بھی ہوتی ہے جس کو دیکھ کر وہ پریشان ہو جاتی ہے اور غصہ میں پری کی ددھیال والوں کو بے بھاؤ کی سناتی ہے جس پر پری کی نانی ان کو سمجھا کر ان کا غصہ کم کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔

ماہ رخ جب گھر پہنچتی ہے تو وہاں گلفام پہلے سے موجود ہوتا ہے جس کو دیکھ کر وہ کچھ خوف زدہ سی ہو جاتی ہے وہ اپنی گھبراہٹ پر قابو پا کر اس سے باز پرس کرتی ہیں کہ گھر والے کہاں ہیں اور گلفام کا جواب سن کر وہ طیش میں آ کر اس کو صلاواتیں سنا جاتی ہے۔ دوسری طرف وہ عون سے جھوٹ بول کر اس کو کورٹ میرج پر اکساتی ہے جس پر عون تیار نہیں ہوتا جس پر وہ عون سے ناراض ہو جاتی ہے۔

پری کے گھر پر نہ ہونے سے دادی کچھ کچھ پریشان اور بے زار سی ہو جاتی ہیں تو طغرل ان کو پھوپو کے گھر لے جاتا ہے تا کہ ان کا کچھ دل بہل سکے۔ دادی کو یوں اچانک دیکھ کر ان کی بیٹی اور نواسیاں بے حد خوش ہو جاتی ہیں اور طغرل رات کو آ کر ان کو واپس لے جاتا ہے دادی کو ان کے کمرے میں چھوڑ کر اپنے کمرے میں آ کر فریش ہو کر جیسے ہی مڑتا تو اس کی نظر عادلہ پر پڑتی ہے جس کو دیکھ کر وہ بھونچکا سا رہ جاتا ہے۔

طغرل عادلہ کو آڑے ہاتھوں لیتا ہے اور اس کو آئندہ رات کے وقت اپنے کمرے میں آنے سے روک دیتا ہے۔ دادی پری کے نانی کے گھر جانے سے بے حد ڈسٹرب ہو جاتی ہیں جس سے ان کی طبیعت بھی کچھ خراب ہو جاتی جس کے باعث فیاض صاحب اور طغرل کچھ پریشان ہو جاتے ہیں جب پری کو دادی کی طبیعت کے بارے میں پتا چلتا ہے تو وہ واپس آنے کا ادارہ کر کے فیاض صاحب کو فون کر دیتی ہے اور فیاض صاحب اپنی مصروفیات کے باعث پری کو لینے طغرل کو بھیج دیتیں ہیں اور پری طغرل کو دیکھ کر موڈ خراب ہو جاتا ہے۔

(اب آگے پڑھیے)

❁......✸......❁

طغرل کی بات پر اس نے اسے گھور کر دیکھا تھا وہ ڈرائیو کرتے ہوئے مسکرا رہا تھا گو کہ اس کی نگاہیں ونڈ اسکرین پر مرکوز تھیں۔ وہ جانتی تھی کہ وہ اسے زچ کر رہا ہے۔

''آئسکریم کھاؤ گی؟'' کچھ دیر بعد اس نے استفسار کیا۔

''نہیں!'' اس نے صاف جواب دیا۔

''کھالو......تم کیوں ہر بات انکار میں کرتی ہو؟''

''میرا دل نہیں چاہ رہا۔''

''میرا دل تو چاہ رہا ہے۔''

''آپ کھالیں' میں نے آپ کو منع نہیں کیا۔''

''تم اس قدر خود غرض کیوں ہو پری! ہمیشہ تم کو اپنی فکر ہوتی ہے تم کسی اور کو کوئی اہمیت نہیں دیتیں' یہ بات درست نہیں۔'' اس کے لہجے میں نرمی تھی

''ضروری تو نہیں ہے آپ جو کہیں وہ میں کروں۔''

''او کے' جیسے تمہاری مرضی! میں لڑنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔'' اس نے نرمی سے کہا' پری چپ ہی رہی تھی۔

تھوڑی دیر ہی خاموشی برقرار رہ سکی تھی' طغرل پھر بیک مرر میں اس کے چہرے کو دیکھ کر گویا ہوا۔

''تم نے کہا تھا' میری موجودگی میں گھر میں نہیں آؤ گی۔ آئم سوری! میں نے بہت کوشش کی کہ مجھے جلد ہی کوئی گھر مل جائے مگر ملا نہیں اور تمہیں ابھی نا معلوم کتنے دن میری موجودگی وہاں برداشت کرنی پڑے گی۔''

''میری زندگی میں ایسا کبھی نہیں ہوا کہ جو میں نے چاہا ہو' وہ خواہش پوری ہوئی ہو' مجھے عادت ہے اپنی ادھوری نامکمل خواہشوں کے ساتھ زندگی گزارنے کی' آپ شرمندہ مت ہوں۔'' اس نے بے حد سنجیدگی سے جواب دیا تھا۔

اس کے بے حد سنجیدگی سے دیئے گئے جواب پر طغرل نے بیک مرر پر واضح اس کے عکس کو دیکھا تھا۔ بے بی پنک کلر کے دوپٹے میں اس کے چہرے کی شفاف رنگت نمایاں تھی۔ اس کی نگاہیں جھکی ہوئی تھیں وہ اپنے ہاتھوں کی لکیروں کی بھول بھلیوں میں الجھی ہوئی تھی۔

اردگرد سے بے خبر' خود سے بھی بے خبر ایک اداس لڑکی......!

❁......✸......❁

''السلام علیکم بھابی جان!'' صباحت چھوٹی بہن نزہت کے ساتھ لاؤنج میں داخل ہوئی تھیں۔ تارا جو کاؤچ پر نیم دراز آرام دہ حالت میں ٹی وی پر کوکنگ شو دیکھ رہی تھیں ان کی بے وقت آمد پر جز بز انداز میں اٹھ کر بیٹھی تھیں' چہرے پر مصنوعی مسکراہٹ سجا کر گویا ہوئیں۔

''وعلیکم السلام! کہاں سے آ رہی ہو اس وقت؟''

''گھر سے آ رہے ہیں' صباحت آپی نے مجھے کال کی اور پوچھا گھر چل رہی ہو بھائی کے ہاں اور بات جب میکے آنے کی ہو تو کوئی بھی لڑکی انکار نہیں کر سکتی' آپی مجھے لے کر یہاں آ گئیں۔''

''اچھا ہوا تم بھی آ گئیں' آرام سے بیٹھو۔ میں ملازمہ سے کولڈ ڈرنک لانے کا کہتی ہوں۔'' وہ کہہ کر وہاں سے چلی گئی تھیں۔

''بھابی ہر وقت کوکنگ شوز تو ایسے دیکھتی رہتی ہیں جیسے بڑی ہی باورچن بن گئی ہیں اور حقیقت میں ان کو انڈا بھی ڈھنگ سے ابالنا نہیں آتا ہے' ہر کام کے لیے ملازم رکھے ہوئے ہیں۔''

''ہاں یہ بات تو ہے' ہمارے بھائی کی کمائی دل کھول کر لٹا رہی ہیں۔ اس پر کوئی ملال بھی نہیں۔'' نزہت نے بھی ہاں میں ہاں ملائی۔

''ارے ملال تو جب ہو گا نا جس وقت کوئی حساب کتاب لینے والا ہو' یہاں تو ان کا ہی راج ہے پھر بھائی جان کے علاوہ فاخر کی بھی سیلری اچھی بھلی ہے ان کو کس بات کی پروا ہے؟''

''آپی! ایک انداز سے دیکھو تو اچھا ہی ہے۔'' اس نے سرگوشیانہ انداز میں اس کی جانب قدرے جھک کر کہا تھا۔

''کس انداز سے بھئی؟''

''کل کو ہماری عائزہ اس گھر میں بہو بن کر آئے گی تو وہ بھی عیش کرے گی۔ بھابی سے زیادہ ہی......تم دیکھنا۔''

''ہوں......یہ تو ہے مگر ملازم تو میرے گھر میں بھی ہیں اور میں بچیوں سے کام کروانے کی قائل نہیں ہوں۔ اماں کی وجہ سے تھوڑا معمولی سا کام کر لیتی ہیں وہ وگرنہ میں نے شہزادیاں بنا کر رکھا ہوا ہے۔''

''اچھی بات ہے ملازم ہیں' کل کو بھابی یہ طعنہ تو نہیں دیں گی کہ باپ کے گھر ملازم نہیں تھے سسرال میں آ کر دیکھے ہیں۔'' اسی دم باہر سے قدموں کی چاپ آئی تو وہ سنبھل کر بیٹھ گئیں۔

''کولڈ کافی بنا کر لا رہی ہے وہ' مجھے یاد آیا تم دونوں کو کولڈ کافی بے حد پسند ہے۔'' وہ بیٹھتے ہوئے گویا ہوئیں۔

''بھابی! تم کو اور بھائی کو فرصت ہی نہیں ملتی میرے گھر آنے کی' اب تو ڈبل رشتے داری ہو گئی ہے تمہارا حق ہے۔''

"ارے، ہم کوئی بار پروگرام بناچکے ہیں تمہارے ہاں آنے کا۔"
"پھر آئیں کیوں نہیں؟ عائزہ بھی پوچھتی رہتی ہے۔"
"اچھا! وہ تو میری بیٹی ہے مجھے یاد کرے گی اور کیوں نہیں کرے گی بڑی محبت اور ارمانوں سے وہ بہو بن کر اس گھر میں آئے گی۔"
"پھر کب آرہی ہو بھائی کو لے کر؟"
"بات یہ ہے کہ جب بھی تمہارے گھر آنے کا پروگرام بناتے ہیں اس دن تم آجاتی ہو اس کو کہتے ہیں دل سے دل کو راہ اور ہم اپنا جانا ملتوی کردیتے ہیں۔" ان کے گہرے انداز پر وہ تنک کر گویا ہوئی تھیں۔
"پھر تو آپ آنے سے پہلے فون کرلیا کریں۔"
"چلو اچھا ہے ایسا ہی کروں گی اب میں دیکھتی ہوں وہ ابھی تک کافی لے کر کیوں نہیں آئی۔"
"دیکھا تم نے نزہت! کس طرح میٹھی چھری سے وار کرتی ہیں یہ بھابی صاحبہ! اب ان کا مقصد ہے میں بھائی کے ہاں آنا ہی چھوڑ دوں؟" ان کے جاتے ہی وہ آگ بگولہ ہوئیں۔
"ارے! کیوں خون جلاتی ہو آپی! عائزہ کے آنے کے بعد اس گھر کے دروازے آپ پر ہمیشہ کے لیے کھلے رہیں گے۔"
"صرف میرے لیے ہی نہیں ہم سب کے لیے کھل جائیں گے۔"

❁.....✹.....❁
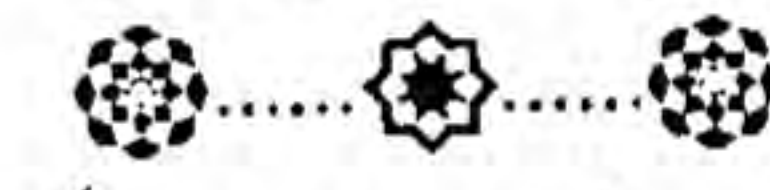
وہ کار سے اتر کر آئی تو شام گہری ہوچکی تھی۔ مالی لان میں پودوں کو پانی دے رہا تھا' لان میں رکھی چیئرز پر کوئی نہ تھا۔ طغرل گاڑی پارک کررہا تھا وہ کار رکتے ہی پھرتی سے نکل آئی تھی۔ طغرل نے اس کے چہرے پر وہی بے تابی و بے قراری دیکھی تھی جو وہ اس کی غیر موجودگی میں' اس کے لیے دادی کے چہرے پر دیکھتا تھا۔ ان دونوں کی دلی محبت کو وہ اب جان گیا تھا۔
دادی جان حسب عادت جائے نماز پر بیٹھی تسبیح پڑھ رہی تھیں' وہ جا کر سلام کرتی ہوئی ان سے لپٹ گئی۔
"آگئی دادی بوڑھی کی یاد تم کو جو چلی آئیں؟" اس کی پیشانی چومتی ہوئی وہ گویا ہوئیں۔
"میں بھولتی ہی کب ہوں آپ کو دادی جان! یہ آپ ہی ہیں جو ایک بار بھی مجھے یاد نہیں کرتیں۔" اس نے ان کے قریب بیٹھتے ہوئے گلہ کیا۔
"یہ تو میں جانوں یا میرا اللہ! تمہیں یاد کرتی ہوں یا نہیں۔"
"اگر آپ مجھے یاد کرتیں تو ایک فون تو کرسکتی ہیں نا دادی جان!"
"کیا فون کرنے سے ہی محبت ظاہر ہوتی ہے پری!"
"ہاں دادی جان! آپ کی پری محبت کی ایک ایک بوند کے لیے ترسی ہوئی ہے۔ نامعلوم کیسی پیاس ہے یہ جو بجھتی ہی نہیں ہے۔" وہ اپنی سوچ کو لفظوں کے پیراہن نہ دے سکی تھی۔
"چل اٹھ کر وضو کرکے آجا' مغرب کی اذان ہونے والی ہے۔ نماز کے بعد میرے لیے اپنے ہاتھوں سے کریلے قیمہ بنادے' بہت جی چاہ رہا ہے میرا۔ میں نے صباحت سے نہیں بنوایا کریلے قیمہ کا جو ذائقہ تمہارے

ہاتھ میں ہے وہ کسی کے ہاتھ میں نہیں ہے۔"
"یہ بات تو آپ نے سوا سولہ آنے درست کی ہے دادی جان!" وہ اس کا بیگ لے کر اندر آتا ہوا سنجیدگی سے گویا ہوا۔
"ایک کریلہ نیم چڑھا......اور دوسرا پارس کے ہاتھ سے پکا......"
"طغرل بھائی! کسی نے آپ کو بکواس کرنے کے لیے نہیں کہا ہے۔" وہ دادی کا خیال نہ کرکے اس سے گویا ہوئی۔
"پری! یہ کیا طریقہ ہے بیٹی! بھائی بھی کہہ رہی ہو اور اس انداز میں بھائی سے بات کررہی ہو۔"
"دادی جان! ان کو بھی دیکھیں نا آپ' ان کا جو دل چاہتا ہے کہہ دیتے ہیں۔"
"تمہارے کھانے پکانے کی تعریف ہی کررہا ہے بچہ! یہ بتاؤ کس کے ساتھ آئی ہو؟" انہوں نے موضوع بدلا۔
"میں لے کر آیا ہوں۔ انکل کا فون آیا تھا میرے پاس۔"
"تمہارے روپ میں فیاض کو ایک بیٹا مل گیا ہے' وہ اپنے دل کی بات تم سے کرلیتا ہے' بہت محبت کرتا ہے تم سے۔"
"آف کورس دادی جان! وہ خود اتنی محبت کرتے ہیں کہ لوگ ان سے از خود ہی محبت کرنے لگتے ہیں۔"
"اللہ میرے بچے کی پریشانیاں دور کرے۔" وہ بڑبڑائی تھیں۔

❁.....✹.....❁

اعوان کے جانے کے بعد ایک ایک دن اس کا اسی فکر میں گزر رہا تھا یہی وسوسے اس کو پریشان کیے ہوئے تھے' کہیں وہ جاپان سے واپس نہ آئے یا وہ اس کو بھول کر کسی اور سے دل لگا بیٹھے اور اس کے خواہشوں کے شیش محل کی عمارت خوابوں میں ہی مسمار ہوجائے اور وہ جو اس گھر سے' اس ماحول سے فرار ہونا چاہتی تھی۔
گلفام کی شریک حیات بن کر' حیات کی رنگینیوں سے دور ہوجائے۔
"مجھے اس طرح گھر میں بیٹھ کر وقت کو ضائع نہیں کرنا چاہیے' مجھے اعوان کے دوست ساحر سے ملنا چاہیے او راس سے مجھے اعوان کے بارے میں معلوم ہوگا اور میں بات بھی کرسکوں گی۔ اعوان نے مجھے ساحر کے بنگلے کا ایڈریس دیا ہے' مجھے فوراً جا کر اس سے ملنا چاہیے۔" اس کے اندر ایک ہلچل ہوئی تھی۔
فاطمہ جو بیٹی کی کیفیت کو بہت حساس طریقے سے محسوس کررہی تھیں وہ ابھی کمرے میں داخل ہوئی تھیں اور خاموشی سے اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کا جائزہ لیتی ہوئی اس کے قریب بیٹھ گئیں۔
"امی! کوئی کام ہے مجھ سے؟" وہ چونک کر گویا ہوئی۔
"کیوں؟ ماں بیٹی کے پاس کسی کام سے ہی آتی ہے؟" وہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے سادگی سے کہہ رہی تھیں۔ "پھر میں تم سے کام ہی کیا کراتی ہوں۔"
"آپ لیٹ جائیں امی! میں اپنے کمرے میں جارہی ہوں۔" اس کو ماں کی سنجیدگی سے خوف آتا تھا اس کو لگتا تھا کہ اس کی ماں کی آنکھیں اس کی چوری پکڑ لیں گی۔
اس کے ارادے جان جائیں گی۔
ایک خوف دامن گیر تھا جو ان کے قریب بیٹھنے نہیں دیتا تھا۔
"کیوں بھاگتی ہو مجھ سے رخ! ماں ہوں میں تمہاری۔" اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے قریب بٹھاتے ہوئے کہا۔

"سارے دن کی تھکی ہوئی ہیں آپ آرام کرلیں۔"

"نہیں تھکی ہوئی ہوں میں، گھر کا کام اپنوں کے لیے ہوتا ہے اور اپنوں کا خیال کر کے خوشی ہوتی ہے۔ ابھی تم ان باتوں کو نہیں سمجھو گی، کچھ دنوں بعد جب تمہاری شادی کردوں گی تب سب سمجھ جاؤ گی میری ان باتوں کو۔" ان کی بات پر اس کا دل بُری طرح دھڑک اٹھا تھا۔

"شادی...... امی ابھی میرے امتحان ہوں گے، بہت سا پڑھنا ہے مجھے، میری ساری محنت ضائع ہوجائے گی۔"

"امتحان!" انہوں نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"زندگی ایک امتحان ہی تو ہے ہماری، جو زندگی کے ساتھ ہی ختم ہوں گے پھر تم کئی دنوں سے کالج بھی نہیں جارہی ہو۔"

"امی! چھٹیاں تھیں نا، کل جانا ہے کالج۔"

"اب نہیں جاؤ گی تم کالج راس نہیں آیا ہے جب سے کالج گئی ہو بہت عجیب اور سب سے دور ہوگئی ہو۔"

"نہیں امی! ایسی بات نہیں ہے میں ویسی ہی ہوں اور بھلا سب سے دور کیوں ہوں گی؟ آپ تو میرے اپنے ہیں۔"

"کچھ دنوں سے میں راتوں کو سکون سے سو نہیں پارہی ہوں نا معلوم کیسے کیسے خواب نظر آرہے ہیں مجھے، سارا سارا دن میں عجیب سی وحشت اور پریشانی میں مبتلا رہتی ہوں۔"

"امی! آپ کام بھی تو بہت کرتی ہیں، کمزوری ہوگئی ہے آپ کے اندر۔ میں آپ کے لیے گلوکوز ملا کر لاتی ہوں پانی میں۔" وہ اٹھتے ہوئے بولی۔

"رہنے دو رخ! مجھے ضرورت نہیں ہے یہ گلوکوز سے جانے والی کمزوری نہیں ہے، یہ تو کچھ اور ہی ہے جو میں سمجھ نہیں پارہی ہوں۔" ان کے انداز میں الجھن تھی۔

"امی! میں امتحان دوں گی اگر آپ کو مجھ سے محبت ہے تو آپ کو اجازت دینی ہوگی۔"

"مت بحث کرو مجھ سے، میں تمہاری بھلائی کے لیے کہہ رہی ہوں۔"

"اس میں بھلائی نہیں ہے میری امی!" وہ روہانسے لہجے میں بولی۔

"مجھے محسوس ہورہا ہے رخ! کہیں بہت غلط کررہی ہو تم۔" وہ اس کی جانب دیکھتے ہوئے مضبوط لہجے میں کہہ رہی تھیں، ان کے انداز پر وہ لمحے بھر کو نگاہ نہ اٹھا سکی تھی، دل سمٹنے سا لگا تھا۔

"تم جب تک کالج سے نہیں آتی ہو، میری نگاہیں دروازے پر ہی جمی رہتی ہیں۔ دل میں عجیب عجیب خیالات ادھم مچاتے ہیں۔"

"آپ کو مجھ پر اعتماد نہیں ہے امی؟"

"اعتماد ہے تب ہی تم کو اتنا پڑھا رہے ہیں، ورنہ تم یہ جانتی ہو ہماری قوم میں لڑکیاں پرائمری سے آگے نہیں پڑھتیں اور کم عمری میں ہی بیٹیوں کو رخصت کرنے کا رواج ہے اگر تمہارے ابا کی خواہش نہ ہوتی تمہیں پڑھانے کی تو میں بھی کب کی تم کو گلفام کی دلہن بنا چکی ہوتی۔" وہ دو ٹوک انداز میں کہہ رہی تھیں۔

گلفام کے نام پر اس کا حلق تک کڑوا ہوگیا تھا مگر سامنے اس کی ماں بیٹھی ہوئی تھیں اور وہ اس کے احساس کو بخوبی جانچ سکتی تھیں۔ اندر کی پسندیدگی کو اس نے باہر نہیں آنے دیا تھا اور مسکرا کر بولی۔

"میں جانتی ہوں امی! آپ اور ابا خاندان سے ٹکر لے کر مجھے اعلیٰ تعلیم دلا رہے ہیں، یہ سب جانتے ہوئے میں کوئی غلط قدم کیسے اٹھا سکتی ہوں، آپ کی عزت کا خیال مجھے سب سے زیادہ ہے۔" ان کا ہاتھ پکڑ کر وہ نم آنکھوں سے گویا ہوئی تھی۔

"میں تمہیں امتحان دینے کی اجازت دیتی ہوں، تم امتحان دے لو ہماری یہ خواہش ہے تم خاندان کی لڑکیوں کے لیے اچھی مثال بن جاؤ، کل دوسری لڑکیاں بھی تعلیم کے زیور سے آراستہ ہوجائیں۔"

❀......❀......❀

مذنہ واپس آگئی تھیں۔

ڈنر کے بعد وہ اماں جان کے کمرے میں آگئی تھیں، طغرل اور فیاض کے علاوہ سب وہاں موجود تھے، اماں جان نے کہا۔

"بہو! بہت دل لگ گیا تمہارا وہاں پر، خیر بہت عرصے بعد سب سے ملی ہوگی۔" انہوں نے پہل کرتے ہوئے بات کی۔

"اماں جان! ایک طویل عرصے بعد سب سے ملی ہوں، سب نے بہت محبت دی، خیال رکھا اتنے دن گزرنے کا بالکل بھی احساس نہیں ہوا مجھے۔"

"بھابی! آپ کی وجہ سے میں نے عائزہ کی منگنی بھی بے حد سادگی سے کی ہے۔ اب آپ آگئی ہیں تو بہت دھوم دھام سے منگنی کریں گے۔" صباحت نے کہا۔

"ہاں...... ہاں کیوں نہیں اور جلد ہی فراز بھی پاکستان آنے والے ہیں۔" انہوں نے قریب بیٹھی عائزہ کو شوخ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا تھا اور عائزہ مسکرا رہی تھی۔

"ہم سب مل کر دھوم دھام سے خوشیاں منائیں گے۔"

"ایک زمانہ گزر گیا اس گھر خوشیاں آئے اب میں چاہتی ہوں مرنے سے قبل اللہ مجھے میرے بچوں کی خوشیاں دیکھنا نصیب کرے، سرخرو ہو کر اس دنیا سے جاؤں۔"

"یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ دادی جان!" پری کے چہرے کی رنگت بدلی تھی ان کی بات پر۔

"اللہ آپ کا سایا سدا ہمارے سروں پر رکھے اماں ایسی باتیں نہ کیا کریں۔"

"جو حقیقت ہے اس سے فرار کس طرح ممکن ہے۔"

"ایسی خوشی کے موقع پر آپ نے ہمیں دکھی کردیا ہے دادی جان! آپ سے ہی تو اس گھر کی رونق ہے۔"

"میں تو بس یہ چاہتی ہوں کہ سب خوش رہیں۔"

"آپ کی دعاؤں کے طفیل ہم سب خوش ہیں، آپ آرام کریں اماں جان! میں کچھ ٹائم طغرل کے پاس گزار دوں گی۔ بہت یاد کیا ہے میں نے اس کو وہاں پر، مگر فکر نہیں تھی کہ وہ آپ کے پاس ہے، مجھ سے زیادہ آپ خیال رکھتی ہیں۔" وہ طغرل کے روم میں آئیں تو وہ نائٹ ڈریس پہن کر واش روم سے نکلا تھا۔ انہیں دیکھ کر مسکراتا ہوا بولا۔

"دادو نے بہت یاد کیا تھا آپ کو وہاں سب لوگ کیسے ہیں ممی! انجوائے کیا آپ نے وہاں۔" وہ ان کے قریب

بیٹھتا ہوا بولا۔
''پندرہ سال بعد ملی ہوں سب سے ہاتھوں ہاتھ لیا' کوئی ایسا دن نہیں گزرا جس میں پارٹی نہ ہو۔''
''ہوں' تب ہی خاصی صحت مند دکھائی دے رہی ہیں۔'' وہ شوخی سے گویا ہوا تھا۔
''رئیلی بیٹا! میں فیٹی ہوگئی ہوں؟''
مدنہ کو فوراً ہی اپنے موٹاپے کی فکر ہوئی تھی اور وہ ہنس پڑا۔
''میں مذاق کر رہا تھا می! آپ کو اس قدر اپنی اسمارٹنس کی فکر کیوں رہتی ہے' آپ تھوڑی صحت مند بھی کیوٹ لگیں گی۔'' وہ ان کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔
''آپ کے ڈیڈی کو موٹی عورت اچھی نہیں لگتی ہے۔'' وہ ہنس کر گویا ہوئی تھیں۔ ''وہاں ماموں اور ممانی نے آپ کی کمی کو بہت محسوس کیا' اصرار کر رہی تھیں اگلی دفعہ آپ کو ضرور لے کر آؤں۔''
''ابھی تو میں بے حد بزی ہوں می! فیکٹریز کے لیے کنسٹریکشن ہو رہی ہے اور ایک پُرسکون علاقے میں' میں نے ریذیڈنسی چوز کر لی ہے' کچھ چینجنگ کنسٹریکشن وہاں بھی ہوں گی۔ جو عنقریب شروع کرانے والا ہوں۔''
''آپ نے مجھے کال بھی کی تھی کہ علیحدہ گھر لینا چاہ رہے ہیں اب ماشاء اللہ لے بھی لیا ہے' کوئی خاص وجہ ہے کیا گھر لینے کی؟'' اس کی طرف دیکھ کر وہ پرتجسّس انداز میں گویا ہوئیں۔
''گھر تو لینا تھا نا می!'' اس نے سنجیدگی سے کہا۔
''ہاں گھر تو لینا تھا مگر اتنی جلدی کیوں کی آپ نے؟ یہاں کسی نے بُرا برتاؤ کیا ہے آپ کے ساتھ؟ ورنہ آپ اماں کے پاس سے جانے والے نہیں تھے۔''
وہ ماں تھیں اور ماں سے بڑھ کر بچوں کے احساسات کو کون سمجھ سکتا ہے وہ فوراً ہی اس کا ذہن کھوجنے لگی تھیں۔
''نہیں می! کون کرے گا بھلا اس طرح میرے ساتھ بُرا برتاؤ...... میں دادی جان کو ساتھ لے کر جاؤں گا یہاں سے ابھی آپ ان سے ذکر مت کیجیے گا خوامخواہ وہ پریشان ہو جائیں گی۔''
وہ کیا بتاتا ان کو پری کے ساتھ ہونے والی جھڑپ نے اس کو سنجیدگی سے علیحدہ گھر لینے کی ترغیب دلائی تھی۔
''میں تو خود ابھی ساتھ رہنا چاہتی ہوں ایسی کوئی جلدی نہیں ہے' ہمیں دور جانے کی پھر ابھی صباحت عائزہ کی منگنی کرنا چاہ رہی ہیں' میری وجہ سے بے چاری اپنی ساری خوشیاں دبائے بیٹھی ہیں پھر ابھی بہت سے کام کرنے ہیں۔''
''ممی! آپ پریشان مت ہوں' جب آپ کا حکم ہوگا ہم تب وہاں چلیں گے اور میں نے بتایا نا ابھی وہاں ری کنسٹریکشن ہوگی' اس کو اسٹیبلشڈ کرنے میں ٹائم لگے گا۔''

❁......✸......❁

''مجھے سمجھ نہیں آتی ہے آپ کی مصروفیات دن بدن اتنی بڑھتی جا رہی ہیں کہ مجھے آپ سے بات کرنے کا ٹائم ہی نہیں ملتا ہے۔''
فیاض روم میں داخل ہوئے تو وہ شکائتی لہجے میں گویا ہوئیں' فیاض نے بیڈ پر دراز ہوتے ہوئے کہا۔
''بات......؟ تم' کو بات کہاں کرنی ہوتی ہے کوئی نئی خواہش پیدا ہوئی ہوگی تمہارے اندر' کوئی نئی فرمائش کرنی ہوگی تمہیں۔'' وہ آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر نرمی سے بولے۔

ہاں یوں ہیں آپ تو میری ہر خواہش منہ سے نکلتے ہی پوری کردیتے ہیں گویا' کوئی فرمائش رد نہیں کرتے ہیں جیسے۔" وہ منہ بنا کر گویا ہوئیں۔

"الحمدللہ! میں ہی پوری کرتا ہوں کسی اور کا نام ہے تو بتادو میرے علاوہ......"

"آپ کے علاوہ کوئی اور پوری بھی کیوں کرے' باپ ہیں آپ اپنی بیٹیوں کے ان کی تمام تر ذمہ داریاں نبھانے کا آپ کا حق ہے فیاض صاحب!"

"اب کیا کرنا چاہتی ہو تم؟ کس بات کا ہنگامہ ہے یہ؟"

"ارے ہنگامہ آپ کررہے ہیں یا میں؟ میری ہر سیدھی بات کا آپ الٹا جواب دے رہے ہیں۔"

فیاض صاحب کا اکھڑا انداز ان کو اسی طرح لمحے بھر میں آپے سے باہر کردیا کرتا تھا جس کی وہ کوئی پروا نہیں کرتے تھے۔

"پلیز! سونے دو مجھے' سارا دن گھر سے باہر وقت گزرتا ہے' اور گھر آکر آرام کے بجائے تمہاری لن ترانیاں سننی پڑتی ہیں۔"

"آپ کا تو ہر دن گھر سے باہر گزرتا ہے اب مجھے کوئی بات کرنی ہوگی تو میں کس سے کروں؟ خرچہ تو آپ ہی اٹھائیں گے نا۔"

"خرچہ!" انہوں نے آنکھوں سے ہاتھ ہٹا کر دیکھا تھا۔

"یہ اب کون سا ایکسٹرا خرچہ تم نکال کر بیٹھی ہو؟"

"بھابی مری سے آگئی ہیں اب فاخر کو بھی ہم انگوٹھی پہنانے جائیں گے یا نہیں؟" ان کے بگڑے تیور صباحت کے مزاج درست کرگئے' ان کی طرف دیکھ کر وہ آہستگی سے گویا ہوئیں۔

"فی الوقت میں کسی بھی چونچلوں کو برداشت کرنے کے موڈ اور پوزیشن میں نہیں ہوں' اپنی ان خواہشات کو ابھی اندر ہی رکھو تو بہتر ہے۔"

"آپ تو کبھی بھی میری بات کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہی نہیں ہیں' ہر وقت بے زار دکھائی دیتے ہیں ہم ماں بیٹیوں سے۔ میں نے بھابی جان سے کہہ دیا ہے کیا جواب دوں گی ان کو؟" وہ بُری طرح بوکھلا کر رہ گئی تھیں۔

"ہر بات کو کیوں اس طرح سر پر سوار کرلیتی ہو' ضروری تو نہیں ہے جو تم چاہو وہ فوراً ہی ہوجائے' کچھ صبر و برداشت سے بھی کام لینا پڑتا ہے' ہمیشہ جلد بازی سے کام لیتی ہو۔"

"آپ کی عزت کی بات ہے بھابی کیا سوچیں گی؟"

"بھابی کو میں جانتا ہوں' وہ بہت سمجھدار عورت ہیں' وہ خیال نہیں کریں گی۔"

"میرے علاوہ آپ کو دنیا کی ہر عورت سمجھدار دکھائی دیتی ہے' ساری برائیاں تو مجھ میں ہی ہیں۔"

❁......❁......❁

جب بدگمانی کی دھوپ میں پل کر
شک کے کانٹے لہو میں چبھتے ہیں
تو محبت کے گلابی موسم
زرد رنگ میں بدلتے ہیں
کڑوی ہوجاتی ہے محبت بھی
اور نصیب بھی جھلستے ہیں
پھر پشیمانی کے گھنے جنگل میں
ہاتھ اپنے پر یمی ملتے ہیں
آرزوؤں کے پھول مرجھاتے ہیں
غم کی کلیوں سے بھر سا جاتا ہے
گھر آنگن دل کا گلشن
تہہ چلمن

وین سے اتر کر اس نے ہاتھ میں پکڑا ہوا ایڈریس ایک بار پھر دیکھا تھا اور مطمئن ہوکر تین تلوار کے عقب میں چل پڑی تھی اور کچھ دور جاکر اس کے سپنے کا جہاں پھیلا ہوا تھا صاف شفاف سیاہ سڑکیں تھیں اور سڑکوں پر رواں دواں خوب صورت گاڑیاں تھیں۔

وسیع و عریض بنگلوز تھے جن کے آگے خوب صورت سرسبز و شاداب لان بنے ہوئے تھے ایک پُرسکون خاموشی تھی یہاں اتنے بڑے بڑے بنگلوں سے کوئی آواز ہی نہ ابھر رہی تھی' اسے یاد آنے لگا اپنا محلّہ اور محلے سے ملحقہ علاقے جہاں ہر وقت ہی بے ہنگم شور رہتا تھا اور اس کے گھر میں بھی خاموشی نہ تھی۔

"کون ہیں آپ؟ کس سے ملنا ہے آپ کو؟" وہ سوچوں میں گم کس لمحے ساحر کے بنگلے کے قریب پہنچ گئی تھی' اس کو معلوم ہی نہ ہوسکا تھا' چوکیدار کی کراری آواز پر وہ چونک کر ہوش میں آئی تھی۔

"ساحر صاحب ہیں؟ ان سے ملنا ہے مجھے۔"

"ٹھہرو آپ ادھر ہی' صاحب سے معلوم کرکے آتا ہوں' کیا نام ہے آپ کا؟"

"ماہ رخ!" وہ اعتماد سے بولی تھی اور چوکیدار گیٹ بند کرکے واپس اندر چلا گیا تھا۔ چوکیدار کی اس حرکت پر اس کو بڑی کوفت ہوئی تھی۔ کچھ دیر بعد گیٹ کھلا تھا اور چوکیدار سے پہلے ساحر کا چہرہ نظر آیا تھا۔

"ہیلو' آئم سوری! تشریف لائیے میں نے واچ مین کو بے حد ڈانٹا ہے کہ وہ آپ کو اس طرح گیٹ سے باہر کیوں چھوڑ کر آیا ہے۔" اس نے اندر آتے ہی معذرتی انداز میں کہا تھا اور وہ مسکرا کر گویا ہوئی تھی۔

"ارے آپ نے کیوں خوامخواہ اس بے چارے کو ڈانٹا ہے یہ تو اس کی ڈیوٹی ہے سیکورٹی کے لیے یہ کرنا پڑتا ہے۔"

"آپ تو ہماری آنریبل گیسٹ ہیں آپ کی شان میں یہ گستاخی ناقابل برداشت ہے۔" وہ اسے لے کر اندر آگیا تھا اور وہاں کی خوب صورتی نے اس کو ازحد متاثر کیا تھا۔

"موسم اچھا ہے آپ کہاں بیٹھنا پسند کریں گی' یہاں لان میں یا اندر لیونگ روم میں؟"

"لان میں ہی بیٹھیں گے' اگر آپ کے کسی فیملی ممبر کو اعتراض نہ ہو تو۔" وہ تکلف زدہ لہجے میں بولی تھی۔

"یہاں میرے علاوہ کوئی فیملی ممبر نہیں ہے۔" وہ مسکرا کر شائستگی سے گویا ہوا تھا۔

"یہاں آپ تنہا رہتے ہیں' اتنے بڑے گھر میں؟" اس کو سخت حیرانی ہوئی تھی۔

''رہتا بھی کہاں ہوں' آنا جانا لگا رہتا ہے سال میں ایک بار آتا ہوں میں یہاں چند دنوں کے لیے۔'' وہ چیئرز پر بیٹھ چکے تھے۔

''پھر آپ کے جانے کے بعد یہاں کون رہتا ہے کیا آپ اس کو رینٹ پر دے دیتے ہیں؟'' اس نے مسکرا کر اس کے حیران اور تعجب زدہ چہرے کو دیکھا اور کہا۔

''رینٹ پر نہیں دیتا نوکر حفاظت کرتے ہیں یہاں کی۔''

''پھر فائدہ ہی کیا ہے آپ کو اتنا بڑا گھر رکھنے کا جب سال میں صرف دو ہفتے یہاں رہنا ہو تو۔ آپ ایسا کیوں نہیں کرتے کہ یہ بنگلہ سیل کر دیں اور خود آ کر کسی ہوٹل میں ٹھہر جایا کریں' اس طرح آپ کے لاکھوں روپے بچیں گے۔''

''مشورہ تو آپ کا زبردست ہے' لیکن میری عادت ہے مجھے لگژیز گھر اچھے لگتے ہیں۔ اس سے زیادہ خوب صورت اور وسیع میرے دوسرے شہروں میں بنگلے ہیں اور ان میں' میں سال میں ایک بار بھی نہیں جاتا ہوں' شارٹ ٹائم کی وجہ سے۔''

''یہ عادت نہیں آپ کا کریز ہے' مجھے سمجھ نہیں آ رہی یہ کیسا شوق ہے آپ کا؟'' وہ اس کی باتوں سے سخت متحیر تھی۔

''ہم ایک نواب خاندان سے تعلق رکھتے ہیں' میرے ڈیڈ اپنے ڈیڈ کے اکلوتے بیٹے تھے' ساری دولت و جائیداد ان کے حصے میں آئی تھی' اب میں اپنے ڈیڈ کی اکلوتی اولاد ہوں' تو سب میرا ہی ہے اور اس کو میں اپنے طریقے اور شوق سے یوز کرتا ہوں' پھر میرا بزنس بھی سیٹل ہے۔''

''آپ کے والدین آپ کے ساتھ نہیں ہیں؟''

''وہ امریکہ میں سیٹل ہیں پاکستان نہیں آتے۔''

ایک ملازم لیمن اسکوائش کے گلاس سرو کر کے چلا گیا تھا۔ وہ اس کی شان دار رہائش اور باتوں سے بڑی حد تک مرعوب ہو گئی تھی۔ فوری طور پر پوچھنا بھول گئی تھی اعوان کے متعلق پھر یاد آنے پر گویا ہوئی تھی۔

''اعوان نے مجھ سے کہا تھا جب بھی آپ سے کہوں آپ میرا رابطہ اس سے کرا دیں گے' میں آج آپ کے پاس اسی لیے آئی ہوں' آپ میری اس سے بات کرا دیں۔''

''شیور..... شیور میں ضرور آپ کی اس سے بات کرا دیتا لیکن.....!'' وہ کہتے کہتے رک گیا وہ گھبرا کر اس کی طرف دیکھتی ہے۔

''کیا ہوا؟ اعوان خیریت سے تو ہیں نا؟''

''وہ خیریت سے ہے' آپ پریشان مت ہوں' اسکوائش پئیں۔'' وہ اس کو پریشان دیکھ کر دلاسہ دینے والے انداز میں بولا۔

''ایک ماہ ہو چکا ہے اعوان کو گئے ہوئے اور اس کا آپ سے رابطہ بھی نہیں ہے۔'' ''آپ تو پریشان ہو گئی ہیں اعوان کو معلوم ہو گا تو میری جان لے لے گا کہ میں نے آپ کو پریشان کیا ہے چلیں آئیں' ہم باہر چلتے ہیں' ڈنر بھی باہر کریں گے۔''

گلاس ٹیبل پر رکھ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا رخ اس کی ادھوری بات سے وسوسوں کا شکار ہو گئی تھی۔

''باہر کہاں جائیں گے؟ میں ممی سے کالج کا بہانہ کر کے باہر نکلی ہوں' مجھے ٹائم پر گھر پہنچنا ہو گا' ممی ڈیڈی آج کل میری شادی کی تیاریوں میں لگے ہوئے ہیں۔ میں ان سے بہانے بنا بنا کر تنگ آ چکی ہوں' ادھر اعوان سارے وعدے بھلا کر بیٹھ گیا ہے۔''

''ڈونٹ وری! سب ٹھیک ہو جائے گا' شاید وہ مس بیلنس ہو گیا ہے' اس لیے اس سے رابطہ نہیں ہو پا رہا ہے جیسے ہی اس نے کال کی میں سب سے پہلے آپ سے ہی رابطہ کروں گا۔'' پھر چونک کر پوچھا۔ ''میں آپ سے کس طرح رابطہ کروں گا میرے پاس آپ کا کوئی کانٹیکٹ نمبر نہیں ہے اور نا ہی ایڈریس ہے۔''

''اگلے ہفتہ میں آپ سے خود معلوم کروں گی۔''

❀......❀......❀
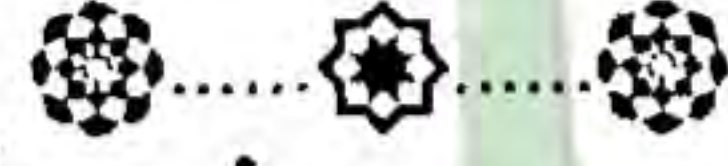
''تم نے کہا تھا دنیا کی کوئی طاقت تمہاری راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتی' تم ہر حال میں مجھ سے ملنے آؤ گی' پھر اب کیا ہوا؟ تم میرے بنا آرام سے رہ رہی ہو۔''

راحیل سیل پر عائزہ سے گفتگو کر رہا تھا۔

''تم نے بھی کہا تھا اس دنیا کے رحم و کرم پر تم مجھ کو نہیں چھوڑو گے' کہاں گئے تمہارے وعدے؟ اگر تم کو مجھ سے اتنی ہی محبت ہے' تو یہاں سے آ کر لے جاؤ مجھے۔ میں تیار ہوں تمہارے ساتھ جانے کو۔'' وہ بھی بن جل مچھلی کی طرح تڑپ کر رو رہی تھی۔

''میں نے تو بہت ٹرائی کی ہے تمہیں ساتھ لے جانے کی مگر تمہارا وہ کزن ہر بار آ کر میرا راستہ خراب کر دیتا ہے۔'' اس کی آواز میں نفرت کی پھنکاریں تھیں۔

''وہ ہمارے راستے کی رکاوٹ ہے تم اس کو راستے سے ہٹا سکتے ہو؟''

''اگر تم کہو تو......'' وہ معنی خیز لہجے میں بولا۔

''پہلی فرصت میں یہ کام کرو' وہ راستے سے ہٹ جائے گا تو خود بخود ہمارا راستہ کلیئر ہو جائے گا۔''

❀......❀......❀

کھانے کی ٹیبل پر صباحت موجود نہیں تھیں' گزشتہ دو دنوں سے وہ ٹیبل پر نہیں آ رہی تھیں۔ فیاض صاحب نے سختی سے انکار کر دیا تھا وہ ابھی منگنی کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔

ہمیشہ کی طرح انہوں نے اس انکار کو اپنی انا کا مسئلہ بنا کر کمرے میں خود کو بند کر لیا تھا۔ گھر کے باقی افراد ان کی اس عادت سے واقف تھے۔ مذنہ اور طغرل کی غیر موجودگی میں ان کو منانے کی سعی کی گئی تھی اور وہ نہیں مانی تھیں۔

کھانے کے بعد تنہائی میں انہوں نے فیاض کو کمرے میں بلایا تھا۔

''جی اماں جی! آپ نے یاد کیا مجھے؟'' وہ ان کے قدموں کے پاس بیٹھتے ہوئے استفسار کرنے لگے۔

''ہاں بیٹا! میں پہلے تم سے معاملہ معلوم کرنا چاہتی ہوں پھر صباحت سے بات کروں گی۔ تم دونوں کے درمیان ہوا کیا ہے؟''

''وہی پرانی بات ہے اماں! وہ ہر بات پر ضد کر کے بیٹھ جاتی ہے' اس نے کبھی میری پریشانی کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی' اس کو صرف اپنی نمود و نمائش کی فکر رہتی ہے۔'' ان کے انداز میں بے حد ملال اور اداسی تھی۔

"اس کو میرے کمزور بزنس کی خبر ہے میری پریشانیوں کو وہ جانتی ہے اس کے باوجود وہ اپنی خواہشوں کو نہیں روکتی۔"

"تم فکر مت کرو میں سمجھاؤں گی اس کو بیوی مرد کی دکھ سکھ کی ساتھی ہے خاوند کے مال کی بیوی نگران ہے اس کا فرض ہے مال کی حفاظت کرنا اور خاوند کی خدمت کرنا۔"

"اماں جان! وہ میرے بچوں کی ماں تو بن گئی ہے مگر مجھے وہ دل سے اپنا نہیں سکی ہمارے درمیان آج تک ایک خلیج رہی ہے۔"

کاروبار کی دگرگوں حالت اور بے تحاشہ لیا گیا قرض ان کو پہلے ہی فکر و انتشار میں مبتلا کرچکا تھا اور اس پر مستزاد صباحت کا تعاون نہ کرنا اور بڑھ چڑھ کر شاہ خرچیوں نے ان کو اس حد تک مضطرب کردیا تھا کہ وہ اپنا دکھ اماں جان سے کہہ بیٹھے تھے۔

"بیٹا......" انہوں نے ان کی جانب دیکھتے ہوئے صاف گوئی سے پوچھا۔

"صباحت کو تم کہہ رہے ہو اس نے تم کو دل سے نہیں اپنایا ہے مگر...... تم پوری سچائی سے بتاؤ تم نے اس کو دل سے اپنایا ہے؟ اس سے وہ محبت کی ہے جو مثنیٰ سے کی تھی؟ اس کو دل میں وہ جگہ دی ہے جو مثنیٰ کو دی تھی؟"

ان کے چہرے پر دھواں سا پھیل گیا تھا اور وہ مضطرب ہوگئے تھے۔

"اماں جان! یہاں مثنیٰ کا ذکر کیوں کررہی ہیں آپ؟"

"اس لیے میرے بچے وہ برسوں پہلے اس گھر سے جانے کے باوجود بھی تمہارے اور صباحت کے درمیان موجود ہے۔" ان کی جانب دیکھ کر جتانے والے انداز میں بولیں۔

"تم آج بھی اس کو نہیں بھلا سکے ہو اور ایک عورت دوسری عورت کے وجود کو فوراً محسوس کرلیتی ہے جس طرح صباحت نے محسوس کیا ہے تم اپنے تعلق کو ایمان داری سے نبھاؤ گے تو سب ٹھیک ہوجائے گا۔"

"میں اپنے تعلق کو ایمان داری سے ہی نبھا رہا ہوں اماں جان مگر وہ خود مثنیٰ کے سحر سے نہیں نکلتی ہے اس میں میرا قصور نہیں ہے۔ وہ عائزہ کی منگنی پھر دھوم دھام سے کرنا چاہتی ہے اور میں ابھی افورڈ نہیں کرسکتا اس بات کو لے کر وہ ہنگامہ کیے بیٹھی ہے۔"

"تم فکر مت کرو میں سمجھاتی ہوں اسے۔"

❁......✸......❁

"بھابی جان! آپ نہیں جانتی فیاض کے مزاج کو۔" مدنہ نے ان دونوں کے درمیان بڑھتے کھنچاؤ کو محسوس کرکے صباحت سے حقیقت معلوم کرنی چاہی تو وہ دل کی بھڑاس نکالنے لگی تھیں۔

"میں جانتی ہوں فیاض کے مزاج کو وہ بہت ٹھنڈے مزاج کا حساس دل رکھنے والا شخص ہے۔"

"ٹھنڈا مزاج...... ہونہہ......! میرے سامنے تو وہ ہمیشہ ہی آگ اگلتے ہیں ان کے منہ سے لفظ نہیں انگارے نکلتے ہیں۔"

"نہیں صباحت! ایسا نہیں ہے۔" انہوں نے مسکرا کر کہا۔

"قبر کا حال مردہ ہی جانتا ہے بھابی جان!" وہ منہ بنا کر گویا ہوئیں۔

"بے شک تم ان باتوں کو دل سے نہیں لگاؤ میاں بیوی میں ایسے جھگڑے چھوٹی موٹی باتوں پر ہوتے رہتے ہیں۔"

صدقہ فطر کب ادا کیا جائے:۔

مستحب تو یہ ہے کہ صدقہ فطر عید سے پہلے ادا کردیا جائے تاکہ غریب اور نادار مسلمان بھی مالداروں کے ساتھ عید کی خوشی میں شریک ہوں لیکن کسی نے ادائیگی میں تاخیر کردی تو صدقہ فطر اس سے ساقط نہ ہوگا عمر بھر اس کے ذمہ واجب رہے گا جب بھی ادا کرے یہ ادا ہی ہوگا نہ کہ قضا۔ اگر ادا کیے بغیر موت کا وقت آگیا تو وصیت کرنا واجب ہے جو تہائی ترکہ میں نافذ ہوگی۔ وصیت نہ کرنے کی صورت میں ورثاء کے ذمہ کچھ نہیں ہاں بالغ ورثاء تبرعا (اپنی خوشی سے) سے ادا کریں تو درست ہے۔ (ردالمختار:۲/۳۵۸)

صدقہ فطر واجب ہونے کے بعد ادائیگی میں سستی کی حتیٰ کہ مال ضائع ہوگیا تو بھی صدقہ فطر ذمہ میں واجب رہے گا بخلاف زکواۃ وعشر کے کہ وہ مال تلف ہونے کی صورت میں ساقط ہوجاتے ہیں۔ (ہدایہ مع فتح القدیر:۲/۲۲۰)

درج ذیل رشتہ داروں کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا واجب نہیں:۔

بیوی بالغ اولاد والدین بہن بھائی و دیگر اعزہ گوکہ اس کے عیال میں ہوں (اس کے زیر کفالت ہوں) البتہ اپنی بالغ اولاد اور بیوی کا صدقہ ان سے اجازت لیے بغیر بھی ادا کردیا تو ادا ہوجائے گا۔ بشرطیکہ بالغ اولاد اس کے عیال میں ہو ورنہ صدقہ ادا نہ ہوگا اور باقی رشتہ داروں میں کسی کی طرف سے بھی بلا اجازت ادا کرنے سے ادا نہ ہوگا۔ (فتاویٰ عالمگیر:۱/۱۹۲)

نابالغ فقیر بچوں کا باپ نہ ہو یا تنگدست ہو تو دادا باپ کے قائم مقام ہے۔ یعنی اس پر واجب ہے کہ اپنا اور اپنے پوتوں پوتیوں کا فطرانہ ادا کرے۔ (ردالمختار:۲/۳۶۲) لیکن ماں کے ذمہ بچوں کا فطرانہ نہیں خواہ وہ مالدار ہی ہو۔ (ردالمختار:۲/۳۶۱)

نابالغ اور مجنون اگر صاحب نصاب تھے اور ان کے سرپرست نے ان کے مال سے صدقہ فطر ادا نہ کیا تو بالغ ہونے پر اور جنون زائل ہونے پر دونوں کے ذمہ گزشتہ سالوں کا صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہوگا۔ ہاں اگر یہ دونوں صاحب نصاب نہ تھے اور ان کے سرپرست نے بھی ان کی طرف سے ادا نہ کیا تو ان کے ذمہ کچھ نہیں۔ (بدائع الصنائع:۲/۹۲)

"میاں اور بیوی......!" وہ منہ بنا کر گویا ہوئیں۔

"وہ آج تک اس کمینی مثنیٰ کو کہاں بھولے ہیں بھابی! اس گھر سے وہ چلی گئی ہے مگر ان کے دل میں موجود ہے۔" جاہل عورتوں کی طرح وہ ہاتھ لہرا کر گویا ہوئی تھیں۔

"یہ تم کس طرح کہہ سکتی ہو؟"

"میں نام کے لیے ہی سہی مگران کی بیوی ہوں اور مجھے معلوم ہے وہ آج بھی اس کے خیالوں میں گم رہتے ہیں۔"

"صباحت! بچیاں بڑی ہوگئی ہیں اور جب بچیاں بڑی ہوجائیں تو ماں کو بہت احتیاط اور صبر و تحمل کی ضرورت ہوتی ہے اب اس مقام پر جب تم بچیوں کے رشتے کررہی ہو تو ایسی باتیں ذرا بھی بہتر نہیں ہیں۔ ان سے ان کے مستقبل پر اثر پڑے گا۔"

"ارے بھئی واہ! ساری ذمہ داری صرف ماں کی ہوتی ہے؟ باپ کو کوئی خیال نہیں کرنا پڑتا ہے؟" وہ ایک محدود سوچ کی مالک تھیں۔

"باپ کیا ذمے داریاں کم اٹھاتے ہیں تم اچھی طرح جانتی ہو۔"

"آپ کو تو فراز بھائی نے پلکوں پر رکھا ہوا ہے آپ کیا جانیں گی میرا دکھ کہ میرا شوہر آج تک اس عورت کے

عشق میں مبتلا ہے' جو اس کو چھوڑ کر جا چکی ہے۔''

''چلو میں تمہاری بات مان لیتی ہوں لیکن اس میں سارا قصور تمہارا ہے' دیکھو ایک عورت ہی دوسری عورت کا خیال نکال سکتی ہے مرد کے دل سے اور تم تو فیاض پر شک کر کے طعنے دے دے کر اس کو بدظن کر چکی ہو خود سے۔''

''یہ کیا کہہ رہی ہیں بھابی آپ!'' وہ حیران ہوئیں۔

''میں ٹھیک کہہ رہی ہوں' ایک ایسے شخص کے آگے تم بار بار اس عورت کا نام لوگی جس سے وہ محبت کرتا ہو وہ اس کو کس طرح بھولے گا۔''

''وہ اس کو طلاق بھی تو دے چکے ہیں۔''

''یہ میں جانتی ہوں۔'' چند لمحے توقف کے بعد وہ بولیں۔ ''فیاض نے ثنی کو ڈائیورس گھر والوں کے پریشرائز کرنے پر دی تھی' اس کی خواہش نہ تھی۔''

''تو وہ کون سا طلاق کو دل کا روگ لگا کر بیٹھ گئی تھی' اس نے بھی تو فوراً ہی شادی کر لی۔''

''بات ساری یہ ہے کہ جب دو محبت کرنے والے نفرت کرتے ہیں تو پھر ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے جنون میں جتنا ان کو گرنا ہوتا ہے وہ گر جاتے ہیں۔''

''پھر فیاض کو تو اس کو خواب میں بھی نہیں دیکھنا چاہیے تھا' وہ اس سے نفرت کرنے کے بجائے ابھی تک......''

''پلیز صباحت! بار بار یہ بات مت کرو' یہ وہ راستے ہیں جن پر پلٹ کر نہیں دیکھنا چاہیے۔''

''بھابی! میں کیا کروں؟'' وہ ان کے شانے سے لگ گئی تھیں۔ ''میں فیاض سے بہت محبت کرتی ہوں۔''

''مجھے معلوم ہے تب ہی تو تم یہاں ہو' عورت اپنے مرد سے محبت کرتی ہے تب ہی تو اس کا گھر اور بچے سنبھالتی ہے۔ مگر صرف محبت کرنا کافی نہیں ہوتا ہے' سمجھنا بھی پڑتا ہے' تم نے فیاض سے محبت کی ہے بلکہ کرتی ہو' اب اس کو سمجھو بھی' اس کے مزاج و عادت کو جانو اور اس کے مزاج میں خود کو ڈھال لو جب ہی محبت کامیاب ہوتی ہے۔''

❁......✹......❁

''تمہارے امتحان ہونے والے ہیں اور تم کتابیں لے کر تو کبھی یاد کرنے بیٹھتی نہیں ہو۔''

وہ بیٹھی مووی میگزین پڑھ رہی تھی جب گلفام وہاں آ کر بولا اور اس نے نگاہیں جھکائے ہوئے جواب دیا۔

''میں تمہاری طرح ''رٹو طوطا'' نہیں ہوں' آؤٹ اسٹینڈنگ اسٹوڈنٹ ہوں اپنے کالج کی' ایک نظر کتاب دیکھتی ہوں اور سب یاد ہو جاتا ہے۔'' اس نے فخریہ انداز میں کہا۔

''یہ بات تو ہے اللہ نے تمہیں خوب صورتی اور ذہانت بڑی دی ہے۔'' وہ محبت سے بولا تھا۔

''اور تمہیں سیاہی دل کھول کر دی ہے' سیاہ فام!'' وہ اسے دیکھ کر کھلکھلائی تھی۔

''اگر سیاہی نہ ہوتی تو ''روشنی'' کو کون اہمیت دیتا؟ تمہاری اور میری جوڑی سیاہ رات اور اجلے دن جیسی ہو گی۔''

تمہاری اور میری جوڑی...... ہونہہ! اس حسرت میں مر جاؤ گے تم' میں تمہاری نہیں ہونے والی۔

''کیا سوچ رہی ہو؟'' وہ اس کو خاموش دیکھ کر بولا۔

''کچھ نہیں۔''

''تمہارے امتحان ختم ہوتے ہی امی اور ابو تم کو بہو بنا کر لے جانے کا پروگرام بنا رہے ہیں۔''

صدقہ فطر کس شخص پر واجب ہے:۔

صدقہ فطر ہر اس آزاد مسلمان پر واجب ہے جو حاجات اصلیہ (مکان' لباس' سواری' ضروری ہتھیار وغیرہ) سے زائد نصاب کا مالک ہو اس میں عاقل و بالغ ہونا شرط نہیں۔ (الجوہرۃ النیرۃ:۱/۱۷۰)

بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ صدقہ فطر صرف اس شخص پر فرض ہے جس کے ذمہ زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے حالانکہ یہ درست نہیں ہے۔ زکوٰۃ تو صرف سونے' چاندی' مال تجارت اور نقدی میں فرض ہوتی ہے جبکہ صدقہ فطر کے وجوب میں زائد ضرورت اشیاء کو بھی شامل کرنا ضروری ہے۔ بس اگر کسی کی ملکیت میں اموال زکوٰۃ بالکل موجود نہیں لیکن زائد از ضرورت اشیاء نصاب (ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت) کی مقدار میں ہیں یا اموال زکوٰۃ نصاب سے کم مالیت کے ہیں لیکن زائد از ضرورت اشیاء کو ملانے سے ان کی مجموعی مالیت نصاب کو پہنچ جاتی ہے تو ان دونوں صورتوں میں صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے۔ (الجوہرۃ النیرۃ:۱/۱۷۰)

لوگوں میں ایک بات مشہور ہے کہ صدقہ فطر کی ادائیگی صرف اس شخص پر واجب ہے جو روزے رکھے سو اس کی کوئی اصل نہیں۔ صدقہ فطر ہر صاحب نصاب مسلمان پر واجب ہے۔ خواہ اس نے روزے رکھے ہوں یا نہ رکھے ہوں اور روزہ نہ رکھنا کسی عذر سے ہو یا بلا عذر' صدقہ فطر بہر صورت اس پر واجب ہے۔ (بدائع الصنائع:۲/۷۰)

صدقہ فطر کب واجب ہوتا ہے:۔

صدقہ فطر عید الفطر کی صبح صادق کے وقت واجب ہوتا ہے لہٰذا صبح صادق سے پہلے جو بچہ پیدا ہوا یا کافر مسلمان ہو گیا یا فقیر مالدار ہو گیا تو ان پر صدقہ فطر واجب ہے اسی طرح صبح صادق کے بعد جو شخص فوت ہوا یا مالدار فقیر بن گیا اس پر بھی صدقہ فطر واجب ہے اس کے برعکس جو شخص صبح صادق سے پہلے فوت ہو گیا یا مالدار فقیر بن گیا تو ان پر صدقہ فطر واجب نہیں اسی طرح صبح صادق کے بعد جو بچہ پیدا ہوا یا کافر مسلمان ہوا تو ان پر بھی واجب نہیں۔ (فتاویٰ عالمگیریہ:۱/۱۹۲)

دنیا بھر کی خوشیاں اس کے سانولے چہرے پر جگمگا رہی تھیں۔

''اچھا' کہاں لے کر جاؤ گے مجھے دلہن بنا کر۔'' ایک لمحے کو تو وہ اس کی بے باکی پر چپ رہ گیا تھا' پھر خود پر قابو پا کر مسکرا کر گویا ہوا۔

''ابو ہمارے لیے ایک شاندار کمرہ بنانے کا کہہ رہے تھے' اس ہفتے میں ہی کام شروع ہو جائے گا اور ہماری شادی تک سب تیاری ہو جائے گی۔''

''کمرہ......!'' اس کی نگاہ میں قطار در قطار وسیع و عریض وہ تمام بنگلے گھوم گئے تھے اور ساتھ ہی تعمیر ہونے والا وہ کمرہ' جو اس کا موڈ ہی نہیں چہرے کے زاویے بھی بگاڑ گیا تھا۔

''کیا ہوا تم ایک دم خاموش کیوں ہو گئیں؟'' اس نے کوئی جواب نہیں دیا اور وہاں سے چلی گئی۔

❁......✹......❁

مذنہ سے ملنے آصفہ اور عامرہ آئی تھیں وہ سب لاؤنج میں بیٹھی گفتگو میں مصروف تھیں' پری ملازمہ کے ہمراہ ان سب کو کولڈ ڈرنگ سرو کر رہی تھی۔

صباحت کا دل نا معلوم فیاض کی طرف سے صاف ہوا تھا یا نہیں لیکن مذنہ کے سمجھانے کے بعد وہ اپنی ناراضگی بھول کر ان لوگوں میں بیٹھی خوش گوار موڈ کے ساتھ گفتگو کر رہی تھیں' پری کولڈ ڈرنکس لے کر معید اور طغرل کو سرو کرنے آئی وہ ٹیرس پر بیٹھے ہوئے تھے۔

"ڈیئر کزن! تم عید کا چاند ہوگئی ہو۔"
"آپ کا اپنے بارے میں کیا خیال ہے معید بھائی!" اس نے دونوں کو کولڈ ڈرنکس سرو کرنے کے بعد کہا۔
"ہم تو محرم کا چاند ہیں سسٹر!"
"تم تو بھابی کے چاند ہوگے محرم کے چاند کیوں ہونے لگے۔"
"بیٹھو نا کہاں جارہی ہو۔" وہ اس کو جاتے دیکھ کر گویا ہوا۔
"مجھے ابھی کچن دیکھنا ہے اچھا یہ بتائیں کیا کھائیں گے؟"
"جو تم اپنے ہاتھوں سے بہترین ڈش بناتی ہو وہ ہی کھلا دو۔"
"کریلے قیمہ ان کے ہاتھ سے بہت بہترین بنتا ہے۔" وہ اس کی طرف دیکھ کر شوخ لہجے میں بولا۔
"کریلے قیمہ......" وہ متعجب ہوا۔
"دادی جان بے حد تعریف کرتی ہیں۔"
"سب کی اپنی اپنی پسند ہوتی ہے طغرل بھائی!"
"ہاں درست کہہ رہی ہو پری! ایسا کرو چکن چاؤمن بنالو۔"
"ٹھیک ہے۔" وہ جاتے ہوئے بولی۔
"مجھ سے کیا دشمنی ہے؟ مجھ سے نہیں پوچھو گی؟" وہ مسکراہٹ دبا کر گویا ہوا۔
"آپ مہمان نہیں ہیں۔"
"صرف مہمانوں سے ہی پوچھا جاتا ہے؟"
"آپ کی پسندیدگی چائنیز بریانی اور دم کے کباب پہلے ہی دادی تیار کرنے کا حکم دے چکی ہیں۔" وہ کہہ کر جاچکی تھی اور وہ ہنس پڑا تھا۔
"ہر وقت اس لڑکی کی ناک پر غصہ رہتا ہے۔"
"یار! تم زچ بھی تو بہت کرتے ہو اس کو اور تم جیسے لوگ جب تک منہ کی کھا نہ لیں خاموش بھی نہیں ہوتے۔"
"جو لوگ بلاوجہ چڑتے ہیں ان کو چڑانے میں مزہ آتا ہے۔"
"میں تو تم سے کچھ اور ہی توقع کر کے بیٹھا تھا۔" وہ بہت دھیمے لہجے میں بولا تھا۔
"تم تو سیریس ہوگئے ہو کیا بات ہے؟" وہ چونک کر متوجہ ہوا تھا۔
"کچھ نہیں چلو نیچے چلتے ہیں۔" وہ کولڈ ڈرنک پی کر اٹھتا ہوا بولا۔
"کیا بات ہے یار! تم کہتے ہوئے کیوں رک گئے؟"
"کہوں گا ابھی نہیں وقت آنے پر۔"
"سمجھو ابھی وہ وقت آگیا۔" وہ اس کے قریب چلا آیا تھا۔
"نہیں میں نے کہا نا ابھی ہم اس ٹاپک پر بات نہ ہی کریں تو بہتر ہے۔" وہ سنجیدہ تھا۔
"تمہیں میری دوستی پر اعتبار نہیں ہے؟ کیا تم مجھے اس قابل نہیں سمجھتے کہ کوئی بات شیئر کرو مجھ سے؟" وہ اس سے زیادہ سنجیدہ ہوگیا تھا۔

"تم پر یقین ہے اور تمہاری دوستی پر تب ہی تو......؟"
"پھر کہہ دو نا جو کہنا ہے۔"
"میں چاہتی ہوں...... تم پری کو اپنا جیون ساتھی بنالو۔" اس نے گویا ایک دم دھماکا کیا تھا۔
"وہاٹ!" لمحے بھر کو وہ سمجھ ہی نہ سکا تھا۔
"ہاں میری یہ خواہش ہے فیملی میں کوئی بھی اس کو اپنانے کو تیار نہیں ہے ہماری ماؤں کی ناپسندیدگی کی وجہ سے اگر کوئی زبردستی کرتا بھی ہے تو پری کو کوئی مقام کبھی بھی نہ مل سکے گا۔"
"یہ کیا کہہ رہے ہو تم۔" وہ شاکڈ تھا اس کی بات پر ایسا کب سوچا تھا اس نے اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا وہ ایسا کہے گا۔
"سوچ لو تمہارے پاس ٹائم ہے ابھی۔"
"میرے کیریئر کا آغاز ہوا ہے پوری فیوچر پلاننگ میرے سامنے ہے یار!"
"تو کیا ہوا؟ میں نے کہا نا تم سوچو ابھی صرف۔"
"میں نے کبھی اسے اس نظر سے نہیں دیکھا میں نے کسی بھی لڑکی کو آئیڈیلائز نہیں کیا ہے ابھی میرے سامنے صرف میرا فیوچر ہے۔" وہ تذبذب کا شکار تھا۔
"یہی تو کہہ رہا ہوں میری جان! تم سوچ لو کسی کو مت بتانا آنٹی انکل اور نانی جان کے علاوہ۔"
"میں کوئی پرامس نہیں کرتا۔"
"پھر ٹھیک ہے کوئی زبردستی نہیں ہے۔" اس کے دوٹوک انداز نے واضح کردیا تھا وہ پری سے یہ تعلق قائم کرنا نہیں چاہتا معید نے پھر کچھ نہیں کہا وہ دونوں خاموشی سے وہاں سے چلے گئے اور پری جو معید کو بلانے آئی تھی۔ اپنے ذکر پر خاموشی سے ان کی گفتگو سن رہی تھی وہ پلر کے دوسری طرف چلی گئی تھی۔
اس کا چہرہ دھواں دھواں تھا۔
وہ کب چاہتی تھی اس شخص کی ہوجائے جس نے اس کو قدم قدم پر تنگ کیا تھا۔
اگر کوئی اس سے بھی طغرل کے لیے پوچھتا وہ فوری انکار کردیتی مگر اس وقت طغرل سے انکار سن کر وہ کم مائیگی کا شکار ہوگئی تھی۔
اپنی ذات بے حد ارزاں لگ رہی تھی اسے۔
ٹھکرانا اور ٹھکرادیا جانا ان احساسات میں بہت فرق تھا۔ پہل جس کے حصے میں آتی ہے وہ سرخرو ہوجاتا ہے۔ جیت جاتا ہے اور شکست کھانے والا جو خود بھی اس کو شکست دینے کی تمنا رکھتا ہو اگر شکست کھائے تو ٹوٹ جاتا ہے بکھر جاتا ہے۔ اس کا دل ہر شے سے اچاٹ ہوگیا تھا۔
وہ کمرے میں آکر بھاگ کر واش روم کی طرف بڑھی اور پھر بے ساختہ پانی کے ساتھ اس نے بھی آنسو بہائے تھے نامعلوم کتنی دیر تک وہ روتی رہی تھی۔
باہر سے دروازہ دھڑ دھڑائے جانے پر وہ حواسوں میں لوٹی تھی اور ٹاول سے منہ صاف کرتی باہر آئی تھی۔
"تمہیں کیا ہوا؟ کب سے ڈھونڈ رہی ہوں تمہیں اور تم یہاں گھسی بیٹھی ہو۔" دادی نے اسے دیکھتے ہی کہا۔

''آپ تو اس طرح ڈھونڈنے لگتی ہیں جیسے میں گم ہوجاؤں گی۔'' وہ تولیہ باہر گیلری میں اسٹینڈ پر ڈال کر آتے ہوئے بولی۔

''پہلے یہ بتاؤ' کیوں روئی ہو؟''

''میں کیوں روؤں گی دادی؟''

''یہ چہرہ کیسا سرخ ہورہا ہے تمہارا؟''

''ایسے ہی' سر میں درد ہورہا ہے۔'' وہ نگاہیں چراتی بیڈ پر بیٹھ گئی۔

''کیوں ہوگیا سر میں درد؟ ابھی ٹھیک ٹھاک تھیں۔'' وہ ایک دم سے فکر مند ہوگئی تھیں۔

''بس ایسے ہی ہوگیا' درد بھی کبھی بتا کر ہوتا ہے؟''

''کھانا بھی نہیں کھایا تم نے' سب چلے گئے مذنہ بھی سونے چلی گئیں اور تمہارا کوئی پتا ہی نہ تھا۔''

''کھانا تو میں نے لگوا دیا تھا دادی جان!''

''تو پھر کھایا نہیں؟ کیا زیادہ سر میں درد ہورہا ہے؟ طغرل سے کہتی ہوں ڈاکٹر کے پاس لے چلے گا۔'' اس کو گم سم دیکھ کر ان کی ممتا پھڑ پھڑائی تھی۔

''میں نے گولی کھالی ہے ٹھیک ہوجائے گا ابھی کچھ دیر میں۔''

''اچھا! آج کام بھی تو بہت کرنا پڑا ہے تمہیں' تھک گئی ہو چلو سو جاؤ۔ میں نماز ادا کر آؤں عشاء کی۔'' بڑی شفقت سے وہ کچھ دیر اس کا سر دباتی رہیں وہ آنکھیں بند کرکے لیٹ گئی۔

''تم دونوں کا ایک ہی مزاج ہوگیا ہے نہ طغرل نے کھانا کھایا ہے نہ تم نے عجیب لوگ ہو تم دونوں۔''

❁......✵......❁

''طبیعت ٹھیک ہے آپ کی بیٹا؟'' مذنہ اس کے پاس آئی تھیں وہ لان میں بیٹھا تھا۔

''یس! میں ٹھیک ہوں۔'' وہ مسکرایا۔

''پھر کھانا کیوں نہیں کھایا ہے؟''

''موڈ ہی نہیں ہورہا تھا اور آپ جانتی ہیں کہ میں موڈ سے ہی ہر کام کرتا ہوں۔''

''جانتی ہوں لیکن آپ کے ڈیڈی کو یہ سب پسند نہیں ہے وہ اپنی ڈسپلن کو فالو کرتے ہیں اور میں دیکھ رہی ہوں' ان چند دنوں میں آپ میں مینرز ختم ہورہے ہیں۔'' وہ نرم لہجے میں سرزنش کررہی تھیں۔

''سوری ممی! کبھی کبھی ایسا چلتا ہے۔''

''کبھی بھی نہیں چلتا ہے' آپ کے ڈیڈی آنے والے ہیں اور ان کے آنے سے پہلے آپ سب یاد کرلیں تو بہتر ہے۔''

''اوکے ممی! تھینکس' آپ فکر مت کریں۔'' وہ سمجھا کر چلی گئی تھیں اور وہ پھر سے معید کی باتوں میں گم ہونے لگا تھا' اس نے معید کو دوٹوک جواب دے دیا تھا مگر خود کو پھر بھی شرمندہ شرمندہ محسوس کررہا تھا۔

معید کو اس طرح جواب نہیں دینا چاہیے تھا' ٹھیک ہے تم نے کسی لڑکی کو آئیڈیل نہیں بنایا مگر تمہاری فرینڈز تو بے شمار لڑکیاں رہی ہیں۔

پری کے ذکر پر تمہارا اس طرح متردد ہوجانا کیا معنی رکھتا ہے' تم اس کو پسند نہیں کرتے؟ اس کے اندر سے سوال ابھرا تھا۔

''نہیں کرتے تو کیوں کرتے ہو؟ جب تمہارا آئیڈیل کوئی لڑکی نہیں ہے' تمہاری زندگی میں آنے والی ہر لڑکی کسی خصوصیت کی حامل نہیں ہے تو پھر پری ہی کیوں وہ لڑکی نہیں ہوسکتی' جو تمہاری لائف پارٹنر بن سکے۔''

''لائف پارٹنر اور وہ بھی پری! جو ایک نگاہ مجھ پر عنایت کی ڈالنے پر رضامند نہیں ہے' جو بات بھی کرتی ہے تو لگتا ہے انگارے چبا رہی ہو۔'' وہ سوچوں میں گم تھا جب فیاض صاحب کی کار اندر داخل ہوئی تھی اور وہ اتر کر اس کی طرف چلے آئے تھے۔

''السّلام علیکم انکل!'' وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

''اینی پرابلم؟ آپ ابھی تک جاگ رہے ہیں۔'' وہ قریب آکر فکر مندی سے گویا ہوئے تھے۔

''نیند نہیں آرہی تھی میں نے سوچا واک کرلی جائے۔''

''نیند کیوں نہیں آرہی کوئی پرابلم ہے کیا بیٹا!''

''نہیں انکل! ایسی کوئی بات نہیں ہے کوئی پرابلم نہیں ہے۔'' وہ ان کو مطمئن کرکے اپنے کمرے میں چلا آیا تھا اور پھر ساری رات سوتے جاگتے سپنوں میں گزری تھی۔

❁......✵......❁

سر کا بھاری پن دوسرے دن بھی دور نہیں ہوا تھا' وہ خاموشی سے اپنے کام کرتی رہی تھی' دادی نے بھی کئی بار ڈاکٹر کے پاس جانے کا کہا اور جب وہ نہیں مانی تو چپ ہوکر بیٹھ گئی تھیں۔

''پری! کیا ہوا منہ پر بارہ کیوں بج رہے ہیں تمہارے؟'' عادلہ سے رہا نہ گیا تھا وہ کچھ نہیں بولی تھی۔ ''طغرل بھائی سے لڑائی ہوگئی ہے کیا؟ وہ بھی تمہاری طرح موڈ آف کرکے گھوم رہے ہیں؟''

''ان کا مجھ سے کیا تعلق' تم کیوں میرا نام ان کے ساتھ لیتی ہو؟ تمہارا دماغ چل گیا ہے کیا؟'' وہ شدید غصے سے اس سے بولی تھی۔

''میرا دماغ کیوں چلے گا جو صحیح ہے وہ بول رہی ہوں میں۔ ہمارے سامنے تم دونوں لڑنے کا ڈراما کرتے ہو ویسے ایک دوسرے کے ساتھ گھومتے پھرتے ہو اور سمجھتے ہو کسی کو معلوم نہیں ہے۔'' وہ جل کر بولی تھی اور اسی دم قدموں کی چاپ ابھری تھی' ان دونوں نے ہی چونک کر دیکھا تھا۔

طغرل بلو جینز اور وائٹ شرٹ میں اندر آیا تھا۔

''تم ٹھیک کہہ رہی ہو عادلہ!''

''اب تم کو ہماری نگرانی کی زحمت اٹھانی نہیں پڑے گی۔ میں پارس کو...... پرپوز کررہا ہوں۔''

(ان شاءاللہ باقی آئندہ ماہ)

میں صحرا عکس سرابوں کا

عتیقہ ملک

جنونِ عشق اب بھی کم نہیں ہے
مگر وہ آج بھی برہم نہیں ہے
مری بربادیوں کا ہم نشینوں
تمہیں کیا' خود مجھے بھی غم نہیں ہے

وہ پرات لے کر لکڑی کی سیڑھی پر زینہ بہ زینہ چڑھتے ہوئے کچی چھت پر پہنچی تھی۔ ہوا تیز اور بادلوں کے ٹکڑے تیزی سے متحرک ہو رہے تھے۔ سورج کہیں بدلیوں میں منہ چھپا گیا تھا۔ بادلوں کی حرکت بارش کے آثار ظاہر کر رہی تھی۔ اس نے آسمان سے نگاہ ہٹا کر اردگرد کے ماحول پر نظر ڈالی تھی۔ گھروں کی منڈیروں سے پرے تاحد نگاہ پھیلے کھیتوں میں ہریالی کی لہریں اٹھ رہی تھیں۔ درخت اپنی برہنہ شاخوں پر سبز پتوں کی کونپلیں اوڑھے سرشار دکھائی دے رہے تھے۔ چاچے دینو کی پن چکی کی کوک فضا میں گونج رہی تھی۔ اس کی نگاہ واپس لوٹی تو اس نے قریب کے ماحول پر توجہ مرکوز کردی۔ آپا نصیباں کے گھر سے کوسنوں کی آواز آرہی تھی۔ وہ یقیناً اپنی بیٹیوں کو چیزیں نہ سنبھالنے پر کوس رہی تھیں۔ کچے گھروں کا یہی تو مسئلہ تھا۔ جہاں مٹی پر پہلی بوند پڑی وہیں بھگدڑ مچ جاتی' کہیں دھلے کپڑے اکھٹے کرنے کا مسئلہ' کہیں تندور کو ڈھانپا جاتا' صحن میں پڑی چارپائیاں اندر گھسیٹی جاتیں۔ ڈھور ڈنگروں کو محفوظ مقام تلے پہنچایا جاتا۔

اس وقت بھی اردگرد کے گھروں میں تھرتھلی مچی ہوئی تھی۔ پچھلی طرف مولوی صاحب کے گھر سے اٹھتا دھواں ظاہر کر رہا تھا کہ شام کے کھانے کی تیاری ہو رہی ہے۔ مولوی صاحب مغرب کی نماز سے واپس آکر کھانا کھا لیتے ہیں۔ یوں بھی ان کا گھرانا عشا کی نماز کے بعد نیند کی آغوش میں چلا جاتا تھا کیونکہ ان کے گھر میں ٹی۔ وی یا ریڈیو جیسی علت کا وجود ناپید تھا۔

اس نے عالیہ کے گھر کی طرف دیکھا۔ ان کا گھر پچھلی گلی میں قدرے فاصلے پر تھا یہاں سے صرف اس کی چھت ہی نظر آتی تھی۔ تبھی اس کی نگاہ ساتھ والے گھر کی جانب اٹھی۔ وہاں پر کھڑے فرد کو دیکھ کر وہ چونکی' کاٹن کے سفید سوٹ میں ملبوس وہ دراز قد بندہ اس کے لیے قطعی اجنبی تھا۔ وہ ابھی غور سے اسے دیکھ رہی تھی کہ اس کا ہاتھ سلیوٹ کے انداز میں اٹھا تھا۔ وہ کسے سلام کر رہا تھا؟ غزالہ نے اپنے اردگرد کی چھتوں پر نظر ڈالی۔ تمام چھتیں خالی تھیں۔ تب پریشان ہو کر اس نے جلدی جلدی سوکھے اپلے پرات میں اکھٹے کرنا شروع کردیے۔ ساتھ ہی

دوپٹے کو سر پر جما کر مضبوطی سے پکڑ لیا تھا۔ جو ہوا سے بار بار اڑا جا رہا تھا۔ پرات سر پر رکھ کر اس نے ایک بار پھر اس جانب دیکھا۔ سامنے کھڑے اجنبی کا ہاتھ ایک مرتبہ پھر سلام کے انداز میں اٹھا تھا۔ اب تو شک کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ وہ یقیناً اسے ہی سلام کر رہا تھا۔

"غزالہ......ری غزالہ نیچے بھی اتر چکو۔ یہ سامان سمیٹو میں نے بھینس کو اندر باندھنا ہے۔" ہلکی ہلکی بوندیں برسنا شروع ہوگئی تھیں۔ نیچے سے اماں کی آواز پر وہ جلدی سے سیڑھی کی طرف بڑھی مگر اس کے پاؤں میں لرزش تھی اور ذہن سوچوں میں گم۔ نہ جانے یہ کون ہے؟ اور اس قدر بدتمیزی سے اسے کیوں سلیوٹ کر رہا ہے۔ جیسے وہ غزالہ نہ ہو فوج کی کوئی اعلیٰ افسر ہو۔ جلدی جلدی کام نپٹاتے ہوئے اسے اپنی سوچ پر ہنسی آ گئی تھی۔

❀......❀......❀

ان کی گلی میں گاڑی نہیں آ سکتی تھی۔ کیونکہ گلی بہت تنگ تھی۔ گھروں سے پانی نکل کر بھی گلی میں کھڑا رہتا تھا۔ البتہ موٹر سائیکل کی آواز پر اس نے چونک کر دیکھا۔ وہی بندہ موٹر سائیکل پر سوار دروازے کے سامنے سے گزر رہا تھا۔

"منے او منے۔" اس نے چھوٹے بھائی کو آواز دی تھی۔

"کیا ہے باجی۔" منا اس کی آواز پر پوچھنے لگا تھا۔

"یہ دروازہ کیوں کھلا ہے جا کر بند کر۔" دل ہی دل میں تاؤ کھا کر وہ بولی تھی۔ تبھی منا دروازہ بند کر کے آیا تو وہ دفع دور کہہ کر جلدی جلدی کپڑے دھونے لگی کیونکہ آج اس کا عالیہ کے گھر جانے کا پروگرام تھا۔ دونوں بچپن کی سہیلیاں تھیں۔ ایک ہی اسکول سے میٹرک پاس کیا تھا۔ چونکہ گاؤں میں کالج نہ تھا۔ سو اسے آگے پڑھنے کی اجازت نہ ملی۔ جبکہ عالیہ نے قصبے کے کالج میں داخلہ لے لیا تھا۔ وہ روزانہ گاڑی پر کالج جاتی تھی۔ جبکہ غزالہ کے گھر کے حالات اچھے نہ تھے دوسرے اس کا باپ لڑکیوں کی زیادہ تعلیم کے حق میں نہ تھا۔ یوں تعلیم کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔ مگر اس کے باوجود ان دونوں کی دوستی قائم تھی۔

آج اتوار تھا سو جلدی جلدی کام نپٹا کر عالیہ کے گھر چلی آئی۔ آنگن میں نیم کے پیڑ تلے چارپائی پر وہ کتابیں کھولے بیٹھی تھی۔ اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئی۔ گفتگو کا سلسلہ جاری تھا جب وہ اندر داخل ہوا۔

"کیا ہو رہا ہے بھئی؟" وہ غزالہ کے عین سامنے چارپائی پر بیٹھ کر عالیہ سے مخاطب ہوا تھا۔

"کچھ نہیں بھائی، ہم لوگ یوں ہی فارغ بیٹھے ہیں۔ یہ میری سہیلی غزالہ ہے ادھر پچھلی گلی میں اس کا گھر ہے۔" عالیہ نے اس کا تعارف کروایا تھا۔

"اچھا تو یہ استانی تمہیں پڑھانے آتی ہے۔"

"نہیں بھائی، اس نے خود پڑھائی چھوڑ دی ہے۔ یوں ہی مجھ سے ملنے چلی آئی ہے۔" عالیہ اس کے ساتھ بہت مؤدب ہو کر بات کر رہی تھی۔ جبکہ غزالہ کو کوفت ہو رہی تھی کہ یہ یہاں کیوں براجمان ہوگیا ہے۔

"ابا ٹیوب ویل پر گئے ہیں اور کہہ کر گئے ہیں کہ آپ بھی ادھر ہی آ جایئے گا۔" عالیہ نے اسے پیغام دیا تھا۔

"اچھا ٹھیک ہے میں بھی ادھر ہی جا رہا ہوں۔" پیغام ملتے ہی وہ فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔ شاید اسے غزالہ کے تاثرات کا اندازہ ہوگیا تھا۔

"یہ کون ہے؟" اس کے جانے کے بعد غزالہ نے قدرے حیرت سے دریافت کیا تھا۔

"ہمارے فیصل آباد والے چچا ہیں نا جو فیکٹری میں کام کرتے ہیں۔ ان کا بیٹا ہے عاصم یوں ہی کچھ عرصے کے لیے گاؤں آیا ہے۔"

"اچھا تبھی میں کہوں اسے پہلے کبھی یہاں نہیں دیکھا۔" غزالہ نے ایزی ہو کر بیٹھتے ہوئے کہا تھا۔

"چلو چھت پر چلتے ہیں۔" عالیہ نے کتابیں سمیٹتے ہوئے کہا۔

"ایسے ہی خالی خولی چھت پر جا کر کیا بیٹھیں، کوئی چٹخارے کا بندوبست کر۔" اس نے فرمائش کی۔

"چٹخارے کے لیے کچن سے نمک مرچیں ہی مل سکتی ہیں۔" عالیہ نے مزا لیتے ہوئے جواب دیا تھا۔

"چاچے کی دکان سے کچھ منگوانا......" عالیہ کے ابا کے گھریلو حالات کافی اچھے تھے، زمینداری کے ساتھ ایک اسٹور بھی تھا جو خوب چلتا تھا۔ اس کے علاوہ اس کی ماں گاؤں کے اسکول میں ٹیچر تھی۔

"بتایا تو ہے کہ ابا ٹیوب ویل پر گئے ہیں۔ انجن خراب ہے تو مکینک بلوایا ہے بھائی کو بھی ساتھ لے کر گئے ہیں اس لیے اسٹور بند ہے۔" عالیہ نے مفصل جواب دیا تھا۔ غزالہ کے چچا کا گھر بالکل برابر میں تھا۔ درمیان میں ایک دیوار تھی تبھی غزالہ نے چارپائی پر رکھا تکیہ اٹھا کر دیوار کے ساتھ ٹیک لگانا چاہی تو اس کی نظر ساتھ والے گھر کی ریلنگ پر بازو ٹکائے عاصم پر پڑی تھی۔ لبوں پر دھیمی سی مسکان سجائے وہ اسی پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔

"بغیر چٹخارے کے تیرے پاس بیٹھنے کا کیا مزا۔" اس نے تیزی سے چپلیں پہنیں اور دوپٹہ سر پر ٹکا کر تیزی سے باہر نکل گئی تھی۔ عالیہ آوازیں دیتی رہ گئی۔

......☆☆☆......

"جس دن سے تمہیں دیکھا ہے، میرا چین قرار سب ختم ہو چکا ہے۔ تم میرے خوابوں کی ملکہ ہو، میرے دل کی رانی، میرے ساتھ بہت سی لڑکیاں پڑھتی تھیں، مگر کوئی چہرہ میرے دل کو نہیں بھایا مگر اب میرے دل پر قبضہ کر کے بیٹھ گئی ہو۔ دل کے اصرار پر مجبور ہو کر تمہیں خط لکھ رہا ہوں۔ میری محبت کا جواب محبت سے دینا۔

فقط تمہارا عاصم"

وہ شام کے وقت خشک اپلے اتارنے گئی تھی جب ایک کاغذ پتھر میں لپٹا ہوا اس کے قریب آن گرا تھا۔ اس نے نظر اٹھا کر دیکھا تو عاصم اپنے گھر کی چھت پر کھڑا نظر آیا تھا۔ اس کے دیکھنے پر مسکرا کر ہاتھ ہلانے لگا تھا۔ غزالہ نے جلدی سے کاغذ مٹھی میں دبایا اور نیچے اتر آئی تھی۔ کمرے میں آ کر کاغذ کھولا تو اس پر درج تحریر پڑھ کر دماغ کھول گیا تھا۔

"یہ شہر سے آنے والے لڑکے ہم دیہاتی لڑکیوں کو یونہی بے وقوف بناتے ہیں۔ کاغذ کے پرزے پرزے کرتے ہوئے وہ سوچ رہی تھی۔ مجھے اس کی کسی بات کا جواب نہیں دینا۔ آئندہ چھت پر ہی نہیں جاؤں گی بلکہ اماں سے کہہ دوں گی خود جایا کرے۔ ساتھ ہی فیصلہ کیا اور مطمئن ہو کر ہانڈی چڑھانے کی تیاری کرنے لگی۔ اماں پٹھے کاٹ کر واپس آنے والی تھی اور اگلی ہی شام وہ اپنے فیصلے پر عمل کر رہی تھی۔

"اماں ذرا اپلے تو اتار لا نا میرا بہت سارا کام پڑا ہے۔" اس نے خود کو مصروف ظاہر کرتے ہوئے اماں سے کہا تھا۔

"نادھی رانی میں نے بھینس کو چارہ ڈالنا ہے اور دودھ نکالنا ہے۔ جا تو خود ہی اتار لا۔" اماں نے کورا جواب دے دیا تھا۔

"پیاری اماں دیکھ نا میرا کتنا کام باقی ہے۔ اس نے خاصا مسکہ لگا کر کہا کہ وہ کسی صورت چھت پر

نہیں جانا چاہتی تھی۔ سو بڑی لجاجت سے کہہ رہی تھی۔ چاروناچار اماں نے پرات اٹھا کر اوپر کا رخ کیا تو غزالہ نے شکر کا سانس لیا تھا۔

''اب دیتی ہوں تجھے محبت سے جواب۔'' دل ہی دل میں اس نے تصور کی آنکھ سے اسے مخاطب کیا تھا۔

❀......❀......❀

ان کے گھر میں لگا نلکا خراب ہوگیا تھا۔ غالباً اندر سے کچھ ٹوٹ گیا تھا۔ اوپر سے اماں کو دو دن سے بخار آرہا تھا۔ پٹھے بھی ابا ہی کاٹ کر لاتا تھا۔ وہ گھڑا بغل میں دبائے آپا نصیباں کے گھر کی طرف جارہی تھی جب راستے میں عاصم مل گیا اس نے سائیڈ پر سے ہو کر گزرنا چاہا مگر وہ سامنے آگیا تھا۔

''میرا راستہ چھوڑ دو اور بند کرو فضول حرکتیں۔ میں کوئی ایسی ویسی لڑکی نہیں ہوں۔''

''جانتا ہوں تم ایسی ویسی لڑکی نہیں ہو تم تو بہت ہی خاص قسم کی لڑکی ہو بھی تو میں بھی دل ہار بیٹھا ہوں۔'' اس کے چہرے پر بڑی دلکش مسکراہٹ آگئی تھی۔

''دیکھو میں تم سے کہہ رہی ہوں میرا راستہ چھوڑو۔'' غزالہ کو ڈر تھا کوئی دیکھ نہ لے۔

''چھوڑ دوں گا راستہ بھی پہلے یہ تو بتاؤ میرے خط کا جواب کیوں نہیں دیا اور چھت پر کیوں نہیں آتی ہو۔''

''تمہارے خط کا میرے پاس کوئی جواب نہیں ہے اور جہاں تک چھت پر آنے کی بات ہے تو میری مرضی میں تمہیں جواب دینے کی پابند نہیں ہوں۔''

''جواب تو خیر تمہیں دینا پڑے گا اور ہاں میں دینا پڑے گا۔ کیونکہ میں ہار ماننے والا نہیں ہوں۔'' وہ بڑے سکون سے اس کے سامنے کھڑا تھا۔ تبھی قریب سے کسی گھر کا دروازہ کھلنے کی آواز آئی تو وہ تیزی سے ایک طرف کو ہوگیا تھا۔ غزالہ تیز تیز چلتی آپا نصیباں کے گھر میں داخل ہوئی۔ مڑ کر ایک مرتبہ دیکھا تو عاصم گلی کے دوسرے سرے پر کھڑا اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

❀......❀......❀

''اماں جانے دے نا عالیہ کی امی بھی ساتھ ہوں گی۔ اور پھر کون سا ان کا ٹیوب ویل دور ہے۔ یہ گاؤں سے باہر جانے والی پکی سڑک ہے نا اس سے تھوڑا سا آگے جا کر جو ٹوٹا ہوا مندر ہے۔ اس سے دو کھیت آگے ہی تو ان کی زمینیں ہیں۔ وہیں پر جانا ہے۔'' وہ ایک بار پہلے بھی ان کے ٹیوب ویل پر جاچکی تھی۔ ٹھیک سے کچھ یاد نہیں تھا۔ مگر اماں کی تسلی کے لیے پورا حدود اربعہ بتارہی تھی۔ عالیہ اور اس کی ماں نے گندم کی مانگ کے لیے کھانا لے کر جانا تھا۔ عالیہ اسے ساتھ چلنے کے لیے کہہ رہی تھی اور اب وہ ماں کی منتیں کرنے میں لگی ہوئی تھی۔

''مجھے سب پتا ہے ان کی زمینیں کہاں پر ہیں مگر تیرا وہاں کیا کام ہے؟'' اماں کسی صورت مان کر نہ دے رہی تھیں۔

''اماں عالیہ نے کہا ہے نا اور خالہ کے سامنے میں نے وعدہ بھی کرلیا تھا۔ اب مجھے کیا پتا تھا کہ تو......'' وہ بات ادھوری چھوڑ کر چپ ہوگئی تھی۔

''وہاں نہ جانے کون کون ہوگا۔'' اماں نے اعتراض کیا تھا۔

''اماں ہم کوئی مانگ میں تھوڑا جا کر بیٹھ جائیں گے۔ تجھے پتا ہے چاچا ارشاد نے پچھلے سال دو کمرے بنوائے تھے۔ ہم ادھر بیٹھیں گے۔ بس چاچی کھانا دے کر آجائے گی۔ ہمارا باقی لوگوں سے کیا کام۔'' اس نے اماں کو مطمئن کیا تھا۔

''پوچھوں گی تمہارے ابا سے۔'' انہوں نے جان چھڑائی تھی۔

''جیو میری پیاری اماں۔'' اس نے خوش ہو کر نعرہ

لگایا تھا۔ ابا سے پوچھنے کا مطلب تھا کہ اماں راضی ہے پھر ابا کی کیا مجال کہ انکار کردیں۔

''دیکھو نور بانو ہماری ایک ہی بیٹی ہے۔ اس پر نظر رکھا کر یوں ہی ہر جگہ اکیلی نہ بھیج دیا کر۔'' اماں کے پوچھنے پر غزالہ نے ابا کو کہتے سنا تھا۔

''اکیلی کہاں جانے دیتی ہوں خان باز' عالیہ کے گھر تک تو جاتی ہے۔ اب سہیلی سے ملنے سے روک دوں کیا۔ اس عمر میں زیادہ روک ٹوک بھی کوئی اچھی بات نہیں ہوتی۔''

''تمہاری بات ٹھیک ہے مگر اس عمر میں اپنے اچھے بھلے کی تمیز بھی کہاں ہوتی ہے۔ زمانے کی اونچ نیچ کا پتا نہیں ہوتا۔ ذرا ماں باپ کی نظر چوکی اور اولاد کے قدم ڈگمگا گئے۔ خاص طور پر بیٹیوں کی تربیت میں بہت زیادہ ان باتوں کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ گھر سے باہر اکیلا نہ بھیجا کر۔ بے شک عالیہ کے گھر جائے مگر تو ساتھ جایا کر۔'' ابا اماں کو سمجھا رہا تھا۔

''کمال کرتے ہو تم بھی گڈو کے ابا' ارشاد کا گھر اپنا ہی گھر ہے اور پھر ان کے گھر کا ماحول تو تمہیں پتا ہے۔ میری دھی بھی بڑی سیدھی سادی ہے۔ مجھے بھی اپنی غزالہ پر بڑا بھروسہ ہے۔''

''مگر کسی کی خراب نظر کا کیا پتا پھر اس عمر میں بھٹکتے دیر نہیں لگتی۔ اس لیے بیٹی کو ہر وقت نظر میں رکھا کر' تبھی میرے دل کو سکون ہوگا۔''

''گڈو کے ابا تُو تو لمبی بات لے کر بیٹھ گیا ہے۔ میں کہہ رہی تھی کہ زلیخا اور عالیہ کے ساتھ اپنی غزالہ بھی چلی جائے گی ضد کررہی ہے دو تین گھنٹے میں تو کھانا دے کر واپس آجائیں گی۔'' ابا لمبی سی ہوں کر کے خاموش ہوا تو غزالہ نے سکھ کا سانس لیا تھا۔

❀......❀......❀

بڑے سے پمپ سے پانی نکل کر حوض میں جارہا تھا۔ حوض کے اردگرد بنی نالیاں اس پانی کو مختلف سمتوں میں اگل رہی تھیں جہاں سے وہ کھیتوں کو سیراب کررہا تھا۔ ایک طرف کھیت میں فصلیں کاٹی جارہی تھیں۔ چاچا ارشاد فصل پر بہت محنت کرتا تھا۔ ابھی تو گندم کی کٹائی آدھی بھی نہیں ہوئی تھی کہ کھیتوں میں اگلی فصل کے لیے ہل ڈال دیا تھا۔ ٹیوب ویل کے پچھلی طرف والے کھیت میں ٹریکٹر ہل چلا رہا تھا۔ جو پھیرا لگا کر ان کے قریب سے گزرا تو غزالہ نے غور سے دیکھا تھا۔

''ارے یہ تو عاصم ہے نا؟'' اس نے ٹریکٹر کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے شخص کو دیکھ کر سوال کیا تھا۔

''ہاں وہی ہے' مامے نور خان کا ٹریکٹر ہے کبھی کبھی بھائی عاصم بھی چلا لیتا ہے۔'' تبھی عاصم کی نظر ان پر پڑی۔

''آج تو بڑے لوگ آئے ہیں۔'' وہ چھلانگ لگا کر نیچے اترا اور ان کے قریب آتے ہوئے کہا۔ اس نے مسکرا کر غزالہ کی طرف دیکھا تو وہ رخ موڑ کر بیٹھ گئی۔ وہ پائپ کے آگے بیٹھ کر منہ ہاتھ دھونے لگا تھا۔

''خاص کہاں بھائی' ہم لوگوں سے روز ہی آپ کی ملاقات ہوتی ہے۔'' عالیہ نے ہنس کر جواب دیا تھا۔

''خاص تو نہیں مگر خاص الخاص ضرور ہیں۔'' کہہ کر وہ ہاتھوں کا پیالہ بنا کر پانی پینے لگا تھا۔

''کھانا تو اماں باغ میں لے کر گئی ہیں۔ آپ بھی ادھر ہی چلے جائیں۔'' عالیہ نے مشورہ دیا تھا۔

''مجھے ابھی بھوک نہیں ہے بعد میں کھالوں گا۔'' اس کا یہاں سے اٹھنے کا کوئی ارادہ نہیں لگ رہا تھا۔

''آؤ عالیہ باغ میں چلتے ہیں۔'' اس نے اٹھنا چاہا تھا۔

''ادھر کہاں جائیں گے بھلا وہاں تو اتنے لوگ ہیں۔'' عالیہ نے اس کی تجویز رد کردی تھی۔

"تو پھر اندر چل کر کمرے میں بیٹھتے ہیں۔"
غزالہ کسی صورت اس کے سامنے بیٹھنے پر تیار نہ تھی۔

"اندر تو اتنی گرمی ہوگی۔" عالیہ کا بھی وہاں سے اٹھنے کا موڈ نہ تھا۔ وہ بڑے آرام سے پانی میں پاؤں ڈالے براجمان تھی۔ ٹیوب ویل کی منڈیر کے باہر شیشم اور ٹاہلی کے گھنے درخت تھے جن کی ٹھنڈک اور سایہ بے حد بھلا معلوم ہو رہا تھا مگر......!

"اچھا بھئی میں چلتا ہوں۔" عاصم نے یہ بات محسوس کرلی کہ وہ اس کی وجہ سے کترا رہی ہے سو خود اٹھ گیا تھا۔

"اب تو تُو نے شکر کا سانس لیا ہوگا۔" وہ کن اکھیوں سے اسے جاتا ہوا دیکھ رہی تھی جب عالیہ کے مسکرا کر کہنے پر چونک کر اسے دیکھنے لگی اور سوالیہ نظروں سے اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

"تم بھائی کی وجہ سے اٹھ کر جانا چاہتی تھیں نا۔"

"نہیں مجھے کیا ضرورت ہے اس کی وجہ سے......"

"اب جھوٹ نہ بول۔ بھائی تجھے پسند کرتا ہے اور یہ بات تجھے بھی پتا ہے۔ جس دن تم ہمارے گھر آئی تھیں تمہارے جانے کے بعد بھائی مجھ سے تمہارے بارے میں پوچھتا رہا تھا۔"

"فضول باتیں نہ کرو۔ مجھے اس طرح کی باتیں پسند نہیں ہیں۔" غزالہ کو غصہ آ گیا تھا۔

"ویسے کتنا اچھا ہو اگر ایسا ہو جائے تو۔" عالیہ نے اس کے غصے کا قطعی کوئی نوٹس نہ لیا۔

"کیا ہو جائے۔" اس نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"تمہاری اور عاصم بھائی کی شادی' بھائی اگر تجھے پسند کرتا ہے تو شادی بھی کرے گا تجھ سے' اور اگر ایسا ہو جائے تو تم دونوں کی جوڑی کتنی سجے گی۔"

"بکواس بند کرو۔" غزالہ نے سرخ ہو کر پانی کا چھینٹا اس کی طرف اڑایا تھا۔

❁......❁......❁

نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ وہ کبھی تو آسمان پر ٹمٹماتے تارے گننے لگتی اور کبھی کروٹیں بدلتی۔ سونے کی بہت کوشش کی مگر نیند کی دیوی تھی کہ مہربان ہو کر نہ دے رہی تھی۔ اماں ساتھ والی چارپائی پر خراٹے لے رہی تھی۔ مگر اس کی جاگتی آنکھوں میں دن کا منظر پھرنے لگا تھا۔

محبت پاش نظروں سے دیکھتا ہوا عاصم اور اس پر عالیہ کی باتیں۔

"ویسے عاصم ہے کتنا خوب صورت۔" غزالہ کے ذہن کے پردے پر بار بار اس کا سراپا ابھر رہا تھا۔

"بھائی اگر تجھے پسند کرتا ہے تو تجھ سے شادی بھی کرے گا۔"

عالیہ کی آواز کی بازگشت اس کے ذہن کے پردے پر بار بار گونج رہی تھی۔

"کتنی اچھی لگے گی تیری اور بھائی کی جوڑی......" نہ جانے کب سوچتے سوچتے اس کی آنکھ لگی تھی۔

❁......❁......❁

۔ ہم آپ کی تصویر کو دل سے لگائے پھرتے ہیں۔" اپنے پیچھے ابھرنے والی آواز سن کر کومل نے قدموں کی رفتار انتہائی تیز کردی تھی۔ وہ آج کل اکیلی ہی پیدل آتی جاتی تھی۔ کچھ دنوں سے ایک لڑکا مسلسل اسے تنگ کر رہا تھا۔ یہ وہی لڑکا تھا جو چند ماہ پہلے ان کے گروپ سے ٹکرایا تھا۔

انٹر کی لڑکیوں کے پریکٹیکل دوسرے کالج میں ہو رہے تھے۔ پریکٹیکل سے فارغ ہو کر وہ سب اپنے کالج میں آجاتیں۔ کیونکہ زیادہ تر لڑکیوں کی گاڑیاں

انہیں وہیں سے پک کرلی تھیں۔ کومل اوراس کی دوستیں پریکٹیکل سے فارغ ہوکر کالج کی طرف آرہی تھیں جب وہ لڑکا غالباً تیسری مرتبہ ان کے پاس سے کچھ کہتے ہوئے گزرا تھا۔ کومل کئی مرتبہ جب اکیلی ہوتی تو اسے اپنے راستے میں کھڑا پاتی تھی۔

''یہ ہیرو تیسری مرتبہ تم لوگوں کو کچھ کہہ کر جارہا ہے اورتم لوگ اپنی باتوں میں مگن ہو۔'' اس نے اپنی دوستوں کی توجہ اس طرف مبذول کرائی تھی۔

''اچھا تو خبر لے لیتے ہیں اس کی۔'' نادیہ نے بڑے نارمل انداز سے جواب دیا تھا۔

''اب تو اسے اس کی بدقسمتی ہی ہمارے پاس لائے گی۔'' افشاں نے بھی دبی دبی آواز سے کہا تھا۔

''بڑے فارم اچ اوسوہنیو۔'' تھوڑا سا آگے جاکر وہ واپس مڑا اوران کے پاس سے گزرتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

''ایک منٹ بھائی بات توسنیے۔'' افشاں نے بڑے پیار سے کہا تو وہ حیرت سے ان کی طرف دیکھ کررک گیا۔ افشاں کے ہاتھ میں فٹ اور چارٹ تھا۔ اسی طرح دیگر گروپ ممبران کے پاس بھی پریکٹیکل سے فارغ استعمال شدہ چیزیں تھیں۔ حتیٰ کہ نادیہ نے سینڈل بھی اتارلیا تھا۔ یک دم ان تینوں نے اس پر چڑھائی کردی تو وہ سنبھل ہی نہیں سکا تھا۔ وہ اس وقت پارک کے قریب تھیں جہاں رش نہ ہونے کے برابر تھا۔ اس سے قبل کہ کوئی ان کی طرف متوجہ ہوتا یا قریب آتا۔ وہ خود کو بچاتے بچاتے بھاگ نکلا تھا۔ وہ سب ہنستی کھلکھلاتی کالج کی طرف روانہ ہوئی تھیں۔ ''آئندہ تو خواب میں بھی کسی لڑکی کو چھیڑنے کا سوچے گا تو گھبرا کر آنکھ کھل جائے گی۔'' افشاں نے ہنس کر تبصرہ کیا تھا۔

کومل اس واقعے کو بھول چکی تھی، افشاں کی ایف اے کے پیپرز کے بعد شادی ہوگئی تھی۔ نادیہ کے ابو کا ٹرانسفر ہوا تو اس کا ساتھ بھی چھوٹ گیا تھا۔ اب وہ اکیلی تھی۔ اور وہ لڑکا مسلسل کئی دنوں سے اس کا پیچھا کررہا تھا۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتا اس کے پاس سے گزرا اور ہاتھ میں پکڑی تصویر اس کے سامنے کی تو کومل کی پھٹی پھٹی نگاہیں تصویر پر جم گئیں اس کے قدم ڈگمگانے لگے تھے۔

❀......❀......❀
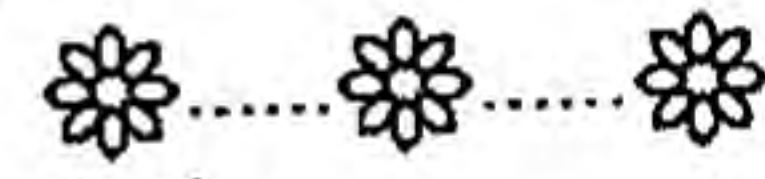
جب بھی وہ اپنی چھت پر اپلے اکھٹے کرنے جاتی، اس کی نگاہ بے اختیار ہی عالیہ کی چھت کی طرف اٹھ جاتی۔ دو تین روز سے عاصم اپنے گھر کی چھت پر موجود نہیں تھا۔ اس روز وہ نیچے اترنے کو تھی جب ایک پتھر اس کے قدموں کے پاس آن گرا تھا۔

''یارتم میری ہو اور یہ بات میں تم سے سننا چاہتا ہوں، پلیز مجھے پریشان مت کرو۔ یہ بات تو طے ہے کہ تم ہاں کروگی مگر اتنی دیر کیوں؟ میں تمہیں بہت چاہتا ہوں اور تم مجھے اتنا ستارہی ہو، یہ بہت ناانصافی ہے۔'' تمہارا عاصم۔

اس نے کاغذ جلدی سے چولہے میں ڈال دیا تھا مگر مسلسل سوچیں ذہن کا گھیراؤ کیے ہوئے تھیں۔ اس روز عالیہ نے عاصم کے متعلق بات چھیڑی تو وہ بھڑک اٹھی تھی۔

''نام مت لینا اپنے بھائی کا میرے سامنے، بہت غلط بندہ ہے، جہاں دیکھتا ہے اشارے کرنا شروع کردیتا ہے۔ کاغذ پھینکتا ہے اور راستہ روک کر کھڑا ہوجاتا ہے۔'' وہ تو پہلے ہی بھری بیٹھی تھی۔

''بھائی تمہیں اپنی محبت کا احساس دلانا چاہتا ہے ورنہ وہ تم سے......''

''مجھے احساس دلاکر کیا کرے گا؟ مجھے احساس ہو بھی گیا تو میں اس کے ساتھ ککلی چکر ڈالنے بیٹھ جاؤں گی کیا؟''

''تو اسے اتنا تو کہہ سکتی ہے کہ تجھے اس کا ساتھ منظور ہے......'' عالیہ نے جرح کی۔

''میرے کہنے سے کیا ہوجائے گا۔ یوں بھی مجھے ایسے لڑکے لڑکیاں بالکل اچھے نہیں لگتے جو قول قرار کرتے پھرتے ہیں۔ اور چھپ چھپ کر ملتے ہیں۔ خبردار جو آئندہ تو نے میرے ساتھ ایسی بات کرنے کی کوشش کی تو...... ورنہ مجھے تمہارے ساتھ دوستی کا رشتہ ختم کرنا پڑے گا۔'' اگرچہ اس نے کہہ تو دیا تھا کہ وہ آئندہ اس سے ایسی بات نہ کرے مگر عالیہ اپنی گفتگو میں اکثر و بیشتر ہی عاصم کا ذکر لے آتی۔ کبھی اس کی وجاہت کی تعریف کرتی، کبھی اس کی غزالہ سے محبت اور بے تابیوں کا ذکر کرتی تو نہ چاہتے ہوئے بھی غزالہ کے گال سرخ ہوجاتے۔ اور اس کا دل دھڑکنے لگتا۔

❀......❀......❀

پورا دن وہ کالج میں بھی بے حد پریشان رہی۔ گھر واپس آکر یونہی کپڑے تبدیل کیے بغیر بے دم ہوکر بستر پر گر پڑی تھی۔ اگرچہ اس نے ایسی کوئی غلطی تو نہیں کی تھی کہ یوں پریشان ہونا پڑے مگر...... کبھی کبھی انسان سے کچھ ایسی کوتاہیاں ہوجاتی ہیں، جن کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے۔ مگر اس سے تو کوتاہی بھی نہیں ہوئی تھی بلکہ اس نے خلوص کا جواب خلوص سے دینے کی کوشش کی تھی یہ جانے بغیر کہ کوئی بھیڑیا اس کے تعاقب میں ہے۔ ہوا کچھ یوں کہ......

تھرڈ ایئر کی کلاسز اسٹارٹ ہوئیں تو اس کا کالج میں دل نہیں لگتا تھا...... پرانی دوستوں کا ساتھ تو چھوٹ گیا تھا۔ کچھ دن گزرے تو اس کی عفرا سے دوستی ہوگئی یوں وقت کچھ بہتر کٹنے لگا تھا۔ ایک روز کالج گراؤنڈ میں وہ دونوں گھاس پر بیٹھی ہسٹری کے نوٹس تیار کررہی تھیں جب ان کی کلاس فیلو فرحانہ چلی آئی۔ کومل کی اس سے ہیلو ہائے تھی۔

''مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔''

''ہاں کہو۔'' وہ ہمہ تن گوش ہوئی۔

''یار وہ فرسٹ ایئر کی ایک لڑکی نغمہ ہے، ہم ایک ہی روٹ سے آتے ہیں۔ اس کا کہنا ہے کہ تم اسے بہت اچھی لگتی ہو اور وہ تم سے دوستی کرنا چاہتی ہے۔''

''تو بھئی اس کے لیے اس قدر تمہید باندھنے کی کیا ضرورت ہے۔ ملواؤ نا اس سے۔'' کومل نے پرخلوص لہجے میں کہا تھا۔

فرحانہ نے مڑ کر اشارہ کیا تو نغمہ ہنستی مسکراتی ان کے پاس آگئی تھی۔ نغمہ جیسی ماڈ اور تیز طرار لڑکی کا اس کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانا کومل کو کچھ عجیب تو لگا تھا مگر بہرحال وہ اسے جھٹک نہیں سکتی تھی۔ سو اس روز ان دونوں کی دوستی کی ابتدا ہوئی۔ کبھی کبھار نغمہ فری پیریڈ میں اس کے پاس چلی آتی اور وہ دونوں کچھ وقت ساتھ گزار لیتیں۔

''کومل......کومل'' کالج میں نئے اسٹوڈنٹس کو اس روز ویلکم پارٹی دی گئی تھی۔ ریفریشمنٹ کے بعد وہ ہال سے نکل کر گراؤنڈ میں جارہی تھی جب نغمہ اسے دور سے پکارتی ہوئی بھاگ کر اس کے پاس آئی تھی۔

''کیا بات ہے نغمہ؟'' کومل رک کر اس کے قریب آنے پر پوچھنے لگی۔

''کومل! آپ میرے ساتھ ایک تصویر بنوائیں نا۔'' نغمہ کے ساتھ موجود دوسری لڑکی کے ہاتھ میں کیمرہ تھا۔

''آئی ایم سوری مجھے اچھا نہیں لگتا یوں......'' وہ معذرت کرنے لگی تھی۔

''اس کا مطلب ہے آپ مجھے دوست نہیں سمجھتیں۔'' کومل کی بات ادھوری ہی تھی کہ نغمہ

آنکھوں میں آنسو بھر لائی اور نہایت شکایتی لہجے میں کہنے لگی۔

''ارے یہ کیا تم اتنی سی بات پر رونے لگی ہو۔ اچھا چلو میں تمہارے ساتھ تصویر بنوا لیتی ہوں۔'' کومل نے یکدم ہی بوکھلا کر ہامی بھر لی۔ اس بات سے قطعی ناواقف کہ اس کی یہ نرم دلی آنے والے دنوں میں اس کے لیے مصیبت کا پیغام بن جائے گی۔

اس سے جونیئر کلاس کی ایک لڑکی دوستی کے نام پر اسے کیسا فریب دے گئی اور وہ انجان رہی۔ اسے یہ بات اس وقت سمجھ آئی جب پانی سر سے اونچا ہو چکا تھا۔ آج وہی تصویر اس لڑکے کے ہاتھ میں دیکھ کر اسے دھچکا لگا تھا۔ نہ جانے کتنی دیر سے بے دم ہو کر بستر پر پڑی وہ سوچے جا رہی تھی۔

''کومل بیٹا! میں نے کھانا گرم کر دیا ہے آ بھی جاؤ پھر سے ٹھنڈا ہو جائے گا۔'' وہ یونیفارم تبدیل کیے بغیر کچن میں آ گئی تھی اور اماں کے قریب پیڑھی پر بیٹھ گئی۔ آلو دہی کی مسالے دار بھجیا جو اس کی بے حد فیورٹ تھی اماں نے پلیٹ میں اس کے سامنے لا رکھی تھی۔ نوالہ توڑتے ہوئے وہ ایک مرتبہ پھر گم سم ہو گئی۔

''کومل! کھانا کیوں نہیں کھا رہیں؟'' اماں نے اسے ٹوکا تھا۔

''کچھ نہیں اماں بس دل نہیں چاہ رہا۔ سر میں درد ہے۔'' یکدم ہی وہ اٹھ کر کمرے میں چل دی۔

❁......❁......❁
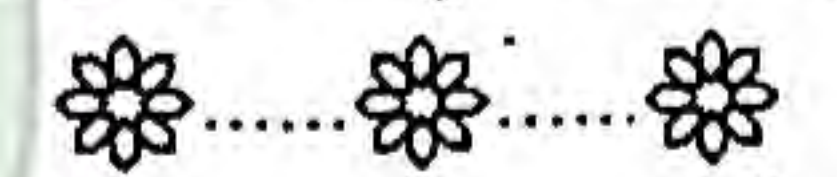
''باجی! آپ کو عالیہ باجی بلا رہی ہیں۔'' اتوار کو عالیہ کا چھوٹا بھائی اسے بلانے آ پہنچا تھا۔ جب وہ کپڑے دھو رہی تھی۔

''اچھا رکو یہ کپڑے کھنگال کر تمہارے ساتھ چلتی ہوں۔'' وہ تقریباً فارغ ہی ہونے والی تھی سو اسے روک کر اماں کو بتانے چل دی تھی مگر گلی کے نکڑ پر پہنچ کر وہ میدان کی طرف بھاگ گیا تو اس نے اکیلے ہی ان کے گھر کی راہ لی۔

''عالیہ، عالیہ کہاں ہو تم؟'' اس نے گیٹ سے اندر داخل ہو کر آواز لگائی۔

''یہاں کچن میں...... ادھر ہی آ جاؤ۔'' عالیہ نے آواز دی۔

''کیا پک رہا ہے بھئی بڑی اچھی خوشبو آ رہی ہے۔'' اس نے پتیلی کا جائزہ لیا تھا۔

''آج اماں بڑی خالہ کی طرف گئی ہیں تو کھانا بنانے کی ڈیوٹی میری ہو گئی ہے ہانڈی تیار ہے۔ روٹی تھوڑی دیر سے بناؤں گی۔ آؤ باہر چلتے ہیں۔'' عالیہ نے پسینہ پونچھتے ہوئے اس کی تقلید کی تو وہ بھی اس کے پیچھے برآمدے میں چلی آئی۔

''آج میں نے تجھ سے ضروری بات کرنی ہے۔ آخر تم بھائی عاصم کو اتنا کیوں تنگ کر رہی ہو۔ کیا کمی ہے آخر اس میں؟''

''میں تمہیں پہلے بھی بتا چکی ہوں تمہارا بھائی مجھ سے رابطے بڑھا کر کیا کرنا چاہتا ہے۔ مجھے اس کی حرکتیں سخت ناپسند ہیں۔'' وہ عالیہ کی بات پر منہ پھلا کر کہہ رہی تھی۔ تبھی دونوں کمروں کے درمیان بنا ہوا دروازہ کھلا اور اس میں سے عاصم اندر داخل ہوا۔

''اچھا اب بھائی کی بات آرام سے سن لینا۔ میں ذرا روٹی بنا لوں۔'' عالیہ جھپاک سے کچن میں گھسی تو وہ کوئی فیصلہ نہ کر سکی کہ اسے کیا کرنا چاہیے۔

''اچھا اگر میں یہ حرکتیں چھوڑ دوں تو جناب کو اچھا لگنے لگوں گا۔'' وہ شوخی سے کہتا ہوا اس کے قریب آن کھڑا ہوا۔ ''رکو تو......'' اسے تیزی سے اٹھتا دیکھ کر وہ غزالہ کا آنچل تھام چکا تھا۔

''میں تم سے اقرار کروا کر رہوں گا۔ اور میں شدت سے منتظر ہوں کہ تم مجھے میری ہونے کا یقین دلاؤ۔'' وہ گمبھیر لہجے میں اس سے مخاطب ہوا تو غزالہ کے دل کی دھڑکنوں میں شور مچ گیا۔

''بولو بھی نا۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔'' اس کی خاموشی پر جیسے اس نے احتجاج کیا۔

''کیا بولوں۔'' اس نے انتہائی گھبراہٹ میں دریافت کیا تھا۔

''اب یہ بھی میں ہی بتاؤں گا؟'' عاصم نے جیسے سر پیٹ لیا تھا۔

''اچھا تم بس یہ کہہ دو کہ تم میری ہو۔'' اس نے کچھ سوچ کر فقرہ ترتیب دیا۔

''میں نے کہہ دیا ہے۔'' وہ بدحواسی سے کہہ کر کچن کی طرف بھاگی تو عاصم مسکرا کر اسے جاتا ہوا دیکھتا رہا۔ اس کے چہرے پر پُرسوچ مسکراہٹ در آئی تھی۔

❁......❁......❁
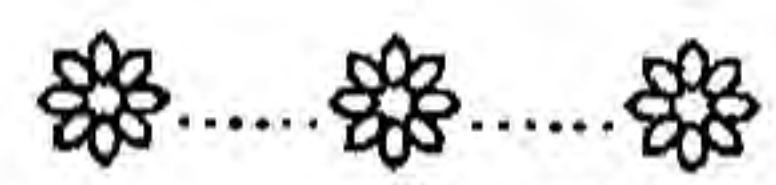
''نغمہ...... نغمہ'' کومل کافی دیر سے بہت بے چینی سے اسے پورے کالج میں تلاش کرتی پھر رہی تھی۔ جونہی نغمہ اسے نظر آئی وہ بے تابی سے اسے پکارتے ہوئے اس کی طرف بڑھی تھی۔ نہ جانے نغمہ نے اسے سنا نہیں یا پھر سن کر انجان تھی کہ آرام سے ساتھ والی لڑکی سے باتیں کرتے ہوئے چلتی رہی۔

''نغمہ'' کومل نے سامنے آتی لڑکیوں کے درمیان راستہ بناتے ہوئے اسے پکارا تھا۔ تبھی اس کی ساتھی لڑکی نے مڑ کر اس کی طرف دیکھا تھا۔ اور غالباً اسی کے کہنے پر نغمہ رک کر بے حد سپاٹ نظروں سے اسے اپنے پاس آتے ہوئے دیکھتی رہی۔

''مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔''

''جی فرمائیے۔'' کومل کی بات کے جواب میں نغمہ کا لہجہ بے حد اجنبی تھا۔

''یہاں نہیں ذرا بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔''

''آئی ایم سوری میرا تو پیریڈ شروع ہونے والا ہے۔'' اس کا لہجہ ہنوز سرد تھا۔

''اچھا تو میں تمہارا ویٹ کر لیتی ہوں۔ تم پیریڈ آف ہونے کے بعد یہیں پر آ جانا۔'' نغمہ سر ہلا کر روم میں چلی گئی۔ جبکہ وہ وہیں کاریڈور کی سیڑھیوں پر بیٹھی بے تابی سے اس کا انتظار کرتی رہی۔ چالیس منٹ کا پیریڈ اسے صدیوں کے برابر لگ رہا تھا۔ خدا خدا کر کے پیریڈ ختم ہوا تو وہ بے قراری سے دروازے کے قریب آن کھڑی ہوئی۔ کھچا کھچ بھرا ہوا کمرا منٹوں میں خالی ہو گیا تھا۔ جبکہ نغمہ کا نام و نشان تک نہ تھا۔ کومل ازحد پریشانی کے عالم میں ہر چہرے کو کھوجتی رہی۔ یہ جانے بغیر کہ نغمہ اسے یوں کلاس روم کے دروازے پر ایستادہ دیکھ کر پچھلے دروازے سے نکل کر غائب ہو چکی تھی۔ اسے اب کومل سے کچھ لینا دینا نہیں تھا۔ چند دنوں کی پرفریب دوستی کی قیمت وہ وصول کر چکی تھی۔

❁......❁......❁
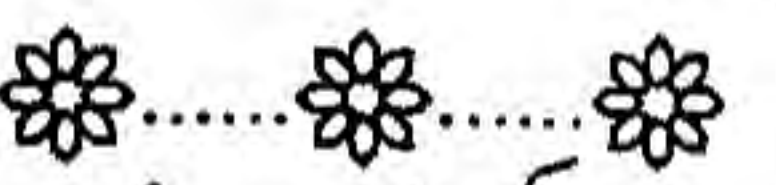
اگرچہ یہ سب اسے کبھی بھی پسند نہیں رہا تھا مگر دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر وہ یہی تو کر رہی تھی۔ کچی مٹی پر لائنیں کھینچی جائیں تو جھٹ سے تصویر بن جاتی ہے۔ اسی طرح اس کے دل کے آنگن میں عاصم کے تصور نے بڑی سرعت سے قبضہ جمایا تھا۔ سو عالیہ کے مجبور کرنے پر وہ کبھی کبھار مل لیتی تھی مگر اخلاقیات کا دامن کبھی ہاتھ سے نہ چھوڑا تھا۔ اس کی اور عاصم کی ہر ملاقات میں عالیہ موجود ہوتی تھی۔ اس روز وہ اس سے مل کر آئی تو خالہ نوراں آئی ہوئی تھی۔

''سلام خالہ۔''

''وعلیکم السلام۔ دھیے کہاں گئی تھیں؟'' سلام کا جواب دیتے ہوئے خالہ نوراں نے تفتیش کی تو وہ گڑبڑا گئی۔

''ارے بہن جانا کہاں ہے۔ ارشاد اور زلیخا ہیں نا ان کی بیٹی غزالہ کی سہیلی ہے۔ اس سے کبھی کبھار ملنے چلی جاتی ہے۔'' اماں نے اس کی طرف سے جواب دیا تھا۔ خالہ نوراں اور اماں باتوں میں مگن ہوئیں تو وہ جلدی جلدی کام نپٹانے میں لگ گئی تھی۔ اسے ان دونوں کے انداز نشست سے برخاست کا کوئی امکان نہیں لگ رہا تھا۔ کام کے دوران آتے جاتے اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اماں اور خالہ نوراں کی گفتگو کا مرکز وہی ہے۔ یہ سوچ اسے شدید الجھن میں مبتلا کر رہی تھی۔ کیونکہ خالہ نوراں گاؤں میں رشتے کرانے کا کام کرتی تھیں۔

❀......❀......❀
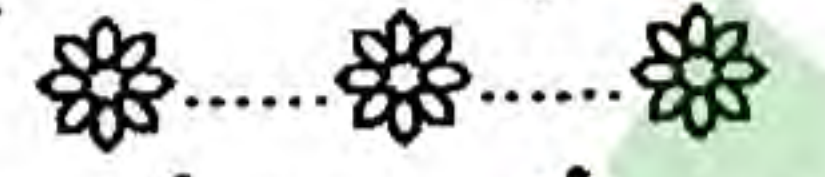
جتنی مرتبہ اس نے نغمہ سے بات کرنے کی کوشش کی نغمہ اسے بڑی آسانی سے ٹال گئی تھی۔ اب تو اسے یقین ہو چلا تھا کہ وہ اس سے سرے سے کوئی بات کرنا ہی نہیں چاہتی۔ سو کومل اس روز خاصے غصے میں اس کے سر پر جا پہنچی تھی۔

''ایکسکیوزمی۔ آپ اگر مائنڈ نہ کریں تو میں ذرا نغمہ سے پرائیویسی میں بات کرلوں۔'' اس نے نغمہ کی ساتھی لڑکی سے معذرت کرتے ہوئے کہا تھا۔

''ہاں ہاں کیوں نہیں۔'' وہ لڑکی جلدی سے فائل اٹھا کر کھڑی ہو گئی تھی۔

''تم نے میری تصویر جس کو دی ہے اس سے واپس لے لو۔'' اس نے مصلحتاً اپنا لہجہ ہموار رکھا تھا۔

''کون سی تصویر؟'' نغمہ نے لاپروائی سے ببل کا پٹاخہ پھوڑا تھا۔

''وہی تصویر جو تم نے پارٹی والے روز رو دھو کر بنوائی تھی۔''

''اچھا وہ...... مگر وہ تو سارا رول خراب ہو گیا تھا۔'' نغمہ کو بلآخر یاد آ گیا تھا۔

''بکواس بند کرو گھٹیا کمینی میری تصویر مجھے واپس لے کر دو۔ نیگٹو سمیت۔'' کومل نے غراتے ہوئے کہا تھا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ نغمہ کا چہرہ نوچ لے۔

''میں تمہاری تصویر کسی کو کیوں دوں گی اگر میں ایسی ویسی ہوتی تو اپنی تصویر دیتی۔'' نغمہ استہزائیہ ہنسی ہنس کر کہہ رہی تھی۔

''نغمہ...... میں...... میں تمہاری پرنسپل سے شکایت کروں گی کہ تم کس قدر گھٹیا لڑکی ہو۔''

''اچھا میں بھی تمہارے ساتھ چلتی ہوں۔'' نغمہ انتہائی نارمل انداز میں بیگ کندھے پر ڈال کر کھڑی ہو گئی۔

''کہاں؟'' کومل نے حق دق ہو کر پوچھا تھا۔

''پرنسپل کے آفس میں اور کہاں۔ تم نے میری شکایت کرنی ہے نا کہ تمہاری تصویریں میں عاشقوں کو بانٹتی پھرتی ہوں۔'' نغمہ کا جواب سن کر وہ اسے دیکھتی رہ گئی۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ یہ مسئلہ کس سے شیئر کرے۔ عفرا سے دوستی نئی نئی تھی۔ پیریڈ اکھٹے اٹینڈ کرنا، کلاس ورک یا ہوم اسائمنٹ شیئر کرنا اور بات تھی، مگر کومل کو اس سے یہ بات شیئر کرنے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔ ممکن تھا کہ وہ اسے ہی غلط سمجھ بیٹھتی یا دوسری کلاس فیلوز تک بات پہنچا دیتی۔ زیادہ تر اسٹوڈنٹس کلاس میں فائل یا متعلقہ پیریڈ کی بکس لے کر جاتی تھیں، بیگ یونہی باہر کونے کھدروں میں پڑے رہتے۔ ٹیچر کیا پڑھا رہی تھیں وہ اس سے بے خبر اپنی سوچوں میں گم کتاب کی ورق گردانی کر رہی تھی۔ جب اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ وہی تصویر جو اس نے نغمہ کے ساتھ بنوائی تھی۔ اس کی کتاب میں موجود تھی مگر ایک بڑی تبدیلی کے ساتھ۔ نغمہ کے بجائے وہی لڑکا اس کے کندھے پر ہاتھ

رکھے کھڑا تھا۔ جبکہ بیک گراؤنڈ میں کالج کے ماحول کے بجائے کسی کمرے کا منظر تھا۔ یہ تصویر اس کی کتاب میں کون رکھ گیا یہ جاننا کچھ مشکل نہ تھا۔

❀......❀......❀
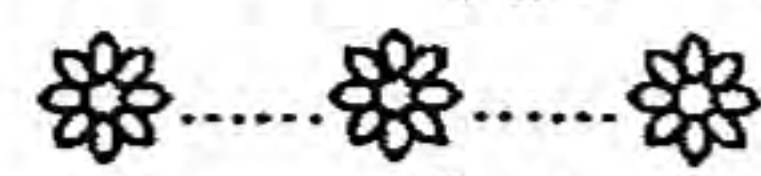
ابو سے ملنے ان کے کوئی دوست آئے تھے۔ ان کے کہنے پر دو کپ چائے ڈرائنگ روم میں بھجوا کر اپنا کپ لیے وہ لاؤنج میں آن بیٹھی تھی۔ سوچ سوچ کر دماغ شل ہو رہا تھا۔ فون کی گھنٹی بجی اور بجتی چلی گئی۔

''ہیلو۔''

کپ ٹیبل پر رکھ کر اس نے بے زاری سے ریسیور اٹھایا تھا۔

''کومل......'' دوسری طرف محتاط انداز میں استفسار کیا گیا تو وہ سن ہو گئی۔

''میں شہزاد بات کر رہا ہوں'' اس کی خاموشی سے اپنے اندازے کی تصدیق کرتا وہ اپنا تعارف کرا رہا تھا۔ کومل پہچان کر خاموش رہی۔ جو اس کی تصویر لے سکتا تھا یا پھر اس کی تصویر بیگ میں رکھوا سکتا تھا، نمبر لینا اس کے لیے کون سا مشکل تھا۔

''تصویر واپس لینا چاہتی ہو۔'' اگلے پل وہ اس سے پوچھ رہا تھا۔

''ہاں۔'' بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا تھا۔

''تم نہیں تو تمہاری تصویر ہی سہی، کچھ تو ہمارے پاس بھی رہنے دو۔''

''کیا چاہتے ہو تم؟'' وہ روہانسی ہو کر پوچھ رہی تھی۔

''تمہیں چاہتا ہوں بھئی۔'' بڑے اطمینان سے جواب آیا تھا۔

''یہ تھرڈ کلاس ڈائیلاگ بند کرو اور بتاؤ کہ ان ساری حرکتوں سے تمہارا کیا مقصد ہے؟'' وہ دانت پیس کر پوچھ رہی تھی۔

''اب فون پر تو ساری باتیں......'' وہ کچھ کہتے کہتے رک گیا تھا۔ ''ویسے اگر تمہیں تصویر واپس لینی ہے تو مجھ سے کہو اگرچہ بڑی مشکل سے حاصل کی ہے مگر تمہارے لیے تو جان بھی......'' ڈرائنگ روم کا دروازہ کھلنے کی آواز آئی تو کومل نے جھٹ سے ریسیور رکھ دیا تھا۔

❀......❀......❀
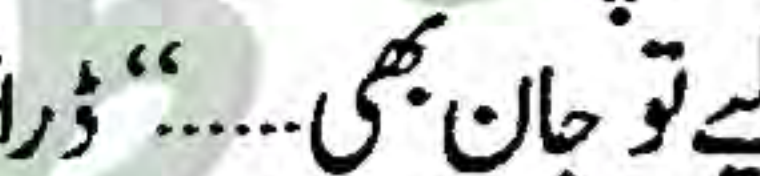
''اچھا یہ تیری دھی ہے۔ ماشاءاللہ بڑی سوہنی کڑی ہے۔'' خالہ نوراں اگلے ہفتے کسی عورت کے ساتھ ایک مرتبہ پھر ان کے گھر چلی آئی تھیں۔ وہ عورت خاصی گرم جوشی سے غزالہ سے ملی اور اماں سے مخاطب ہوئی تھی۔

''غزالہ دھیئے ذرا چائے تو بنا لا۔'' اماں اسے کہہ کر ماسی اور اس عورت کے پاس بیٹھ گئیں جبکہ وہ ان کی آمد کا مقصد جان کر کڑھتی رہی تھی۔

''آج نوراں آئی تھی۔'' رات کو وہ ابا کو کھانا دے کر باہر بیٹھی جلتے بجھتے کوئلے تک رہی تھی جب اماں کی آواز اس کے کانوں میں پڑی تھی۔

''اچھا پھر؟'' ابا کی آواز میں کسی دلچسپی کا عنصر نہ تھا۔

''وہ صغراں کو ساتھ لے کر آئی تھی۔''

''کون صغراں؟'' ابا نے دہرایا تھا۔

''ارے غزالہ کے ابا تجھے بتایا تو تھا پچھلی دفعہ نوراں بتا کر گئی تھی۔ پن چکی کے ساتھ ہی تو گھر ہے صغراں کا وہ جس کا بندہ مویشیوں کا بیوپار کرتا ہے۔''

''اچھا اچھا...... رشید کی بیوی ہاں تو پھر؟''

''وہ غزالہ کے رشتے کے لیے آئی تھی۔'' اماں کے کہنے پر اس کے کان کھڑے ہو گئے تھے۔

''کیا کرتا ہے اس کا پتر؟'' ابا پوچھ رہے تھے۔

''کرنا کیا ہے پڑھا لکھا ہے اسکول میں کلرک لگا

ہے اور یوں بھی دو کلے زمین ہے ان کی۔ ماں باپ کا اکلوتا پتر ہے۔"

"اچھا سوچیں گے پھر۔" ابا کی آواز پرسوچ تھی۔

"صغراں جلدی جلدی جواب دینے کا کہہ گئی ہے اور پھر ہماری غزالہ سولہویں سال میں لگی ہے۔ اب ہمیں دیر نہیں کرنی چاہیے۔ لڑکی ذات جتنی جلدی اپنے گھر کی ہوجائے اچھا ہے۔" غزالہ دوسرے کمرے میں آ کر چارپائی پر لیٹ گئی مگر نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی اور اسے بے چینی سے صبح کا انتظار تھا۔

❀......❀......❀
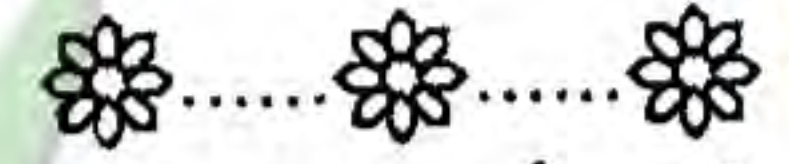
کومل تم نے مجھے یونہی غلط سمجھا اور دوستوں کے ساتھ مجھ پر چڑھائی کردی ورنہ میں کسی غلط نیت سے تمہارے پاس نہیں آتا تھا۔ تم مجھے اچھی لگتی تھیں اور میں اپنا حال دل تم تک پہنچانا چاہتا تھا۔ انجانے میں غلط طریقہ اختیار کرکے تمہارے عتاب کا نشانہ بن گیا۔" کومل چپ چاپ اسے سننے پر مجبور تھی۔

"میرا مقصد تمہیں قطعی پریشان کرنا نہیں تھا۔ میں تو بس یہ چاہتا تھا کہ تم آرام سے میری بات سن لو۔"

"اچھا اب میں نے تمہاری بات سن لی ہے نا، تو پھر ساری تصویریں مجھے واپس کردو۔"

"ہاں تو تمہاری تصویروں کو رکھ کر میں نے کیا کرنا ہے۔ تم جب چاہو واپس لے لو۔"

"تم نغمہ کے ہاتھ واپس بھجوادو۔"

"نہیں یار نغمہ آج کل مجھ سے ناراض ہے، تم ایسا کرو کہ وہ جو کالج کی پچھلی گلی میں کیفے ہے وہاں آ کر مجھ سے مل لو اور......"

"نہیں نہیں میں وہاں نہیں آسکتی۔" اس نے سختی سے انکار کرتے ہوئے فون رکھ دیا تھا۔

❀......❀......❀

دوسرے دن اس نے یہ خبر عالیہ کو بتائی اور اس نے یقیناً عاصم تک پہنچادی تھی۔ تبھی اس نے پریشان ہوکر بلاوا بھیجا تھا۔

"یہ عالیہ بتارہی ہے کہ تمہارا کوئی رشتہ آیا ہے؟ تمہارے گھر والے ہاں کرنا چاہتے ہیں۔"

"نہ صرف ہاں کرنا چاہتے ہیں بلکہ جلد از جلد رخصتی کا بھی سوچ رہے ہیں۔"

"تم اس رشتے سے انکار کردو۔" عاصم نے جلدی سے مشورہ دیا۔

"مجھ سے کوئی پوچھے گا تو میں انکار کروں گی نا میری رائے تو اس سلسلے میں کہیں بھی نہیں ہے۔" غزالہ نے کورا جواب دیا۔

"مگر یہ تمہارا حق ہے اگر تم سے نہ بھی پوچھا جائے تو تم خود ماں باپ سے کہہ سکتی ہو کہ تم وہاں شادی نہیں کرنا چاہتیں۔"

"ہاں غزالہ بھائی ٹھیک کہہ رہے ہیں تم خود ہی خالہ سے بات کرو۔" عالیہ نے بھی حصہ لیا تھا۔

"اماں میری بات کبھی نہیں مانیں گی کل کی ہوتی ہوئی رخصتی وہ آج ہی کروا کردم لیں گی اور ایسی بات پر میری ہڈیوں کا سرمہ الگ بنے گا۔" وہ پوری طرح بے بس تھی۔

"پھر بھی تم کوشش تو کرو۔" عاصم نے اصرار کیا۔

"جو کام میں نہیں کرسکتی، جس کا کوئی فائدہ نہیں وہ کیوں کروں۔ تم خود کچھ کیوں نہیں کرتے۔" صاف انکار کرتے ہوئے اس نے گیند عاصم کے کورٹ میں ڈال دی تھی۔

"بھائی غزالہ ٹھیک کہہ رہی ہے اگر یہ انکار کرے تو کوئی وجہ بھی ہو۔ ہوسکتا ہے کہ تایا جان خان چاچا سے بات کریں، تو غزالہ کے انکار کی ضرورت ہی نہ پڑے۔" عالیہ اس کے تحفظ میں بول پڑی تھی۔

"اچھا پھر مجھے ہی کچھ کرنا پڑے گا۔" عاصم پرسوچ انداز میں کہہ رہا تھا۔

❀......❀......❀

شہزاد کا اصرار بڑھتا جارہا تھا۔ پہلے کی نسبت اس کی گفتگو کا انداز بھی قدرے صاف ستھرا ہوگیا تھا۔ اس تمام تر مصیبت سے پیچھا چھڑانے کے لیے بالآخر کومل نے اس سے ملنے کا فیصلہ کرلیا تھا۔ یہ سوچ کر کہ ایک مرتبہ اس سے اپنی تصاویر واپس لے لے تو اس کے بعد اس کے منہ پر تھوکنا بھی گوارہ نہیں کرے گی۔ الٹا اس قدر دھمکائے گی کہ وہ خود ہی اس کا پیچھا چھوڑ دے گا۔ مگر ایک دفعہ اپنی کمزوری اس کے ہاتھوں سے نکلوانا ضروری تھا ورنہ وہ نہ جانے کب تک اسے بلیک میل کرتا رہتا۔

چھٹی ہونے سے گھنٹہ بھر پہلے ہی وہ کالج کے گیٹ پر موجود تھی۔ گیٹ کھلتے ہی اس نے کیفے کا رخ کیا تھا۔ شہزاد کیفے کے باہر کھڑا تھا۔ جب وہ اس کے قریب پہنچی تو خاموشی سے اندر کی طرف مڑ گیا تھا۔ وہ لرزتے قدموں سے اس کے پیچھے سر جھکائے چل رہی تھی۔ اس تھرڈ کلاس کیفے کا نسبتاً کشادہ اور صاف ستھرا کمرہ تھا جس میں وہ آ کر بیٹھا تھا۔ کچھ تو وہ تیز دھوپ سے اندر آئی تھی کچھ کھڑکیوں پر پڑے دبیز پردے کمرے میں ہلکا سا اندھیرا پھیلنے کا سامان کررہے تھے۔ حتیٰ کہ ٹیوب لائٹ کی مدھم روشنی بھی اس اندھیرے پر قابو پانے میں ناکام رہی تھی۔

"کیا پیو گی؟" اس کے سامنے قدرے فاصلے پر بیٹھا شہزاد اس سے استفسار کررہا تھا۔

"کچھ بھی نہیں۔ پلیز تم جلدی سے وہ تصویریں مجھے دے دو مجھے دیر ہورہی ہے۔" اس نے لرزتے ہاتھوں سے پسینہ صاف کرتے ہوئے جواب دیا تھا۔

"ظاہری سی بات ہے بھئی تصویریں دینے کے لیے بلایا ہے تو دوں گا مگر تھوڑی رہا ہوں۔" جیب سے لفافہ نکال کر وہ اس کے قریب آن بیٹھا تھا۔ کومل نے جلدی سے لفافہ لینے کے لیے ہاتھ بڑھایا شہزاد نے اس کی کلائی پکڑ کر اسے اپنی طرف جھٹکا دیا تھا اگلے ہی لمحے کمرے میں ہلکی سی آواز کے ساتھ تیز فلیش لائٹ چمکی تھی۔ وہ اپنا آپ اس سے چھڑانے کے لیے مچل رہی تھی۔

❀......❀......❀

"باجی آپ کو عالیہ باجی بلارہی ہیں۔" عالیہ کا بھائی پیغام لیے حاضر ہوا۔

"اچھا...... اس...... وقت......" غزالہ دن کے کھانے کی تیاری کررہی تھی۔ اماں بھی گھر پر نہیں تھیں۔ اس نے چند لمحے سوچا تھا۔ منے تم ذرا گھر کا

صدقہ فطر کا مصرف کون:۔

صدقۃ الفطر کا مصرف ہر وہ شخص ہے جو مصرف زکواۃ ہے۔ (ردالمختار: ۳۶۹/۲) یعنی جس کی ملک میں سونا، چاندی مال تجارت، نقدی اور زائد از ضرورت اشیاء میں سے کوئی چیز نہ ہو یا لیکن بقدر نصاب (۵۲½ تولہ چاندی کی قیمت) سے کم ہو۔

امام کو زکواۃ وصدقہ فطر دینا:۔

امام مسجد کو زکواۃ صدقہ فطر دینا دو شرطوں سے جائز ہے۔

ا۔ امام مستحق زکواۃ ہو۔

۲۔ لوگ یہ رقم اسے امامت یا قرآن سنانے کی اجرت کے طور پر نہیں بلکہ زکواۃ وصدقہ فطر کے طور پر دیتے ہوں۔ اگر امام مستحق زکواۃ نہیں، یا یہ رقم اسے اجرت کے طور پر دی جاتی ہے تو امام کے لیے لینا جائز نہیں لوگوں کی زکواۃ وصدقہ فطر بھی ادا نہیں ہوگا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

خیال رکھنا' میں عالیہ کی بات سن کر آتی ہوں۔" اس نے دوپٹہ سر پر جماتے ہوئے بھائی کو ہدایت دی تھی۔

"تمہاری باجی آج کالج نہیں گئیں۔" راستے میں اس نے عالیہ کے بھائی سے استفسار کیا۔

"نہیں......" وہ مختصر جواب دے کر راستے میں آنے والی دکان میں گھس گیا تھا۔

"عالیہ کہاں ہے؟" برآمدے میں کھڑے عاصم کو دیکھ کر اس نے پوچھا۔

"چھت پر کپڑے پھیلانے گئی ہے۔" عاصم اسے جواب دے کر اندر کی طرف مڑا تو غزالہ کو بھی اس کی تقلید کرنا پڑی۔ وہ سامنے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ غزالہ دروازے کے پاس رکھی کرسی پر جم گئی۔

"تمہارے رشتے کا معاملہ کہاں تک پہنچا۔ ویسے میں نے اماں ابا کو تفصیل بتادی ہے چند دنوں میں وہ گاؤں......" وہ خود ہی اس کے جواب کا انتظار کیے بغیر تفصیل بتانے لگا تھا۔ اور پھر اچانک رک کر جیسے کچھ سننے لگا۔

"میرا خیال ہے گیٹ پر دستک ہوئی ہے۔ تم بیٹھو میں آتا ہوں۔" وہ اٹھ کر باہر چلا گیا۔

"یہ عالیہ کی بچی چھت پر کیا کر رہی ہے۔" غزالہ نے دل ہی دل میں تلملاتے ہوئے سوچا تھا۔ تبھی عاصم واپس آ گیا۔

"یہ تم کیا کر رہے ہو؟" اسے دروازہ بند کرتے دیکھ کر غزالہ کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا تھا۔

وہ باہر گیٹ بند کرنے گیا تھا مگر غزالہ کو اس بات کی سمجھ ذرا دیر سے آئی تھی۔ وہ صدمے اور خوف سے ساکت رہ گئی۔ دھوکا ہمیشہ کسی خوب صورت ریپر میں لپٹا ہوا نہ ہو تو کوئی بھی اسے یوں آسانی سے نگلنے پر تیار کیوں ہو جائے۔ مگر بدقسمتی سے اس کی کوئی شکل نہیں ہوتی بس ایک ناقابل تلافی پچھتاوا رہ جاتا ہے۔

❀......❀......❀

کومل نے کمرے میں گھس کر دروازہ بند کیا اور بیگ سے وہ تصویریں نکالیں جو ایک روز پہلے ہی اس کے بیگ سے برآمد ہوئی تھیں۔ کل سے وہ کئی مرتبہ اس عمل کو دہرا چکی تھی۔

"یا اللہ میں کیا کروں تو مجھے کس ناکردہ جرم کی سزا دے رہا ہے۔" حواس باختہ نگاہوں سے ان تصویروں کو دیکھتے ہوئے بے اختیار اس کے گالوں پر آنسو پھسلتے چلے گئے تھے۔ شہزاد نے فون کر کے یہ دعوا بھی کیا تھا کہ ان تصویروں کے علاوہ کیفے کے اندر بننے والی مووی بھی اس کے پاس موجود ہے۔

"میں کیا کروں۔" اس نے سر کو مسلتے ہوئے سوچا تھا۔ افشاں سے مشورہ کرلوں۔ اگرچہ افشاں کی شادی ہوگئی تھی مگر کچھ اسی شہر میں رہنے کی وجہ سے ان کا ٹیلی فونک رابطہ رہتا تھا۔ سو انتہائی پریشانی کے لمحوں میں اسے افشاں کا خیال آیا تھا اور وہ بیگ کو الماری کے نچلے خانے میں رکھ کر لاؤنج میں آ کر اس کا نمبر ڈائل کرنے لگی تھی۔

❀......❀......❀

"عاصم بیٹا اتنے دنوں بعد تیری شکل نظر آئی ہے۔ لگتا ہے گاؤں نے تجھے باندھ کر ہی رکھ لیا تھا۔" ماموں نے اسے خوشی سے گلے لگاتے ہوئے کہا تھا۔

"بس ماموں اتنے عرصے بعد گیا تھا پھر چاچا چاچی بھی آنے نہیں دے رہے تھے۔" وہ مسکرا کر کہہ رہا تھا۔

"خیر چاچا چاچی کا تو بہانہ ہے۔ ورنہ عاصم بیٹا کسی کے کہے میں تھوڑی آتا ہے۔" ممانی نے چائے کی چسکی لے کر کہا تھا۔

"آپا آپ نے چلنا ہے تو تیار ہو جائیں؟"

"کہاں جانا ہے آپ لوگوں نے؟" عاصم نے ممانی کے کہنے پر چونک کر پوچھا تھا۔
"پچھلی گلی میں احسن صاحب میرے ساتھ دفتر میں کام کرتے ہیں ان کے بھائی کی پچھلے ہفتے گاؤں میں ڈیتھ ہوئی ہے۔تعزیت کے لیے جانا ہے۔"
"ہاں عاصم بیٹا اتنے عرصے سے جان پہچان ہے ہمارا جانا تو ضروری بنتا ہے۔" ممانی کے کہنے پر وہ سر ہلا کر رہ گیا۔جبکہ اماں تیاری کے لیے اندر کی طرف بڑھ گئی تھیں۔خوشگوار موسم میں لان میں بیٹھ کر وہ ماموں ممانی سے ادھر ادھر کی باتیں کررہا تھا۔
"عاصم بیٹا بہن گھر پر اکیلی ہے۔کہیں جانا مت' ہم تھوڑی دیر میں واپس آجائیں گے۔" اماں اندر سے چادر لیتے ہوئے برآمد ہوئی تھیں اور اسے ہدایت کرتے ہوئے ماموں ممانی کے ساتھ چلی گئیں اس کا صبح سے فرحان اور حمزہ کے ساتھ آؤٹنگ کا پروگرام تھا سو حمزہ کے موبائل پر اطلاع دینے کے لیے نمبر پش کرنے لگا تھا۔مگر بیلنس نہ ہونے کی اطلاع پاکر وہ اندر کی طرف بڑھ گیا۔
"میں نے کیا بگاڑا ہے تمہارا' مجھے کیوں برباد کرنے پر تلے ہوئے ہو' میرا پیچھا چھوڑ کیوں نہیں دیتے۔"
کومل کی بھرائی ہوئی آواز اور جواباً ریسیور سے ابھرنے والا مردانہ قہقہہ!عاصم کی کنپٹیوں میں خون جوش مارنے لگا۔وہ ریسیور پٹخ کر اماں کے کمرے میں جا پہنچا جہاں دوسرے سیٹ سے کومل بات کررہی تھی۔
"کون ہے یہ؟ کس سے بات کررہی ہو تم؟" اس نے کومل کا بازو پکڑ کر جھنجوڑتے ہوئے پوچھا تھا۔
"کون.....کون.....؟" کومل اپنے بالوں کو پکڑ کر لڑکھڑائی اور اگلے لمحے زمین بوس ہوگئی تھی۔

❀.....❀.....❀
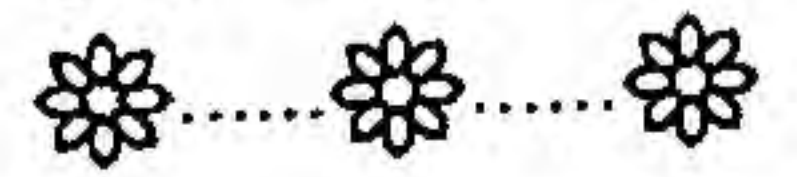
شدید نروس بریک ڈاؤن کے بعد کی اس قدر طویل بے ہوشی ڈاکٹرز کے مطابق خطرے کی علامت تھی۔وہ کومل کو خود ہی ہاسپٹل لے کر آیا تھا۔باقی سب تو خاصی دیر کے بعد پہنچے تھے۔سو اس نے ڈاکٹر ابراہیم سے ریکویسٹ کی تھی کہ کومل کی بیماری کی اصل وجہ کسی کو نہ بتائیں سو انہوں نے سب سے یہی کہا تھا کہ کومل کے دماغ کی دو وینز (رگوں) کا آپس میں ٹکرانا اس بیماری کا سبب بنا ہے۔
ہسپتال کے گراؤنڈ میں ساکت بیٹھے اسے محسوس ہی نہ ہوا کب کومل کی سسکیاں غزالہ کی آہوں کے ساتھ ہم آہنگ ہونے لگی تھیں۔وہ معصوم اور بے وقوف سی لڑکی جسے بہت کوششوں کے بعد وہ اس ٹریک پر لانے میں کامیاب ہوا تھا۔
"میں نے کیا بگاڑا ہے تمہارا.....؟" ہو بہو کومل کے الفاظ کسی اور نے بھی ادا کیے تھے۔مگر شیطان کی سماعتوں پر بے اثر ٹھہرے تھے اور اب انہی الفاظ کو یاد کرکے اس کے آنسو چہرہ بھگونے لگے تھے۔اسے رب یاد آیا وہ غفور الرحیم جو ہر سزا اور جزا پر قادر ہے۔جو معاف کردینے کا اختیار رکھتا ہے اور جو توبہ قبول کرنے والوں کو قبول کرتا ہے۔ہاسپٹل وارڈ سے ملحق واش روم میں وضو کرکے وہ گراؤنڈ میں گھاس پر پیشانی ٹکائے گڑگڑا رہا تھا۔خدا کے حضور معافی مانگ رہا تھا وہ عاصم چوہدری جو ہر بات کو جسٹ فار انجوائے منٹ سمجھتا تھا۔آج اپنے اعمال کے آئینے میں اپنا عکس دیکھ کر توبہ کررہا تھا۔نہ جانے کتنا وقت گزر رہا تھا۔
"عاصم.....عاصم بیٹا....." ماموں کی پرجوش آواز نے اسے سجدے سے سر اٹھانے پر مجبور کیا تھا۔
"کومل کو ہوش آگیا ہے۔" عاصم ساکت نظروں سے ان کی بات سمجھنے کی کوشش کررہا تھا۔

کومل کے ہوش میں آنے پر نیند کا انجکشن دے کر ایک مرتبہ پھر اسے غافل کردیا گیا تھا۔تب ماموں نے ہی زبردستی اسے آرام کرنے کے لیے گھر بھیج دیا تھا۔مگر گھر آکر آرام کرنے کے بجائے اس نے کومل کے کمرے کی تلاشی لی تھی۔
کومل اور شہزاد!یا خدایا یہ شہزاد کومل تک کیسے پہنچ گیا۔
اس کا یونیورسٹی حریف.....شہزاد جس کی منگیتر اور کزن کو عاصم چوہدری نے چیلنج کے طور پر فتح کیا اور بیچ چوراہے پر چھوڑ دیا تھا کہ یہ تو اس کی عادت تھی۔بس وقت گزارنے کا.....اس کی انا کی تسکین ہوتی تھی۔اور شیطان اپنی فتح پر مسکراتا تھا۔
افشاں کومل سے ملنے ہاسپٹل آئی تھی۔وہ اس کے بیڈ کی پٹی پر ٹک کر اسے سمجھا رہی تھی۔جب عاصم اندر آیا تھا۔افشاں اسے آتا دیکھ کر خاموش ہوگئی مگر چند الفاظ اس کے کانوں میں پڑ چکے تھے۔اتنا تو وہ جان گیا تھا کہ افشاں ساری بات سے واقف ہے۔سو کاریڈور سے نکلتے ہوئے اسے روک لیا اور اعتماد میں لے کر سب کچھ پوچھ لیا۔
"اس نغمہ اور شہزاد کو تو میں چھوڑوں گا نہیں۔" افشاں کے جانے کے بعد اس نے ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہوئے خود سے عہد کیا۔
"اپنے اعمال کی سزا بھلا دوسروں کو کیسے دوگے عاصم چوہدری۔" کوئی اس کے اندر بڑی زور سے ہنسا تھا۔
"واقعی یہ میرے اعمال ہیں اور ان کی سزا کوئی دوسرا کیسے بھگت سکتا ہے۔وہ ایک مرتبہ پھر بینچ پر بیٹھ کر سود و زیاں کا حساب کرنے میں لگ گیا تھا۔وہ بہت سادہ معصوم اور پاکیزہ تھی۔اس کے اجلے دامن کو داغدار کرنے کی یہ سزا ملی تھی مگر یہ سزا بھی کب تھی' یہ تو اس کی آنکھیں کھولنے کے لیے قدرت کی طرف سے ایک جھٹکا تھا۔کیونکہ کومل محفوظ رہی تھی۔سب سے پہلے تو اسے شہزاد سے نمٹنا تھا اور پھر.....!
کچھ سوچ کر اس نے عیان کا نمبر ملایا تھا۔
"عیان تمہارے انکل جو اسپیشل فورس میں تھے آج کل کہاں ڈیوٹی کررہے ہیں؟" عیان کی آواز سن کر سلام دعا کے بعد وہ دریافت کررہا تھا۔

❀.....❀.....❀

"غزالہ کہاں ہے منے؟" وہ بہت اجڑے ہوئے انداز میں کمرے میں لیٹی چھت کی کڑیاں گن رہی تھی۔جب باہر سے عالیہ کی آواز سنائی دی مگر وہ ہنوز اسی انداز میں پڑی رہی۔
"غزالہ پتا ہے میں اتنی زبردست خبر تمہیں سنانے آئی ہوں کہ تو سنے گی تو خوشی سے اچھل پڑے گی۔چاچا اور چاچی آج ہی شہر سے گاؤں پہنچے ہیں اور پتا ہے کس لیے؟ وہ عاصم بھائی کے لیے تمہارا رشتہ مانگنے کے ارادے سے آئے ہیں۔" غزالہ کی اداس آنکھوں میں اس کی بات سن کر یک بیک چمک لہرائی اور وہ اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔
"سچی غزالہ میں تو عاصم بھائی کے چپ چاپ چلے جانے پر بہت حیران تھی مگر آج تو مانو میری خوشی کا ٹھکانہ نہیں ہے۔" عالیہ بے حد خوش ہوکر کہہ رہی تھی اور غزالہ سوچ رہی تھی' جو قیمتی متاع مجھ سے چھن گئی اس کا کوئی نعم البدل نہیں ہے مگر رب میری اور میرے والدین کی عزت رکھ لے تو میں ساری زندگی سجدہ شکر کا حق ادا نہیں کرپاؤں گی کہ قدم پھسل جائے تو پھر پاؤں جمانے کے لیے زمین مشکل سے ہی ملتی ہے۔

❀

قسط نمبر 29

اور کچھ خواب

عشنا کوثر سردار

ایک روشنی سی پھوٹتی ہے انگ انگ سے
اس آدمی میں ماہِ درخشاں کا رنگ ہے
یہ کون اپنے ساتھ لیے رونقیں گیا
کیوں اتنا پھیکا شہرِ نگاراں کا رنگ ہے

انائیا ملک لیپ ٹاپ پر کچھ کام کررہی تھی۔ جب زائرہ ملک کمرے میں داخل ہوئیں۔ انائیا اتنی مگن تھی کہ ا[illegible] طرف نہ دیکھ پائی۔

''انائیا۔'' ممی نے پکارا۔

''جی ممی۔'' وہ ان کی طرف دیکھے بنا بولی اور کی بورڈ پر انگلیاں چلاتی رہی۔

''انائیا تمہاری سسرال سے فون آیا ہے۔''

''کس کا؟'' وہ بے تاثر لہجے میں پوچھ رہی تھی۔

''سدرہ تغلق کا۔'' زائرہ نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔

''خیریت اب کیوں فون کیا انہوں نے ...... وہ بھی اس وقت؟'' زائرہ ملک اس کے پاس بیٹھی تھیں پھر اس[illegible] ہاتھ پر ہاتھ رکھا تھا۔ انائیا نے چونک کر انہیں دیکھا۔

''کیا ہوا؟ آپ کچھ پریشان سی لگ رہی ہیں' کیا کہا انہوں نے؟'' سدرہ تغلق کی بابت پوچھا اور لیپ ٹاپ ا[illegible] طرف رکھ کر پوری طرح زائرہ ملک کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

''انائیا اچھی خبر نہیں ہے۔'' زائرہ مدہم لہجے میں بولیں۔ چہرہ پریشانی سے اٹا ہوا تھا۔ انائیا ملک کو فکر ہوئی تھی۔

''اب ایسا کیا ہوگیا؟ سب خیر تو ہے ناں......!''

ممی نے اس کی سمت دیکھا پھر مدہم لہجے میں بولیں۔

''معارج تغلق کا ایکسیڈنٹ ہوگیا ہے وہ اسپتال میں ہے۔''

''کیا......؟'' انائیا ساکت رہ گئی۔

''سدرہ بتارہی تھیں فی الحال کچھ کہنا صرف ایک آس ہوگی۔ انہوں نے اسے اسپتال پہنچادیا ہے مگر خون بہت گیا ہے اور حالت نازک ہے۔'' زائرہ ملک نے بتایا تو انائیا ساکت سی انہیں دیکھتی رہی۔

''مگر...... ایسے...... کیسے...... ابھی...... شام میں تو......!'' وہ جیسے خود کلامی میں بول رہی تھی۔ ''ابھی شام

بات ہوئی سی وہ مجھ سے معذرت کر رہا تھا۔'' اسے یقین ہی نہیں آ رہا تھا۔

کتنے شکوے تھے...... گلے تھے......شدید مخالفت تھی مگر اس ایک پل میں اپنا دل رکتا ہوا سا کیوں محسوس ہوا تھا۔ اس خبر سے سارے وجود میں جیسے خون رک سا گیا تھا۔ انائیا ساکت سی ماں کی طرف دیکھ رہی تھی۔

اس کی وہ نفرت کیا ہوئی تھی۔

وہ غم وغصہ وہ عداوت کہاں چلی گئی تھی؟

معارج کے ایکسیڈنٹ کا سن کر وہ شاکڈ کیوں رہ گئی تھی۔

اگر اس نے اسے زک پہنچائی تھی کوئی تکلیف دی تھی تو اسے اس سے کوئی واسطہ نہیں ہونا چاہیے تھا۔ پھر وہ ایسا محسوس کیوں کر رہی تھی۔ جیسے جسم سے جان نکل رہی تھی۔

❀......۞......❀
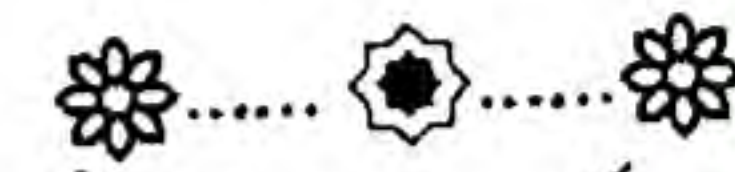
انائیا نے شیشے کے اس پار سے اس شخص کا چہرہ دیکھا۔ وہ ہمیشہ کا دھونس جماتا' اپنی منواتا' اکھڑ' غصیلا' بے مہر' بے پروا بندہ اس سے آنکھیں موندے بے خبر پڑا تھا۔ وجود پٹیوں سے جکڑا ہوا تھا اور چہرے پر آکسیجن ماسک لگا تھا۔

''ایکسکیوزمی آپ کون؟'' ڈاکٹر نے اس کے پاس رک کر پوچھا۔

''میں...... وہ......!'' انائیا ملک کو احساس نہیں ہوا تھا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو نکل کر اس کے رخساروں پر بہہ رہے تھے۔

معارج تغلق سے اپنا رشتہ وہ خود اپنے آپ سے بیان نہیں کر پائی تھی۔

وہ کون تھی اس کی؟ جس طرح وہ رو رہی تھی ڈاکٹرز کو خبر ہوگئی تھی کہ وہ اس سے کس طرح وابستہ ہے تبھی بولا تھا۔

''آپ دعا کریں آپ کے پیشنٹ کو اس وقت دعاؤں کی ضرورت ہے۔ ان کو جب یہاں لایا گیا تھا وہ کچھ ہوش میں تھے آخری لفظ جوان کے منہ سے نکلے تھے وہ ''انائیا'' تھے میں اخذ کرسکتا ہوں آپ ان کی مسز ہیں۔ اور وہ آپ کا نام ہی پکار رہے تھے۔'' ڈاکٹر کا انکشاف اس کے لیے حیران کن تھا۔ وہ ساکت سی ڈاکٹر کی طرف دیکھتی رہی۔

''ڈاکٹر...... ان کی حالت......!''

''ہمیں او نگیٹیو بلڈ گروپ کی ضرورت ہے۔ آپ پلیز ان کے لیے فوری طور پر بلڈ ارینج کریں۔ ہم اپنی پوری کوشش کر رہے ہیں۔ باقی وہ اوپر والی ذات تو ہے۔ اس سے دعا کریں۔'' ڈاکٹر کہہ کر آگے بڑھ گیا۔ انائیا وہیں کھڑی معارج تغلق کی سمت دیکھنے لگی تھی۔ وہ پورے رعب سے زمین کے سینے پر چلتے قدم' پورے جہاں کو مٹھی میں دبوچ لینے والا انداز' کسی فاتح کا سا غرور' اس لمحے ناپید تھا۔

وہ شخص کیا تھا اس کا کون تھا؟

کیا تعلق تھا اس کا' وہ اندر سے اتنا گر کیوں رہی تھی؟ کیوں لگ رہا تھا کہ ساری جان کسی قیامت کے زیر آ گئی ہو؟ وہ اگر اس کا سب سے بڑا دشمن تھا۔ اسے شدید تکلیف پہنچائی تھی تو وہ اس کے لیے آنسو کیوں بہا رہی تھی؟ اس کے لیے افسردہ کیوں تھی؟

''اے خدا' پلیز معارج تغلق کو زندگی دے' اسے تندرستی دے' میرے اللہ اسے کچھ ہونے نہیں دینا۔'' دل سے ایک آواز بلند ہوئی تھی۔

اور وہ آنکھیں رگڑ ہوئی بلڈ بینک کی طرف بڑھ گئی تھی۔

❀......۞......❀

پارسا اماں ابا اور سلو بھیا کو سامنے دیکھ کر حیران ہوگئی تھی۔

''آپ یہاں......؟''

ابا اس کے قریب آئے اور اس کے سر پر بہت آہستگی سے ہاتھ رکھ دیا۔

''مجھے معاف کردے میری گڑیا' میں نے تمہیں غلط جانا' تم پر شک کیا۔ تمہیں اتنی بڑی سزا دی۔ خود سے دور کردیا۔ اپنے ابا کو معاف کردے گلابو۔ ہمیں ساری سچائی پتا چل گئی ہے۔ جس بات کو تو نے بارہا کہنا چاہا مگر ہم نے نہیں سنا اب جان کر خود پر بہت شرمندگی ہوئی۔ بہت غصہ آیا۔ ہم خود کو بہت دانا سمجھتے تھے مگر دانائی والا کوئی فیصلہ نہیں کر پائے۔ تمہیں سزا دے کر خود سے الگ کردیا۔ مگر ایک بات سچ ہے۔ ہم نے وہ تمام عرصہ ایک شدید کرب اور تکلیف میں گزارا ہے۔ اگر تم نے سہا ہے تو جبر ہم نے بھی کیا ہے۔ گلابو پتر اپنے ابا کو معاف کردے۔'' ابا آنسوؤں کے ساتھ بولے تھے۔ گلابو کی آنکھوں میں بھی نمی آ گئی اور ہاتھ بڑھا کر ابا کے آنسو پونچھتے ہوئے آہستگی سے بولی۔

''ابا جو ہوا وہ ایک سازش تھی بس اور اس میں آپ کا یا میرا کوئی قصور نہیں تھا۔ پلیز آپ اس طرح معافی مت مانگیں۔''

''بڑے بھی معافی مانگ سکتے ہیں گلابو' اگر غلطی بڑوں سے ہو تو انہیں جھکنے میں عار محسوس نہیں کرنا چاہیے۔'' اماں نے کہا۔

''اور پھر تم نے تو کئی بار مدعا بتایا' ہمیں سچائی بتائی ہم ہی یقین کرنے کو تیار نہیں تھے۔ تو ہماری اپنی تھی تیری بات پر یقین نہیں کیا۔ یقین کیا تو اس انسان کی بات پر جو اس تمام کا باعث تھا۔'' اماں افسوس کرتے ہوئے بولی۔ پارسا نے بھیگتی آنکھوں سے اپنوں کے چہرے دیکھے تھے۔

''میں نے کبھی کچھ غلط نہیں کیا آپ کے خلاف جانے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی' آپ کی عزت کا پورا پاس رہا۔ مر سکتی ہوں مگر آپ کا سر نہیں جھکا سکتی۔'' پارسا ابا کی طرف دیکھتی ہوئی بولی۔

ابا نے اسے تھام کر ساتھ لگا لیا تھا۔

''جانتا ہوں میری بچی' میرے خون میں ہی یہ غرور ہوسکتا ہے مجھے اعتبار ہے تجھ پر آنکھیں بند ہوگئی تھیں' تجھے سینے سے لگا کر رکھنا چاہیے تھا مگر کسی ناسور کی طرح جسم سے کاٹ کر الگ کردیا اور دور پھینک دیا۔ اپنے ابا کو تو جو بھی سزا دینا چاہتی ہے دے لے اس کے لیے میں تیرا مجرم ہوں۔'' ابا ندامت سے بولے۔

''نہیں ابا آپ کی غلطی نہیں ہے۔ اس صورت حال میں تو کوئی بھی ایسے ہی سوچتا۔'' پارسا اپنے رشتوں کے لیے احترام رکھتی تھی۔ ان سے محبت کرتی تھی سو انہیں معاف کرنے کی اہلیت بھی رکھتی تھی۔

❀......۞......❀

انائیا اسپتال کے لاؤنج میں تھی۔ جب انابیتا ماموں' مامی اور عدن وہاں آئے تھے ماموں اور مامی ممی سے بات کرنے لگے تھے۔ انابیتا اس کے پاس آئی اور اسے پیار سے تھام کر ساتھ لگایا تھا۔

''کیسے ہوا یہ؟ تم فکر مت کرو سب ٹھیک ہو جائے گا۔ میں نے سنا تو یقین نہیں آیا۔ حادثہ پوچھ کر نہیں ہوتا' مگر میں نے معارج بھائی کے لیے بہت دعا کی ہے۔ وہ بہت جلد ٹھیک ہو جائیں گے۔'' ان دونوں کے اختلافات کی خبر ممی اور اس کے علاوہ کسی کو نہیں تھی۔ سو سب اسے تسلی دے رہے تھے۔ انائیا خاموشی سے بیٹھی تھی۔ تبھی نگاہ سدرہ تغلق کی طرف گئی۔ جو نماز پڑھ کر دور کونے میں چپ چاپ کھڑی تھیں۔ ان کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ ایک ماں کا دل بچے کی تکلیف پر کس طرح رنجیدہ ہوتا ہے وہ صاف دیکھ رہی تھی۔ جانے کیوں وہ اٹھی اور ان کے

پاس آ گئی۔ انہیں تسلی دینے کو ان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔ یہ وہ خاتون تھیں جنہوں نے اسے اس گھر میں سب سے زیادہ سپورٹ کیا تھا۔ اور اس کے لیے اس گھر میں جگہ بنانے کی کوشش کی تھی۔ وہ معارج کی ماں تھیں وہ سوچ نہیں سکتی تھی ایسی ماں کا بیٹا اس طرح کا سخت مزاج کیسے رکھ سکتا تھا۔ تب وہ صرف حیران تھی۔ مگر جب اس کا جواز سامنے آیا تھا تو وہ جان پائی تھی وہ ایسا کیوں تھا۔

''ممی آپ فکر نہیں کریں۔ معارج ٹھیک ہوجائے گا۔'' وہ جانے کیسے انہیں تسلی دے رہی تھی۔ اپنے سب سے بڑے دشمن کے لیے وہ دعا کررہی تھی۔ زندگی کی سلامتی کی خیر خواہ تھی اور ایسا کرتے ہوئے اس کی اپنی آنکھ میں آنسو کب آئے تھے وہ خود نہیں جان پائی تھی۔ سدرہ تغلق نے اس کے آنسو پونچھ کر اسے گلے لگایا تھا۔ کیسا موقع تھا وہ ایک دوسرے کی دل جوئی کررہی تھیں۔

معارج تغلق شاید ایک اچھا شوہر نہیں بن سکا تھا کیونکہ اس نے اس شادی کو اس رشتے کو دل سے قبول نہیں کیا نہیں تھا۔ مگر وہ ایک اچھا بیٹا ضرور تھا۔ اس ماں کے آنسو بتارہے تھے وہ کتنے سچے دل سے اس کی سلامتی کی دعا خدا سے مانگ رہی تھی۔

''تم دعا کرو' تمہاری دعا ضرور قبول ہوگی۔ تم معارج کی سلامتی کی دعا مانگو اسے معاف کردو۔ تم جب تک اسے معاف نہیں کروگی وہ ٹھیک نہیں ہوسکتا۔ اس نے تمہارا دل دکھایا ہے تمہارا گناہ گار ہے وہ شاید اسے اس کی سزا ملی ہے جب ہم کسی کے ساتھ غلط کرتے ہیں تو پھر اس کی سزا بھی بھگتنا پڑتی ہے۔ معارج تغلق کو اس بات کی سزا ملی ہے۔ اسے معاف کردو انائیا۔ پلیز میری خاطر۔'' سدرہ تغلق نے اس کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑے تو انائیا نے اپنی بھیگتی آنکھوں سے انہیں دیکھا اور پھر ان کے ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھام لیے تھے۔

''پلیز مجھے گناہ گار مت کریں میں نے ہمیشہ آپ کو ماں سمجھا ہے۔ معارج نے جو بھی میرے ساتھ کیا میں اس کے لیے اسے معاف کرتی ہوں۔ ہم خود کچھ نہیں کرتے۔ حالات ہم سے سب کراتے ہیں۔ معارج نے جو بھی کیا اسے وہ اس وقت ٹھیک لگا کیونکہ وہ اس کے لیے اپنا جواز رکھتا تھا۔ مجھے اس سے شکوہ نہیں ہے۔ شاید میری قسمت میں یہ سب لکھا تھا اگر اس نے میرے ساتھ کچھ غلط کیا بھی تو میں نے اس کے لیے اسے کبھی کوئی بددعا نہیں دی۔'' وہ گلوگیر لہجے میں بول رہی تھی۔

''پھر بھی بیٹا' تم کچھ نہ کہو مگر دل سے آہ تو نکلتی ہے نا' وہ جو اوپر بیٹھا ہے وہ ذات سب سے بڑی منصف ہے۔ اس کی ذات ہمیشہ انصاف کرتی ہے۔ معارج تغلق کو ہوش نہیں رہا۔ یہ اس کی سزا ہی تو ہے۔ وہ صحیح سلامت چلتا پھرتا لڑکا۔ موت کے منہ میں آ گیا یہ اس کی سزا ہی تو ہے۔ میں ماں ہوں ماں کا دل نرم ہوتا ہے بہت سارعایت دے دیتا ہے۔ میں اسے رعایت دے سکتی ہوں مگر پھر بھی یہ ماننا ہی پڑتا ہے کہ اس نے بہت غلط کیا ہے۔ تم اسے معاف کردو۔ اس کے ٹھیک ہونے کے بعد تم جو بھی کہو گی میں اسے اس سے منوانے میں تمہاری پوری مدد کروں گی۔ تم اس سے آزادی چاہو گی تو بھی میں تمہیں سپورٹ کروں گی۔ مگر پلیز اس وقت اس کی صحت یابی کے لیے اس کی زندگی کے لیے دعا کرو۔'' سدرہ تغلق بولی تو اس کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا ہو۔

ایک معارج تغلق تھا جس نے تمام فیصلہ اس پر ڈال دیا تھا۔ حادثے سے قبل کی آخری بات میں وہ اس سے یہی کہہ رہا تھا کہ وہ جو چاہے گی وہ وہی کرے گا اور اب سدرہ تغلق بھی یہی کہہ رہی تھیں۔ ایک وقت تھا جب اس کی رائے کسی نے نہیں پوچھی تھی اور اب سب اسی سے پوچھ رہے تھے۔ مگر اس کا دل اتنا خاموش کیوں تھا؟ صرف اس بارے میں سوچ کر ہی کہ وہ اس سے علیحدہ ہوگی جان میں ایک تلاطم سا کیوں تھا۔

جویریہ چوھدری

السلام علیکم! کیوٹ کیوٹ اور سویٹ سویٹ بہنو اور دوستو! کیا حال چال ہیں؟ میں بھی ہمیشہ کی طرح اے ون ہوں۔ میں پہلی بار کسی ڈائجسٹ میں لکھ رہی ہوں۔ اچھا لگے یا نہ لگے قبول ضرور کیجیے گا ورنہ مجھ معصوم کا دل ٹوٹ جائے گا۔ آپ کہہ رہے ہوں گے کہ یہ باتونی کون ہے تو جی ہم اپنا تعارف کروادیتے ہیں۔ میرا نام ہے جویریہ چوہدری! میں 2 فروری کو آزاد کشمیر کی ایک خوب صورت سی وادی سماہنی میں پیدا ہوئی۔ ہم پانچ بہن بھائی ہیں میرا نمبر تیسرا ہے۔ میں 10th کلاس کی طالبہ ہوں۔ نا ہی میں کوئی ذہین فطین ہوں اور نا ہی نالائق سی اسٹوڈنٹ' بس نارمل سی ہوں۔ اب آتے ہیں پسند اور ناپسند کی طرف! مجھے کھانوں میں امی کے ہاتھ کی بنی ہوئی بریانی بہت پسند ہے۔ چٹ پٹی چیزیں بھی اچھی لگتی ہیں۔ مجھے کوکنگ بالکل بھی نہیں آتی (اتنی نکھٹو بھی نہیں ہوں) انڈا بوائل کرسکتی ہوں اور چائے بنالیتی ہوں بقول بڑی باجی ماریہ کے صرف نام کی۔ مجھے کلرز میں بلیک کلر اور پنک بہت پسند ہیں۔ مجھے لباس میں لمبی قمیص اور ٹراؤزر پہننا اچھا لگتا ہے۔ خوشبو میں گیلی مٹی کی خوشبو اور پھولوں میں گلاب کا پھول اچھا لگتا ہے۔ جیولری میں بریسلیٹ بہت پسند ہے۔ سردیوں کی دھند میں لپٹی لمبی لمبی راتیں اور چودہویں کا چاند اچھا لگتا ہے' خاص کر سردیوں کا۔ بڑے بڑے سرسبز پہاڑ اور ان سے گرتی ہوئی آبشاریں اچھی لگتی ہیں۔ قدرتی مناظر مجھے بہت اٹریکٹ کرتے ہیں۔ صبح کا منظر اچھا لگتا ہے۔ مہینوں میں مجھے رمضان کا مہینہ اچھا لگتا ہے۔ فرینڈز بنانے کا مجھے بہت شوق ہے اور ڈھیر ساری فرینڈز بھی ہیں (آپ کے لیے بھی مفت آفر ہے)۔ اپنی پسندیدہ چیزیں تو بتادیں لیکن خامیوں اور خوبیوں کے بارے میں تو بتایا ہی نہیں۔ اس کے لیے مجھے فرینڈز سے رابطہ کرنا پڑے گا۔ آخر میں صرف اتنا کہوں گی کہ جو قارئین میرے اس انٹرویو سے بور ہوئی ہوں گی ان سے سوری کہ میں نے آپ کا قیمتی ٹائم ضائع کیا۔ اب اجازت چاہوں گی ایک پیاری سی مسکراہٹ کے ساتھ' اللہ حافظ۔

وہ خاموشی سے معارج تغلق کے پاس آئی اور اسے خاموشی سے کھڑی دیکھتی رہی اور جانے کیوں آنسو خاموشی سے آنکھوں سے بہتے چلے جارہے تھے۔

اس نے اپنا ہاتھ بڑھا کر معارج تغلق کے ہاتھ پر رکھا تھا۔

بے حس و بے حرکت پڑا ہوا تھا۔ وہ ہاتھ جسے انائیا نے کبھی تھامنا نہیں چاہا تھا۔ اس لمحے وہ اسے تھامے ہوئے تھی۔

وہ آنکھیں اسے دیکھ نہیں رہی تھیں۔

وہ چہرہ اس کی جانب متوجہ نہیں تھا۔

کیا یہ واقعی سزا ملی تھی اسے؟ صرف اس لیے کہ اس نے اس کا دل دکھایا تھا؟ اسے تکلیف پہنچائی تھی۔

''معارج میں تمہیں معاف کرتی ہوں۔ تم نے جو بھی کیا اس سب کے لیے۔ میں نے تمہیں اس سب سے بری الذمہ کیا جو تم نے میرے ساتھ کیا' جو سلوک روا رکھا۔'' بھیگتی آنکھوں کے ساتھ اسے دیکھتے ہوئے وہ مدہم لہجے میں بول رہی تھی۔

''اگر تم صرف میرے کہنے سے ہوش میں واپس آسکتے ہو اگر ایسا کرنے سے تمہیں زندگی ملتی ہے تو میں ایسا کہتی ہوں میں نے تمہیں معاف کیا۔ تمہیں اس سب بوجھ سے آزاد کیا جو تمہارے دل پر ہے۔ کیونکہ......!'' وہ کچھ کہتے کہتے رک گئی تھی۔ حلق میں آنسوؤں کا پھندہ سا آ گیا تھا۔ وہ چپ ہوکر معارج تغلق سے نگاہ ہٹا کر چہرہ پھیر گئی تھی۔

❀......۞......❀

مسٹر اور مسز بیگ نے عدن کے رشتے کی بات پارسا کے اماں اور ابا سے کی جو انہوں نے قبول کرلی تھی۔ معارج

کے حادثے کے باعث وہ نکاح کی تقریب کو ٹالنا چاہتے تھے۔ مگر پارسا کے اماں ابا کو واپس جانا تھا سو انہیں بہت سادگی سے نکاح منعقد کرنا پڑا تھا۔ انابیتا نے اسے سجا دیا تھا۔ کچھ خاص خاص لوگوں کو مدعو کیا گیا تھا۔

''شادی ہم دھوم دھام سے کریں گے ان شاء اللہ۔'' مسز بیگ نے کہا۔

''کیوں نہیں۔ ہمیں اتنے عرصے بعد اپنی بیٹی ملی ہے۔ ہم تو سارے شگن پورے کریں گے۔'' پارسا کی اماں نے کہا۔

''آپ کی بیٹی ہے امانت ہے ہمارے پاس جب چاہیں رخصتی کروالیں۔ فی الحال ہم پارسا کو اپنے ساتھ لے جائیں گے۔ اتنے عرصے تک دور رہی کچھ دن ہمارے پاس رہنے دیں۔'' ابا نے کہا تو مسٹر بیگ نے تائید کی تھی۔

''آپ کا حق ہے آپ کی بیٹی ہے جب تک چاہیں رکھیں۔ ہمیں بھلا کیا اعتراض ہوسکتا ہے۔''

عدن بیگ کافی دیر سے موقع ڈھونڈ رہا تھا پارسا سے تنہائی میں ملنے کا۔ اب موقع ملا تو اس نے ضائع نہیں کیا اور اس کے قریب آ گیا تھا۔

ہمیشہ سادہ رہنے والی پارسا اس وقت سجی سنوری بہت خوب صورت لگ رہی تھی۔ وہ اسے اس لیے بھی بغور دیکھ رہا تھا کہ وہ اس کی اپنی تھی اور تبھی شاید اس نے پورے استحقاق کے ساتھ اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔ پارسا نے اسے سر اٹھا کر دیکھا تھا۔ مگر نگاہ دوبارہ جھک گئی تھی۔ ایک نئے رشتے میں بندھ کر دل عجیب آہنگ سے دھڑک رہا تھا۔ وجود میں ایک عجیب سا شور مچ رہا تھا۔

''آپ......!'' وہ نگاہ جھکا کر بولی۔

عدن نے اس کی جھکتی پلکوں کو دیکھا تھا۔

''مجھے تم سے کچھ پوچھنا ہے۔''

''کیا؟'' وہ چونکی۔

''تم نے اس شادی کی اچانک پیش کش کی اس کی وجہ......!'' وہ کہتے کہتے رک گیا تھا۔

''عدن تمہیں دادا ابا بلا رہے ہیں۔'' انابیتا نے آ کر کہا تو عدن کی بات ادھوری رہ گئی تھی۔ اس نے پارسا کی طرف دیکھا تھا۔ پھر اٹھ کر دروازے تک گیا اور پھر پلٹ کر اسے دیکھا۔

''اچھی لگ رہی ہیں آپ۔'' کہنے کے ساتھ ہی وہ پلٹ کر باہر نکل گیا تھا۔ پارسا الجھے ہوئے انداز میں اسے دیکھنے لگی تھی۔ وہ کیا سمجھ رہا تھا؟ اس نے اس رشتے کی پیش کش کیوں کی تھی۔ ''کیا ہوا تم اس طرح پریشان ہوگئیں؟ ملاقات ادھوری رہ گئی اس لیے؟'' انابیتا نے مسکراتے ہوئے چھیڑا تھا۔ پارسا نے سر نفی میں ہلا دیا تھا۔ انابیتا مسکرائی۔

''اب تو بھابی ہو میری آفیشلی کچھ بھی کہہ سکتی ہوں۔ ویسے میں نے کبھی نہیں سوچا تھا تم میرے گھر میں ہمیشہ کے لیے ٹک جاؤ گی۔'' اس نے مذاق کیا۔ ''میرے گھر کیا آئیں میرے بھائی پر بھی قبضہ جما لیا اچھا سنو اب یہ سب کرلیا ہے تو ایک بات کہنا چاہوں گی پلیز میرے پیارے سے بھائی کے چھوٹے سے دل کا خیال رکھنا۔ اس چھوٹے سے دل میں بہت سا پیار ہے تمہارے لیے۔ اس پیار کی خبر چاہے تمہیں نہ ہو مگر میں چونکہ بہن ہوں سو اس سے خوب واقف ہوں اور اس طرح سیڈی سیڈی فیس بنانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ جلد بہت سا کوالٹی ٹائم ساتھ گزارنے کا موقع بھی ملے گا۔ اب نکاح ہوگیا ہے تو موقعے ملتے ہی رہیں گے۔'' شرارت سے بولی تھی پارسا جھینپ کر مسکرادی تھی۔

''تمہارے بھائی کو شاید کوئی غلط فہمی ہوگئی ہے'' پارسا نے فکرمندی سے کہا۔

''ہوگئی ہے تو کوئی بات نہیں جب موقع ملے غلط فہمی کو دور کردینا۔ یہ اتنا قلق کیوں ہو رہا ہے۔ سارا ٹائم ابھی

چاہیے۔'' انابیتا بیگ نے گھورا تو پارسا نے سر جھکاتے ہوئے سر نفی میں ہلا دیا تھا۔

''اف یہ بے قراری نکاح ہوگیا مگر دونوں طرف اب بھی ایک افراتفری ہے بھئی عمر پڑی ہے ساتھ گزارنے اور شکوے شکایات کہنے سننے کے لیے۔ اب کیا ساری باتیں آج ہی کرلو گے کچھ بعد کے لیے بھی بچا کر رکھو۔'' مسکراتے ہوئے چھیڑا تھا۔ پارسا سر جھکا کر مسکرادی تھی۔

''تم خوش ہونا۔'' انابیتا نے اس کا چہرہ دیکھا تھا۔ پارسا کچھ نہیں بولی تھی۔ تبھی انابیتا اس کے چہرے سے اخذ کرتے ہوئے پریقین لہجے میں بولی تھی۔

''میں جانتی ہوں تم خوش ہو پارسا جب ہم خوش ہوتے ہیں بتانے کی ضرورت نہیں پڑتی کہ ہم خوش ہیں۔ چہرہ خود آپ بولتا ہے۔ تم چاہے چپ رہو تمہارے دل میں جو بھی وسوسے ہوں مگر میں جانتی ہوں تم اندر سے بہت خوش ہو اور تم نے یہ فیصلہ بہت سوچ سمجھ کر لیا ہے۔''

''ہاں مگر تمہارا بھائی یہ بات نہیں جانتا۔'' وہ فکر مندی سے بولی۔

''وہ بھی سمجھ جائے گا۔'' انابیتا نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔ تبھی پارسا کا فون بجا تھا۔ اسکرین پر یلماز کمال کا نام دیکھ کر وہ حیران ہوئی تھی۔

''کس کا فون ہے؟'' انابیتا نے پوچھا۔

''یلماز کمال کا۔''

''یہ کیوں فون کر رہا ہے اب۔'' انابیتا چونکی تھی۔

''پتا نہیں۔'' پارسا الجھن سے بولی۔

''فون اٹھاؤ پتا چل جائے گا۔'' انابیتا نے مشورہ دیا تھا۔ پارسا فون ریسیو کرنے میں ہچکچائی تھی۔

''تمہیں اب فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے پارسا' عدن تمہارے ساتھ ہے۔ تم تنہا نہیں ہو۔'' انابیتا نے حوصلہ بندھایا تو پارسا نے فون اٹھا کر کان سے لگالیا تھا۔

❁......❁......❁

''ہیلو۔'' انائیا نے کال ریسیو کی اور معارج کے روم سے باہر آئی تھی۔ دوسری طرف سدرہ تھیں۔

''انائیا بیٹا معارج کی حالت کیسی ہے؟ ڈاکٹر نے کچھ کہا۔'' انائیا نے انہیں گھر بھجوا دیا تھا۔ وہ روتے روتے بے ہوش ہوگئی تھیں اور حالت اس قابل نہیں تھی کہ وہ انہیں اسپتال میں ٹھہرنے دیتی۔ سو انہی کا خیال کرکے انائیا نے خود رکنے کا فیصلہ کیا تھا۔

''ڈاکٹر نے کچھ میڈیسن بدلی ہیں مگر معارج ابھی ہوش میں نہیں ہیں۔ ٹونٹی فور آور کریٹیکل ہیں۔ اگر اس عرصے میں ہوش نہیں آتا تو......!'' انائیا آگے نہیں بول پائی تھی۔

''خدا نہ کرے۔'' سدرہ بولیں تھیں۔

''آپ فکر نہیں کریں مجھے پوری امید ہے خدا معارج تغلق کو زندگی دے گا۔ خدا کی رضا سے سب اچھا ہوگا۔ ڈاکٹرز پُرامید ہیں۔ ہم اس طرح آس نہیں ہار سکتے۔'' انائیا ان کا حوصلہ بڑھانے کی کوشش کرتی ہوئی بولی تھی۔ مگر وہ خود نہیں جانتی تھی کہ آنے والا لمحہ کیا لے کر آنے والا ہے۔ مگر وہ کچھ غلط سوچنا بھی نہیں چاہتی تھی۔

یہ اس سے انائیا کی محبت تھی یا کچھ اور وہ اسے زندگی کی دعا دے رہی تھی۔ اسے معاف کرچکی تھی۔ سدرہ کو تسلی دے کر وہ کمرے میں واپس آئی اور معارج کے قریب بیٹھ گئی اور اسے بغور دیکھا تھا۔

صدقہ فطر کی مقدار:۔

اگر صدقہ فطر میں گندم' جو' کھجور اور کشمش چار اجناس میں سے کوئی جنس ادا کرنا چاہیں تو وزن کا لحاظ ضروری ہے۔ یعنی گندم سے ادا کریں تو نصف صاع اور جو' کھجور' کشمش سے ادا کریں تو ایک صاع ہے گندم اور جو کے آٹے یا ستو کا وہی حکم ہے جو گندم اور جو کا ہے۔ بقیہ اجناس (مکئی' باجرہ' چاول وغیرہ سے اگر فطرانہ ادا کرنا چاہیں تو وزن کا اعتبار نہیں بلکہ قیمت کا لحاظ ضروری ہے۔ یعنی ان کی قیمت نصف صاع گندم یا ایک صاع جو یا کھجور یا کشمش کی قیمت کے برابر ہو وزن خواہ اس سے زیادہ ہو یا کم لہٰذا کسی نے کم قیمت کھجوروں کے ایک صاع کی جگہ اس کی قیمت کے مساوی نصف صاع عمدہ کھجور ادا کی تو جائز نہیں۔ اسی طرح اگر کسی نے مکئی' باجرہ یا چاول کا ایک صاع ادا کیا مگر اس کی قیمت نصف صاع گندم یا ایک صاع کھجور وغیرہ کی قیمت سے کم تھی تو جائز نہیں۔ (ردالمختار: ۲/۳۶۴)

نصف صاع کی مقدار:۔

بعض علماء کے قول کے مطابق نصف صاع پونے دو کلو کا اور صاع ساڑھے تین کلو کا ہوتا ہے۔ جبکہ بعض علماء کی تحقیق کے مطابق نصف صاع سوا دو کلو اور صاع ساڑھے چار کلو ہوتا ہے۔ مفتی اعظم حضرت مفتی رشید احمد صاحبؒ کی تحقیق بھی یہی ہے اور اس میں احتیاط بھی ہے کیونکہ اس تحقیق پر عمل کرنے میں صدقہ فطر کی ادائیگی یقینی ہے اور عبادات میں احتیاط پر ہی عمل کرنا چاہیے۔

جنس یا قیمت:۔

فطرانہ میں چاہیں یہی اشیاء ادا کریں چاہیں بصورت نقد ان کی قیمت ادا کریں ہر طرح جائز ہے بلکہ نقد کی صورت میں ادا کرنا اس لحاظ سے بہتر ہے کہ اس سے فقیر اپنی ہر ضرورت پوری کرسکتا ہے۔ (فتاویٰ عالمگیریہ: ۱/۱۹۱)

بازار میں راشن کے آٹے کا بھاؤ کم اور گیہوں کا بھاؤ زیادہ ہوتا ہے ایسے میں صدقۃ الفطر کے لیے گیہوں کی قیمت ادا کریں آٹے کی قیمت گیہوں سے کم ہو تو آٹا یا اس کی قیمت دینے سے صدقۃ الفطر ادا نہ ہوگا۔ (احسن الفتاویٰ: ۴/۳۸۴)

''معارج اگرچہ تم سے میرا کوئی وابستگی والا رشتہ نہیں' کوئی دل والا تعلق نہیں مگر میں چاہتی ہوں تم زندگی کی طرف واپس لوٹ آؤ۔'' کہتے ہوئے اس کی آنکھوں میں نمی اترنے لگی تھی وہ لمحہ بھر کو چپ ہوئی تھی پھر بولی۔

''میں نہیں جانتی تمہارے معاملے میں میرا دل اتنا نرم کیوں ہے اتنا کچھ ہونے کے باوجود بھی میں تم سے کبھی نفرت نہیں کرسکی یہ احساس کیوں ہے' میں کبھی سمجھ نہیں پائی۔ ہمارے تعلق میں کوئی ایک لمحہ بھی راحت کا نہیں مگر اس کے باوجود میں بھی تمہارے خلاف کچھ سوچ نہیں سکی۔ ہمیشہ لگا جیسے تم نے میرا وجود اپنے وجود سے باندھ رکھا ہے اگرچہ یہ سب زور زبردستی کا رشتہ تھا۔ مگر میرے دل کو کبھی اس میں کوئی بات لگی نہیں۔ تم نے کب مجھے خود سے جوڑا۔ کب مجھے اپنا عادی بنایا۔ میں یہ بات کبھی سمجھ نہیں سکی۔ مگر مجھے اس سب کی عادت ہونے لگی تھی۔ میں اکثر جب تمہارے چہرے کی سمت تکتی تھی تو سوچتی تھی اگر تمہارا غصہ ایسا ہے تو تم اپنے نرم لہجے میں بات کرتے کیسے لگو گے۔ کبھی اگر مجھے پیار سے دیکھو گے تو تمہارے چہرے پر کیا کیفیت ہوگی۔ یا پھر یہ دو آنکھیں اگر محبت سے پورے دل سے مجھے دیکھیں گی تو میری دھڑکنوں کی رفتار کیا ہوگی۔

تم کھینچ کر مجھے اپنے ساتھ چلنے پر مجبور کرتے تھے۔ زبردستی میرا ہاتھ تھام کر مجھے اپنے اشاروں پر چلاتے تھے۔ میں تب بھی تمہارے خلاف نہیں سوچتی تھی۔ تم پاس آتے تھے تو میں اپنے دل کو دھڑکنے سے باز نہیں رکھ پاتی تھی۔ تم میرا ہاتھ تھامو مجھے لے کر ساتھ چلو۔ یہ خواہش کب تم نے میری دھڑکنوں میں پیدا کی میں یہ جان نہیں پائی۔ میں تمہاری

آنکھوں میں جھانکتی تھی۔ مگر محبت' محبت کہیں دکھائی نہیں دیتی تھی۔ تم ایسے بے پروا کیوں تھے اتنے کٹھور' اتنے بے مہر' ایسے کیوں تھے تم؟ مجھے لگتا تھا تمہیں کوئی لگن ہے کوئی جستجو ہے۔ مگر میں بھی نہیں جانتی تھی محبت کیسی ہوتی ہے۔ مجھے خبر نہیں تھی مگر تم مجھے اچھے لگتے تھے۔ جب میری مدد کرتے تھے مجھے انڈراسٹینڈنگ کرتے تھے۔ میں تمہارا ہر منفی عمل بھول جاتی تھی مجھے لگتا تھا تم وہ سب جان بوجھ کر کرتے ہو اور تمہارا اصل چہرہ اس چہرے سے بہت مختلف ہے۔ میری نظریں تمہاری نظروں میں جھانکتی تھیں۔ محبت ڈھونڈتی تھی۔ مگر مجھے الجھن ہوتی تھی' تم صرف اپنا مقصد پورا کر رہے تھے۔ تمہارے لیے شاید میری فیلنگز کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ محبت کو تم کیا سمجھ پاتے اور اگر جان پاتے تو شاید اس محبت کو میرے خلاف استعمال کرتے۔ تمہارے ہاتھ میں میری ایک کمزوری آجاتی اور تم اس کمزوری کو اپنا سب سے بڑا ہتھیار بنا لیتے۔ اسی ڈر وخوف سے تم کو کبھی خبر نہیں ہونے دی وہ راز کبھی جاننے نہیں دیا تمہیں' میں اکثر سوچتی تھی کہ کس وجہ سے تم سے جڑی ہوں۔ مگر شاید محبت کا جواز نہیں ہوتا۔ محبت ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہوتی۔ تمہارے لیے میں تمہاری اولین دشمن تھی مگر میرے لیے تم میرے سب کچھ تھے۔ محبت اگر خود سے آغاز کرنے کا کوئی موقع ملتا یا یہ اختیار میں ہوتا تو شاید میں تم سے محبت کرنا نہیں چاہتی' کبھی بھی نہیں......!'' اس کی آنکھوں سے آنسو ٹوٹ کر معارج تغلق کے ہاتھ پر گر رہے تھے۔ ''محبت بہت ریسپیکٹ کرتی ہے مگر میں تم سے کچھ نہیں چاہتی تھی۔ اس محبت کے بدلے محبت بھی نہیں۔ تم جانتے ہو محبت کی سب سے بڑی سزا کیا ہوتی ہے معارج؟ جس کے لیے بہت سی محبت رکھو ہر لمحہ اس کی فکر کرو اس کے لیے سب اچھا چاہو مگر اسے اس بات کی خبر نہ ہونے دو کہ وہاں بہت سی محبت اس کے نام سے مختص ہے۔ محبت کی سب سے بڑی سزا ہے یہ اور میں نے تمہیں اپنے طور پر یہ سزا دی شاید تم اس سزا کے حق دار تھے۔ تمہیں چاہا' تمہاری خواہشوں کو دل میں جگہ دی۔ مگر تمہیں اس کی خبر نہیں ہونے دی۔ نقصان میرا نہیں ہوا تمہارا ہوا میں نے تمہیں اس محبت سے محروم رکھا۔ اس خاموش محبت کو میں نے اپنی طاقت بنایا ایک راز تمہارے دل میں تھا اور ایک راز میں نے اپنے دل میں چھپا کر رکھا ہے۔ ایک سزا تم نے میرے لیے تجویز کی اور ایک سزا میں نے تمہارے لیے مختص کر دی۔ تم نے اپنا بدلہ لیا اور میں' میں نے تمہیں اپنی محبت سے محروم کر کے اسے راز بنا کر تمہیں اپنے طور پر سزا دے ڈالی۔ لڑکی شاید اتنی شدت پسند اور سخت دل نہیں ہو سکتی۔ کبھی میں کوئی بہت بڑی سزا تمہیں دینے کے بارے میں سوچ نہیں سکی لیکن اگر میں تمہارے لیے اتنی ڈھیر ساری محبت رکھتے ہوئے بھی تمہیں نہیں دوں تو شاید تمہیں یہ دنیا کا بدنصیب ترین انسان بنا دینے میں کسر نہیں چھوڑے گی۔'' انائیہ ملک نے ہاتھ بڑھا کر اس کے ہاتھ پر رکھا تھا۔

''تم سے لاکھ گلے سہی مگر تمہاری موت کی دعا نہیں مانگی' کبھی برا نہیں چاہا تمہارا۔ محبت سب سے بڑی خیر خواہ ہوتی ہے۔ میں نے تمہاری بہتری چاہی خیر خواہی چاہی اور اب بھی چاہتی ہوں۔ چاہے' چاہے ہم ساتھ نہ ہوں چاہے میں تمہاری زندگی میں نہ ہوں' چاہے تم ایسے ہی کٹھور ہو' مگر میں چاہتی ہوں تم زندہ رہو۔ میں تمہاری زندگی چاہتی ہوں معارج تمہاری سلامتی چاہتی ہوں۔ کیونکہ میں تم سے محبت کرتی ہوں' بے حساب محبت آئی ریئلی لویو۔'' وہ سرگوشی میں کہہ رہی تھی مگر اس اقرار کو سننے والا اس لمحے ہوش میں نہیں تھا وہ آنکھیں اسے دیکھ نہیں رہی تھیں۔ وہ بے سدھ پڑا تھا۔

محبت ایسی ہوتی ہے؟

اپنے نقصان کے باوجود کسی اور کی بھلائی چاہتی ہے۔ اپنی تکلیف کے باوجود کسی دوسرے کی خیر خواہی کرتی ہے۔

انائیہ ملک کیسے رازوں سے پردہ ہٹا رہی تھی' مگر اس لمحے وہ شخص اس کے اقرار کو سن نہیں رہا تھا۔

جس محبت کے اسم کو پانے کے لیے لوگ جتن کرتے ہیں۔ وہ اسم اس گھڑی اس کمرے کی فضا میں گونج رہا تھا۔

محبت اپنا ورد خود آپ کر رہی تھی۔

مگر سننے والا زندگی سے بہت دور کھڑا تھا۔

آنکھیں موندے زندگی اور موت کے بیچ کی جنگ لڑ رہا تھا۔ انائیہ ملک اس محبت کا اظہار اب کیوں کر رہی تھی؟ کیا وہ اپنی اس کمزوری کو اس کی طاقت بنانا چاہتی تھی؟ یا ایسا وہ دانستہ کر رہی تھی۔

''میں تمہیں یہ اقرار اس وقت سونپ رہی ہوں معارج تغلق ایک وقت تھا جب میں اس کمزوری کو تمہاری طاقت بنانا چاہتی تھی۔ تمہیں اس بات کی خبر نہیں ہونے دینا چاہتی تھی تا کہ کہیں تم میری اس کمزوری کو اپنی طاقت نہ بنا لو۔ اس طاقت کو میرے خلاف استعمال نہ کرو۔ مگر آج میں تمہیں بتا رہی ہوں کیونکہ میں چاہتی ہوں یہ محبت تمہاری طاقت بنے تم اس محبت کی طاقت کو اپنے ہتھیار کے طور پر استعمال کرو اور زندگی کی طرف لوٹ آؤ۔ تم اس محبت کی طاقت سے موت کو شکست دو اس لیے میں تمہیں اپنی محبت کا اقرار سونپ رہی ہوں۔'' انائیہ نے معارج تغلق کے اس ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں لے کر اپنے لبوں سے لگا لیا تھا۔

''آئی لو یو معارج تغلق۔ کم بیک ٹو لائف پلیز آجاؤ واپس زندگی کی طرف۔'' مدھم سرگوشی آنسوؤں کے ساتھ اس کمرے میں پھیل رہی تھی۔ معارج تغلق کے بے حس و بے حرکت وجود میں کوئی حرکت نہیں ہو رہی تھی۔

اس محبت کے اظہار کا کوئی جواب نہیں آیا تھا۔

❀......❀......❀

للّی دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی تو جہانگیر ملک جاگ رہے تھے۔ اس کے اندر داخل ہونے پر اس کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔ للّی انہیں دیکھ کر مروّت سے مسکرا دی تھی۔

''میں للّی میک ہوں۔ شاید آپ مجھے نہیں جانتے مگر میں آپ کو جانتی ہوں اور آپ ہی سے ملنے آپ کو ڈھونڈنے یہاں اس ملک میں آئی تھی۔'' للّی نے بیٹھنے کے بعد مدعا بیان کیا۔ جہانگیر ملک کے لیے اس کا حوالہ پوری کہانی بیان کرنے جیسا تھا۔

''شاید میں دنیا کا بدنصیب باپ ہوں جس کی بیٹیوں کو مل کر اپنا حوالہ دینا پڑ رہا ہے وہ باپ جو اپنی بیٹیوں کے چہروں سے واقف نہیں۔'' جہانگیر ملک افسردہ لہجے میں بولا تھا۔ للّی اسے خاموشی سے دیکھنے لگی تھی۔

''میں اپنی بیٹیوں کا مجرم ہوں' خود اپنے ساتھ جو کیا سو کیا مگر میں نے تم دونوں کے ساتھ اچھا نہیں کیا۔ تم دونوں کو اس دنیا میں لایا۔ مگر دونوں کو پرورش دی نہ اپنا شفقت بھرا ہاتھ۔ تم وہاں میری تلاش میں بھٹکتی رہی اور یہاں انائیہ میرا ذکر کرنے سے بھی ڈرتی رہی۔ شاید میں خود کو کبھی معاف نہ کر سکوں۔ میں نے ایسا کرنے سے پہلے تم دونوں کے بارے میں نہیں سوچا اگر سوچا ہوتا تو شاید جو حالات پیش آئے وہ نہ ہوتے۔ تم دونوں کی نظر میں میرا امیج کسی بھگوڑے باپ والا ہے۔ جو اپنی ذمہ داریوں سے بھاگ گیا۔ مگر میں اس سوال کا جواب شاید تم دونوں کو نہ سمجھا پاؤں۔ شاید میں بہت بزدل تھا خود اپنے آپ کا سامنا نہیں کر سکا۔ خود سے بھاگتا رہا۔ اس کے لیے جو بھی سزا بنتی ہے میں اس کا حق دار ہوں۔'' جہانگیر ملک کہہ کر چپ ہوا تھا۔ للّی جو خاموشی سے باپ کو دیکھ رہی تھی ان کی طرف سے نگاہ پھیر گئی تھی اور مدھم لہجے میں بولی۔

''میں شاید آپ کی تلاش کا سفر شروع نہ کرتی۔ یا آپ تک پہنچنے کی جستجو بھی نہ کرتی۔ کیونکہ میرے لیے آپ کا ہونا نہ ہونا اتنے معنی نہیں رکھتا تھا۔ رشتے برتے جائیں تو اپنی اہمیت رکھتے ہیں۔ جس رشتے کو کبھی دیکھا نہ ہو برتا نہ ہو۔ اس رشتے کی وقعت نہیں ہوتی۔ رشتے قربتوں سے بنتے ہیں۔ ساتھ رہنے سے مضبوط ہوتے ہیں۔ میں صرف اپنی ماں

کے لیے آپ تک آئی۔ یہ اس کی آخری خواہش تھی کہ میں آپ سے ملوں میں اپنی ماں کی آخری خواہش نہیں ٹال سکی۔" وہ سپاٹ لہجے میں بولی تھی۔

"جانتا ہوں تمہارے لیے میری کوئی اہمیت نہیں جو شخص اچھا باپ بننے کا حق کھو دیتا ہے اس کے پاس کچھ شکوہ کرنے کا حق نہیں رہتا۔" جہانگیر ملک کی آنکھوں میں نمی تھی اور لہجے میں پچھتاوا۔

"آپ نے جو کیا آپ کے پاس اس کا جواز ہوگا۔ میں آپ سے جواز مانگنے نہیں آئی' مگر میری ماں کو آپ کی وجہ سے بہت سفر کرنا پڑا۔ مجھے اس کا افسوس ہے۔ اس نے بہت تکلیف میں آخری دن کاٹے۔ اگر آپ ہوتے تو شاید وہ بہت سکون سے اس دنیا سے جاسکتیں۔ میں آپ کو الزام نہیں دے رہی کہ اس سب کے ہونے کی وجہ آپ ہی ہیں۔ مگر آپ ہوتے تو میری ماں وہ تکلیف نہیں سہتی۔" للّی بولی۔

"وہ آپ سے بہت محبت کرتی تھی' بہت یاد کیا آپ کو' بہت انتظار کیا میری نگاہ میں آپ کا ان کو چھوڑ دینا گناہ یا جرم نہیں۔ پر انسان کی اپنی آزادی ہوتی ہے۔ اسے اپنی جگہ چاہیے ہوتی ہے۔ اگر آپ کو اپنی زندگی اپنے ڈھنگ سے جینا تھی تو اس کے لیے اگر کوئی آپ کو باندھتا یا اپنا پابند کرتا تو وہ ایک طرح سے ٹارچر ہوتا۔" للّی صاف گوئی سے بولی تھی۔

"مگر میں کوئی پلاننگ کر کے نہیں نکلا تھا۔ مجھے چین نہیں مل رہا تھا۔ سکون نہیں تھا' تبھی یہاں وہاں بھاگتا رہا۔ میں دیکھ سکتا ہوں تمہاری نظروں میں کتنے سوال ہیں۔ میں معذرت بھی کرنے کے قابل نہیں ہوں۔ اپنے گناہ کے لیے معافی طلب کرنے کا لفظ چھوٹا پڑ رہا ہے۔ اپنی ذمہ داریوں کو نہیں نبھا پایا۔ اچھا باپ نہیں بن پایا یا اچھا شوہر آئی ایم سوری بیٹا۔" جہانگیر ملک کی آنکھوں سے آنسو بہے تھے للّی انہیں خاموشی سے دیکھنے لگی تھی۔

❀......۞......❀
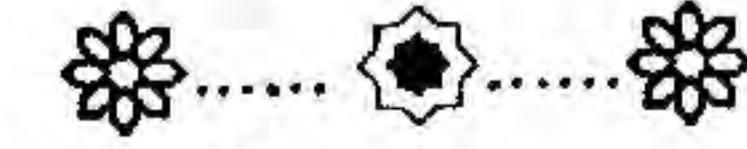
انابیتا خاموشی سے ٹیرس پر کھڑی تھی۔ جب دامیان اس کے قریب آن کھڑا ہوا۔ وہ اس کی طرف متوجہ نہیں ہوئی تھی۔ جس طرح کھڑی تھی اس طرح کھڑی رہی تھی۔ دامیان نے اس کا چہرہ بغور دیکھا تھا۔

"تمہیں تمہارا سب سے بڑا دشمن لگ رہا ہوں گا؟ میری وجہ سے حیدر مرتضیٰ تمہارے ہاتھ سے نکل گیا۔ تمہیں لگتا ہوگا ایسا ہونے کی سب سے بڑی وجہ میں ہی ہوں۔ مگر میں نے اس کے لیے کوئی کوشش نہیں کی۔ دوسرے لفظوں میں' میں یہ صفائی دینا چاہتا ہوں کہ میں اس کے لیے ذمہ دار نہیں ہوں مگر وہ تمہارے قریب تھا تو سب سے زیادہ ملال مجھے ہی تھا۔ میں حاسد بن گیا تھا۔ مجھے اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ میں نے مذاق مذاق میں اپنی سی کوشش کی تھی اسے تم سے دور کردوں مگر اس سے زیادہ میں نے کچھ نہیں کیا۔ اس کے جانے کا سبب کچھ بھی ہو۔ مگر میں نے دانستہ اسے جانے پر مجبور نہیں کیا اور شاید اس کی وجہ میں ہوں بھی نہیں۔ لیکن اگر تم کوئی الزام دے کر کوئی سکون محسوس کرتی ہو تو میں حاضر ہوں۔ وہ الزام اپنے سر لینے کو تیار ہوں۔" وہ مدہم لہجے میں بولا تھا۔

انابیتا نے اس کی طرف دیکھا تھا۔ کوئی غصہ تھا اس کی نگاہ میں یا شکوہ وہ بنا کچھ کہے وہاں سے جانے لگی تو دامیان سوری نے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔ انابیتا بیگ نے پلٹ کر اسے دیکھا تھا۔

"تم دنیا کے سب سے بڑے جھوٹے انسان ہو دامیان سوری۔ مجھے تم پر ترس آتا ہے۔ تم اپنے اندر کا خود سے سامنا کرنے کے قابل بھی نہیں ہو۔ تمہیں جب اپنے آپ سے سروکار نہیں تو تم کسی دوسرے کے نقصان کی پروا کیوں کرنے لگے۔ یہ سب تو تب ہوتا ہے نا جب ضمیر زندہ ہو۔ اندر کوئی آواز ملامت کرے۔ تمہیں اس سب کا سامنا نہیں کرنا پڑ رہا۔ سو تم دنیا کے سب سے خوش نصیب بندے ہو شاید۔ تم اپنی اوٹ پٹانگ حرکتوں سے کسی کے ناک میں بھی دم کرسکتے ہو میں یہ کہہ کر تمہیں بری الذمہ نہیں کرسکتی کہ تم اس کی وجہ نہیں ہو۔ کیونکہ میں جانتی ہوں کہ اس کی وجہ تم

ہی ہو۔ تم نے یہ کوشش کر کے سارا جال بچھایا اوچھی حرکتیں کیں۔ حیدر مرتضیٰ کو سوچنے پر مجبور کیا کہ میرا تمہارا کوئی چکر چل رہا ہے یا میں تم پر پوری جان سے فریفتہ ہوں۔ تبھی' تبھی وہ مجھ سے دور چلا گیا۔ مگر اس میں جو کردار کشی میری ہوئی میں اس کے لیے تمہیں معاف نہیں کرسکتی۔ تمہیں میں نے ایسا کوئی حق نہیں دیا کہ مجھے ذلیل کرو اور خود اپنی نظروں میں گراؤ اور دوسروں کی نظروں میں بھی۔ اگر مجھے تم سے محبت ہوتی تو میں بھی تمہیں ایسی رعایت نہیں دیتی۔ تم نے جو بھی حرکت کی ہے اس کے لیے تمہیں شرم آنا چاہیے۔ تمہیں اپنی عزت کا پاس نہیں مگر کم از کم دوسروں کی عزت کا تو خیال کرو' کیا رشتہ بنتا ہے میرا تم سے؟ کس بات کی سزا دے رہے ہو؟ کس نے حق دیا تمہیں کہ میری عزت وانا کو اس طرح تار تار کرو؟" بہت مدہم مگر سخت لہجے میں وہ اس سے پوچھ رہی تھی۔ نگاہ میں کتنے شکوے تھے۔ اگر صرف نگاہ سے قتل کیا جاسکتا تو آج وہ اسے قتل کرچکی ہوتی۔

دامیان سوری نے کچھ کہنے کے لیے اسے شانوں سے تھاما تھا کچھ کہنا چاہا تھا مگر انابیتا بیگ نے اس کے ہاتھ جھٹک دیے تھے۔ اور وہاں سے نکل گئی تھی۔ دامیان سوری اسے دیکھتا رہ گیا تھا۔

❀......۞......❀

"کبھی کبھی جو ہم سوچتے ہیں وہ پورا نہیں ہوتا اگرچہ میں بہت سی امیدیں لے کر یہاں نہیں آئی تھی مگر پھر بھی کہیں کچھ بہت خالی سا لگ رہا ہے۔" للّی کافی کا سپ لیتی ہوئی بولی تھی۔ اس کا لہجہ اگرچہ سرسری تھا مگر لہجے میں جو ملال تھا وہ رد کیے جانے کے قابل نہیں تھا۔

دامیان سوری فوری طور پر کچھ نہیں بول پایا تھا۔

"ویسے ہم یہ فضول کی توقعات رکھتے ہی کیوں ہیں؟ کتنا برا لگتا ہے جب سب پورا نہیں ہوتا۔" وہ جانے کس ضمن میں کہہ رہی تھی دامیان سوری خود اپنے اندر کے شور سے نمٹ نہیں پا رہا تھا۔ اس کی باتیں توجہ سے کیا سنتا اور کیا جواب دیتا۔

"تمہیں کیا ہوا تم اتنے تھکے ماندے کیوں لگ رہے ہو۔" للّی نے اس کا نوٹس لیا تھا تو دامیان نے سر انکار میں ہلایا تھا۔

"تمہاری ملاقات اپنے ڈیڈی سے ہوگئی؟"

"اور تم۔" للّی نے اپنے بارے میں بات کرنے کے بجائے اس کا ذکر کیا تھا۔ دامیان سوری دانستہ کچھ نہیں بولا تھا۔

"محبت اتنی بے مروّت ہوتی ہے دامیان' تو پھر محبت ہوتی ہی کیوں ہے؟" وہ خود اپنے اندر سے الجھ رہی تھی یا دامیان کی سچویشن پر تبصرہ کر رہی تھی۔ وہ سمجھ نہیں پایا تھا۔

"دنیا کی سب سے فضول شے ہے محبت' ہے نا' زندگی میں اتنی مشکلات اور الجھنیں ہیں اس پر ایک یہ الجھن' کہاں کی محبت کہاں کا عشق۔ یہ محبت اپنے دام میں الجھا کیسے لیتی ہے اور پھر خالی ہاتھ کیوں چھوڑ دیتی ہے۔ مجھے محبت کسی رنگین تتلی سی لگتی ہے۔ اپنے اندر بے انتہا اٹریکشن رکھتی ہے کہ بھاگنے کی راہ بچتی ہی نہیں اوروں کا تو پتا نہیں مگر میں......!" للّی کچھ کہتے کہتے رک گئی تو دامیان سوری نے اس کی سمت دیکھا تھا۔ سر جھکا کر کافی کے سپ لینے لگی تھی۔ بظاہر پرسکون لگتی تھی مگر وہ جان سکتا تھا اس سکون کے اندر کتنے تلاطم تھے۔ دامیان سوری کو اپنا آپ مجرم لگا تھا۔

"آئی ایم سوری للّی میک......!" اس کے اندر شاید کوئی گلٹ تھا جس کا ازالہ کرنے کو وہ بولا تھا۔ للّی میک اس کی طرف دیکھنے لگی پھر جانے کیوں مسکرا دی تھی۔

"تم نے کیا نقصان کیا ہے میرا؟" وہ غیر سنجیدہ لہجے میں بولی تو دامیان سوری اسے خاموشی سے تکنے لگا تھا۔ پھر

گہری سانس لے کر گویا ہوا۔
”شاید میرا جرم بہت بڑا ہے للّی میں نے دل دکھایا ہے۔ مگر دیکھو میں بھی خوش نہیں ہوں۔ محبت سچ میں بہت پیچیدہ معاملہ ہے۔ نا سمجھ میں آنے والا مجھے محبت کی سمجھ بالکل نہیں آئی مگر ایک حقیقت جان گیا ہوں میں اگر ہم کسی اور کا دل دکھاتے ہیں تو پھر ہم خود بھی خوش نہیں رہ سکتے۔“ وہ صاف گوئی سے بولا تھا۔
”کہتے ہیں محبت غرض مند نہیں ہوتی محبت کا دل کشادہ ہوتا ہے اور سب کی پروا کرتی ہے مگر میں نے نوٹ کیا ہے۔ محبت سے زیادہ غرض والی شے دنیا میں نہیں۔ جب ہم محبت کرتے ہیں تو دوسرے کی پروا نہیں کرتے۔ چاہے ہم سے کوئی کتنی محبت کرے ہمارے لیے وہ محبت اہم نہیں ہوتی۔ اہم صرف وہ محبت ہوتی ہے جو ہم کسی اور سے کرتے ہیں۔ مجھے تم سے کوئی شکوہ یا شکایت نہیں ہے دامیان۔ نہ میں تمہیں اپنے کسی نقصان کا ذمہ دار ٹھہراتی ہوں۔ مگر صرف ایک بات جانتی ہوں اگر تم میری طرف مائل نہیں تو پھر میں تمہیں کبھی اس کے لیے مجبور نہیں کر سکتی۔ نہ تم مجھے روک سکتے ہو اگر میں تمہیں چاہتی رہوں۔“ وہ شاید اس بات کو زبان پر لانا نہیں چاہتی تھی کہ کہیں وہ خود کو واقعی میں مجرم نہ سمجھ لے۔ مگر دامیان شاید پہلے سے جانتا تھا تبھی چونکا نہیں تھا۔
”محبت سزا دیتی ہے للّی میک دیکھو مجھے تمہاری محبت کی پروا نہیں تھی اور انا ہیتا بیگ کو میری محبت سے کوئی سروکار نہیں اگر میں نے تمہاری محبت کی پروا کی ہوتی تو شاید آج انا ہیتا کو بھی میری محبت کے معنی سمجھ میں آ سکتے۔“ وہ قبول کر رہا تھا۔
”میرا مقصد تمہیں احساس ملامت میں مبتلا کرنا نہیں تھا دامیان۔“ للّی بولی اور اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا تھا۔
”محبت اتنی بے مروّت بھی نہیں ہوتی دامیان یہ بات بھی میں نے محبت سے ہی سیکھی ہے۔ تم مجھ سے محبت نہیں کرتے مگر میں نے تمہارا کبھی برا نہیں چاہا میں چاہتی ہوں تم خوش رہو انا ہیتا کے ساتھ۔ زندگی گزارو تمہیں خوش دیکھ کر مجھے خوشی ہوگی۔“ للّی میک اسے جتاتے ہوئے بولی تھی دامیان جواب میں کچھ نہیں بولا تھا۔
للّی اسے دیکھتے ہوئے مسکرائی تھی۔
”مجھے یقین ہے آج نہیں تو کل انا ہیتا تمہیں ایک موقع ضرور دے گی اور تمہاری محبت کی قائل ضرور ہوگی۔ کیونکہ محبت بہت دنوں تک بدگمان نہیں رہ سکتی۔ محبت کی طبیعت میں یہ خو نہیں ہے۔“ وہ پر یقین لہجے میں بولی تو دامیان سوری نے اس کی طرف دیکھا تھا۔ تبھی وہ مسکراتے ہوئے بولی تھی۔
”اینی وے تمہیں بتانا تھا میں واپس جا رہی ہوں۔ میرا یہاں آنے کا مقصد پورا ہو گیا ہے اور اب مزید رکنے کا کوئی جواز نہیں رہا۔“ وہ سرسری انداز میں بتاتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی۔
”تم جا رہی ہو؟“ وہ چونکا تھا۔
”ہوں۔“ للّی میک نے سر اثبات میں ہلایا۔
”مگر اس طرح اچانک۔“
”اچانک نہیں جہانگیر ملک کے ہوش میں آنے کا انتظار کر رہی تھی۔ اب جبکہ وہ صحت یاب ہو رہے ہیں اور ان سے بات بھی ہو گئی ہے تو آنے کا مقصد ختم ہو گیا ہے۔“ وہ اطمینان سے کہہ کر کافی کے سپ لینے لگی تھی۔
دامیان سوری اسے دیکھ کر رہ گیا تھا۔

❀……۞……❀

انائیا ملک اپنے دماغ کی نہیں سن رہی تھی اس بار صرف وہ کر رہی تھی جو دل کہہ رہا تھا۔ شاید پہلی بار اس نے دل کو سنا تھا۔ دل نے کہا تھا اس کی سلامتی کے لیے پورے دل سے دعا کرو تو وہ سجدے میں جھک گئی تھی دل نے کہا تھا اس کو

اقرار سونپ دو۔ تو اس نے جتانے میں کوئی عار نہیں جانی تھی۔ اب یہ محبت خود بخود اس سے کروا رہی تھی۔ وہ محبت کا معمول بن گئی تھی۔ جو محبت کہہ رہی تھی چپ چاپ مان رہی تھی یا پھر ایسا دانستہ تھا وہ اس کے بارے میں سوچنا نہیں چاہتی تھی۔

محبت نیلی چھتری اوڑھے
زرد رنگ پہنے
اجنبی نظروں سے میری اور تکتی پوچھتی تھی
اسے جان سے جانا
اپنا سب کچھ گنوانا
یہ اسلوب محبت ہے تو
ٹھیک ہے کیا؟
کسی کی بات نہ سننا
خود اپنی بھی نفی کرنا
ایسا ٹھیک ہے کیا؟
محبت آزمائش ہے
دل کی جو بھی خواہش ہے
پوری ہو بھی جائے تو
اک بے کلی ہے جو
کب تک باقی رہے گی؟
بنا سبب چلنا
کسی کے خواب بُن لینا
ایسا ٹھیک ہے کیا؟
نہ زمانوں کی فکر کرنا
بس بیٹھے یونہی سر دُھننا
نا ماننا فرد کی
نا خود کی پروا کرنا
ایسا ٹھیک ہے کیا؟
محبت مان بھی جائے
گئے زمانے ساتھ بھی لائے
تو وہ کسک جاتی رہے گی؟
محبت نیلی چھتری اوڑھے
میرے ساتھ ساتھ چلتی
مجھے حیرتوں سے دیکھتی تھی

''انا تھوڑی دیر سو جاؤ بیٹا بہت تھک گئی ہوگی۔ میں معارج کے پاس ٹھہرتی ہوں۔تم گھر چلی جاؤ۔'' ممی نے کہا تھا تو ہمی کی طرف دیکھنے لگی تھی۔

''ممی، کسی کو معاف کردینے سے اس کی زندگی سہل ہوجاتی ہے یا اس کی مشکلات کم ہوسکتی ہیں؟''

''کیوں کیا ہوا؟'' ممی نے اس کی سمت دیکھتے ہوئے کہا تو اس نے سر نفی میں ہلا دیا تھا۔

''نہیں کچھ نہیں۔'' وہ گلدان میں تازہ پھول لگاتے ہوئے اپنی تمام توجہ اس طرف مرکوز کرگئی تھی۔

''انائیا جب کچھ بھی پورے دل سے کیا جائے تو پھر اس کے اجر کی پروا نہیں کرنی چاہیے۔ اگر تم کچھ اچھا کررہی ہو تو ، اچھائی رائیگاں نہیں جائے گی۔'' ممی نے اسے جیسے پڑھتے ہوئے کہا تھا۔ اس کا چہرہ کھلی کتاب جیسا تھا۔ جہاں ارے زمانے صاف صاف درج تھے۔

''ممی میں کچھ بھی کسی اجر کے لیے نہیں کررہی۔ مگر میں چاہتی ہوں معارج اپنی زندگی کی طرف واپس لوٹ ئیں۔ پھر چاہے ہم الگ الگ سمتوں پر نکل پڑیں اس سے فرق نہیں پڑتا۔''

زائرہ ملک نے بیٹی کو بغور دیکھا تھا۔ معارج تغلق کی فکر کرتی کیئر کرتی وہ بہت مگن دکھائی دی تھی۔ سفید دوپٹے میں ں کا چہرہ نور سے بھرا لگ رہا تھا۔

یہ کس رنگ میں رنگ گئی تھی وہ۔ وہ شخص جس نے اسے صرف درد دیا تھا وہ اس کی تکلیفوں کا مداوا کیوں بن رہی تھی۔

''ممی معارج تغلق کو ہوش آجائے گا نا......!'' میری دعائیں رائیگاں نہیں جائے گی۔ مجھے یقین ہے۔'' وہ عجیب ھوئے کھوئے انداز میں بولی تھی۔ زائرہ ملک کو وہ کوئی اور انائیا ہی لگی تھی۔

''میں ڈاکٹر کو بلا کر لاتی ہوں۔ معارج کی دوا کا ٹائم ہوگیا ہے۔'' وہ کہہ کر باہر نکل گئی تھی۔ زائرہ ملک نے بے سدھ ڑے معارج تغلق کو دیکھا تھا اور اس کے قریب چلی آئی تھی۔

''تم نے جو بھی کیا سو کیا معارج، مگر مجھے یقین ہے تمہیں انائیا کی لگن ضرور زندگی کی طرف واپس لے آئے گی۔ وہ و کام کرتی ہے پورے دل سے کرتی ہے۔ اگر تم اس کی دعاؤں میں اور خواہشوں میں ہو تو پھر تمہیں کچھ نہیں ہوسکتا۔ بت سے بڑا کوئی خیر خواہ نہیں اور محبت کی خیر خواہی سے بڑا کوئی کرشمہ نہیں۔ اگر معجزے زمین پر ہوتے ہیں تو تم ضرور پنی آنکھیں جلد کھولو گے۔''

معارج تغلق کے کرٹیکل ہاورز پورے ہونے میں دو گھنٹے باقی تھے اگر ان ہاورز میں اسے ہوش نہ آتا تو پھر اس کی ندگی کی امید باقی نہیں رہنا تھی۔ وہ ایک زندہ لاش بن کر سدا اسی طرح بستر پر رہنے والا تھا۔ دماغی چوٹ کے باعث س کا دماغ مفلوج ہوجانا تھا اور دماغی موت کے بعد جسم کی وقعت کچھ نہیں رہتی۔

زائرہ ملک کے ہونٹ آہستگی سے ہلے تھے۔

''خدا تمہیں زندگی دے معارج۔ انائیا کو تمہاری ضرورت ہے اور میں اپنی بیٹی کی خواہشوں کو پورے ہوتے دیکھنا پاہتی ہوں اسے خوش دیکھنا چاہتی ہوں اور اس کی خوشی تم ہو۔''

❀......◈......❀

''محبت کی زمین پر کچھ بھی بو دو وہ رائیگاں نہیں جاتا۔ محبت کی زمین پر معجزوں کا ہونا عجیب بات نہیں۔ کوئی بیج بوئے ور اگر وہ راتوں رات تناور درخت بن جائے تو سوچ لینا چاہیے کہ محبت کے لیے کچھ بھی ناممکن نہیں۔ اگر چہ اب کوئی بھی مید رکھنا فضول ہے۔ مگر میں جانتا ہوں محبت مجھ سے بہت دن تک دور نہیں رہ سکے گی۔ اگر وہ روٹھی بھی ہے تو میری سمت چلی آئے گی۔'' دامیان سوری کی آواز پر سکوت ماحول میں ابھری تھی۔ ایکسل نے اسے خاموشی سے دیکھا تھا۔

’’میں اگر چاہوں تو ایک پل میں سب ٹھیک ہوسکتا ہے۔ مگر میں چاہتا ہوں وہ خود ریلائز کرے کہ زندگی کے لیے کیا ضروری ہے۔ میں زبردستی کا قائل نہیں ہوں اگر وہ بدگمان بھی ہے تو مجھے یقین ہے یہ بدگمانی زیادہ دن نہیں رہنے والی۔‘‘

’’دامیان یہ محبت کا کون سا انداز ہے۔ تم اسے خود سے دور دھکیل کر پرامید ہورہے ہو۔ اگر تمہیں اتنی شدید محبت ہے تو اسے خود سے بدگمان کیا ہی کیوں۔ دو سیدھے سادے صاف گوئی سے کہے لفظ اسے تم سے قریب کرسکتے تھے تو اسے اتنا دور کیوں جانے دیا؟‘‘ ایکسل بولا تھا۔

’’میں نے اسے دانستہ دور نہیں دھکیلا ایکسل۔ وہ سمجھتی تھی میں للّی میک کے ساتھ ہوں اور مجھے بھی یہی لگتا تھا کہ للّی میک اچھی ہے۔ ہم ساتھ ساتھ تھے تو اٹ سیمڈ پرفیکٹ اس سے آگے کی جیسے کوئی سچائی نہیں تھی۔ مگر پھر کب مجھے احساس ہوا کہ وہ جو دور کھڑی تھی وہی میرے دل کے قریب ہے اور وہی ضروری ہے۔ اس کا احساس ہوا بھی تو میں نے جھٹلانا شروع کردیا۔ پھر جب ان الجھنوں سے باہر آ بھی گیا تب بھی وہ سمجھتی رہی میں للّی میک سے محبت کرتا ہوں جبکہ مجھے للّی میک سے محبت کبھی نہیں ہوئی۔ اگر ہوتی تو آج میں للّی میک کو جانے نہیں دیتا۔ میں انابیتا بیگ کو دور جانے نہیں دینا چاہتا اگر وہ دور جانے بھی لگی تو مجھے لگا اس کے بنا کہیں کچھ نہیں ہوگا۔ اس احساس سے بچنے کو میں نے اسے اپنے ساتھ باندھنا شروع کردیا مگر شاید وہ مناسب نہیں تھا۔

محبت میں اپنی مرضی سے زیادہ کسی اور کی مرضی اہم ہوتی ہے۔ اگر اسے لگتا ہے کوئی اور اس کی زندگی میں زیادہ بہتر ہے تو میں اس سوچ کو بدل نہیں سکتا۔‘‘ دامیان سوری نے مدھم لہجے میں کہا تھا۔

’’مگر تم نے کبھی ڈھنگ سے اسے نہیں بتایا کہ تم محبت میں گوڈے گوڈے ڈوبے ہوئے ہو۔ وہ تو یہی سمجھتی ہے تم للّی کو پسند کرتے ہو اور اسے صرف نیچا دکھانے کی کوشش کرتے رہے ہو۔ اچھی خاصی دوست تھی تمہاری اس بے وقوفی نے اسے میلوں کی دوری پر لا پٹخا آج حال یہ ہے کہ وہ تم سے پوری طرح بدگمان ہے۔‘‘ ایکسل نے افسوس سے کہا تو وہ مسکرا دیا تھا۔ عجیب تھکا ماندہ سا انداز تھا۔

’’ویسے ایک خوش آئند بات تو ہوئی۔ حیدر مرتضٰی کا قصہ تمام ہوا تمہاری راہ کا کانٹا نکل گیا۔‘‘ ایکسل مسکرایا تھا۔

’’وہ میری راہ کا کانٹا نہیں تھا۔ وہ صرف انابیتا بیگ کا ایک غلط فیصلہ تھا جو ہوتے ہوتے رہ گیا۔ اگر ہو جاتا تو شاید انابیتا کو بھی ساری زندگی پچھتانا پڑتا۔‘‘ دامیان بولا تھا۔

’’اور شاید تمہیں بھی۔‘‘ ایکسل نے جتایا تھا۔

وہ کچھ نہیں بولا۔

’’دامیان للّی کے جانے کا تمہیں کوئی افسوس نہیں؟‘‘ ایکسل نے پوچھا تھا۔ دامیان سوری نے اس کی سمت دیکھا تھا۔ پھر مسکرا دیا تھا۔

’’تمہیں لگتا ہے میں دو محاذوں پر اکٹھا لڑ سکتا ہوں۔ میرے لیے ایک محاذ پر لڑنا کافی دشوار ہے۔ دوسرے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ للّی کے ساتھ تو سب کلیئر ہے۔ وہ صرف اچھی دوست ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ انابیتا جو سمجھتی ہے وہی تم بھی سمجھ رہے ہو۔ آہ محبت...... یہ ساری خوش فہمیاں غلط فہمیاں محبت میں ہی کیوں ہوتی ہیں۔ اور اسے لگتا ہے میں نے حیدر مرتضٰی کو جانے پر مجبور کیا۔ جب کہ اسے تو جانا ہی تھا۔ عقل مند تھا۔ بات اس کی سمجھ میں آ گئی۔ انابیتا کو لگتا ہے ساری دنیا اس کی طرح نادان ہے۔‘‘

’’نادان تو وہ ہے۔‘‘ ایکسل مسکرایا تھا۔ ’’تو منا نہیں سکتا اسے۔‘‘

’’اسے جتنا غصہ ہے نا شاید وہ مجھے قتل کردے گی وہ سوچتی ہے میں نے اس کی کردار کشی کی ہے۔ لڑکی محبت میں اتنی

اندھی نہیں ہوتی۔ کتنی بھی حماقت کرے اپنے کریکٹر پر انگلی برداشت نہیں کرسکتی۔‘‘ دامیان نے کہا تھا۔

’’مگر تم نے کب ایسا کیا؟‘‘ ایکسل چونکا تھا۔

’’یہ بات تم جانتے ہو نا کہ میں نے نہیں کیا ایسا کچھ وہ تو یہی سمجھ رہی ہے۔ حیدر مرتضٰی کو بدظن کرکے واپس بھیجنے والا میں ہوں۔ میں تو خود حیران ہوں وہ بندہ اچانک سے چپ چاپ واپس کیسے چلا گیا۔ ویسے اگر وہ نہیں بھی جاتا تو میں اسے اٹھا کر کنیڈا اپنچ کر آنے والا تھا۔‘‘ ایکسل مسکرا دیا تھا۔

’’اس کو منا دو دامیان اگر محبت ہے تو یہ سب نہیں ہونا چاہیے۔ یہ سب بہت زیادہ ہو رہا ہے۔‘‘ ایکسل نے سمجھایا تھا۔ دامیان کچھ نہیں بولا تھا۔

❁......۞......❁

انائیا ملک اسپتال کے لاؤنج میں چپ چاپ بیٹھی تھی۔ جب نرس نے آکر اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھا تھا۔

’’15 نمبر والے روم کے پیشنٹ کے ساتھ آپ ہیں؟‘‘

’’ہوں کیوں کیا ہوا؟‘‘ وہ چونکی تھی۔

’’ڈاکٹر آپ کو بلا رہے ہیں۔‘‘ نرس بنا تفصیل بتائے وہاں سے نکل گئی تھی۔ انائیا کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے لیا تھا۔ یکدم سے اسے لگا تھا جیسے جسم سے جان نکل رہی ہو۔

وہ ڈوبتے دل کے ساتھ اٹھی اور من من بھر کے قدموں سے چلتی روم کی طرف بڑھی تھی۔ وہ کسی بھی صورت حال کے لیے خود کو تیار کرنا چاہتی تھی مگر...... اس نے کمرے کے اندر قدم رکھا تھا۔ دل میں ایک خوف لیے قدم آگے بڑھے تھے تبھی نگاہ معارج تغلق پر پڑی تھی۔ اس کا آکسیجن ماسک ہٹا ہوا تھا۔ انائیا ملک کی جان فنا ہونے کو تھی۔ ’’مسز تغلق آپ کا مریض خوش بخت ہے انہیں ہوش آ گیا ہے۔ بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ پیشنٹ اس کنڈیشن میں ہوش میں آسکے۔ مگر لگتا ہے ان کے لیے بہت سی دعائیں مانگی گئی ہیں۔ دعائیں دواؤں سے زیادہ پراثر ہوتی ہیں۔‘‘ ڈاکٹر نے مسکراتے ہوئے آگاہ کیا تھا۔

’’آپ کے شوہر اب خطرے سے باہر ہیں۔‘‘

’’ڈاکٹر مگر یہ آنکھیں کیوں بند کیے ہوئے ہیں۔‘‘

’’یہ دوا کا اثر ہے مسز تغلق ورنہ آپ کے پیشنٹ کی حالت بہتر ہے۔ شکر کریں یہ زندگی کی جنگ جیت کر واپس لوٹے ہیں۔‘‘ ڈاکٹر نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

انائیا ملک نے اپنی رکی ہوئی سانس خارج کی تھی۔

’’شکر خدا کا۔‘‘ اس کے لب ہولے سے ہلے تھے۔

’’میں کچھ دوائیں بدل رہا ہوں۔ فکر کی کوئی بات نہیں ہے۔ باقی کے زخم بھرنے میں کچھ دن لگیں گے۔ وہ معمول کی بات ہے۔‘‘ ڈاکٹر نے کہا تھا اور پرچہ لکھ کر نرس کے ہاتھ میں تھما دیا تھا۔ انائیا نے بے یقینی سے معارج تغلق کا چہرہ دیکھا تھا جیسے اسے اب بھی یقین نہ تھا کہ وہ زندہ ہے اور سانس لے رہا ہے وہ اس کے قریب آئی تھی۔ وہ معمولی کی سانس لے رہا تھا۔ چہرہ پرسکون تھا۔

انائیا ملک کے اندر ایک اطمینان اترا تھا۔ وہ باہر آئی اور تغلق ہاؤس فون کرنے لگی تھی۔ معارج تغلق کی زندگی کی نوید انہیں بھی تو سنانا تھی۔

❁......۞......❁

پارسا نکاح کے بعد اپنے اماں ابا کے ساتھ اپنے گھر چلی گئی تھی۔ رخصتی کے بارے میں ابھی فیصلہ نہیں ہوا تھا مگر عدن بیگ جیسے کسی الجھن میں دکھائی دیا تھا۔ وہ اس نکاح سے خوش تھا یا نہیں۔ اناہیتا نہیں جانتی تھی۔ مگر وہ اپنے اندر ایک سکوت محسوس کررہی تھی۔

''کیا ہوا تمہیں اس طرح چپ کیوں لگ گئی ہے؟'' ممی نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔ وہ کچھ نہیں بولی تھی۔

''مجھے تم بہن بھائی کی سمجھ نہیں آتی وہاں وہ عدن ہے نکاح کے بعد عجیب الجھن میں دکھائی دے رہا ہے اور یہاں تم ہو تمہیں حیدر مرتضیٰ کے اس طرح جانے کا واقعی کوئی افسوس ہے؟'' ممی نے کہا تھا۔

''مجھے کسی بات کا کوئی افسوس نہیں ہے ممی۔ مگر غصہ ہے۔ دامیان نے بہت گھٹیا حرکت کی۔ اسے اس طرح نہیں کرنا چاہیے تھا۔''

''کیا کیا اس نے؟'' ممی نے پوچھا تھا۔

''آپ نہیں جانتیں؟ حیدر مرتضیٰ کے جانے کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے یہ بات بہت واضح ہے نا؟'' اناہیتا دامیان پر الزام لگارہی تھی۔

''آہ تمہیں لگتا ہے اسے دامیان نے جانے پر مجبور کیا؟ مگر یہ غلط فہمی بھی تو ہوسکتی ہے نا اس طرح کسی پر الزام لگانا ٹھیک ہے کیا؟'' ممی نے پوچھا۔

''میں الزام نہیں لگارہی ہوں سب کچھ ٹھیک تھا تو پھر اچانک سے اس طرح کیسے آپ کو لگتا ہے حیدر مرتضیٰ کا دماغ خراب تھا کہ وہ اس طرح چلا گیا؟''

''مگر تمہیں اس کے اس طرح جانے کا افسوس کیوں ہے؟ دنیا میں رشتوں کی کمی ہے کیا؟ بھاگتے کے پیچھے بھاگا جاسکتا ہے ابھی بھی کیا آفت آگئی ایسا تو کوئی محبت میں بھی نہیں پچھتاتا۔ ایسے کیا سرخاب کے پر جڑے تھے حیدر مرتضیٰ میں جو اس کے جانے پر اس طرح ملال کررہی ہو۔ تمہارے لیے رشتوں کی کمی ہے کیا؟'' ممی نے اسے ڈپٹا تھا۔

''ممی بات رشتوں کی نہیں ہے۔ دامیان سوری نے حیدر مرتضیٰ کو مجھ سے بدظن کرنے کے لیے جو تدبیریں آزمائیں مجھے اس پر غصہ ہے۔ اس نے اس طرح تصویر کھینچی کہ حیدر مرتضیٰ کو لگا میرا اور دامیان کا کوئی چکر ہے اور......!'' وہ بولتے بولتے رک گئی تھی۔ سامنے نگاہ دامیان سوری پر پڑ گئی تھی۔ وہ وہاں کب آگیا تھا؟ مگر اس کی مخاطب وہ نہیں ممی تھیں۔

''آپ نے بلایا تھا ممی؟'' وہ سعادت مندی سے پوچھ رہا تھا۔

''ہاں مجھے کچھ شاپنگ کے لیے جانا تھا۔ تمہارے انکل تو بزی ہیں اور عدن کو آج کل اپنی خبر نہیں۔ سو تمہیں فون کر کے بلالیا۔ ہم ماں بیٹا آرام سے شاپنگ کریں گے۔ ڈنر بھی اور پھر تم مجھے گھر ڈراپ کردینا۔'' ممی نے پلان بتایا تھا۔ اناہیتا چونکی تھی اس کی ممی دامیان کو اتنی اہمیت دے رہی تھیں اور اس کی کوئی پروا ہی نہیں کررہی تھیں۔ دامیان سوری کی طرف نگاہ اٹھی تھی جو اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

''کیا ہورہا ہے'' وہ زچ ہوکر بولی تھی۔

''کیا ہوا؟'' ممی نے سرسری انداز میں کہتے ہوئے اس کی طرف دیکھا تھا۔

''یہ آپ لوگ اس طرح ایکٹ کیوں کررہے ہیں جیسے میری کوئی اہمیت ہی نہیں؟ اور آپ جانتی ہیں نا دامیان نے میرے ساتھ جو بھی کیا؟ اس کے باوجود آپ اسے گھر بلا کر اس کے ساتھ جارہی ہیں؟'' اناہیتا نے جتایا تھا۔

''بیٹا تم دونوں میں جو بھی ہے وہ تم دونوں کا آپسی معاملہ ہے۔ مجھے ان معاملوں میں مت گھسیٹو دامیان سوری میرے لیے بیٹے جیسا ہے اور میں اسے کسی دوسرے کی نظر اور زاویے سے نہیں دیکھ سکتی۔'' ممی کی بات نے اناہیتا کو حیران کردیا تھا۔

''بیٹا میں بیگ لے کر آتی ہوں۔'' ممی کہتے ہوئے اندر بڑھ گئی تھیں۔ اناہیتا' دامیان کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ وہ اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ اناہیتا آگے بڑھنے لگی تھی۔ تبھی وہ بولا تھا۔

''طلی واپس جارہی ہے ہم نے ایک ڈنر رکھا ہے کلاس میٹس کی گیٹ ٹوگیدر ہے تم اگر آنا چاہو تو آسکتی ہو۔'' دامیان سوری نے اس کی سمت دیکھے بنا کہا تھا۔ اناہیتا بیگ نے اس کے لاتعلق سے انداز کو دیکھا تھا۔

''طلی واپس جارہی ہے تو اس نے سب سے زیادہ فرق تو تمہیں پڑنا چاہیے نا؟ تم اپنے نقصان کے بارے میں مجھے کیوں بتارہے ہو؟'' وہ ضدی لہجے میں بولی تھی۔

''بہتر۔'' دامیان سوری نے سعادت مندی سے سر ہلادیا تھا۔ ''مجھے لگا میرے نقصان کی کچھ فکر آپ کو بھی ہوگی اور کم از کم اس نقصان کے افسوس میں شریک ہونے آپ بھی آنا چاہیں گی۔ کچھ اور نہیں تو 'شولڈر ٹو کرائے' تو ضرور پیش کرنا چاہیں گی کہ کچھ دوست تو آپ بھی تھیں۔ زیادہ دنوں کی بات نہیں ہے۔ کچھ آشنا تو ہم بھی تھے نا؟'' وہ جانے کیا جتانا چاہ رہا تھا۔ اناہیتا بیگ کو کوفت ہوئی تھی۔

''تم ڈراما کرنے میں کوئی ثانی نہیں رکھتے۔ لفظوں کی کوئی کمی نہیں تمہارے پاس۔ مگر مجھے تم سے یا تمہاری پرابلمز سے کوئی سروکار نہیں کسی کے نقصان کی فکر تب ہوتی ہے جب خود کا نقصان نا ہوا ہو۔ مجھے اس وقت اپنے نقصان کا افسوس زیادہ ہے۔'' وہ جتاتے ہوئے بولی تھی۔

''اوہ' تو تمہیں شولڈر ٹو کرائے چاہیے؟'' دامیان سوری نے کہنے کے ساتھ ہی بہت اطمینان سے اپنا شانہ آگے کردیا تھا۔'' اناہیتا بیگ چڑ گئی تھی۔

''دامیان سوری میرے ضبط کو مت آزماؤ۔ میرے ہاتھوں قتل ہوجاؤ گے۔'' وہ کہہ کر جانے لگی تھی جب دامیان نے کلائی تھام لی تھی۔ وہ پلٹ کر دیکھنے لگی تھی۔ انداز جارحانہ تھا۔ جیسے وہ اسے واقعی قتل کردے گی۔ مگر دامیان سوری بہت اطمینان سے مسکرایا تھا۔

''تمہارے سامنے ہوں نا۔ دیدہ ودل پروار کررو کا کس نے ہے؟'' اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا تھا۔ جہاں وہ بہت غصے میں تھی وہاں دامیان سوری بہت نارمل موڈ میں تھا۔ وہ شرارت کررہا تھا۔ مگر دیکھتے ہی دیکھتے اناہیتا بیگ کی نظریں نمی سے بھرنے لگی تھیں اور یکدم سے چھلک بھی پڑی تھیں۔

دامیان نے ہاتھ بڑھا کر ان آنسوؤں کو پونچھنا چاہا تھا۔ مگر وہ ہاتھ چھڑا کر یکدم ہی وہاں سے نکلتی چلی گئی تھی۔

دامیان سوری کی نظروں میں اضطراب اترنے لگا تھا۔

❀......۞......❀

انائیا ملک' معارج کو اپنے ہاتھوں سے سوپ پلارہی تھی۔ وہ اس کی سمت دیکھتے ہوئے خاموشی سے سوپ پی رہا تھا۔ اس نے کچھ نہیں کہا تھا۔ شاید وہ بولنے کی کنڈیشن میں نہیں تھا۔ بیماری کی نوعیت برقرار تھی اور نقاہت اب بھی تھی۔

سدرہ اور تیمور اندر داخل ہوئے اور بیٹے کو سوپ پیتے دیکھ کر اطمینان سے مسکرائے تھے۔

''تھینک گاڈ میرا بیٹا زندگی کی طرف واپس لوٹ رہا ہے۔ میری تو جان سولی پر اٹک گئی تھی ڈاکٹر نے جب تمہاری حالت نازک بتائی تھی۔ یہ شاید انائیا کی دعاؤں کا ہی اثر ہے۔ ایک پل بھی تمہارے پاس سے نہیں گئی۔ تمہاری تیمارداری

کرتی رہی۔'' سدرہ تغلق نے کہا تو معارج تغلق نے انائیا کی طرف دیکھا تھا۔
''تمہیں یاد ہے بیگم ایک بار جب میں بیمار پڑ گیا تھا تو تم بھی اس طرح قریب سے ہٹی نہیں تھیں۔ تمہاری بہو بھی تم پر پڑی ہے۔'' تیمور تغلق مسکرائے تھے۔
''اسے محبت کہتے ہیں آپ مردوں کو جس کی قدر نہیں ہوتی۔'' سدرہ تغلق نے مسکراتے ہوئے جتایا اور بیٹے کی طرف بڑھ آئی تھیں۔
''اب کیسی طبیعت ہے بیٹا؟'' معارج نے سر ہلا دیا تھا۔
''انائیا دیکھا دعائیں سچ میں معجزہ کر سکتی ہیں۔'' سدرہ تغلق نے بیٹے کی زندگی واپس ملنے پر انائیا کو کریڈٹ دیا تھا۔
''ٹھیک کہہ رہی ہو بیگم دواؤں سے زیادہ کام دعائیں کرتی ہیں۔ سچے دل سے ہاتھ اٹھتے ہیں تو دعائیں رائیگاں نہیں جاتیں۔ معارج کی سلامتی کے لیے جو بھی دعائیں مانگی گئیں وہ پر اثر رہیں۔ تمہاری ممی نے پچاس کالے بکرے صدقہ کرنے کی ٹھانی ہے۔ جس دن تم گھر آ جاؤ گے جشن کا سا سماں ہوگا۔'' تیمور نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔
''ایشاع کا فون آیا تھا۔ بہت رو رہی ہے وہ کہہ رہی تھی آ جاتی ہوں مگر میں نے ہی روک دیا۔ آج تمہاری حالت بہتر ہو تو SKYPE پر بات کر لینا۔ اسے ڈھارس ہو جائے گی۔'' ممی نے کہا تھا۔ ایشاع ان دنوں جرمنی میں تھی اپنے ہزبینڈ کے ساتھ۔
''اس حالت میں سفر کرنا مناسب نہیں۔ خدا نے تمہیں تندرستی دے دی ہے اب جب آئے گی تو خود مل لے گی۔'' ممی نے کہا تھا۔ معارج تغلق نے سر ہلا دیا تھا اور کونے میں کھڑی انائیا ملک کی طرف دیکھا تھا۔ جو اس ماحول میں خود کو بہت ان فٹ محسوس کر رہی تھی۔ شاید بھی وہ کونے میں جا کھڑی ہوئی تھی۔ ان کی فیملی ٹاک میں اس کے لیے کہیں جگہ نہیں تھی اور وہ پلٹنے لگی تھی تبھی معارج کو اپنی سمت تکتا پا کر اس کی سمت دیکھا تھا۔ نگاہیں لمحہ بھر کو ملی تھیں پھر وہ پلٹ کر باہر نکل آئی تھی۔

❁......◉......❁
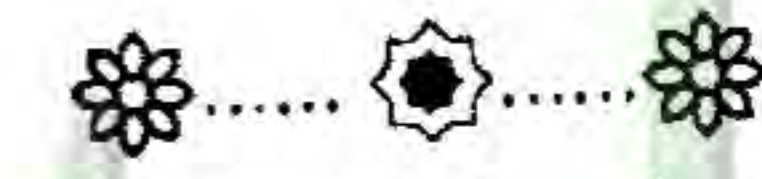
''تم نے اس طرح اچانک جانے کی کیوں ٹھان لی؟'' زائرہ ملک نے للّی میک کی طرف دیکھا تھا۔ ''اب تو سب ٹھیک ہو رہا ہے۔ جہانگیر ملک صحت یاب ہو کر گھر واپس آ گئے ہیں۔ گلے شکوے جو تھے وہ بھی دور ہو سکتے ہیں، پھر اب......!''
''میں یہاں ہمیشہ کے لیے نہیں آئی تھی۔ میرا قیام اسی مقصد کے لیے تھا اور وہ پورا ہوا۔ اب رکنے کا کوئی جواز نہیں۔'' للّی میک بولی تھی۔
''کیا تم نے جہانگیر ملک کو ابھی تک معاف نہیں کیا۔'' زائرہ نے پوچھا۔
''بات معافی کی نہیں ہے۔ مجھے ان سے گلہ نہیں ہے۔ میری ممی کی خواہش تھی میں ان سے ملوں۔ تبھی میں نے ان تک کا سفر کیا۔ مگر مجھے خوشی ہے اب آپ ایک پی فیملی کے ساتھ رہ سکتی ہیں۔'' للّی مسکرائی تھی۔
''کیا تم اس پی فیملی کا حصہ نہیں بننا چاہو گی؟'' زائرہ نے پوچھا تو وہ سر اٹھا کر دیکھنے لگی تھی۔
''یہ بات کچھ عجیب لگتی ہے آنٹی۔ ایسا کہانیوں میں اچھا لگتا ہے کہ پھر سب ہنسی خوشی رہنے لگے ایسا حقیقی زندگی میں بھی شاید ممکن ہو مگر میں نہیں سمجھتی ایسا ضروری ہے۔ میں اس فیملی کا حصہ نہیں ہوں اور مجھے وہاں بہت سے کام ہیں۔ جنہیں میں ادھورا چھوڑ کر آئی تھی اور اب جا کر پورا کرنا ہے۔'' للّی میک نے کہا تھا۔ زائرہ ملک نے اس کے گرد اپنا بازو پھیلا کر اسے قریب کیا تھا اور ماتھے پر پیار کرتے ہوئے بولی تھیں۔

''تم ان ضروری کاموں کو چھوڑ کر کبھی کبھار ہم سے ملنے تو آ سکتی ہو نا؟ مجھے تم انائیا جیسی لگتی ہو۔ تم نے جس طرح میری تنہائی کو بانٹا میں چاہتی ہوں تم آنے والے دنوں میں ہمارا حصہ رہو۔'' للّی نے زائرہ کی طرف دیکھا تھا۔ تبھی نگاہ سامنے اٹھی تھی جہاں جہانگیر ملک کھڑے تھے۔
''زائرہ اگر واپس جانا اس کی خواہش ہے تو روکو مت لندن زیادہ دور نہیں ہے۔ جب ہمیں یاد آئے گی ہم جا کر مل سکتے ہیں۔'' جہانگیر ملک نے اس کی سہولت کے پیش نظر کہا تھا۔ للّی نے ان کی طرف دیکھا تھا۔
''آپ کو لگتا ہے میں آپ سے خفا ہوں۔ مگر ایسا نہیں ہے۔'' جہانگیر ملک نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔
''بچوں کو خفا ہونے کا پورا حق ہے۔ اگر والدین سے کوئی کوتاہی ہو تو بچے اسے جتا سکتے ہیں۔''
للّی نے خاموشی سے انہیں سر اٹھا کر دیکھا تھا۔
''سارے والدین کی طرح میری بھی خواہش ہے کہ اپنے بچوں کے لیے کچھ کروں انہیں اپنی نظروں کے سامنے رکھوں مگر جانتا ہوں بچے بڑے ہو جائیں تو ان کی اپنی ہمتیں بن جاتی ہیں اور جبکہ میں اپنی ذمے داریاں پوری بھی نہیں کر پاتا تو میں کوئی توقع بھی نہیں رکھ سکتا۔'' للّی نے جہانگیر ملک کی طرف دیکھا تھا۔ جہانگیر ملک بولے تھے۔
''تعلقات پر سرد مہری کی برف جم جائے تو اسے پگھلنے میں وقت لگتا ہے۔ غلطیوں کا ازالہ ممکن ہے کفارہ ادا ہو سکتا ہے۔ میں اپنی پوری کوشش کروں گا کہ ان تمام باتوں کے لیے ازالہ کر سکوں۔''
''میں آپ سے کوئی شکوہ نہیں کر رہی نا توقع ہے مگر ایک رشتہ شاید وقت نے ہم میں جوڑ دیا ہے۔ جس کی کوئی وجہ یا سبب بھی نہیں۔'' للّی بولی تھی۔
''تم میری غلطی نہیں ہو ہمارے کلچر میں بیٹیاں رحمت مانی جاتی ہیں۔ میں خوش نصیب ہوں خدا نے مجھے دو بیٹیوں سے نوازا اگرچہ وقت نے مجھے مجبور کر کے تم دونوں سے دور کر دیا غافل کر دیا مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ میرے دل میں اپنی اولاد کے لیے کوئی فیلنگز نہیں۔'' جہانگیر ملک نے کہا تھا اور للّی نے انہیں بس خاموشی سے دیکھا تھا۔

❁......◉......❁

انائیا ملک نے ہاتھ بڑھا کر اس کی بیک میں تکیہ رکھنا چاہا تھا تاکہ وہ اٹھ کر بیٹھ سکے۔ ایسا کرنے میں وہ اس کے کچھ قریب آ گئی تھی۔ اس کی گرم گرم سانسیں چہرے سے ٹکراتی ہوئی محسوس ہوئی تھیں۔ وہ اپنے کسی اندر کے احساس کے تحت یکدم ہی پیچھے ہٹ گئی تھی۔
معارج تغلق کو کچھ محسوس ہوا تھا کہ نہیں یا اس نے اس بات کا نوٹس بھی لیا تھا کہ نہیں وہ نہیں جانتی تھی مگر اس قلیل مدت کی قربت نے اس کے اندر اتھل پتھل مچا دی تھی۔
معارج تغلق نے اس کی سمت دیکھا مگر انداز سرسری تھا۔ وہ اس کی خدمت گزاری سے متاثر تھا کہ نہیں یا اس کا احسان مند تھا کہ نہیں وہ نہیں جانتی تھی۔ مگر وہ کسی اجر کے لیے نہیں کر رہی تھی اسے نیپکن لگایا تھا اور اسے سوپ پلانے لگی تھی۔
معارج تغلق نے اس کے ہاتھوں کی کپکپاہٹ کو واضح محسوس کیا تھا۔ جانے کیا سوچ کر اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔ انائیا ملک اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی تھی۔
''میں خود پی لوں گا۔ اس کی ضرورت نہیں'' وہ اس کی کیفیت سمجھ رہا تھا۔ اس کے خیال سے ایسا کہہ رہا تھا یا وہ اس کا مزید احسان لینا نہیں چاہتا تھا یا اپنے کیے پر کوئی شرمندگی محسوس ہوئی تھی۔
''ابھی تمہاری حالت ایسی نہیں کچھ بہتر ہو جاؤ پھر اپنے ہاتھ سے کھا پی سکتے ہو۔'' انائیا ملک نے کہا تو اسے خاموشی

سے دیکھنے لگا تھا۔ نگاہیں ملی تھیں۔ انائیا ملک اپنی نگاہیں جھکا گئی تھی۔ معارج تغلق نے اس کا ہاتھ چھوڑا تو انائیا ملک اسے دوبارہ سوپ پلانے لگی تھی۔

دونوں خاموش تھے۔

انائیا اپنا کام کر رہی تھی اور معارج تغلق اسے بس خاموشی سے دیکھ رہا تھا۔ اس خاموشی کا کوئی بھید تھا کیا؟ اگر خاموشی کچھ بول سکتی تھی تو ان دونوں کو اس کے معنی سمجھ لینا چاہیے تھے۔ یا پھر وہ اس خاموشی کو سن رہے تھے اور انجان بن رہے تھے۔

"تم نے ڈاکٹر سے پوچھا اور کتنے دن لگیں گے؟ میں اسپتال کے اس بستر پر لیٹے لیٹے تھک گیا ہوں۔ مجھے یہاں سے نکلنے میں مدد کرو۔" وہ انائیا ملک سے کہہ رہا تھا۔

"جب تک ٹھیک نہیں ہو جاتے ایسا ممکن نہیں، ڈاکٹرز کا فائدہ نہیں ہے۔ آپ کو یہاں رکھنے میں۔" وہ جتاتے ہوئے بولی تھی۔ بیویوں والا مخصوص انداز تھا۔

معارج تغلق نے اسے بغور دیکھا تھا۔

"میرے بزنس کا ہرج ہو رہا ہے۔" جواز بنایا۔

"جان بچ گئی ہے شکر کریں۔" وہ اس کی طرف دیکھے بنا بولی تھی۔ معارج تغلق خاموش ہو گیا تھا۔ انائیا ملک جانتی تھی وہ چڑچڑا ہو رہا ہے۔ اتنے دن سے بستر پر پڑا ہے۔ تبھی وہ ویل چیئر پر اسے باہر کی کھلی فضا میں لے آئی تھی۔

کچھ فاصلے پر ایک بوڑھا کپل تھا۔ ضعیف خاتون اپنے شوہر کو ویل چیئر پر لے کر باہر کی کھلی فضا میں آئی ہوئی تھی۔ انائیا کی نگاہ ان پر پڑی تو خاتون مسکرا دی تھیں۔

"تمہارا شوہر ہے؟" معارج کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ انائیا نے سر ہلا دیا تھا۔

"ماشاءاللہ کتنی اچھی بیوی ہو اپنے شوہر کا اتنا خیال کر رہی ہو۔" خاتون نے اسے کہہ کر معارج کی طرف دیکھا تھا۔

"بیٹا بہت لکی ہو تم تمہیں اتنی محبت کرنے والی بیوی ملی ہے۔ ساتھی اچھا ہو تو بڑے آرام سے بسر ہو جاتی ہے۔ دیکھو ہماری شادی کو پینتالیس سال گزر گئے مگر آج بھی کل کی بات لگتی ہے۔ اتنی لمبی رفاقت بھی کم لگتی ہے۔ محبت ہو تو سالوں کی مدت بھی کم لگتی ہے اور محبت نہ ہو تو ایک پل کے لیے بھی ساتھ گزارہ کرنا ممکن نہیں ہوتا۔" خاتون نے کہا تھا معارج تغلق کچھ نہیں بول رہا تھا۔

"میں دعا کرتی ہوں تم دونوں کی جوڑی سلامت رہے اور تم دونوں بھی ہماری طرح مدتوں ساتھ رہو۔ سدا ایک دوسرے سے نباہتے رہو۔ محبت سے بڑا کوئی اسم نہیں کامیاب زندگی کی کنجی ہے اور کلیہ بھی۔" خاتون بڑے گر کی بات بتا رہی تھیں۔ انائیا کو مروتاً کچھ بولنا پڑا تھا۔

"کیا ہوا آپ کے شوہر کو؟"

"بیٹا بڑھاپا خود بہت سی بیماریوں کی جڑ ہے۔ مگر ان کا بی پی ہائی رہتا ہے دل کا سائز بڑھ گیا ڈاکٹر ہارٹ ٹرانسپلانٹ کا مشورہ دے رہے ہیں۔ مگر انہیں ضد ہے گھر واپس چلیں۔ انہیں لگتا ہے میری توجہ کیئر انہیں دوائیوں سے زیادہ جلدی بہتر کر سکتی ہے۔ بچوں کو پال کر بڑا کیا۔ بڑا انسان بنایا۔ آہستہ آہستہ سب بچے اپنی اپنی سمتوں کو نکل گئے۔ پھر ہم دونوں باقی بچ گئے۔ ہم دو تھے اور دو ہی رہ گئے۔ بچوں سے گلہ نہیں۔ ان کی اپنی زندگی ہے مگر ہم خوش ہیں کیونکہ وہ خوش ہیں اور ان کی خوشی ہماری خوشی ہے ہم دونوں کے لیے خوشی کا مفہوم ایک دوسرے کی محبت، ہمراہی ہے۔ ہم ایک دوسرے کا خیال کر سکتے ہیں اور کیا چاہیے سکھ دکھ بانٹ سکتے ہیں۔ ہم خالی ہاتھ نہیں ہیں ایک دوسرے کا

تھ ہاتھ میں ہے اور اس سے زیادہ کچھ اہم نہیں۔" خاتون کے چہرے پر ایک نور کا ہالہ تھا۔ وہ مسکرا رہی تھی۔ انائیا کو وہ کپل بہت خوب صورت لگا تھا۔

"میں دعا کرتی ہوں انکل بہت جلد ٹھیک ہو جائیں اور آپ دونوں کا ساتھ بنا رہے۔" انائیا نے کہا تھا۔ خاتون مسکراتی ہوئی معارج کو دیکھنے لگی تھیں۔

"کون جانے کتنے لمحے باقی بچے ہیں۔ مگر تم دونوں کو دیکھ کر اپنی جوانی کے دن یاد آ گئے۔ خدا تم دونوں کو سلامت رکھے اور ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ بنائے رکھے۔" خاتون نے پورے دل سے دعا دی تھی۔ انائیا کچھ بول نہیں سکی تھی۔ اس کی زندگی میں اگلا پل کیا لانے والا تھا۔ وہ خود نہیں جانتی تھی۔ ان خاتون کی دعاؤں کو پورا ہونا تھا کہ نہیں وہ نہیں جانتی تھی۔ تبھی معارج کی سمت دیکھ سکی تھی۔

محبت کے باوجود کچھ تھا جو اسے روک رہا تھا۔ اسے ساتھ لے کر چلنے کو ہمراہ رہنے کو۔

"مجھے واپس اندر لے چلو۔" معارج تغلق نے کہا تھا۔ انائیا اسے لے کر کمرے کی طرف بڑھنے لگی تھی۔

ہم دو سمتوں کے مسافر
ایک دوسرے سے ناواقف
منزل ہمارے قدموں سے آن بھی لپٹے تو
محبت اب نہیں ہو گی
محبت تب بھی نہیں تھی
جب ہم ساتھ ساتھ چلتے تھے
یا جب خوابوں نے آنکھوں پر اپنے رنگ رکھے تھے
یا جب تتلیوں کے رنگوں نے ہاتھوں کو چھوا تھا
محبت تب بھی نہیں ہوتی تھی
محبت تب بھی نہیں ہوتی تھی
ہم اپنی اپنی ضد میں ٹھہرے
ایک دوسرے سے مخالف سمت چلتے
ایک دوسرے کی سمت بنا دیکھے
ایک دوسرے سے دور نکلتے چلے گئے تھے
محبت تب خاموش کھڑی تھی
اور ہمیں چپ چاپ تکتی تھی
محبت تب بھی نہیں تھی
محبت اب بھی نہیں تھی

❀......✺......❀

للّی کے جانے کے لیے دیے گئے ڈنر میں وہ چپ چاپ بیٹھی تھی۔ باقی کے سارے دوست بول رہے تھے۔ باتیں کر رہے تھے۔ دامیان سوری نے اس کے جھکے سر کو دیکھا تھا۔

"اناہیتا تم نے کیا فیصلہ کیا ہے؟" للّی نے اس سے پوچھا تھا۔ وہ چونکتے ہوئے اس کی سمت دیکھنے لگی تھی۔

"محبت کے متعلق؟" للی مسکرائی تھی۔ "تمہارے مستقبل کے منصوبے کیا ہیں؟" وہ مذاق کرتے ہوئے بولی تھی۔
"میں نے ابھی کچھ نہیں سوچا۔" انابیتا نے سرسری انداز میں کہا تھا۔ نگاہ دامیان سے ملی تھی۔ دامیان کی نگاہ میں تھا وہ اس کی سمت سے نگاہ ہٹا گئی تھی۔
"تم شادی کرنا چاہتی ہو نا تمہارے پروپوزل کا کیا ہوا؟" للی نے پوچھا تھا۔
"نہیں میں اب شادی نہیں کررہی۔ آئی تھنک مجھے کچھ اور کرنا ہے جو شادی سے زیادہ ضروری ہے۔" انابیتا نے بتایا تھا۔
"آہ' ساؤنڈز گریٹ تم بھی میری طرح کریز اور نینڈڈ لڑکی ہو۔" للی مسکرائی تھی۔ انابیتا نے اس کی سمت دیکھا تھا۔ اس کا دوستانہ انداز اسے چونکا رہا تھا۔
"تم کیوں جارہی ہو؟" انابیتا نے پوچھا۔
"اس لیے کہ مجھے جانا تھا۔" للی نے اتنے دوستانہ انداز میں پہلے شاید کبھی بات نہیں کی تھی۔ نا ان دونوں کے درمیان کبھی کوئی بات چیت ہوئی تھی۔ وہ دونوں اچھے دوست کبھی نہیں رہے تھے۔
"مجھے لگا تم رکنا چاہو گی۔" انابیتا نے قیاس لگایا۔
"کیوں' دامیان کے لیے؟" للی مسکرائی تھی۔ "مجھے دامیان کے لیے رکنا پڑتا تو شاید رک جاتی۔ مگر میں اس کی ترجیح نہیں ہوں۔ دامیان تم نے انابیتا کو بتایا نہیں؟" للی نے انابیتا کو بتاتے ہوئے دامیان کی طرف دیکھا تھا۔
"کیا؟" دامیان چونکا۔
"یہی کہ......!" للی نے دانستہ مسکراتے ہوئے بات ادھوری چھوڑ دی تھی۔ دامیان نے اسے دیکھا تھا۔ پھر مسکرا دیا تھا۔
"اسے بتا چکا ہوں مگر اسے یقین نہیں آتا۔"
"کیا......؟ تمہیں بتانے کا ہنر نہیں آتا؟" للی مسکرائی۔
"شاید' مگر شاید یہ ماننے کو تیار نہیں کہ تم اس سے زیادہ بیٹر ہو۔" وہ مذاق کررہا تھا یا سنجیدہ تھا۔ انابیتا جان نہیں پائی تھی مگر اس کے اندر غصے کی ایک لہر اٹھی تھی۔ وہ وہی بات دہرا رہا تھا جو ان دونوں کے درمیان مخالفت کا باعث بنی تھی اور جس بات نے ان کے درمیان دیوار اٹھا دی تھی۔
"کم آن دامیان۔" للی مسکرائی تھی۔ "تم جانتے ہو سچائی کیا ہے انابیتا تم اس کی باتوں میں مت آنا۔ یہ جو کہتا ہے وہ مت سنو۔ جو نہیں کہتا وہ سننے کی کوشش کرو۔" للی نے وضاحت دی تھی۔ مگر انابیتا کو وہ بات اچھی نہیں لگی تھی جو دامیان نے کہی تھی۔ وہ اسے ایک بار پھر للی کو اس پر فوقیت دے رہا تھا اور ایسا وہ اتنے سارے لوگوں کے سامنے کررہا تھا۔
"دامیان ہر وقت کا مذاق ٹھیک نہیں یار۔" ایکسل نے کہا تھا۔
"مذاق کی بات نہیں۔" دامیان سوری نے مسکراتے ہوئے گلدان میں سے پھول نکالا تھا۔ انابیتا کی سمت دیکھا تھا اور پھر پھول للی کی سمت بڑھا دیا تھا۔ اگر وہ اسے چڑانے کے لیے کررہا تھا تو وہ طریقہ مناسب نہیں تھا۔ انابیتا بیگ کو شاید اپنی ہتک محسوس ہوئی وہ یکدم اٹھی تھی اور وہاں سے باہر نکل گئی تھی ایکسل نے دامیان کی طرف دیکھا تھا للی حیران رہ گئی تھی۔
"تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا دامیان۔" للی نے جتایا تھا۔ وہ اٹھ کر اس کے پیچھے چلا آیا۔ وہ کوریڈور میں تھی۔

دامیان اس کے سامنے آن کھڑا ہوا۔
انابیتا اگر رک نہیں جاتی تو اس سے ٹکرا جاتی۔ ان دونوں کے درمیان فاصلہ مختصر تھا۔ انابیتا بیگ نے اسے سلگتی نظروں سے دیکھا تھا۔
"میری راہ چھوڑو۔" وہ غصے سے بولی تھی۔ وہ اسے بغور دیکھتے ہوئے مسکرا دیا۔
"تمہیں اتنا غصہ کیوں آتا ہے اور کس بات پر؟ اگر کوئی سچ ہے تو اسے ماننا چاہیے نا اس میں کیا برا ہے اگر کوئی مجھے کہے کہ میں کسی سے زیادہ مناسب یا بہتر نہیں تو مجھے اس کے لیے کیوں برا لگے گا۔ میں اسے اس طرح سے لوں گا کہ اس کے پرکھنے کا معیار الگ ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ کمی مجھ میں ہے۔" وہ اطمینان سے مسکرا دیا۔
انابیتا اسے گھورنے لگی تھی۔ آنکھیں سرخ ہورہی تھیں اور ان آنکھوں میں نمی بھی اتر رہی تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے آنکھیں چھلک بھی پڑی تھیں۔ دامیان سوری کو اس پر ترس آ گیا تھا۔ اس کا ہاتھ تھاما تھا اور ایک قدم بڑھا کر اسے کے قریب آیا تھا۔ ہاتھ بڑھا کر اس کی آنکھوں کی نمی چننا چاہی تھی مگر اس نے ایسا کرنے سے روک دیا تھا۔ اس کا ہاتھ جھٹک دیا تھا۔
"اتنی مخالفت کرو گی تو بات کیسے بنے گی انابیتا بیگ۔" وہ مدہم لہجے میں سرگوشی کرتا ہوا بولا۔
"تمہیں کوئی حق نہیں میری اس طرح انسلٹ کرنے کا۔؟" وہ سخت لہجے میں بولی۔
دامیان نے اسے خاموشی سے دیکھا تھا۔ وہ ضبط کرتی ہوئی بہت مشکل کیفیت میں لگی تھی۔ وہ اسے خود سے قریب کرنے کی کوشش میں خود سے دور ہٹا رہا تھا۔
"میں تم سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہتی کیوں میری راہ میں آ جاتے ہو؟" انابیتا بیگ نے بھیگتی آنکھوں سے کہا تھا۔
دامیان سوری مسکرا دیا تھا اور مدہم لہجے میں بولا۔
"پھر کیا کروں؟" دوست ہو میری تنہا کیسے چھوڑ دوں مگر دوست ہونے کا مطلب یہ بھی نہیں کہ میں تم سے تمہاری خوشی کے لیے غلط بیانی کروں۔ اچھا سنو چلو یہ مخالفت ختم کرتے ہیں مجھے اچھا نہیں لگتا تمہیں اس طرح غم زدہ کرنا' رلانا تمہاری آنکھوں میں آنسو اچھے نہیں لگتے۔ کاجل پھیل جاتا ہے اور تمہیں معلوم نہیں تم کتنی بری لگتی ہو۔ چہرے کے تاثرات بگڑ جاتے ہیں۔" وہ مسکرایا تھا انابیتا نے اردگرد کی پروا کیے بنا اسے پیچھے دھکیلا تھا اور غصے سے دیکھا۔
"مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنا' کبھی نہیں ملنا' تمہاری طرف دیکھنا بھی نہیں سو آئندہ مجھ سے دور رہنا۔ میں تم سے کوئی واسطہ نہیں رکھنا چاہتی۔" وہ دوٹوک لہجے میں بولی تھی مگر وہ اطمینان سے مسکرا دیا تھا۔
"غصہ کس بات پر ہے جلن محسوس ہوتی ہے تو صاف صاف کہہ دو نا تمہیں اچھا لگتا ہوں' محبت کرتی ہو مجھ سے کسی اور کی طرف دیکھتا ہوں تو برا لگتا ہے' کسی کی بات کرتا ہوں تو جان سلگتی ہے کہہ دو اتنا گھٹ گھٹ کر صبر کیا کرنا۔" وہ اسے چڑا رہا تھا وہ ہاتھ اٹھا کر قطعی انداز میں اسے مزید بولنے سے باز رکھتے ہوئے بولی تھی۔
"تم دنیا میں آخری آدمی بھی بچو گے تو بھی میں تمہاری طرف نگاہیں نہیں کرنا چاہوں گی۔ تمہیں چننا تو دور کی بات ہے۔ میں تمہیں کبھی اپنے لیے مناسب رشتہ نہیں مانتی۔" وہ جتاتے ہوئے وہاں سے نکلتی چلی گئی۔
"آہ محبت' اتنی پیچیدہ کیوں ہوتی ہے۔ اتنی الجھی ہوئی سلجھاؤ تو اور الجھ جائے بات کرو تو دبک جائے۔ یہ کیسی محبت ہے محبت ہے بھی کہ نہیں؟" دامیان نے اسے جاتے دیکھ کر خود کلامی کی تھی۔

❀......✿......❀
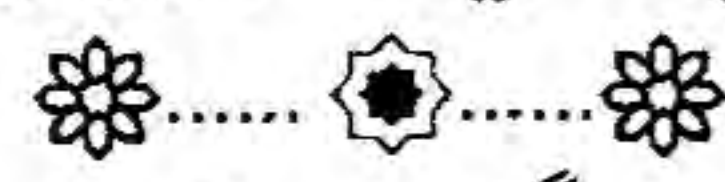
للی میک واپس چلی گئی تھی۔ اس کے جانے سے گھر میں جو ایک فرد کے آ جانے کی رونق تھی وہ ختم ہو گئی تھی۔ انابیتا

بے حد مصروف تھی اور زائرہ کو گھر کا وہ سکھ اور خاموشی اتنی بری نہیں لگ رہی تھی۔ جہانگیر ملک کے آجانے سے گھر میں ایک ٹھہراؤ آگیا تھا۔ مگر زائرہ انائیا کو لے کر اب بھی پریشان تھیں۔ معارج تغلق ڈسچارج ہو کر گھر واپس چلا گیا تھا۔ انائیا کی تیمارداری ختم ہوئی تھی۔

''انائیا کیا سوچا ہے تم نے؟'' زائرہ اس کے کمرے میں دودھ دینے آئی تھیں تو پوچھا۔

''کس بارے میں ممی؟'' انائیا نے لیپ ٹاپ پر کام کرتے ہوئے ماں کی طرف دیکھا۔

''تم جانتی ہو انائیا میں کس بارے میں بات کر رہی ہوں۔'' ممی نے کہا تھا انائیا خاموشی سے سر جھکا گئی تھی۔

''بے سمت چلنا تھکا دیتا ہے بیٹا اور سفر رائیگاں بھی رہتا ہے۔ میں نہیں چاہتی تم اس طرح اپنی زندگی کو بے سمت لے کر چلو۔ تمہیں کوئی ایک فیصلہ کرنا ہوگا۔ تم اپنی زندگی کے ساتھ اس طرح نہیں کر سکتیں۔'' ممی نے سمجھایا۔

''ممی فی الحال میں نہیں جانتی اس زندگی کا کیا ہونا ہے۔ مگر مجھے یقین ہے جلد میں کسی نقطے پر پہنچ جاؤں گی۔ میں اس مقام پر ہوں جہاں میں ڈاٹ سے ڈاٹ ملانے کی کوشش کر کے راستا ڈھونڈنے کی کوشش کر رہی ہوں اور فی الحال مجھے پہلا ڈاٹ ہی نہیں مل پایا جو ایک سمت کا تعین کرے۔'' انائیا بولی۔

''اس طرح کب تک بسر ہوگی انائیا۔ میں نہیں چاہتی تم کسی غلط فیصلے کو بھگتو۔''

''آپ کے خیال میں مجھے کیا کرنا چاہیے۔'' انائیا نے پوچھا۔

ممی نے اس کی سمت دیکھا۔

''اس بات کا جواب تمہیں اپنے دل سے مانگنا چاہیے انائیا۔ اندر کی خوشی اہم ہے تماری طرف سے تم پر کوئی دباؤ نہیں ہے۔ میں نہیں چاہتی تم دوسروں کی فکر سے اپنی زندگی کو موڑو' تمہیں اپنے لیے یا اپنی خوشی کے لیے جینا سیکھنا چاہیے۔''

''میں نہیں جانتی اندر کی خوشی کیا ہے ممی میرے لیے چیزوں کا مفہوم بدل چکا ہے۔'' انائیا بولی۔

''تمہیں معارج کے ساتھ رہنا ہے؟'' ممی نے پوچھا تھا اور انائیا فوری طور پر کوئی جواب نہیں دے سکی تھی۔

''میں نے اس کی مدد کی مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں اس کے ساتھ زندگی گزارنا چاہتی ہوں۔ شاید وہ رشتا اس وقت کے لیے تھا اور اسے آگے بڑھانے کی کوئی گنجائش نہیں نکلتی۔ نا ہی یہ مناسب ہوگا حماقتوں کو دہرانا اور بار بار اعتبار قائم کرنا خود اپنے آپ کی نفی ہو سکتی ہے اور میں اس بار خود کو نظر انداز نہیں کر سکتی۔'' انائیا مدہم لہجے میں بولی تھی۔

ممی اسے دیکھ کر رہ گئیں۔

❀......✺......❀

پیت کی لت موہے ایسی لاگی ہوگئی میں متواری
بل بل جاؤں میں اپنے پیا کے میں تو جاؤں واری واری

سدرہ تغلق نے فون کر کے بلایا تھا انائیا کے لیے انکار کرنا ناممکن ہو گیا تھا۔ وہ اندر داخل ہوئی تھی وہ لاؤنج میں بیٹھا دکھائی دیا تھا۔

دونوں نے خاموشی سے ایک دوسرے کی سمت دیکھا تھا۔

وہ سوٹڈ بوٹڈ بندہ بے بس' بے پروا' بے نیاز دکھائی دیا تھا۔

وہ ایک نگاہ ملی تھی تو اس کے بعد سب اجنبی تھا۔ رستم قریب سے گزرا تھا۔ وہ سدرہ تغلق کے متعلق پوچھنے لگی تھی۔ جب معارج نے اسے بلا لیا تھا۔

''رستم میں نے لائر کو بلایا تھا وہ ابھی تک نہیں پہنچے ہیں۔ میں مزید ویٹ نہیں کر سکتا مجھے میٹنگ میں جانا ہے۔ اور میں لیٹ ہو رہا ہوں۔ فون کر کے پوچھو کتنی دیر اور لگے گی' اور پوچھو پیپرز ریڈی ہوئے کہ نہیں؟'' وہ انائیا ملک کی سمت متوجہ نہیں تھا۔ رستم نے سر ہلایا تھا۔

''میں نے فون کر دیا ہے وہ راستے میں ہیں۔ تھوڑی دیر اور لگے گی سرکار۔'' مؤدب انداز میں کہا تھا۔ انائیا ملک اس گھر میں اجنبی سی کھڑی تھی بہت سبکی محسوس ہوئی تھی۔ وہ پلٹ جانے کو تھی جب پیچھے سے آتی معارج تغلق کی آواز نے اس کے قدم باندھ دیے تھے۔ اس نے پلٹ کر دیکھا تھا اور معارج تغلق کو اپنے سامنے کھڑا دیکھ کر حیران رہ گئی تھی۔ نگاہ ملی تھی انائیا دیکھ نہیں پائی تھی۔ ان جھکی پلکوں میں لرزش تھی۔ ان پلکوں پر کیا تھا کچھ خواب یا ان خوابوں کے پورا نہ ہونے کا خوف یا پھر ملال......؟

معارج تغلق نے اس چہرے کو بغور دیکھا تھا کچھ تو تھا اس چہرے میں کہ وہ نگاہ ہٹا نہیں پایا تھا۔

انائیا ملک نے اس کی سمت تکنے سے گریز کیا تھا۔

''وہ میں' ممی نے مجھے فون کر کے بلایا تھا۔'' وہ کہنے کا قصد کرتی الجھ گئی تھی۔

''ہاں جانتا ہوں۔'' معارج تغلق نے پرسکون لہجے میں کہا تھا۔ ''مگر ممی تو کسی کام سے باہر گئی ہیں تم بیٹھ کر انتظار کر سکتی ہو۔'' وہ لہجہ لاتعلق تھا' نگاہ میں بےگانگی تھی۔

''تم اس طرح کیوں بی ہیو کر رہی ہو جیسے پہلی بار اس گھر میں آئی ہو۔ یا یہ سب تمہارے لیے نیا اور انوکھا ہے۔ بیٹھو تم سے بات کرنی ہے۔'' معارج نے اس کا ہاتھ تھام کر چلتے ہوئے کہا تھا۔ وہ اس طرح ہاتھ تھامنے پر حیران رہ گئی تھی۔ وہ کیسا خواب سا عالم تھا۔ وہ اس کے ساتھ کسی میکانکی انداز میں چل رہی تھی۔ اس کی ہمراہی میں اتنا سرور کیوں تھا۔ اس کے فقط ہاتھ تھامنے سے یہ کیسا جادو سا وجود کے سارے علاقے میں پھیل رہا تھا۔

''آؤ بیٹھو۔'' معارج نے کہا تھا اور اسے بیٹھا کر اس کے سامنے بیٹھ گیا تھا۔

اس کی آنکھیں
مجھے دیکھتی ہیں تو
مجھے کچھ اور دکھائی نہیں دیتا
اس کی محبت
میرے ساتھ چلتی ہے تو
مجھے کچھ اور سنائی نہیں دیتا
سب الجھی الجھی باتوں میں
اک سلجھی سی بات ہو تم
اتنے اچھے کیوں لگتے ہو؟
کیوں ہر دم آس پاس ہو تم
تمہیں کھوؤں' تمہیں ڈھونڈو' تمہیں پاؤں
تمہارے رنگ کو اوڑھ لوں
یا تمہارے خواب سجا لوں پلکوں پر
یا تمہارے رنگ میں رنگ لوں

کروں تو کیا کروں
میرے ہم سفر بتا
میرے چارہ گر جواب دے

معارج تغلق کی نگاہ اس کی نظروں میں کیا ڈھونڈ رہی تھی اور وہ اس طرح چپ کیوں تھا۔ انائیا ملک اپنی الجھی دھڑکنوں کو سنتی چپ چاپ اس کے سامنے بیٹھی تھی۔

"تم ٹھیک ہو؟" معارج تغلق نے جانے کیا سوچ کر کہا تھا۔

"ہاں' آپ کیسے ہیں' اب کیسا محسوس کررہے ہیں؟" انائیا نے اپنے اندر کو ڈپٹتے ہوئے کہا تھا۔ وہ معارج تغلق کے سامنے کوئی حماقت نہیں کرنا چاہتی تھی۔ محبت اپنی جگہ مگر وہ اپنا غرور اس کے قدموں تلے رکھ کر اس سے یہ نہیں کہہ سکتی تھی کہ تم اسے روند کر چلے بھی گئے تو محبت باقی رہے گی۔

"تم اس طرح الجھی ہوئی کیوں ہو؟ سب ٹھیک تو ہے نا؟" معارج تغلق نے سرسری انداز میں پوچھا۔

انائیا نے اس کی سمت دیکھا تھا اور سر نفی میں ہلا دیا تھا۔

"نہیں...... وہ......!"

گلابی چنری اوڑھے
کن من کن من بارش میں
ننگے پاؤں چلتی
گلابوں کے شہر کا پتا پوچھتی
محبت الجھی الجھی سی
اور کچھ خواب سجانے نکلی تھی
اس کی آنکھوں میں سوال تھے
کچھ آدھے ادھورے خواب تھے
میری مضطرب سی نگاہ میں
جو ایک عکس تھا
وہ نام جو دل پر نقش تھا
اسے اس کی نگاہ نے پالیا؟
یا رائیگاں جان کر بھلا دیا
میں اس کی آنکھوں میں جھانکوں
یا اس سے بات کروں
یا سوال کروں
میرے جنوں کی اسے خبر نہیں
میں کیسے بات کروں
کیسے بتاؤں اس کو
کہ بات کرنا کتنا ضروری ہے

اس سے ملنا
ساتھ چلنا کتنا ضروری ہے
اسے کیسے بتاؤں کہ یہاں ایک دل ہے۔
جو اس کے لیے دھڑکتا ہے
رگِ جاں میں جو تلاطم ہے وہ اس کے باعث ہے
وہ میری خواہشوں میں ہے
اسے یہ بات کیسے معلوم ہو
اسے کیسے بتاؤں اب کہ عمر بس رائیگاں ہے
اگر وہ ساتھ نہیں
اگر وہ آس پاس نہیں
اس کی نگاہ میں اب دیکھوں
تو دیر تک دیکھنا ہے

"کیا ہوا؟ اس طرح کھو کہاں گئیں؟" معارج تغلق نے اسے کھوئے کھوئے دیکھ کر کہا تھا۔

"معارج...... وہ...... میں......!" وہ کچھ بولنے کا قصد کرنے لگی تھی تبھی معارج بولا۔

"انائیا مجھے اندازہ ہے تمہارے ساتھ غلط ہوا۔ اس کے لیے آل ریڈی میں سوری کرچکا ہوں۔ اس کا مداوا کرنے کی کوشش بھی کرسکتا ہوں۔ مگر مجھے تمہاری بھی فکر ہے۔ میں تمہارے ساتھ مزید کوئی ناانصافی نہیں کرسکتا۔ مجھے عقل آگئی ہے۔ اپنی مرضیات کو تم پر تھوپنا نہیں چاہتا یہ ٹھیک نہیں' میں چاہتا ہوں اس بار فیصلہ تم لو۔ ہم اس پر بات کرچکے ہیں۔ بات کو بہت دن گزر چکے ہیں۔ مجھے لگتا ہے اس عرصے میں تم بھی کسی نتیجے پر پہنچ چکی ہوگی اور میں بھی کچھ فیصلہ کرچکا ہوں۔ میں نے لائر سے بات کرلی ہے۔ اسے طلاق کے پیپرز تیار کرنے کو کہہ دیے ہیں۔ ایک ارب تمہارا حق مہر ہے اس کے علاوہ بھی اگر تمہاری کوئی شرائط ہیں تو تم بتا سکتی ہو۔ ابھی تھوڑی دیر میں لائر آرہا ہے۔ میں چاہتا ہوں تم بھی پیپرز ریڈی ہونے سے پہلے اس سے مل لو' بات کرلو۔ اگر رقم کم ہے تو اس سے ڈبل کرلو۔ میں اس بار کوئی ناانصافی نہیں کرسکتا یا زبردستی تمہیں اپنے ساتھ نہیں باندھ سکتا ہوں۔ امید ہے کہ اس بار میں نے ٹھیک فیصلہ کیا ہو۔ میرے اندر سے فی الحال کوئی آواز نہیں آرہی۔ یا پھر میں سننا نہیں چاہ رہا۔ اس پر بولنا بات کرنا فی الحال ضروری نہیں۔ میں ازالہ کررہا ہوں۔ یا ازالہ کرنے کی کوشش کررہا ہوں۔ تم اپنی ترجیحات بتا سکتی ہو۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ تم بہت اچھی ہو انائیا۔ بہت اچھی لڑکی ایسی ہی رہنا۔ تمہارے چہرے کی دلکشی بھلائے جانے کے قابل نہیں اور آنکھوں کا یہ بھولا پن میں اسے کبھی نظر انداز نہیں کرسکتا۔ تمہاری آنکھیں خوابوں کے لیے نہیں ہیں انہیں اس طرح ویران نہیں دیکھ سکتا۔" وہ مدھم لہجے میں کہہ رہا تھا اور انائیا اسے ساکت سی دیکھ رہی تھی۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

محبت کی جیت

سندس جبین

وہ مجھ کو چاہنے لگے بے حد اور اس کے بعد
اس بات کی جہاں میں شہرت کمال ہو
پھر کیوں اس کو جیت کے لے جائے کوئی اور
جب ہم کو، ہار جانے کی عجلت کمال ہو

اس نے گاڑی اسلام آباد آرٹ اینڈ کرافٹ کے سامنے روکی اور سن گلاسز آنکھوں پر اٹکائے اور ہینڈ بیگ سنبھالتی باہر آ گئی۔ آج آرٹ گیلری میں جس ہستی کے شہ پاروں کی نمائش تھی اسے دیکھنے لوگ پورے ملک سے اُمڈ پڑے تھے۔

''ایم نہال'' کوئی چھوٹا نام نہ تھا۔ ایک نام ور بین الاقوامی سطح کی شہرت کا حامل نام WWL (ورلڈ وائلڈ لائف) کا آفیشل فوٹو گرافر، اسٹل فوٹو گرافی کا ایک بڑا نام اور پاکستان میں اپنی فیلڈ کا ایک اہم ستون اتنی کم عمری میں ایسی کامیابیاں بھلا کہاں ملتی تھیں۔

سننے میں تو یہ آیا تھا کہ اس ایگزیبیشن کے لیے وہ خود پاکستان میں موجود تھا۔ مگر اسے اس اطلاع کے مصدقہ ہونے میں شبہ تھا جبھی آج وہ اسلام آباد میں بہ نفس نفیس موجود تھی۔ ایگزیبیشن میں موجود رش اس بات کا گواہ تھا کہ کامیابی اس کے گھر کی باندی بن چکی تھی۔

وہ ایک تصویر کے سامنے کھڑی بہت دیر تک نظر جمائے کچھ سوچتی رہی۔ ایک خیال ذہن میں جڑ پکڑ رہا تھا اور وہ ایک باعمل لڑکی تھی۔ واپسی پر اس کی عملیت پر غور کرتی ہوئی باہر آ گئی۔

''ایم نہال۔'' کا ای میل ایڈریس اسے بڑی آسانی سے مل گیا تھا۔

واپس لوٹتے ہی وہ کمپیوٹر کے آگے جم گئی۔ اس کی انگلیاں تیزی سے کی بورڈ پر چل رہی تھیں۔ اس نے ایک تفصیلی ای میل اس کے ایڈریس پر سینڈ کی اور طویل سانس لے کر اٹھ گئی۔ اسے کوئی خاص یقین نہ تھا کہ وہ اس ای میل کا جواب دے گا مگر بہر حال امید کی ایک ہلکی سی امید تھی۔

مگر رات جب انشال کمپیوٹر پر مصروف تھا اور وہ کچن میں تب ہی ایک دم وہ اسے زور زور سے پکارنے لگا۔

''بیلا' بیلا! دیکھو تمہارے لیے ای میل آئی ہے۔'' وہ یک دم ہی سب چھوڑ کر بھاگی چلی آئی۔

''کیا؟ کس کی میل ہے؟'' اس نے اندر داخل ہو کر پوچھا۔

''خود دیکھ لو۔'' وہ کمپیوٹر کے آگے دھری چیئر پر سے اٹھ گیا۔

بیلا نے تیزی سے چیئر گھسیٹی اور جلدی جلدی بٹن دبانے لگی اگلے ہی لمحے اس کو جھٹکا لگا۔

میل ایم نہال کی طرف سے تھی۔

''مس بیلا! آپ نے جتنے خوب صورت انداز میں میرے فن کو سراہا ہے وہ یقیناً میرے لیے اعزاز ہے۔ میں

آپ کا شکر گزار ہوں۔"

ایم نہال

بیلا کی نظریں اسکرین پر دوڑ رہی تھیں۔ اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ لکھنا شروع کیا۔

"میں آپ سے بہت کچھ سیکھنا چاہتی ہوں۔ ڈسکس کرنا چاہتی ہوں اور اس کے لیے آپ سے ملنا ضروری ہے۔ کیا آپ مجھے اس شرف سے نوازیں گے۔"

"میں معذرت خواہ ہوں۔ میرا شیڈول بہت ٹف ہے۔" اس کا جواب فوراً آیا تھا۔ بیلا کو کچھ مایوسی ہوئی مگر اس نے تیزی سے جواب لکھا۔

"میں جانتی ہوں آپ ایک بے حد مصروف شخصیت ہیں مگر یقین کیجیے کہ میں آپ کی کوئی عام سی فین نہیں ہوں۔ میں صرف آپ کے فن کی داد نہیں دینا چاہتی بلکہ عملی طور پر آپ سے کچھ حاصل کرنا چاہتی ہوں۔" اس نے لکھا۔

"مجھے اندازہ ہے میرے یونیورسٹی میں کچھ لیکچرز ہیں۔ آپ مجھے ان میں جوائن کرلیجیے۔" اس نے جواباً لکھا۔

بیلا چند لمحے خاموشی سے کچھ سوچتی رہی۔ انشال اس کے نزدیک ہی کھڑا تھا۔

"انشال پلیز تم کچن دیکھ لو۔ مجھے کچھ وقت لگ جائے گا۔" بیلا نے کہا۔ وہ سر ہلاتا ہوا باہر نکل گیا۔

"کیا آپ میرے لیے بالکل وقت نہیں نکال سکتے' کسی بھی دن جب آپ کو لگے کہ آپ آدھا گھنٹہ مجھے دے سکتے ہیں؟" وہ اب جذباتی ہوکر لکھ رہی تھی۔

"آپ اتنا اصرار کرکے مجھے شرمندہ مت کیجیے۔ میں دیکھوں گا۔" اس کا انداز صاف ٹالنے والا تھا۔

بیلا ہونٹ بھینچے اسکرین کو گھورتی رہی۔ پھر تیز تیز بٹن دباتے اس نے بس اتنا ہی لکھا تھا۔

"بہت معذرت کے ساتھ کہہ رہی ہوں کہ میں نے آپ کو روایتی آرٹسٹ سے ہٹ کر سمجھا تھا مگر آپ نے میرا خیال باطل ثابت کردیا۔ اس کے لیے میں آپ کی شکر گزار ہوں۔" اس کا لفظ لفظ ناراضی اور خفگی کا غماز تھا۔

اس نے جواب آنے کا انتظار کیے بغیر کمپیوٹر شٹ ڈاؤن کیا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ جب وہ کچن میں پہنچی تو انشال کھانا ٹیبل پر لگا رہا تھا۔

"ارے تم رہنے دو' میں کرلیتی ہوں۔"

"اٹس او کے اب تو سب ہوگیا آؤ کھانا کھالو' تم بتاؤ کیا کہا انہوں نے؟" وہ پانی کا جگ رکھتے ہوئے پوچھنے لگا۔

"کچھ بھی نہیں۔" وہ مایوسی سے بولی۔

"یہ کیا بات ہوئی؟"

"بس وہی گھسے پٹے بہانے۔"

"وہ ایک مصروف ہستی ہیں بیلا! کم آن' ان کے پاس ٹائم نہیں ہوگا۔" اس کا انداز پچکارنے والا تھا۔

"انہیں میرے لیے ٹائم نکالنا پڑے گا۔" اس کا لہجہ بہت عجیب سا تھا۔

"تو پھر کچھ ایسا کرو جس سے وہ آمادہ ہوجائیں۔" اس نے صاف مضحکہ اڑایا بیلا کے دانت بھنچ گئے۔

"مجھے چیلنج مت کرو' تم مجھے جانتے ہو نا؟"

"تمہیں جانتا ہوں اسی لیے تو کہہ رہا ہوں۔" اس نے بیلا کو مزید بانس پر چڑھایا' بولا۔

"تم جانتی ہو نا کہ وہ اتنے برسوں بعد لوٹے ہیں پاکستان' وہ بھی اپنے کام کے سلسلے میں سو وہ بزی ہوں گے۔"

"چلو پھر دیکھ لیتے ہیں۔"

"کیا کرو گی تم؟"

"تمہیں اس سے کیا؟"

"اچھا۔" وہ ہنسا۔ "پھر مجھے کیسے پتا چلے گا کہ تم ان سے ملی ہو؟"

"بے فکر رہو تمہیں ساتھ لے کر ہی جاؤں گی۔" وہ بولی۔

"اچھا گڈ' یہ ہوئی نا بات' مگر تمہیں کیا لگتا ہے بیلا! انہیں متاثر کرپاؤ گی۔ جانتی ہو نا کہ وہ کون ہیں' کیا ہیں۔" وہ متاثر ہوئے بغیر بولا۔

وہ مسکراتی نظروں سے اسے دیکھتی کھانا نکالنے لگی۔

"یہ بات میں بہت اچھی طرح جانتی ہوں کہ وہ کون ہیں۔ اور تم بھی جانتے ہو۔ اس لیے اب تم انتظار کرو جو میں کروں گی اس کو دیکھنے کا۔" اس نے اطمینان سے کہا۔

"بیلا جو بھی کرو گی پلیز سوچ سمجھ کر کرنا۔" وہ جیسے اب ایم نہال کی خیر کی دعا مانگ رہا تھا۔ اس کے انداز پر بیلا کو ہنسی آگئی۔

"اب ہی تو صحیح وقت آیا ہے۔ اور تم دیکھنا انشال اس بار صرف وہی ہوگا جو میں نے سوچا ہے۔" اس کے لہجے میں ایقان تھا۔

انشال خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔

"آئی وش کہ وہی ہو بیلا! جو تم چاہتی ہو۔" اس نے بیلا کو تسلی دی تھی۔ بیلا اسے دیکھتی رہی یہاں تک کہ اس کی آنکھوں میں نمی آگئی جسے اس نے سر جھکا کر چھپالیا تھا۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

رات ڈھل آئی ہے
موت کی آمد کا پتا
موت کا آغاز
ایک وہ موت جو روز آتی ہے
ہر روز رات ڈھل آنے پر......!!

رات تاریک اور گہری تھی اور قطرہ قطرہ ڈھلتی یہ رات ہر روز کی طرح آج بھی ایک نا ختم ہونے والی اذیت کے ساتھ اس کے تاریک دل پر اتری تھی دو تاریکیوں نے مل کر اسے یوں دبوچا تھا کہ کب اس کی آنکھوں سے خونِ دل قطرہ قطرہ بہنے لگا۔ اسے خبر ہی نہ ہوئی۔

"کیسے بے خبر ہو تم؟ تمہیں احساس ہی نہیں ہے کہ تم نے کسی وجود کو کس بے رحمی سے بھلا دیا ہے اسے زندگی و موت کے درمیان معلق کردیا ہے؟ کیا تمہیں کچھ یاد نہیں بالکل بھی یاد نہیں؟" وہ جیسے لمحہ بہ لمحہ مر رہی تھی۔

"کیوں تمہیں لگتا ہے کہ میں ایک عام سی لڑکی تھی جسے تم نے اپنی ترقی کی راہ میں رکاوٹ سمجھا مجھے یوں دوراہے پر چھوڑ کر خود اتنے سکون میں کیسے ہو تم؟ تمہیں کبھی بھی یاد نہیں آیا کہ کون ہے جو ہر رات تمہارے لیے روتا ہے تمہاری بے رخی اور بے خبری نے جس کی ہر خواہش اور ارمان کو روند ڈالا ہے۔ تمہیں کوئی بھی شرمندگی نہیں ہے؟" وہ بڑبڑا رہی تھی۔

دسمبر کی اس سرد شب میں ٹیرس پر کھڑی وہ کوئی سایہ معلوم ہو رہی تھی۔ پانچویں منزل پر بنے اس اپارٹمنٹ میں صرف وہ دونوں ہی تھے اسے پتا تھا کہ انشال سو رہا تھا ورنہ اگر وہ اسے یوں دیکھ لیتا تو کتنا ڈانٹتا۔

شہر کی روشنیاں بتدریج بجھتی جا رہی تھیں وہ دور نظریں جمائے جانے کون سے افق میں اپنا ستارہ ڈھونڈتی رہی۔ زندگی پہلے کب اتنی آسان تھی۔ مگر اب تو جیسے مزید مشکل ہوتی نظر آرہی تھی۔

اگلی صبح وہ مضمحل اور پژمردہ تھی۔ آفس کے لیے تیار ہوتے انشال نے اسے کتنی بار بغور دیکھا تھا مگر کچھ بولا نہیں ناشتہ کرنے کے بعد وہ جانے لگا مگر پھر رک گیا۔

"ایک بات یاد رکھنا بیلا جہانگیر! تم کمزور نہیں ہو۔" اس کا لہجہ مستحکم اور حوصلہ دینے والا تھا۔ بیلا کی آنکھیں جل اٹھیں۔

"مجھے ڈر لگتا ہے انشال اور یہ ڈر مجھے کمزور کیے دے رہا ہے۔" وہ اپنے آنسوؤں پر بمشکل قابو پارہی تھی۔

"کس بات کا ڈر؟" وہ چونک گیا۔

"رد ہونے کا ڈر۔" وہ کچھ دیر کشمکش کے بعد بولی تھی۔ انشال کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔

"تمہیں کیا لگتا ہے بیلا دس سال بعد پھر سے وہی تاریخ دہرائی جائے گی؟" اس کا لہجہ سلگتا ہوا تھا۔

"ہاں' کیونکہ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے۔" خدشے' خوف اور بے بسی اسے مل کر کمزور کر رہے تھے۔

"نہیں بیلا! اس بار وہ نہیں ہوگا جو دس سال پہلے ہوا تھا۔ اب وقت بدل گیا ہے اور اس کی بساط پر موجود مہرے بھی۔ اس لیے یہ قطعاً مت سوچو کہ اس بار ہار تمہارا مقدر ہوگی۔ اگر تم ہار گئیں تو جیت اس کے حصے میں بھی نہیں آئے گی۔" اس کا انداز فیصلہ کن تھا۔

"ہاں کم از کم اس بار جیت اس کے حصے میں نہیں آئے گی۔" بیلا کی مٹھیاں بھینچ گئی تھیں۔

"دیٹس دا اسپرٹ۔" انشال نے اس کا سر تھپکا اور باہر کی سمت قدم بڑھا دیے۔ اس کے جانے کے بعد وہ گھر سمیٹنے میں مشغول ہوگئی۔ خود ناشتا لے کر وہ لاؤنج میں آ گئی۔ چائے پیتے ہوئے اس نے ٹی وی آن کرلیا اور اسکرین پر دیکھتے ہی اسے لگا کسی نے اس کا دل بھینچ لیا ہو۔ ایک نجی چینل سے ایم نہال کے فن پاروں کی نمائش پر ایک تفصیلی رپورٹ دکھائی جا رہی تھی۔

کچھ دیر بعد اس نے خالی کپ ٹیبل پر رکھا اور کچھ سوچتی ہوئی بیڈ روم کی طرف بڑھ گئی۔ کمپیوٹر کے آگے بیٹھ کر اس نے پھر سے ایک ای میل لکھی اور اس کو ارسال کردی۔ اس نے بظاہر ایک سادہ اور عام سا سوال لکھا تھا۔

"میں آپ سے ملنا چاہتی ہوں۔ وقت اور جگہ کا تعین آپ پر چھوڑتی ہوں مگر یقین کیجیے اس بار آپ کا انکار بالکل نہیں سنوں گی۔"

اس کے بعد وقتاً فوقتاً وہ سارا دن اپنا میل باکس چیک کرتی رہی مگر اس کا جواب نہیں آیا۔ رات آٹھ بجے کے قریب اس کا جواب آیا تھا۔ شاید وہ اسی وقت اپنا میل باکس چیک کرتا تھا۔

"دیکھیے خاتون! میں آپ سے عرض کر چکا ہوں کہ میں مصروف بہت ہوں لیکن اصل بات یہ ہے کہ میں خواتین سے ملنا پسند نہیں کرتا۔" کیسا صفا چٹ انکار تھا۔ بیلا کی تیوری چڑھ گئی۔

"یونیورسٹی میں اپنے لیکچرز کی ڈیٹیل اور ٹائمنگ بتا دیجیے۔" اس نے لکھا۔

"اوکے۔" اس کے ساتھ ہی اس نے دیگر تفصیلات لکھ دی تھیں۔ بیلا پڑھ کر اچھل گئی۔ اس کا پہلا لیکچر کل تھا۔ وہ بے صبری سے انشال کا انتظار کرنے لگی۔ وہ اس کے ساتھ سب کچھ ڈسکس کرنا چاہتی تھی اور سب سے بڑھ کر کل ہونے والے لیکچر پر مکمل معلومات آخر اسے ایم نہال کو متاثر کرنا تھا۔

❋ ...... ❋ ...... ❋
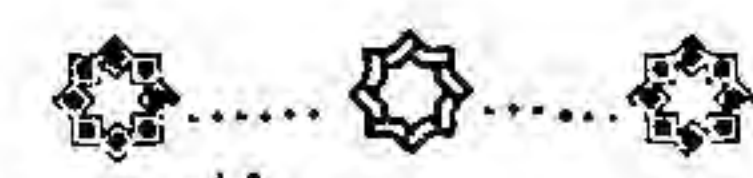
لیکچر ہال میں پن ڈراپ سائلنس تھا۔ وہ ڈائس پر کھڑا تھا اور اس کی بھاری اور گونج دار آواز پورے ہال میں چھائی ہوئی تھی۔ بیلا کی نظریں اس پر جمی ہوئی تھیں۔

بلیک پینٹ اور لائٹ گرے شرٹ میں خوب صورت ٹائی باندھے اپنی طویل القامتی کے ساتھ وہ واقعی دیکھنے کی چیز لگ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں بڑی روشن تھیں اور اسٹائلش سنہرے بال اس سے بڑھ کر خوب صورت لگ رہے تھے۔ بلاشبہ وہ ایک چھا جانے والی خوب صورت اور پرتاثر شخصیت کا حامل تھا اور اس پر مستزاد اس کے نام کے آگے لگی ڈگریوں کی ایک قطار اور کارناموں کی ایک طویل فہرست جو تھی۔ وہ لوگوں کو متاثر نہیں کرتا تھا بلکہ متاثر ہونے پر مجبور کر دیتا تھا۔

بیلا اسے دیکھ رہی تھی اور اس کا دل کسی بیل ہی کی صورت اس کے قدموں میں لپٹتا جا رہا تھا۔

جس دن مجھے اس سے محبت ہوئی تھی
شاید اس دن میں پہلی دفعہ مر گیا تھا
میرے اندر خود مجھ سے زیادہ وہ زندہ ہوگیا تھا
پھر میں اسے کچھ نہ بتاسکا اور دوسری دفعہ مر گیا
ہم اکثر مر جاتے ہیں
جب کوئی ہماری "میں" کو مارتا ہے
انا کو گرا کر اس کے سینے پر چڑھ کر کھڑا ہو جاتا ہے

اس کے لبوں سے سانس ایک آہ کی صورت نکلا تھا۔ دل کی بند فصیل ایک عرصے بعد جیسے ڈھے گئی تھی اور اس کے ملبے تلے دبا دل آہوں میں ڈوب گیا تھا۔

لیکچر ختم کرنے کے بعد وہ ہال سے نکلا تو اس کے گرد طالب علموں کی لمبی قطار تھی۔ بیلا ایک طرف کھڑی خاموشی سے اسے بھیڑ میں گھرا دیکھتی رہی۔ جب وہ پارکنگ تک پہنچا تو یہ بھیڑ منتشر ہوچکی تھی۔ وہ گلاسز چڑھائے آگے بڑھا اور گاڑی کا دروازہ کھولنے لگا۔

"ہیلو سر۔" بیلا نے کہا۔ وہ چونک کر متوجہ ہوا۔

"بیلا جہانگیر۔" اس نے آہستہ سے ہاتھ آگے بڑھایا۔ جس کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ یقیناً وہ پہچان گیا تھا کہ یہ وہی لڑکی تھی جو کافی دنوں سے اسے میلز کر رہی تھی۔ اس نے آہستہ سے ہاتھ ملایا اور گلاسز اتار کر بالوں میں اٹکا لیے۔

"کیسے ہیں آپ؟" اس نے ہاتھ سینے پر باندھ لیے تھے۔

"میں ٹھیک ہوں آپ سنائیں۔" سوال غالباً مروت میں پوچھا گیا تھا۔ جس کا جواب بیلا نے دیا اور اگلا سوال داغ دیا۔

"مصروف تو نہیں ہیں آپ؟" اس کا لہجہ تیکھا تھا۔

نہال کے لبوں کے گوشوں میں ہلکی سی مسکراہٹ نے پل بھر کو جھلک دکھلائی تھی۔

"نہیں میں مصروف نہیں ہوں کہیے۔" اس کا ہاتھ بدستور گاڑی کے ادھ کھلے دروازے پر تھا۔

"اس سچویشن میں یہاں کھڑے کھڑے..... نو وے میں یہاں آپ سے کوئی بات نہیں کرسکتی۔" بیلا نے اِدھر اُدھر دیکھ کر اپنی ننھی سی ناک چڑھائی۔ جسے نہال نے بڑی دلچسپی سے دیکھا تھا۔ ریڈ کارڈیگن اور بلیو جینز میں سر کو اسکارف میں لپیٹے وہ ایک اسٹائلش اور چارمنگ لڑکی تھی۔

"چلیں پھر وقت تو ہے میرے پاس جگہ کا تعین آپ کرلیں۔" وہ مسکرا کر بولا۔

"آپ کے پاس واقعی وقت ہے نا؟" وہ مشکوک سا ہو کر پوچھ رہی تھی۔ نہال کو ہنسی آ گئی کیا لڑکی تھی۔

"جی محترمہ جب میں آپ سے کہہ رہا ہوں تو اس کا مطلب ہے کہ واقعی وقت ہے۔" اس کے کہنے پر وہ چند لمحے خاموش رہی۔

"ٹھیک ہے پھر لنچ پر چلتے ہیں۔" اس نے بڑی سہولت سے کہا۔ وہ شش و پنج میں پڑ گیا۔

"دیکھیے اب آپ انکار نہیں کرسکتے آپ ہامی بھر چکے ہیں۔ چلیے آپ اپنی گاڑی میں آجائیے وہ میری گاڑی ہے آپ بس اسے فالو کرتے رہیے گا اور یقین رکھیے کہ اس لنچ کو آپ ہمیشہ یاد رکھیں گے۔" وہ بات کے اختتام پر آہستہ سے ہنسی۔

نہال ٹھٹکا تھا۔ بیلا کے ہنسنے کا انداز بہت منفرد تھا۔ سر پیچھے گرا کر ہنستی ہوئی وہ اس لمحے بہت دلکش لگی تھی جبکہ اس کا ننھا سا دہانہ تھوڑا سا کھل گیا تھا اور دونوں گالوں پر پڑتے ننھے ننھے گڑھے بے حد خوب صورت تھے۔ جو پل بھر کو اپنی جھلک دکھلا کر غائب ہوگئے تھے۔

اب وہ اپنی گاڑی کی طرف بڑھ رہی تھی۔ اس نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا تو نہال چونک گیا۔ وہ یقیناً اپنے شوفر کے ساتھ آئی تھی۔ اس نے توصیفی انداز میں سر ہلایا اور خود بھی ڈرائیونگ سیٹ پر آ گیا۔

کچھ دیر بعد وہ دونوں ایک لنچ روم میں موجود تھے۔ اپنی اپنی پسند کا لنچ آرڈر کرنے کے بعد بیلا ٹھوڑی کے نیچے بند مٹھی جما کر اسے دیکھنے لگی۔ وہ حیران سا ہوا۔

"بیلا صاحبہ پوچھیے کیا پوچھنا چاہتی ہیں آپ؟" اس نے ہموار لہجے میں کہہ کر اسے متوجہ کیا۔

"بیلا صاحبہ..... صاحبہ.....!" وہ دہرا کر محظوظ ہوتی ہوئی ہنس دی۔ وہی اس کا سر پیچھے گرا کر ہنسنے کا خوب صورت انداز۔ نہال خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔

"کیا ہوا؟"

"کیا آپ مجھے اتنا بوڑھا تصور کرتے ہیں کہ اس طرح مخاطب کر رہے ہیں؟ اور اگر یہ احترام کا کوئی انداز ہے تو پلیز مجھے اتنے بھاری بھرکم انداز میں مخاطب مت کریں۔"

"دیکھیے' آپ کا اور میرا رشتا کیا ہے جو میں آپ سے بے تکلفی سے بات کروں؟ صرف ایک دو ملاقاتوں کے بعد شاید ہم کبھی نہ ملیں تو اس کا فائدہ؟" اس کا انداز سپاٹ تھا۔

بیلا کا رنگ پھیکا پڑ گیا۔

"آپ سے ایک بات پوچھوں؟" وہ آہستگی سے بولی۔

"جی پوچھیے۔"

"ان کامیابیوں کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے؟"

"میرا اپنا۔" وہ بلاتوقف بولا۔

''اچھا۔'' وہ پھر سے ہنسی۔
''چلیں یہ بتائیں کہ آپ ''ایم نہال'' کیوں لکھتے ہیں؟''
''میرا پورا نام میر نہال احمد ہے تو یہ Abriviation یوز کرتا ہوں۔''
''آپ پاکستان میں کیوں نہیں رہتے؟''
''آپ مجھ سے لیکچر ڈسکس کرنے آئی ہیں یا میرا انٹرویو لینے؟'' وہ اس بار قدرے روکھے لہجے میں بولا تھا۔
بیلا خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔
''ایک سوال پوچھوں؟''
''پوچھ لیں مگر پرسنل نہیں۔'' اس نے صاف گوئی سے کہا۔ وہ چند لمحے خاموش رہی۔
''آپ کو کیا لگتا ہے محبت اور انا میں سے کون زیادہ طاقتور ہے؟'' بڑا انوکیلا اور چونکا دینے والا سوال تھا اس کا۔
وہ ایک بار پھر ٹھٹکا تھا۔ یہ لڑکی واقعتاً اسے چونکا دینے میں کامیاب رہی تھی۔
''انا۔''
''وہ کیسے؟''
''بحیثیت ایک مرد میں آپ پر واضح کردوں کہ میں قطعاً نہیں یہ مان سکتا کہ محبت بالاتر ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ محبت آپ کی انا کے قلعے کو مسمار کرکے آئے اور فتح کا جھنڈا گاڑ لے۔'' وہ دوٹوک بولا۔
''آپ محبت کو کمزور تصور کرتے ہیں؟'' وہ حیران تھی۔
''نہیں میں انا کو طاقتور تصور کرتا ہوں۔'' وہ خوب صورتی سے بات بدل گیا۔
اس کے بعد بیلا نے مزید کوئی سوال نہ کیا۔ ویٹر نے لنچ سرو کردیا وہ دونوں کھانے میں مصروف ہوگئے اس دوران وہ اس سے لیکچر کے کچھ پوائنٹس ڈسکس کرتی رہی۔ وہ اسے جواب دیتا رہا۔ بلاشبہ وہ ایک ذہین لڑکی تھی اور اسے اس شعبہ کی تمام معلومات بھی تھیں جو کہ اس کی باتوں سے ہی ظاہر تھا۔
''آپ صرف نیچر کو ہی کیوں کیپچر کرتے ہیں؟''
''اس کا سمپل جواب تو یہی ہوسکتا ہے کہ آئی لو نیچر۔ مگر سچ یہی ہے کہ مجھے نیچر کو کیپچر کرنا اچھا لگتا ہے۔ ہم سب کو ایک خاص ٹیلنٹ کے ساتھ اس دنیا میں بھیجا جاتا ہے اور جو کام کوئی ایک شخص بہتر طور پر کرسکتا ہے اسے یقیناً وہی کرنا چاہیے۔''
''فوٹو گرافی آپ کا شوق ہے۔''
''نہیں، جنون ہے۔'' وہ مسکرایا تھا۔
''آپ نے فوٹو گرافی کے ہی کسی اور شعبہ میں طبع آزمائی نہیں کی؟''
''بالکل کی ہے دیکھیں اسٹل فوٹو گرافی میں بہت زیادہ اسکوپ ہے آپ ٹرائی کرسکتے ہیں میں نے بھی کیا مگر مجھے Satisfaction نہیں ملی۔ مجھے صرف نیچر کی فوٹو گرافی میں ملی۔ سو اسی لیے میں یہاں تک محدود ہوں۔''
''میں نے سنا ہے کہ آپ کوئی کتاب بھی لکھ رہے ہیں۔''
''لکھ چکا ہوں جلد ہی لانچ ہوجائے گی۔''
''دیٹس گڈ۔ آپ کے گھر والے تو آپ کی کامیابیوں سے بہت خوش ہوں گے۔'' اس نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے غیر محسوس انداز میں اس کے گھر والوں کو درمیان میں گھسیٹا تھا۔ وہ چمچ منہ تک لاتے لاتے رک گیا۔
''نہیں۔'' اس نے ایک لفظی جواب دیا۔
''کیوں؟'' وہ جی بھر کے حیران ہوئی۔
''میرے گھر میں کوئی نہیں ہے۔'' اس نے بتایا۔
''اوہ سوری۔'' وہ شرمندہ ہوگئی۔
''نو اٹس اوکے۔''
''آپ نے شادی نہیں کی؟'' وہ کچھ جھجک کر بولی۔
''اگر میں اس کا جواب نہ دینا چاہوں تو؟''
''تو کوئی بات نہیں ہم کوئی اور بات کرلیتے ہیں۔'' وہ فوراً بولی۔
''دیٹس گڈ۔''

''اب لنچ تو ہوگیا مجھے یہ بتایئے کہ ہم دوبارہ کب مل رہے ہیں؟'' وہ بے تکلفی سے بولی۔
''دیکھیں کچھ کہا نہیں جاسکتا۔'' وہ بڑے سکون سے بولا۔ بیلا کو اس بات کی توقع تھی۔
''آپ ٹالیے مت ٹائم کا مسئلہ ہم خود حل کرلیں گے۔'' وہ شاہانہ انداز میں بولی۔
''وہ کیسے؟'' وہ مسکرایا تھا۔
''وہ ایسے کہ آپ مجھے اپنا سیل نمبر دے دیں اور میں آپ کو ٹیکسٹ کرکر کے پوچھ لیا کروں گی کہ آپ فری ہیں یا نہیں اور ایسے بھی کہ آپ کو آنے کی زحمت نہیں کرنا پڑے گی میں آپ کے پاس خود آجاؤں گی۔'' وہ تیز تیز بولتی گئی۔
وہ خود کو ہنسنے سے روک نہ سکا۔ یہ لڑکی دلچسپ ہی نہیں بااعتماد بھی تھی۔
''چلیے ٹھیک ہے ایسا ہی کرلیتے ہیں۔'' وہ فراخ دلی سے اسے اپنا کارڈ دیتے ہوئے بولا تھا۔
وہ ہنس دی۔
''میں آپ کی شکر گزار ہوں میر نہال! باوجود اس کے کہ آپ خواتین سے ملنا پسند نہیں کرتے آپ نے مجھ سے ملنے کے لیے وقت نکالا۔'' وہ شرارت سے بولی تھی۔
نہال بھی ہنسا تھا۔ ویٹر کے آنے پر وہ بل پے کرنے لگا۔
''دیکھیے بل مجھے پے کرنے دیجیے یہ لنچ میری طرف سے تھا۔'' وہ احتجاجاً بولی تھی۔
''اصل میں مس بیلا بات یہ ہے کہ میں دس سال نیویارک میں گزارنے کے باوجود بھی اندر سے ایک مشرقی مرد ہوں۔ میں بالکل پسند نہیں کرتا کہ کوئی خاتون میرا بل پے کرے۔'' اس نے کہا۔
''خاتون یا ایک خوب صورت لڑکی؟'' وہ اٹھتے ہوئے اسے چھیڑ رہی تھی۔
''جی بالکل ایک خوب صورت لڑکی۔''
''پھر تو آئندہ مجھے آپ کے پاس آتے ہوئے کھانا کھا کر آنا چاہیے۔''
''وہ کیوں؟''
''بھئی آپ خواتین سے ملنا پسند نہیں کرتے ان کا بل پے کرنا پسند نہیں کرتے تو انہیں کھانا کھلانا بھی پسند نہیں کرتے ہوں گے نا؟'' وہ اس کی لوجک پر کھلکھلا کر ہنسا تھا۔
''آپ سے مل کر اچھا لگا۔''
''ارے نہال صاحب پلیز مجھے خوش فہمیوں میں مبتلا مت کیجیے آپ کہاں ملنے پر آمادہ تھے وہ تو میں نے زبردستی کی۔'' وہ اسے یاد دلا رہی تھی۔
وہ سر ہلاتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔
''یہاں کا لنچ اچھا تھا۔ میں جب تک یہاں ہوں کوشش کروں گا کہ اس ریستوران کا دوبارہ وزٹ کرسکوں۔'' وہ بات بدل گیا۔
''اور مجھے بلانے کی کوشش بھی کریجیے گا۔'' وہ پھر سے ہنسی تھی۔
''ویسے آپ کب تک ہیں پاکستان میں؟''
''ایک ماہ کا وزٹ ہے میرا۔''
''اس کے بعد آپ چلے جائیں گے۔'' اس کے لہجے میں کچھ ایسا تھا کہ وہ گاڑی کا دروازہ کھولتا ٹھٹک گیا تھا۔
اس کی طرف دیکھتا وہ چند لمحے اس کے چہرے پر کچھ کھوجتا رہا پھر سر جھٹک کر بولا تھا۔
''اوکے۔''
''اللہ حافظ۔'' بیلا نے آہستگی سے کہا۔
اس نے سر کو خم دیا تھا گاڑی اسٹارٹ کرکے وہاں سے نکل گیا۔ وہ کچھ دیر وہیں کھڑی رہی پھر سر جھٹک کر اپنی گاڑی کی طرف بڑھی تھی۔

❁......❁......❁

اس سے تین بار تفصیل جان لینے کے باوجود انشال بے یقین تھا۔
''انہوں نے تم سے اتنی باتیں کیں وہ بھی اتنی بے تکلفی سے۔''

''ہاں۔''
''میں نہیں مان سکتا۔''
''تو مت مانو۔'' وہ بے نیازی سے شانے اچکا کر بولی تھی۔
''وہ کافی بدل گئے ہیں۔'' انشال نے کہا۔
''ہاں بہت۔'' وہ سوفے پر نیم دراز تھی جبکہ انشال کارپٹ پر بیٹھا تھا۔
''ویسے میں حیران ہوں بیلا کہ تم نے میرے ساتھ کیا کیا ہے؟'' وہ اس بار قدرے دکھ سے بولا۔
''کیا کیا ہے؟'' وہ چونکی۔
''تم ڈیڑھ گھنٹے تک ان کے ساتھ لنچ میں مصروف رہیں اور تم سے اتنا نہ ہوسکا کہ مجھے بھی اندر بلالو۔''
وہ اس کے دکھی انداز پر ہنس دی۔
''بالکل نہیں یاد رہا' تم خود آ جاتے نا۔''
''کیسے آ تا میں؟ مجھے تو مزے سے شوفر بنا کر خود ان کے ساتھ چلی گئی تھیں تم۔''
''بھئی سمجھو' نا کہ ان پر رعب بھی ڈالنا تھا۔''
''اپنی امارت کا؟'' انشال نے مذاق اڑایا۔
''ہاں' بالکل۔'' وہ ہچکچائے بغیر بولی۔
اس بار دونوں ہنسے تھے۔
''انشال مجھے ممی پاپا بہت یاد آ رہے ہیں۔'' وہ کچھ دیر بعد افسردگی سے بولی۔
''ہاں یاد تو مجھے بھی آ رہے ہیں۔''
''تو پھر آ ؤ انہیں فون کرتے ہیں۔'' وہ جوش سے اٹھ بیٹھی۔
''ہاں یہ ٹھیک ہے میں کال ملاتا ہوں تب تک تم کافی بناؤ۔'' وہ فون نکال کر بولا۔
''نہیں کافی نہیں بہت ٹائم لگ جائے گا۔'' وہ منہ بسور کر بولی۔
''اوہو بیلا جاؤ بھی میں کال ملا رہا ہوں نا۔'' اس نے ضد کی۔ وہ چند لمحے اسے دیکھتی رہی منہ پھلا کر اٹھی اور کچن کی طرف بڑھ گئی۔ جلدی جلدی وہ کافی بنا کے لوٹی تو انشال ممی سے بات کر رہا تھا۔
''ہاں' ممی پورا خیال رکھتا ہوں آپ کی لاڈلی کا۔'' وہ یقین دلا رہا تھا۔ بیلا نے کافی کا مگ اس کے نزدیک رکھا اور فون اس سے لے کر اسپیکر آن کر دیا۔
''السلام علیکم ممی کیسی ہیں آپ؟'' وہ بولی۔
''میں ٹھیک ہوں میری جان تم کیسی ہو؟ اسلام آباد پسند آیا۔'' وہ محبت سے پوچھ رہی تھیں۔
''جی ممی! میں ٹھیک ہوں اسلام آباد پسند آیا ہے مجھے اور اسلام آباد والے بھی۔'' وہ ہنس دی تھی۔
''انشال تمہیں تنگ تو نہیں کرتا؟''
''ارے نہیں ممی اس بے چارے کی بھلا کیا مجال کہ مجھے تنگ کر سکے۔ آپ میرے مزاج سے تو واقف ہی ہیں۔'' وہ اکڑ کر بول رہی تھی۔
انشال نے دانت کچکچا کر اسے دیکھا۔
''اور کیا ممی! آپ جانتی تو ہیں اس کے دہشت گردانہ مزاج کو۔'' انشال نے بھی بدلہ چکایا۔
ممی ہنس دیں۔
''ارے نہیں انشال میری بیٹی تو بہت پیاری ہے۔''
''جی پتا ہے مجھے بس بیٹا ہی پیارا نہیں ہے۔'' انشال نے ناراضی سے کہا۔
''مجھے تو دونوں ہی عزیز ہو بھئی۔'' ممی نے محبت سے کہا۔
''ممی آپ کو پتا ہے یہ انشال مجھے ڈانٹتا ہے اور کھانا بھی مجھ سے پکواتا ہے اور پتا ہے غصے سے گھور بھی رہا ہے۔'' وہ انشال کو دیکھتی جیسے تجزیاتی رپورٹ جاری کر رہی تھی۔ اس بار وہ ہنس پڑا۔
''ارے بھئی بس کرو تم دونوں ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچنا۔ یہ بتاؤ اسلام آباد میں ٹھنڈ کیسی ہے؟''
''بہت زیادہ سردی ہے ممی! اس قدر سخت سردی میں لوگ ریستورانوں میں لنچ کرتے پھرتے ہیں اور ہمیں باہر کار میں شوفر کی حیثیت سے بٹھا دیا جاتا ہے۔'' انشال نے دہائی دی تھی۔

بیلا نے غصے سے اسے گھورا اور زور سے اسے مکا مارا وہ کراہ کر رہ گیا۔ دوسری طرف ممی بھی سمجھ چکی تھیں۔
''کیوں بھئی؟ کیوں بنایا تم نے میرے بیٹے کو شوفر؟''
''ممی! سمجھیں نا میں اپنی دوست کے ساتھ تھی تو ایسے میں انشال کو ساتھ کیسے لے جاتی۔'' اس نے عذر دیا۔
''اچھا پھر ٹھیک ہے یہ بتاؤ دل لگ گیا نا؟''
''جی ممی بہت اچھی طرح سے۔'' وہ چہکی تھی۔
جبکہ انشال کی ہنسی اور معنی خیز کھانسی نے اسے کھسیانا کر دیا۔
''ممی' پاپا کیسے ہیں؟'
''وہ بھی ٹھیک ہیں۔''
''اچھا ٹھیک ہے ممی پھر بات ہوگی۔'' ''اوکے ممی۔'' اس نے الوداعی کلمات کہتے ہوئے فون رکھ دیا۔
''ہاں تو کیا کہہ رہے تھے تم؟'' وہ آستینیں چڑھاتی اس کی طرف لپکی۔
''میں نے کیا کہا کہہ تو تم رہی تھیں کہ دل لگ گیا ممی بہت اچھے سے۔'' وہ اس کی طرح آواز بنا کر بولا۔
''شرم کرو اب تم مجھ پر طنز کرو گے۔'' اس کے کہنے پر وہ دل کھول کر ہنسا تھا۔
''اچھا یہ بتاؤ کہ میر نہال کب تک ہیں پاکستان میں۔''
''ایک ماہ تک۔''
''اوہ' وقت تو کم ہے بیلا اور ٹارگٹ بہت ٹف۔''
''ٹارگٹ ٹف ہو یا ایزی اسے اچیو تو کرنا پڑتا ہے انشال اور اس مشن میں تو میرا خون جگر شامل ہے میں ہار نہیں مانوں گی۔'' وہ مضبوط لہجے میں بولی تھی۔
''میں بھی یہی چاہتا ہوں۔'' اس نے بیلا کا شانہ تھپکا تھا۔
''میں اسے بتا کر رہوں گی کہ بیلا جہانگیر کیا ہے جسے اس نے فراموش کرنے کی جرأت کی تھی۔'' اس کے لہجے میں ایک زہریلی سرسراہٹ تھی۔ انشال پرسوچ انداز میں اسے دیکھتا رہا تھا۔ وہ بیڈروم کی سمت بڑھ گئی تھی۔

ایک اور سرد رات اس کے مقابل تھی۔ جس میں یادوں کی راجدھانی تھی' غم کا بسیرا تھا اور بے بسی کا ایک بے کراں احساس تھا۔ وہ دیر تک جاگتی رہی۔ آج اسے مل کر آئی تھی' نیند آنکھوں میں کہاں سے اترتی......؟

اے دسمبر تیری یخ بستگی میں
کیوں طلب اس کی منجمد نہیں ہوتی

وہ بے یقین تھی۔ ذہن میں بار بار اس کی باتوں کو دہرا کر خود کو یقین دلا رہی تھی۔ ہاتھ میں تھما اس کا کارڈ ہاتھ کی گرمی میں گیلا ہو رہا تھا اور وہ بے خبر تھی۔ وہ سوچ رہی تھی اور حیران ہو رہی تھی کہ وہ کس قدر انجان تھا۔ وہ بیلا جہانگیر کو پہچان نہیں پایا تھا۔ اس کا تو یہی مطلب تھا کہ وہ بیلا جہانگیر کو بھول چکا تھا۔ نہیں جانتا تھا کہ وہ اس کا قرض دار تھا اور قرض بھی ایسا جس کو ادا کیے بغیر وہ اپنی جان نہیں چھڑا سکتا تھا۔ یہی سوچتے ہوئے وہ نیند کی وادیوں میں اتر گئی تھی۔
صبح اس کی آنکھ کھلی تو سات بج چکے تھے۔ اس نے جلدی سے سیل فون گھسیٹا اور ایک خوب صورت سا گڈ مارننگ کا میسج لکھ کر نہال کے نمبر پر سینڈ کر دیا تھا۔ اس کے بعد وہ فریش ہو کر باہر آئی تو انشال اخبار کے ساتھ چائے انجوائے کر رہا تھا۔
''گڈ مارننگ۔'' اس نے کہا اور اس کے مقابل بیٹھ گئی۔
''گڈ مارننگ بیلا!'' اس نے مسکرا کر کہا اور اخبار ٹیبل پر دھر دیا۔
''کیا پروگرام ہے آج کا؟''
''کچھ خاص نہیں۔ البتہ اگر تم اپنا اسلام آباد دکھانے کے موڈ میں ہو تو میں انکار نہیں کروں گی۔'' وہ شرارت سے کہہ رہی تھی۔
''چلو' یہ بھی ٹھیک ہے آج گھومتے ہیں اور تمہیں شاپنگ کرواتے ہیں۔'' وہ فراخ دلی سے بولا۔
بیلا خوشی خوشی اٹھی اور ناشتا بنانے چلی گئی۔ دس بجے تک وہ سب کچھ کر کے تیار تھی۔ جب سیل دیکھا تو نہال

کی طرف سے ابھی تک کوئی جواب نہ آیا تھا۔ اس نے افسردگی سے سیل کی تاریک اسکرین کو گھورا اور ایک ٹیکسٹ لکھ کر اس کے نمبر پر سینڈ کر دیا۔

عجیب لوگوں کا بسیرا ہے تیرے شہر میں ساغر
انا میں مٹ جاتے ہیں مگر یاد نہیں کرتے
بیلا جہانگیر

دو منٹ بعد ہی نہال کی کال آ گئی۔ وہ خوش گوار حیرت میں مبتلا ہو کر سیل کو دیکھے گئی۔ پھر اس نے کال پک کرلی۔

''السلام علیکم کیسے ہیں آپ؟'' کیسی چہکتی ہوئی آواز تھی اس کی۔

''وعلیکم السلام میں ٹھیک ہوں۔ صبح بخیر۔'' وہ ٹھنڈے اور پرسکون لہجے میں بولا۔

''صبح بخیر آپ تو میسج کا جواب ہی نہیں دیتے۔'' بیلا نے فٹ سے شکوہ داغا۔

''میں سو رہا تھا۔''

ارے آپ اب اٹھے ہیں اس کا مطلب کہ رات کو لیٹ سوئے تھے اور اگر لیٹ سوئے تھے تو اس کا مطلب کہ کہیں مصروف تھے اور اگر کہیں مصروف تھے تو آخر وہ کون سی مصروفیت تھی جو آپ کی نیند کی راہ میں رکاوٹ بن گئی؟'' وہ ایف 16 کی رفتار سے بول رہی تھی۔

وہ حیران تھا۔ کیسی لڑکی تھی وہ؟ کتنی منہ زور کشش تھی اس میں۔ پہاڑی چشموں کی سی روانی تھی اس میں؟ اپنا راستا خود بنانے والی۔

''ہاں میٹنگ میں تھا۔'' وہ آہستہ سے بولا۔

''اچھا یہ بتائیں اسلام آباد گھومنے کے بارے میں کیا خیال ہے۔''

''سوری میں تو بزی ہوں آج۔''

''اف اوہ...... یہ کیا بات ہوئی دوستوں کے لیے تو وقت نکالنا پڑتا ہے نا۔'' وہ دھونس سے بولی۔

''کیا ہم دوست ہیں؟'' نہال کا لہجہ سادہ تھا۔ وہ ٹھٹک گئی۔

''ظاہر ہے۔'' وہ تیزی سے بولی۔

''تو پھر آپ کو میرا پرابلم سمجھنا چاہیے نا۔''

''پھر آپ...... پلیز نہال مجھے یہ لفظ بہت بوجھل لگتا ہے کیا آپ اسے چھوڑ نہیں سکتے؟'' وہ التجائیہ انداز میں بولی تھی۔ وہ چند لمحے خاموش رہا۔

''چلیں ٹھیک ہے چھوڑ دیتا ہوں مگر پھر تم مجھے انسسٹ نہیں کروگی۔'' وہ بولا۔

''اچھا۔'' اسے کچھ مایوسی ہوئی۔

''چلیں آپ یہ بتائیں دوبارہ کب مل رہے ہیں؟'' وہ آس سے بولی۔

وہ چپ رہا پتا نہیں یہ لڑکی بے تکلفی کی ساری حدیں ایک ساتھ ہی کیوں پار کرلینا چاہتی تھی؟ اس کا لہجہ اتنا سادہ تھا کہ وہ کچھ اخذ کرنے سے ناکام رہا تھا۔

''ضرور کیوں نہیں؟'' وہ کچھ اور کہہ نہ سکا۔

''ویری گڈ کب اور کہاں؟'' وہ پھر سے چہک اٹھی۔ لہجے کی اس تبدیلی کو نہال نے بڑی شدت سے محسوس کیا تھا۔

''جہاں تم بلاؤ۔'' وہ بے ساختہ بولا۔

''ارے اتنی کمال مہربانی زہے نصیب مجھے تو یقین نہیں ہو رہا۔'' وہ کھلکھلا کر ہنس رہی تھی۔

نہال کے ذہن میں اس کے ہنسنے کا خوب صورت انداز ری کال ہوا تھا۔

''کیا تمہارے نزدیک میں اتنا سخت دل ہوں۔'' وہ پوچھ بیٹھا۔

''بالکل نہیں ٹھیک ہے پھر میں آپ کو اپنے گھر بلاؤں گی آپ آئیں گے نا؟''

''ہاں کیوں نہیں۔'' اس نے یقین دلایا۔

''تھینک یو سو مچ۔'' وہ ایک بار پھر سے ہنس دی۔

''چلو ٹھیک ہے بیلا اوکے۔'' وہ فون بند کرنے والا تھا۔

''اپنا خیال رکھیے گا۔'' وہ شہد آگیں لہجے میں بولی تھی۔

''تھینک یو۔'' اس نے فون بند کر دیا۔

بیلا خاموشی سے اسکرین کو دیکھتی رہی۔ اس کی نظریں پرسوچ انداز میں کہیں ساکن تھیں۔

سب کچھ اس کی توقعات کے عین مطابق ہو رہا تھا۔ یہی تو چاہتی تھی وہ۔

۞...... ۞...... ۞

صرف ایک ہفتہ ہی تو لگا تھا اور وہ دونوں ایک دوسرے سے یوں بے تکلف ہو گئے تھے کہ جیسے صدیوں سے شناسا ہوں۔ اس میں بہت بڑا ہاتھ بیلا کا تھا۔ اس کی طبیعت ضدی اور اپنا آپ منوانے والی تھی جبھی شروع شروع میں تو نہال نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی بات مان لیتا مگر رفتہ رفتہ وہ اس کا عادی ہو گیا۔ وہ صرف خوب صورت ہی نہیں تھی ذہین بھی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ اسٹائلش و ماڈرن ہونا جیسے پلس پوائنٹس بھی اس کے پاس تھے۔ وہ دونوں اکثر ملتے کبھی پارک کبھی کسی کافی شاپ تو کبھی کسی ریستوران میں مگر ابھی تک دونوں ایک دوسرے کے گھر نہ گئے تھے۔

وہ بھی ایک خوب صورت صبح تھی۔ جب اس نے نہال کو گڈ مارننگ کا میسج کیا جواباً ہمیشہ کی طرح اس کی کال آ گئی۔

''صبح بخیر زندگی۔'' وہ مدہم آواز میں بولا تھا۔

''اچھا مجھے یہ بتائیں آپ ٹیکسٹ کا جواب دینے کے بجائے کال کیوں کر لیتے ہیں؟'' اس نے تیکھے لہجے میں پوچھا۔

''میں میسج لکھنے سے بہت الرجک ہوں بیلا! سمجھو نا۔'' وہ مسکرا کر کہہ رہا تھا۔

''اچھا جناب سمجھ لیتی ہوں۔ آپ کا کیا پروگرام ہے یاد ہے نا آپ کو؟ آج آپ ہمارے گھر آ رہے ہیں۔''

''یہ بھی کوئی بھولنے والی بات ہے؟'' وہ ہنسا۔

''چلیں ٹھیک ہے پھر ناشتا آپ میرے ساتھ کریں گے اوکے۔'' اس نے کہا اور فون بند کر دیا۔

ناشتے کی میز پر آج انشال تنہا تھا اور وہ اسے تفصیل بتا رہی تھی۔

غزل

مجھے اور کہیں لے چل وصی
جہاں رات کبھی سوئی نا ہو
جہاں صبح کسی پر روئی نا ہو
جہاں ہجر نے وحشت بوئی نا ہو
جہاں کوئی چیز کسی کی کھوئی نا ہو
جہاں لوگ ہوں سارے بے گانے
جہاں سب کے سب ہوں دیوانے
جہاں کوئی جھوٹ ہو نہ افسانے
جہاں کوئی ہم کو نہ پہچانے
مجھے اور کہیں لے چل وصی
جہاں نفرت دل میں بس نا سکے
جہاں کوئی کسی کو ڈس نا سکے
جہاں کوئی کسی پہ ہنس نا سکے
مجھے اور کہیں لے چل وصی

سیدہ امبر اختر...... چندی پور

''ناممکن...... وہ یہاں آ رہے ہیں؟ ناشتے پر......؟'' انشال بے یقین تھا۔

وہ ہنس پڑی۔

''تو مت مانو۔'' اس نے عادتاً شانے اچکائے۔

''میں حیران ہوں بیلا! تم نے یہ سب کیسے کرلیا۔''

''بس تمہیں ہی میری صلاحیتوں پر شک تھا۔'' وہ فخر سے بولی۔

''ارے نہیں شک نہیں تھا مگر بس یقین نہیں آ رہا کہ وہ ہار رہے ہیں۔'' وہ بے یقین تھا۔

''وہ ہار چکے ہیں۔'' اس نے تیقن سے کہا۔

''بیلا! تمہیں یاد ہے نا کہ ممی پاپا دس دنوں تک آ رہے ہیں۔ تمہیں جو بھی کرنا ہے ان کے آنے سے پہلے کرلو پلیز۔''

"بے فکر رہو انشال تم بس دیکھتے جاؤ۔" وہ اس کے سامنے ناشتے کی ٹرے رکھتے ہوئے بولی۔
"چلو ٹھیک ہے لاؤ بھئی ایک آملیٹ اور سوکھے توس کا ناشتا آخر خدمت تو اصل میں ان کی ہوگی نا۔" وہ غمزدہ انداز میں بولا۔
بیلا کو ہنسی آ گئی۔
"ہاں یہ تو ہے۔"
"بیلا میں تمہیں اتنا بے وفا نہیں سمجھتا تھا۔" وہ صدمے سے بولا۔
وہ اور زیادہ محظوظ ہوئی۔
"بس پھر کیا کروں؟ تمہیں تو پتا ہے وہ میرے لیے کیا ہیں؟" وہ اسے باور کروا رہی تھی۔ وہ سر ہلاتا ہوا ناشتے میں مشغول ہوگیا۔ اس کے آفس جانے کے بعد اس نے گھر سمیٹا اور کچن میں جا کر ناشتا بنانے لگے۔ بھلا اس کی ایکسپرٹ کوکنگ کب کام آتی؟ اس نے ایک بہترین ناشتا تیار کیا تھا جس میں ایسٹرن ویسٹرن کا کمبی نیشن تھا۔ جب وہ کچن سے باہر آئی تب تک نہال کی کال آ گئی کہ وہ آنے کے لیے نکل گیا ہے۔ وہ پھرتی سے کپڑے اٹھا کر باتھ روم کی سمت لپک گئی۔ ایک خوب صورت بلیک شرٹ اور وائٹ سکس پاکٹ ٹراؤزر میں وہ غضب ڈھا رہی تھی۔ سر اس نے حسب معمول ایکش خوب صورت وائٹ اسکارف سے ڈھک لیا۔ اسی اثناء میں ڈور بیل بجی۔
اس نے دروازہ کھولا۔ وہ سامنے ہی کھڑا تھا۔ اسے دیکھ کر وہ مسکرایا۔
"گڈ مارننگ۔" بیلا نے کہا اور وہ اندر آ گیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک ریڈ روز کا بکے تھا اور اس کے پاس سے بڑی مسحور کن مہک اٹھ رہی تھی۔ اس کی ڈریسنگ آج بھی شاندار تھی۔
"کیسی ہو بیلا۔" اس نے بکے سینٹرل ٹیبل پر رکھ کر اسے دیکھا۔ وہ مسکرائی اور اس کے گالوں میں نمودار ہوتے ننھے ننھے چاہِ زنداں نہال کا دل اڑا لے گئے تھے۔
"میں ٹھیک ہوں آیئے چلیے پہلے ناشتا کیجیے۔" وہ اسے ڈائننگ روم میں لے گئی۔
"گھر میں کوئی نہیں ہے کیا؟" نہال نے پوچھا۔
"میں کافی نہیں ہوں۔" وہ چھیڑنے والے انداز میں بولی۔
"میرا مطلب تمہارے مام ڈیڈ؟"
"ممی پاپا تو حج پر گئے ہیں۔" اس نے بتایا۔
"اوہ ویری گڈ اور تم ادھر اکیلی ہو۔"
"ارے نہیں۔" وہ ہنسی۔ "آپ ہیں نا میرے ساتھ۔" وہ خوب صورتی سے بات گھما گئی۔
ناشتے کے لوازمات دیکھ کر وہ حیران رہ گیا۔
"یہ اتنا کچھ تم نے خود بنایا ہے۔"
"کیوں آپ کو کوئی شک ہے؟" وہ ٹھٹکی تھی۔
"ارے نہیں بھئی بالکل نہیں میں تو حیران ہوں تمہیں اتنی اچھی کوکنگ بھی آتی ہے؟"
"مجھے اور بھی بہت کچھ آتا ہے۔" وہ معنی خیزی سے بولی۔
"مثلاً؟" اس نے بھنویں اچکا کر اسے دیکھا۔
"آپ جانتے ہیں۔" بیلا نے سہولت سے بات اس کی طرف پلٹی۔
"ہاں تمہیں سب آتا ہے جیسے دوسروں کا دل جیتنا۔" وہ آہستگی سے بولا۔
"کیا میں نے آپ کا دل جیت لیا ہے نہال۔" وہ مدہم اور شدت پسندانہ انداز میں بولی تھی۔
نہال یک ٹک اسے دیکھتا رہا اعتراف کا لمحہ بہت بھاری تھا۔
"ہاں۔" اس کی ہاں میں ایک مجرمانہ اعتراف تھا۔
بیلا کی آنکھوں میں چمک آ گئی۔
"ارے میں بھی کتنی پاگل ہوں۔ اتنا اچھا سیلڈ بنایا ہے اور کچن میں ہی بھول گئی۔ آپ شروع کریں میں لے کر آتی ہوں۔" وہ اٹھ کر چلی گئی۔
نہال نے دیکھا وہ اس کی بات کو سرے سے نظر انداز کر گئی تھی۔ اسے بہت عجیب سا لگا۔ کچھ دیر بعد وہ واپس

آئی تو ہاتھ میں باؤل تھا۔ ناشتا واقعی لذیذ تھا۔ نہال نے دل کھول کر تعریف کی۔ وہ بچوں کی طرح خوش ہوتی رہی۔
جب وہ جانے لگا تو اس سے وعدے لے گیا کہ اب وہ اس کے گھر آئے گی۔ بیلا نے ہامی بھری تھی۔
اس کے کچھ دن بعد وہ دونوں لیک ویو پارک میں ملے تھے۔ پورا اسلام آباد خزاں کے رنگوں میں سمٹا ہوا تھا۔ سردی معمول سے زیادہ تھی۔ بیلا براؤن جینز اور وائٹ کارڈیگن میں تھی۔ اس نے ہاتھوں میں گلوز پہنے تھے اور سر پر ریڈ پھندنوں والی ٹوپی تھی۔ وہ بالکل کسی گڑیا جیسی لگ رہی تھی۔ اس کی ناک کی نوک سردی کی شدت سے سرخ ہو رہی تھی۔
نہال کو لگ رہا تھا کہ اس نے آج سے پہلے اتنا دلکش نظارہ نہیں دیکھا تھا۔ وہ مسحور ہو رہا تھا۔ اس قدر غالب آ گئی تھی وہ لڑکی کہ اسے اپنا آپ بے بس محسوس ہوتا نظر آتا تھا۔ اس کے سوا چارہ بھی کیا تھا کہ وہ اس کے سامنے ہار مان لے۔ اعتراف کر لے کہ ہاں اگرچہ وہ خواتین سے ملنا پسند نہیں کرتا تھا مگر وہ باقی سب جیسی کب تھی۔ وہ تو سب سے جدا تھی۔ بے حد منفرد۔ اپنا ماسٹرز مکمل کر چکی تھی مگر ابھی بھی کالج گرل لگتی تھی۔ وہ کب چاہتا تھا کسی سے ملنا؟ کب اسے قبول تھا کہ کوئی آئے اور اس کے دل میں نقب لگا کر سب کچھ لے جائے اسے کب برداشت تھا یہ سب؟ مگر وہ ہوگیا جو اس نے نہ سوچا تھا اور نہ چاہا تھا۔ وہ لڑکی اس کی آنکھوں کے راستے دل میں سما گئی تھی۔ اور دل میں سما کر پورا دل بن بیٹھی تھی۔ اور وہ بیڑیوں میں جکڑا بے بس ہو کر اس کے قدموں میں گر گیا تھا۔ وہ اسے پسند کرنے لگا تھا۔ بیلا جہانگیر کی سنگت اسے بھاتی تھی۔ اور پتا نہیں کیوں وہ اپنی اس من پسند تتلی سے محروم نہیں ہونا چاہتا تھا۔ جبھی آج وہ پختہ عزم کر کے آیا تھا کہ اس سے حتمی بات کر لے گا۔
"بیلا۔" اس نے پکارا۔
"ہوں۔" وہ روش پر چلتی ٹھٹکی اور اس کی طرف پلٹی۔
"مجھے تم سے اک ضروری بات کرنا ہے۔" اس کی سرخ ناک کی نوک کو دیکھتے ہوئے وہ بے ساختگی سے مسکرایا تھا۔
"میرا کافی پینے کا دل چاہ رہا ہے چلیں۔" وہ ہتھیلیاں آپس میں رگڑتی جوش سے بولی۔
"لیکن میں وہ......!" نہال کی بات ادھوری رہ گئی۔
"اوفوہ۔ بعد میں کر لیجیے گا ضروری باتیں۔ ابھی تو چلیں۔" وہ ضدی انداز میں کہتی پارک میں بنے اوپن ایئر ریستوران کی طرف بڑھ گئی تھی۔ وہ بھی اس کے عقب میں چلتا گیا۔ دونوں نے اپنے پسند کے فلیور میں کافی آرڈر کی اور چیئرز پر بیٹھ گئے۔
"آپ کی بک کب لانچ ہو رہی ہے۔"
"دو دن بعد۔"
"اوواؤ مجھے بلا رہے ہیں سیرمنی میں۔" اس نے کہا۔
"آف کورس ایسا ممکن ہی نہیں کہ تمہارے بغیر کچھ ہو جائے۔" وہ بڑے نرم و مہربان لہجے میں اسے یقین دلا رہا تھا۔
وہ کھلکھلا کر ہنس دی۔ نہال سحر زدہ سا اسے دیکھتا رہا۔ اس کے گالوں میں نمودار ہوتے وہ ننھے ننھے گڑھے کتنے دل کش تھے جن میں وہ گھٹنوں کے بل گر گیا تھا۔
"ویسے ایک بات کہوں۔" وہ کافی کا مگ اٹھاتے ہوئے بولی۔
"کیا۔"
"مجھے یقین نہیں آتا۔"
"کس بات پر؟"
"یہی کہ آپ کتنے بدل گئے ہیں۔"
"کیا مطلب؟"
"آپ کو یاد ہے کہ آپ مجھ سے ملنے پر آمادہ بھی نہیں تھے۔" اس نے نہال کو یاد دلایا۔ وہ آہستہ سے ہنس دیا۔
"تب میں تمہیں جانتا بھی تو نہیں تھا نا۔"
"آپ کو لگتا ہے کہ آپ مجھے جانتے ہیں؟"
"ہاں۔" وہ یقین سے بولا۔

"اتنا یقین ہے خود پر۔"

"کیا نہیں ہونا چاہیے۔"

"بالکل ہونا چاہیے خود پر یقین ہی تو انسان کو منزل کے قریب لے کر جاتا ہے۔"

"سچ کہا تم نے۔ مجھے یہی یقین میری منزل کے قریب لے آیا ہے۔" وہ اس کو بڑی گہری نظروں سے دیکھتا مسکرایا تھا۔

"اچھا' پالی آپ نے اپنی منزل؟" وہ معنی خیزی سے بولی۔

"کچھ ایسا ہی سمجھو۔"

"ویری گڈ۔" وہ توصیفی انداز میں بولی۔

"بیلا ایک گزارش ہے تم سے۔"

"ارے گزارش کیا؟ آپ تو حکم کیجیے جناب۔" وہ سعادت مندی سے بولی۔

وہ اس کے اسٹائل پر ہنس دیا۔

"چلو اٹھو پھر چلیں۔" وہ دونوں گاڑی کی سمت بڑھ گئے۔ وہ دونوں واپسی کے سفر میں تھے بیلا کے فلیٹ کے آگے گاڑی روک کر وہ چند لمحے اسے دیکھتا رہا پھر ایک پیکٹ اس کی طرف بڑھا دیا۔

"بیلا! میں چاہتا ہوں۔ تم پرسوں یہ لباس پہنو مجھے اچھا لگے گا۔" اس کے چہرے پر رنگ تھے اور آنکھوں میں روشنی تھی۔

بیلا کے چہرے کا رنگ سرخ پڑ گیا۔ وہ مسحور ہو گیا۔ کتنا خوب صورت مکسچر تھا۔ بیلا کی ذات میں مشرق و مغرب کا وہ ماڈرن تھی مگر بولڈ نہیں۔ وہ ذہین تھی مگر منہ پھٹ نہیں۔ وہ اسٹائلش تھی مگر بے باک نہیں۔ وہ ایک مکمل حسن سے مزین تھی۔

اس نے سر ہلاتے ہوئے پیکٹ لے لیا۔

"تھینکس۔"

"اس کی ضرورت نہیں۔"

"شب بخیر۔" وہ کہتی ہوئی باہر نکل گئی۔

نہال کی نظروں نے گیٹ کے اندر جانے تک اس کا پیچھا کیا تھا۔ جانے کیسی ساحرہ تھی وہ؟ جس نے اسے اپنے دام الفت میں یوں جکڑا تھا کہ وہ فرار کا کوئی راستا نہ پاتا تھا۔ وہ جب تک صبح اٹھتے ہی اسے فون نہ کر لیتا اس کی صبح نہیں ہوتی تھی اور جب تک وہ رات کو اس کا چہرہ نہ دیکھ لیتا اس کی آنکھوں میں نیند نہ اترتی تھی۔

"کہاں سے آئی ہو بیلا اور یہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟" وہ جیسے ہی دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی اسے انشال ٹکرا گیا۔

"یہ...... مجھے گفٹ ملا ہے۔"

"وہ تو مجھے نظر آ گیا ہے مگر کس سے؟"

"نہال نے دیا ہے۔" وہ ہچکچا کر بولی۔

"ویری گڈ تو بات یہاں تک پہنچ گئی۔" وہ معنی خیزی سے بولا۔

"میں چینج کر لوں۔" وہ یقیناً جواب نہیں دینا چاہتی تھی جبھی نظر چرا کر اندر کی طرف بڑھ گئی۔ انشال خاموش کھڑا رہ گیا تھا۔

❁......❁......❁

آج ایک خوب صورت دن تھا اور یہ صرف اس کی کتاب کی تقریب رونمائی کی وجہ سے خوب صورت نہ تھا بلکہ اس لیے خوب صورت تھا کہ اس میں وہ شامل تھی۔ وہ ساحرہ' وہ ہستی جس نے میر نہال کو فتح کر لیا تھا۔ نہال کی نظر مسلسل اس پر تھی۔ وہ اس وقت نہال کے گفٹ کیے گئے لباس میں ہی تھی۔ یہ ایک سفید ایوننگ گاؤن تھا جس کا کپڑا ریشم سا تھا اور جس پر بڑا نازک کام تھا۔ ایک شاندار تقریب کے بعد وہ اس کی طرف بڑھا جبکہ سب لوگ واپس لوٹ رہے تھے۔

"اف! کتنی اسٹرگل کی ہے آپ نے اس بک کے لیے۔" وہ اس کی کتاب کے صفحے پلٹتی ہوئی بولی تھی۔

"بیلا! چلو میرے ساتھ۔" اس نے کہا۔

"کہاں؟" وہ چونکی۔

"میرے گھر" وہ بولا۔

"مگر رات بہت ہو گئی ہے۔" وہ ہچکچا گئی۔

ایس رضی

شروع کرتی ہوں اللہ کے نام سے جو بہت زیادہ رحم اور کرم کرنے والا ہے۔ السلام علیکم! پیارے آنچل اور اس کے تمام قارئین کو میری طرف سے بہت سارا سلام و پیار۔ جناب مجھ کو "ایس رضی" کہتے ہیں اور آنچل میں تشریف آوری ایک شخصیت کی وجہ سے ہوئی ہے کیونکہ ان کا خوب صورت تعارف مجھے بہت اچھا لگا اور وہ شخصیت "انا احب" ہیں۔ ان کا تعارف پڑھ کر بالکل ایسا لگا جیسے وہ میرے دل کی آواز بول رہی ہیں۔ وہ سارے رنگ' وہ ساری باتیں' سارے مشغلے' سب شرارتیں وہ جیسے میرے ہاتھوں کی لکھی ہوئی ہوں۔ اب جناب کا تھوڑا لمبا تھوڑا مختصر سا تعارف۔ ہم چار بہنیں اور دو بھائی ہیں' جو بہت عزیز ہیں۔ سیکنڈ ائر کی طالبہ ہوں' ہمارا خاندان اچھی آواز کی وجہ سے مشہور ہے اور میں بھی اپنے خاندان میں "نعت خواں" کی حیثیت سے مشہور ہوں۔ شاعری بھی کرتی ہوں' کبھی رنگوں اور خوش بوؤں کی دنیا میں رہنا پسند کرتی ہوں اور کبھی بالکل تنہا۔ بیٹھنا اور سوچنا بہت اچھا لگتا ہے۔ صبح کا پُرنور وقت بہت اچھا لگتا ہے اور سرمئی شام کی تو میں دیوانی ہوں۔ رنگوں میں سرخ' ڈارک گلابی' سفید اور نیلے رنگ کا کنٹراسٹ بہت اچھا لگتا ہے۔ پیلا رنگ اور سیاہ رنگ مجھے بالکل پسند نہیں۔ آنچل کی ایک کہانی جو شاید ناول ہے "جو چلے تو جاں سے گزر گئے" بہت متاثر کن تھی اور "محبت دل پہ دستک" بہت اچھی لگی۔ پسندیدہ رائٹر عمیرا احمد ہیں۔ گانے بہت پسند ہیں' آواز اچھی ہے اس لیے گاتی بھی ہوں۔ انڈیا کے کمار سانو اور پاکستان کے وارث بیگ' راحت فتح علی خان اور مرحوم نصرت فتح علی خان صاحب کے گانے سننے اور گانے کا جنون ہے۔ غصہ بہت آتا ہے مگر جلدی اتر جاتا ہے' گھر میں سب سے زیادہ پیار اپنی امی جان سے کرتی ہوں کیونکہ وہ ہی بے غرض رشتہ ہے جو اپنی اولاد کی خاطر جان تک قربان کر دیتی ہے۔ ماں تجھے سلام۔ پاک پروردگار میری امی کو بہت ساری خوشیاں اور لمبی زندگی دے' آمین۔ زندگی میں بہت کچھ کھویا اور اس کا تیسرا حصہ بھی خوشیاں نہیں ملیں۔ بہت بور کر دیا ہے نا آنچل کے قارئین کو اب اجازت چاہتی ہوں' اللہ حافظ۔

"تم نے وعدہ کیا تھا۔"

"جی مجھے یاد ہے چلیں۔" وہ مدہم آواز میں بولی تھی۔

"چلو۔" نہال کھل اٹھا۔

وہ دونوں اس کی گاڑی میں آ گئے۔ دس منٹ کی ڈرائیو کے دوران دونوں میں کوئی بات نہ ہوئی تھی۔ جب گاڑی رکی تو بیلا نے دیکھا کہ یہ سفید ماربل سے بنی ہوئی ایک وسیع و عریض عمارت تھی۔ جس کی پیشانی پر "میر منزل" درج تھا۔

"آؤ بیلا۔" نہال نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ وہ دونوں ایک ساتھ چلتے ہوئے اندرونی حصے کی طرف بڑھ گئے۔ لاؤنج کی روشنیاں بجھی ہوئی تھیں۔ مگر وہاں جو تھا اس نے بیلا کو ٹھٹکا دیا۔

ڈائننگ ٹیبل کمرے کے وسط میں رکھا تھا۔ جس پر کینڈل اسٹینڈ میں مومی شمعیں جل رہی تھیں۔ ریڈ روز اور وائٹ للی کی سجاوٹ نے ٹیبل کو مہکایا ہوا تھا۔ خوب صورت اور نفیس شیشے کی کراکری اور سب سے بڑھ کر کمرے کا خواب ناک ماحول وہ ساکت کھڑی تھی۔ جب دو ہاتھ آہستگی سے اس کے کندھوں پر ٹھہر گئے۔ وہ چونک کر مڑی وہ نہال تھا۔ جس کا چہرہ اس مدہم روشنی میں الوہی کہانیاں سنا رہا تھا۔

"تمہیں پتا ہے بیلا میں تمہیں یہاں کیوں لایا ہوں' اس کی آواز میں کھنک تھی۔ بیلا نے میکانکی انداز میں سر ہلا دیا۔

"میں تم سے محبت کرتا ہوں بیلا۔" اس کے لبوں سے الفاظ شبنم کی مانند نکلے اور بیلا کے دل کی سرزمین سیراب کر گئے۔ بیلا کے شانوں کے گرد اس کی گرفت سخت ہو گئی اور اس نے بیلا کو قریب کر لیا۔

"میں تم سے محبت کرنے لگا ہوں بیلا! ہاں یہی سچ ہے میں ہار گیا ہوں خود سے میں نے سوچا تھا کہ میں تمہیں نہیں بتاؤں گا۔ میں خود سے لڑتا رہا۔ جانتی ہو

کیوں؟ میں پہلے ہی سے مشروط ہوں میرا نکاح ہوچکا ہے۔ کسی کے ساتھ میری زندگی کی ڈور باندھی جاچکی ہے۔ آج سے نہیں دس سال ہوچکے ہیں۔ مگر میں اس رشتے کو نہیں مانتا۔ یہ رشتا میری ماں کی خواہش تھی۔ جب وہ ہی نہ رہیں تو میں کیوں نبھاؤں اس بودے تعلق کو؟ اس خیال سے میں اتنا خوفزدہ تھا کہ اتنے سال میں نے کسی لڑکی کو اس نظر سے دیکھا ہی نہیں۔

مگر پھر تم آئیں اور مجھے خود پر اختیار نہ رہا۔ میں ہار گیا بے بس ہوگیا لیکن اب اور نہیں۔ میں تم سے محبت کرتا ہوں بیلا۔ بہت' بے پناہ۔ تمہیں پتا ہے تم نے مجھے کتنا بدل دیا ہے۔ تم بہت خاص ہو بیلا سب سے منفرد۔'' وہ بول رہا تھا اور بیلا کا رنگ زرد پڑتا جارہا تھا۔

''آپ اس کے پاس کبھی نہیں گئے؟'' وہ لرزتے ہوئے لہجے میں بولی۔

''میں تو دس سال بعد پاکستان لوٹا ہوں بیلا! مجھے اس کی شکل تو دور اس کا نام بھی یاد نہیں ہے۔ میں تم سے پیار کرتا ہوں بیلا...... میں......!'' وہ بے تابی سے اسے دیکھتا کچھ کہنے کی کوشش کررہا تھا۔

بیلا نے آہستگی سے بڑے غیر محسوس انداز میں پیچھے ہٹنا چاہا۔ نہال نے ہراساں ہوکر اس کی اس کوشش کو دیکھا اور اسے یکدم خود میں بھینچ لیا۔

''میں تمہیں اپنا بنانا چاہتا ہوں۔ میری بن جاؤ بیلا۔''

بیلا کے رخساروں پر مومی شمعوں کا عکس جھلملا رہا تھا۔ نہال کے لبوں نے بے تابی سے اس عکس کو چھوا تھا۔ بیلا لرز کر پیچھے ہٹی تھی۔

''نہال آپ کو کیا ہوگیا ہے۔ پلیز چھوڑیں مجھے۔'' وہ وحشت زدہ ہرنی کی طرح اس کا حصار توڑ کر نکلی تھی۔

''میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں بیلا۔'' نہال نے گھٹنوں کے بل جھک کر اس کے ہاتھ تھام لیے۔

بیلا خالی آنکھوں اور کپکپاتے لبوں سے اسے دیکھے گئی۔

''یہ ممکن نہیں ہے۔'' وہ آہستہ سے بولی۔

وہ تڑپ اٹھا تھا۔ کیوں......؟''

''نہال! آپ ...... نے مجھے غلط سمجھا...... میں......!'' اس نے ہکلا کر کہتے ہوئے بات ادھوری چھوڑ دی۔

''ایسا مت کہو بیلا۔ کیوں نہیں کرسکتی تم' کیا میں تمہارے معیار پر پورا نہیں اترتا۔'' وہ سراسیمگی سے بول رہا تھا۔

''میں میریڈ ہوں۔'' اس نے تین لفظ نہیں نہال کے سر پر تین بم پھوڑے تھے۔ نہال کے ہاتھوں سے اس کے ہاتھ میکانکی انداز میں چھوٹ گئے۔ اس کا رنگ سفید پڑ گیا۔ وہ ایک دم سے کھڑا ہوگیا۔

''تم جھوٹ کہہ رہی ہو...... بولو...... تم...... یہ کیسے ہوسکتا ہے؟'' وہ بے ربطگی سے بول رہا تھا۔

''مجھے آپ سے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے۔'' وہ آہستگی سے بولی۔

''تم نے مجھے کبھی نہیں بتایا۔'' وہ بے یقین تھا۔

''آپ نے کبھی پوچھا ہی نہیں۔''

''میں نہیں مان سکتا...... یہ کیسے ممکن ہے بیلا! خدا کے لیے سچ بولو...... یہ میری زندگی اور موت کا معاملہ ہے۔'' وہ بلند آواز میں کہہ رہا تھا اور اس کی آنکھوں میں سرخی بڑھتی جارہی تھی۔

''آپ کو ثبوت چاہیے؟'' وہ تیکھے لہجے میں بولی۔

وہ وحشت ناک نظروں سے اسے دیکھتا پھٹ پڑا۔

''ہاں چاہیے مجھے ثبوت۔ بولو...... کیا ثبوت ہے تمہارے پاس؟ کیوں جھوٹ بول رہی ہو بے وقوف بنا رہی ہو مجھے۔'' وہ چلایا تھا۔

''میں نے آپ کے ساتھ کوئی جھوٹ نہیں بولا۔'' وہ مستحکم آواز میں بولی اور اس کے قدم خارجی دروازے کی سمت بڑھ گئے۔

''تم ایسے کیسے جاسکتی ہو؟ تمہیں مجھے بتانا ہوگا کہ تم نے یہ کیوں کیا؟ کیوں یہ کھیل کھیلا میرے ساتھ؟ کیا ملا تمہیں مجھے پاگل بنا کر؟'' وہ دہاڑ رہا تھا۔

''میں نے آپ کے ساتھ کچھ نہیں کیا نہال! جو کیا آپ نے خود کیا۔ میں نے آپ سے اتنا آگے بڑھنے کو نہیں کہا تھا۔ میں نے کبھی آپ کی حوصلہ افزائی نہیں کی۔'' اس نے جتایا۔ وہ سچ ہی تو کہہ رہی تھی۔ وہ اسے جھٹلا نہ سکا۔

نہال کی حالت کاٹو تو لہو نہیں والی تھی۔ بیلا نے ایک نظر اسے دیکھا اور متوازن اور ہموار قدموں سے باہر نکل گئی۔

❁......❁......❁
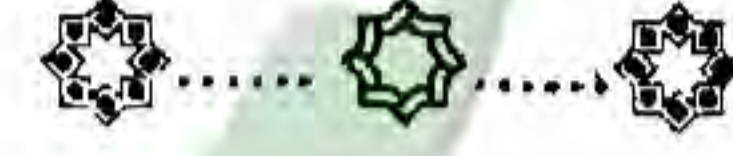
دھوکا بھی موت ہی ہوتا ہے
دھوکا کھانے والا بھی مرجاتا ہے
میں نے اسے ایک دھوکا دیا تھا
اس سے اپنی محبت چھپائی تھی
اس نے مجھے بار بار دھوکا دیا

رات گزر گئی تھی مگر نہ آنکھوں سے برستا پانی تھما تھا اور نہ دل سے اٹھتا درد کم ہوا تھا۔ آج وہ انشال کے ساتھ لاہور جارہی تھی۔ ممی پاپا کل کی فلائٹ سے واپس لوٹ رہے تھے۔ انشال اس کے لیے ڈھیروں شاپنگ کرکے لایا تھا۔ اب وہ پیکنگ میں بزی تھی۔ اس کے بعد اس نے فلیٹ کی تفصیلی ڈسٹنگ کی اور تین بجے نہا کر فریش ہوگئی۔ جس وقت وہ ایئر پورٹ پہنچے شام ڈھل رہی تھی۔ خزاں کے رنگوں میں ملفوف اسلام آباد بہت اداس تھا۔ پلین کی سیٹ پر بیٹھ کر اس نے آنکھیں بند کرلیں۔

انشال اس کے حوالے سے فکر مند تھا مگر اس سے کچھ پوچھ نہیں رہا تھا۔ اب بھی جب اس نے آنکھیں بند کیں تو وہ بے چین ہونے لگا۔

''بیلا تم ٹھیک ہونا؟'' اس نے کہا۔

بیلا نے آنکھیں کھول دیں۔ اس کی آنکھوں کے زیریں کنارے سرخ ہورہے تھے۔

''میں ٹھیک ہوں۔'' اس کی آواز میں سرد مہری تھی۔

انشال نے مزید کچھ پوچھنا مناسب نہ سمجھا اور سر ہلا کر سیٹ بیلٹ باندھنے لگا۔ ایک مختصر سی فلائٹ کے بعد وہ لاہور ایئرپورٹ پر اتر گئے

اپنے شہر میں قدم دھرتے ہی اس کی آنکھیں پھر سے نم ہونے لگی تھیں۔ اپنے گھر پہنچ کر اس نے صرف سوٹ کیس اور بیگ کمرے میں رکھا اور کوئی بات کیے بغیر بیڈ پر دراز ہوگئی۔ اس کے سر میں شدید درد تھا اور وہ بالکل کچھ کرنے کے موڈ میں نہ تھی۔ ایک منٹ بعد ہی وہ نیند میں چلی گئی۔ اس کی نیند بڑی بے چین اور کچی تھی۔ وہ بار بار کروٹ بدلتی رہی۔ جب اس کی آنکھ کھلی تو رات گہری ہوچکی تھی۔ وہ منہ دھو کر لان میں آگئی۔ انشال پتا نہیں کہاں تھا۔ وہ لان چیئر پر بیٹھ کر اترتی دھند کو دیکھنے لگی۔ اس کی ذہنی رو بھٹک کر پھر سے نہال میں جاٹکی تھی۔ اس کی باتیں اس کا غصہ اور بے یقینی اسے پھر سے یاد آنے لگی۔

میں نے سوچا تھا
تم چلے جاؤ گے
سارے کے سارے چلے جاؤ گے
تم مجھے دھوکا دو گے
میں نے سمجھا تھا
تم مجھے بھول جاؤ گے
سب کچھ بھول جاؤ گے
اور تمام کی تمام باتیں
ادھر ادھر سے اور دائیں بائیں سے
ہر جگہ سے کھرچ ڈالوں گا
میں نے چاہا تھا
تم میرے ہوجاؤ
میرے اپنے
سارے اور مکمل
لیکن تم نے مجھے ہمیشہ آدھے غم دیے ہیں
آدھے اور ادھورے غم
اور کوئی کیا جانے
آدھے غم مکمل غموں سے
کہیں زیادہ غمزدہ کردینے والے ہوتے ہیں

وہ دیر تک وہیں بیٹھی رہی پھر وہاں سے اٹھی اور کچھ

سوچتے ہوئے پاپا کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ اندر داخل ہو کر اس نے ان کے ضروری کاغذات والا خانہ کھولا اور کچھ ڈھونڈنے لگی۔ چند لمحوں بعد اسے اپنی مطلوبہ چیز مل گئی۔ وہ اٹھی اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ اسے فوری طور پر ایک پارسل اسلام آباد بھیجنا تھا۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

اس کی آنکھیں ساکت اور ویران تھیں۔ چھت سے ٹکی ان خالی آنکھوں میں سوائے کرب کے کچھ نہ تھا۔ وہ ابھی تک بے یقین تھا۔ یہ اس کے ساتھ کیسے ہو گیا؟ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ وہ ساحرہ اسے اپنے سحر میں الجھا کر خود پتا نہیں کہاں جا چھپی تھی۔ وہ اسے ڈھونڈ ڈھونڈ کر تھک گیا تھا۔ مگر اسے لگ رہا تھا جیسے ہار اس کا مقدر بن چکی تھی۔ یہ احساس اسے مارے ڈال رہا تھا۔ بے بسی حد سے سوا ہوتی نظر آتی تھی۔ اس کا دل چاہا وہ بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو دے۔ اس کا فلیٹ بھی تو خالی پڑا تھا۔ وہ اسے کہاں تلاشتا؟

میں نے سوچا تھا ابھی بہت وقت ہے
میں تمہارے لیے ایک تخت بنواؤں گا
اور اپنا تمام بخت تمہارے تخت کے پیروں میں لا رکھوں گا
میں نے سوچا تھا
ابھی بہت وقت ہے
ابھی بہت وقت ہے
وقت کسی آہنی بلا کی طرح
میرے دل سے ٹکراتا ہے
میرے خون کی زنجیر کو پکڑ کے جھٹکے دیتا ہے
میری روح کا گریبان پھاڑتا ہے
میری آنکھوں میں راکھ بھر دیتا ہے
مجھے مارتا ہے
پھر مارتا ہے
پھر مارتا ہے
اور ریت پر بکھیر دیتا ہے

ناشتے کی میز پر وہ گم صم تھا جب ملازم نے ایک پارسل لا کر اس کے قریب رکھ دیا۔ اس نے بے دلی سے دیکھا اور کھولنے لگا۔ اندر سے جو نکلا اس نے نہال کو کچھ حیران کر دیا۔ وہ کچھ تصویریں تھیں اور کچھ کاغذات تھے۔ اس نے ایک تصویر اٹھا کر دیکھی۔ وہ ایک تیرا چودہ سال کی بچی تھی۔ اس نے اگلی تصویر اٹھائی اور اسے پہلا جھٹکا لگا۔ اس تصویر میں تین لوگ تھے۔ اسے یاد آ گیا یوں جیسے بہت عرصے تک کوئی یاد انسانی لاشعور میں پھنسی رہنے کے بعد یکدم جھماکے سے اس کے شعور میں چمک اٹھی تھی۔ پہلا شخص وہ خود تھا اور اس کی عمر تب صرف اٹھارہ سال تھی۔ اس کے ساتھ ایک پندرہ سال کا لڑکا تھا اور وہی لڑکی اس تصویر میں بھی تھی۔ اس نے تیسری تصویر اٹھائی۔ یہ اس کے نکاح کی تصویر تھی۔ جس میں وہ بیس سال کا تھا۔ اس کے نیویارک جانے سے صرف دو دن قبل کی تصویر۔ وہ اس لڑکی کے ساتھ بیٹھا تھا اور ان دونوں کے ساتھ نہال کی والدہ عالیہ خانم اور دوسری طرف جہانگیر ماموں تھے۔ اس نے اگلی تصویر اٹھائی اور اس پر آسمان ٹوٹ پڑا۔ یہ تو بیلا تھی۔ اس کی بیلا جہانگیر مگر وہ کون تھی؟ اس نے بے تابی سے ساری تصویریں دوبارہ دیکھ ڈالیں۔ اسے سمجھ آ گیا کہ وہ لڑکا انشال جہانگیر تھا ماموں کا بڑا بیٹا اور ان کی بیٹی بیلا جہانگیر۔ اس نے تیزی سے پہلا کاغذ کھولا اور اس کو ایک مزید جھٹکا لگا۔ وہ چند لمحے اپنی جگہ سے ہل نہ سکا۔

اس کے ہاتھ میں اس کا اپنا نکاح نامہ تھا۔ اس نے دھندلائی ہوئی نظروں سے نام پڑھے میر نہال احمد اور بیلا جہانگیر۔

اس کا دل کسی اتھاہ گہرائی میں جا کر ابھرا تھا۔ اس نے تیزی سے اگلا کاغذ کھولا اور ٹھٹک گیا۔ یہ تو ایک خط تھا جو اسے مخاطب کر کے لکھا گیا تھا۔

''میر نہال احمد!

آپ نے کہا تھا کہ انا محبت سے زیادہ طاقت ور ہوتی ہے۔ بدقسمتی سے میں آپ کی منکوحہ ہوں۔ وہ جس سے

آپ کو طوفانی قسم کی محبت ہو گئی۔ میں چاہتی ہوں بحیثیت ایک مرد آپ ثابت کر دیں کہ آپ کو اپنی انا کی شکست منظور نہیں کیونکہ یہ آپ کی انا کی شکست ہو گی کہ آپ کسی ایسی لڑکی کو اپنائیں اور اس سے اظہار محبت کریں جس سے یکسر لاتعلقی کا اعلان آپ نے میرے سامنے کیا تھا۔ آپ کے فیصلے کی منتظر۔

بیلا جہانگیر''

کاغذ اس کی مٹھی میں چرمرا کر رہ گیا اس کا خون کھول رہا تھا۔

تو یہ سب اس نے جان بوجھ کر کیا تھا۔ وہ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت اس سے ٹکرائی تھی۔ اس نے اسے اپنے جال میں پھانسا اور پھر اس کے تڑپنے کا تماشا دیکھتی رخصت ہو گئی۔

اور وہ کتنا بڑا بے وقوف تھا کتنا ہنسی ہو گی وہ اس پر۔ کتنا مذاق اڑایا ہو گا اس نے میر نہال احمد کا۔ اس کی کیفیت نے کس قدر محظوظ کیا ہو گا اسے۔

اسے لگ رہا تھا کہ وہ پاگل ہو جائے گا۔ ایک بڑا سا سوالیہ نشان اس کے سامنے تھا۔

''آخر اس نے کیوں کیا یہ سب؟''

❁ ...... ❁ ...... ❁

یہ اندرون لاہور کے ایک دو منزلہ گھر کا منظر تھا۔ جس کے سربراہ جہانگیر علی تھے۔ ان کی بیوی شائلہ سے ان کے دو بچے تھے۔ بڑا بیٹا انشال جہانگیر اور بیٹی بیلا جہانگیر۔ مگر اس گھر میں دو مکین اور بھی رہتے تھے۔ جہانگیر علی کی بیوہ بہن اور ان کا اکلوتا بیٹا نہال۔ مگر وہ چند ماہ پہلے ہی ادھر آئے تھے۔ میر قربان احمد کی اچانک وفات پر عالیہ خانم کو ایک بڑا دھچکا تو لگا ہی تھا مگر ان کے گھر کا شیرازہ بھی بکھر گیا تھا۔ وہ اکیلے گھر میں رہنے سے خوف زدہ تھیں۔ جبھی سب کچھ بھائی کے سپرد کر کے ان کے در پر آ پڑیں۔ نہال ایک کم گو اور سنجیدہ مزاج لڑکا تھا۔ نوعمری میں باپ کی موت نے اسے مزید روکھا اور تلخ بنا دیا تھا۔ وہ اس وقت گریجویشن میں تھا۔ اس کا خصوصی رجحان فوٹوگرافی کی

طرف تھا۔

اور وہ نا صرف ماں کے اس اقدام کے خلاف تھا کہ وہ یوں ماموں کے گھر آ گئے جن کے ہاں آنا صرف عیدوں پر ہی پسند کرتا تھا بلکہ اسے یہ غصہ بھی تھا کہ ماں نے سب کچھ ماموں کے ہاتھ میں دے کر اسے ان کا دست نگر بنا دیا تھا۔

وہ لوگ سیکنڈ پورشن میں رہائش پزیر تھے۔ وہ سارا دن نیچے ہی نہ آتا تھا۔ البتہ ماموں آتے تو انشال کو بھیج کر اسے بلوا لیتے۔ تب نا چاہتے ہوئے بھی اسے نیچے آنا پڑتا کہ وہ کچھ بھی سہی مگر بدتمیز نہ تھا۔ وہ فوٹو گرافی میں مزید پڑھنے کے لیے امریکہ جانا چاہتا تھا مگر عالیہ خانم نے صاف انکار کر دیا۔ جس پر وہ از حد رنجیدہ تھا۔ ماموں سے مل کر سارا مسئلہ ڈسکس کیا تو وہ بھی سوچ میں پڑ گئے۔ انہوں نے بہن سے بات کی وہ رو دیں۔

''آپ کو پتا ہے بھائی صاحب! میری طبیعت پہلے ہی ٹھیک نہیں رہتی۔ اوپر سے اس لڑکے کی ضد نے مجھے توڑ کر رکھ دیا ہے۔ آپ خود ہی بتائیں کیسے بھیج دوں اسے؟ یاد ہے آپ کو میری نند فریدہ کا بیٹا گیا تھا پڑھنے مگر ہوا کیا؟ اس نے وہیں شادی کی اور واپس ہی نہ پلٹا۔ مجھے ڈر لگتا ہے۔ میں اپنا بیٹا کھونا نہیں چاہتی میں اسے کیسے بھیج دوں؟''

''عالیہ تم فضول خدشات کا شکار ہو رہی ہو۔ اس نے جو کیا ضروری نہیں نہال بھی وہ کرے۔'' انہوں نے سمجھایا۔

''آپ ہی بتائیں میں کیا کروں؟'' وہ بے بس ہو گئیں۔

''دیکھو اگر تمہیں یہ خدشہ ہے کہ وہ واپس نہیں آئے گا خدانخواستہ یا پھر وہیں شادی کر لے گا تو تم اس کا نکاح کر کے بھیج دو۔ جب اس کی تعلیم مکمل ہو جائے تو اسے بلا کر شادی کر دینا۔'' انہوں نے سہولت سے مشورہ دیا۔

وہ کھل اٹھیں بات ان کے دل کو لگی تھی۔

''یہ تو بڑا اچھا مشورہ دیا آپ نے۔ میں نہال سے بات کرتی ہوں۔'' انہوں نے کہا۔

رات انہوں نے نہال کو مان جانے کی خوش خبری سنائی تو تھی مگر نکاح کی بیڑیوں کے ساتھ اور حیرت انگیز طور پر وہ مان گیا۔ مگر جھٹکا تو اسے تب لگا جب امی نے اس کے سامنے لڑکی کا نام رکھا۔ وہ تو یہ سب سن کر ہتھے سے ہی اکھڑ گیا تھا کہ وہ اس کا نکاح ماموں کی بیٹی کے ساتھ کرنا چاہتی تھیں۔ جس کا اسے نام بھی ٹھیک سے معلوم نہ تھا۔

''امی! آپ کو کیا ہو گیا ہے وہ تو بچی ہے آخر آپ کو مجھ پر کیا بے یقینی ہے؟'' وہ جھلا گیا۔

''چودہ سال کی ہے وہ اور بے فکر رہو میں تمہارا نکاح کر رہی ہوں کون سا رخصتی کل ہی ہو رہی ہے۔'' وہ مطمئن تھیں۔

نہال نے انہیں سمجھانے کی بھرپور کوشش کی تھی مگر وہ مان کر نہ دیں۔ مجبوراً اس نے ہتھیار ڈال دیے۔ اس نے سوچا وہ ٹھیک ہی تو کہہ رہی تھیں کہ کون سا کل رخصتی ہو رہی تھی۔ ماموں نے جانے کے انتظامات مکمل کیے تو امی کی طبیعت خراب ہو گئی وہ از حد پریشان ہو گیا۔ انہی دنوں اس کا نکاح ہو گیا۔ نکاح کے دو دن بعد اس کی روانگی تھی۔ پھر وہ آنکھوں میں ڈھیروں خواب لیے امریکہ چلا گیا۔

صرف ایک ماہ بعد عالیہ خانم کی وفات نے سب کو دہلا کر رکھ دیا تھا اور وہ بڑی مشکلوں سے سیٹ ہوا تھا۔ واپس نہ لوٹ سکا کہ اب لوٹنے کے لیے بچا ہی کیا تھا؟ اس کے بعد سب کا رابطہ نہال سے تقریباً منقطع ہو گیا۔ شروع شروع میں جہانگیر نے اس سے رابطہ رکھا وہ فون کرتے رہتے مگر پھر بعد میں اس نے رہائش تبدیل کر لی اور یوں وہ نیویارک کی رنگینیوں میں گم ہو گیا۔ جہانگیر نے اسے ڈھونڈنے کی سرتوڑ کوششیں کی تھیں مگر بے سود۔ ایک مسئلہ یہ بھی تھا کہ ان کے خاندان میں کوئی سات پشتوں تک امریکہ نہیں گیا تھا۔ ان کا وہاں کوئی جاننے والا نہ تھا وہ کیسے اسے ڈھونڈنے یا ڈھونڈوانے کی کوشش کر پاتے نتیجتاً وہ بے بسی سے خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔

وقت کچھ مزید آگے سرکا۔ انشال یونیورسٹی میں اور بیلا

کالج میں آ گئی۔

شمائلہ بیگم کی اب صحیح معنوں میں نیندیں اڑ گئی تھیں۔ ان کی اکلوتی لاڈلی بیٹی اس شخص کے نکاح میں تھی جس کا کچھ پتا نہ تھا۔ وہ اٹھتے بیٹھتے جہانگیر کو کہتیں کہ خدارا وہ کچھ کریں۔ جواباً وہ بے بسی سے ہونٹ کچل کر رہ جاتے۔ اسی کشمکش میں وقت گزرتا گیا۔ اسے نہ لوٹنا تھا اور وہ نہ لوٹا۔

انشال کو جاب مل گئی مگر اسلام آباد میں۔ وہ وہاں شفٹ ہو گیا۔ وہ بھی گھر تبدیل کر کے گلبرگ میں شفٹ ہو گئے۔ بیلا یونیورسٹی میں آ گئی۔ انہی دنوں ممی پاپا کی حج درخواست قبول ہو گئی۔ جبھی انہوں نے بیلا کو تنہا چھوڑنا مناسب نہ سمجھا اور اسے اسلام آباد انشال کے پاس بھیج دیا۔

یہاں آتے ہی اسے یہ خبر ملی کہ میر نہال احمد پاکستان آ رہا تھا۔ انشال نے ان کے بارے میں انفارمیشن اکٹھی کی اور ایگزیبیشن کا پاس اس کے سامنے لا رکھا۔ باقی کا کام بہت آسان ثابت ہوا تھا۔

انشال نہیں چاہتا تھا کہ جس کام میں پاپا ناکام ہو گئے تھے اس میں ان کے دونوں بچے بھی ناکام ہو جاتے۔ اسی لیے اس نے بیلا کا پورا پورا ساتھ دیا تھا۔ وہ اس کی اکلوتی بہن کی زندگی کا سوال تھا۔ جبھی اس نے کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی۔ یوں بیلا جہانگیر اس وقت اس کا چین و قرار چھین کر لاہور میں تھی جہاں ممی پاپا بھی موجود تھے۔

❋......❋......❋

رات کا وقت تھا بیلا ممی کی گود میں سر رکھے لاڈ اٹھوا رہی تھی جبکہ انشال پاپا کے ساتھ لاؤنج میں کوئی ٹاک شو دیکھتے ہوئے دھواں دھار تبصرے میں مگن تھا۔ جب ملازم نے ایک کارڈ لا کر جہانگیر کے ہاتھ میں رکھا۔ پتا نہیں اس کارڈ پر کیا تھا جس نے پاپا کے چہرے کا رنگ متغیر کر دیا۔ وہ تیزی سے اٹھے اور لونگ روم کی طرف بڑھ گئے۔ انشال بھی ان کے پیچھے چلا گیا۔

لونگ روم کے بیچوں بیچ وہ کھڑا تھا۔ ہاں وہ وہاں تھا۔ شکست خوردہ اور بہت ہارا ہوا جس کا سر جھکا ہوا تھا۔ وہ میر نہال احمد تھا۔ جہانگیر فرطِ جذبات سے آگے بڑھے اور اس سے لپٹ گئے۔

''کیسا ہے میرا بچہ؟ کدھر گم ہو گئے تھے بیٹے۔'' انہوں نے اسے بازوؤں میں بھینچ کر اس کی پیشانی کو چوما۔

''مجھے معاف کر دیجیے ماموں' میں نے پلٹنے میں بہت دیر کر دی۔'' وہ شرمندہ تھا۔

''ارے نہیں نہال بھائی! ابھی اتنی دیر بھی نہیں ہوئی۔'' انشال چہکا۔ نہال نے چونک کر اسے دیکھا اور اس سے لپٹ گیا۔

''کیسے ہو انشال؟''

''میں ٹھیک ہوں آپ کیسے ہیں؟''

''میں بھی ٹھیک ہوں۔''

''انشال! جاؤ بیٹا اپنی ممی کو بلاؤ۔'' جہانگیر نے پرمسرت لہجے میں کہا تو وہ سر ہلاتا ہوا باہر نکل گیا۔

''ممی! آپ کو پاپا بلا رہے ہیں کوئی گیسٹ آیا ہے۔'' انشال نے ان کے پاس آ کر کہا۔ تو وہ سر ہلاتی ہوئی چلی گئیں۔ انشال وہیں کھڑا رہا۔ بیلا نے اسے دیکھا۔

''کون آیا ہے انشال؟''

''بتا دوں......!'' وہ شرارت سے ہنسا۔

بیلا کی دھڑکن یک دم تیز ہو گئی۔

''کیا مطلب؟'' اس نے حیرانی سے بھائی کو دیکھا۔

''بیلا! ہم کامیاب ہو گئے ہیں پتا ہے پاپا کے پاس کون بیٹھا ہے۔ میر نہال احمد!'' اس نے بیلا کو جھنجوڑتے ہوئے کہا۔

وہ ساکت رہ گئی۔ یہ بھلا کیسے ممکن تھا کہ وہ شخص اپنی انا کے قلعے میں شگاف ڈالنے آیا ہو؟

''سچ......؟''

''سو فیصد سچ میری بہنا۔'' انشال نے مسکراتے ہوئے سر ہلایا۔

''انشال! مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے وہ مجھ سے بہت خفا ہوں گے۔'' اسے نئی فکر ستانے لگی۔

''کس بات پر؟''

”جو میں نے کیا۔“

”تم نے کچھ نہیں کیا بیلا! یقین رکھو یہ تمہارے حق کی جنگ تھی اور یاد رکھنا جب حق نہ ملے تو اسے چھیننا پڑتا ہے۔“ انشال نے سنجیدگی سے کہا۔

”پھر بھی انشال اگر انہوں نے پاپا کو کچھ بتا دیا تو؟“

”ناممکن ہے وہ کیسے اپنی شکست کا اعلان کر سکتے ہیں؟“

”مگر پھر بھی فرض کرو اگر......!“ اس نے کہنا چاہا۔

انشال نے اس کی بات کاٹ دی۔

”اتنے فضول خدشات مت پالو۔ اب اچھے سے تیار ہو جاؤ۔ مجھے یقین ہے ابھی ممی تمہیں لینے آ جائیں گی۔“ انشال نے اسے چھیڑا۔

بیلا نے شرما کر اسے ایک مکا رسید کیا اور خود اپنے کمرے کی طرف بھاگ گئی۔ کچھ دیر بعد واقعی ممی اسے لینے آ گئیں۔ وہ ان کے ساتھ اندر داخل ہوئی تو قدم من من بھر کے ہو رہے تھے۔

نہال کی نظر اس پر جم گئی۔ واپس آنے سے انکاری ہو گئی۔ نہال نے اسے مشرقی لباس میں پہلی بار دیکھا تھا۔ وہ ایک خوب صورت لانگ شرٹ اور ٹراؤزر میں ملبوس تھی اور بڑا سا دوپٹا اس نے بڑے سلیقے سے اوڑھا ہوا تھا۔

”السلام علیکم!“ بیلا نے آہستگی سے کہا۔ اس کی نظریں جھکی ہوئی تھیں۔

نہال کو ایک ماہ پہلے والی بیلا یاد آ گئی۔ بڑے اعتماد سے ہاتھ اس کی طرف بڑھائے اس نے ”ہیلو سر“ کہا تھا۔

”وعلیکم السلام۔“ نہال نے کہا۔ وہ سوفے پر بیٹھ چکی تھی۔

”بیلا پہچانا تم نے یہ کون ہیں؟“ ممی نے کہا۔

اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔ نہال کے دل پر کڑی گزر گئی تھی۔

”رہنے دیجیے ممانی جان! میں اپنا تعارف خود کروالوں گا۔“ نہال نے بظاہر مسکراتے ہوئے کہا جبکہ اندر سے وہ سخت بے چینی محسوس کر رہا تھا۔

”یہ بھی ٹھیک ہے۔“ جہانگیر مسکرائے تھے۔ آج وہ بے پناہ خوش تھے۔

”جی بیلا صاحبہ! میں میر نہال احمد ہوں آپ کا شرعی و قانونی شوہر۔“ اس کے لہجے میں کھنک تھی اعتماد تھا۔

بیلا کے ہاتھ لرز رہے تھے۔

”ماموں جان کیا میں اپنی امانت لے جاؤں؟“ اس نے بڑے استحقاق سے کہا۔

جہانگیر ہنس دیے وہ اس کی نظروں میں بیلا کے لیے پسندیدگی دیکھ چکے تھے۔

”کیوں نہیں بیٹے مگر ایسی بھی کیا جلدی ہے کچھ دن رہو ہمارے ساتھ کچھ دنیاوی تقاضے ہیں ان کو پورا کیے لیتے ہیں۔“ انہوں نے کہا۔

”ضرور کیوں نہیں۔“ وہ مطمئن تھا۔

”تو پھر ٹھیک ہے ایک دو دن میں ہم ایک شاندار سا ریسپشن رکھ لیتے ہیں ولیمہ کا۔“ انہوں نے جھٹ پٹ پروگرام بنایا۔

”جیسے آپ کی مرضی۔“

”پاپا میں جاؤں۔“ وہ آہستہ سے بولی۔

”ہاں بیٹا آپ جاؤ۔“ ممی نے کہا تو وہ تیزی سے باہر نکل گئی۔

صرف دو دن بعد ایک شاندار فنکشن تھا جس کے بعد وہ اس کے کمرے میں اس کے مقابل تھی۔ ڈری سہمی اور جھجکی سی۔ نہال نے کوٹ اتارتے ہوئے حیرت سے اسے دیکھا۔ وہ اس بیلا کو نہیں جانتا تھا۔ جسے وہ جانتا تھا وہ تو پُراعتماد اور تیکھی تھی۔ وہ آہستہ سے اس کے مقابل آ بیٹھا۔

”بیلا۔“ اس نے اس کے ہاتھ تھام لیے۔ وہ ٹھنڈے تھے اور ان میں خفیف سی لرزش تھی۔ نہال کو حیرت ہوئی۔

”مجھے ہنس کے دکھاؤ۔“ اس نے فرمائش کی۔

”جی؟“ بیلا نے جھٹکے سے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ خالصتاً مشرقی زیورات اور خوب صورت بلڈ ریڈ لہنگا سیٹ

میں وہ باکمال لگ رہی تھی۔

”میں تمہیں مسکراتا ہوا دیکھنا چاہتا ہوں پلیز۔“ اس نے ضد کی۔

بیلا نے آہستہ سے ہونٹ مسکرانے والے انداز میں پھیلائے تو اس کے گالوں میں وہی دو ننھے گڑھے نمودار ہوئے تھے۔ نہال نے بے تابانہ انداز میں اس کے دائیں رخسار پر سجے اس چاہِ زنخداں کی مٹھاس کو لبوں سے چھو لیا۔

”تم نے مجھے ہرا دیا بیلا! دیکھو میں نے اپنی انا کا قلعہ مسمار کر دیا کیونکہ میں نے تم سے محبت کی تھی۔ مگر میری جان! سچ یہی ہے کہ اگر مجھے علم ہوتا کہ تم ہی میری منکوحہ ہو تو میں تم سے کبھی بے پروائی نہ برتتا۔“ وہ نرم لہجے میں کہتا گیا۔

”اور اگر میں نہ ہوتی تو؟“ اس نے انجانے خدشوں سے دہل کر پوچھا۔

”کیوں نہ ہوتیں تم؟ جانتی ہو بعض چیزیں انسان کے اختیار سے باہر ہوتی ہیں اور بعض فیصلے آسمانوں پر طے کیے جاتے ہیں۔ کیوں خود کو اندیشوں میں الجھا رہی ہو؟ یہ سب ایسے ہی ہونا تھا۔“ اس نے بیلا کو خود سے قریب کر لیا۔

”آپ مجھ سے خفا تو نہیں ہے نا؟“ اس نے ہچکچا کر پوچھا۔

”ہاں میں تم سے خفا ہوں۔“

”کیوں؟“

”کیونکہ تم نے مجھے شکست دی ہے۔“

”نہیں نہال! میں نے تو آپ کو جیت لیا ہے۔“ اس نے جذب سے کہا۔

”ہاں بیلا مجھے محبت نے شکست دی ہے اور یقین مانو یہ شکست بڑی خوب صورت ہے۔“ نہال نے ہنستے ہوئے کہا۔

بیلا کا دل چاہا وہ اس کی پیشانی پر گرے بالوں کو سمیٹے اور اس کی سنہری آنکھوں کو چھوئے مگر جس جگہ وہ موجود تھی اس کا تقاضہ تھا کہ وہ صرف شرماتی رہے۔ اسے ہنسی آئی وہ کب اتنی کنفیوز تھی بھلا؟

”ویسے ایک بات کہوں؟“ نہال نے اس کے آویزے کو چھوتے ہوئے کہا۔

”کیا؟“

”تم نے سب کچھ اتنی مہارت سے کیا کہ مجھے آخری لمحوں تک اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ وہ سب سوچا سمجھا پلان تھا۔“ وہ جیسے اپنی بے وقوفی کو انجوائے کر رہا تھا۔ بیلا نے سر اس کے شانے پر ٹکا دیا۔

”مجھے بہت دکھ ہوتا تھا نہال! جب پاپا کو اپنے لیے پریشان دیکھتی تھی تو۔ مجھے لگتا تھا آپ کبھی واپس نہیں آئیں گے۔ جب آپ آئے تو میں نے سوچا کہ مجھے آپ کو دکھانا ہے کہ میں کوئی عام سی دبو اور جاہل لڑکی نہیں ہوں۔ مجھے آپ کو بتانا تھا کہ آپ نے مجھے نظر انداز کر کے اپنے ساتھ غلط کیا۔ بس اسی لیے یہ سب کرتی گئی اور یقین مانیں میں بہت ڈری ہوئی تھی اندر سے۔ آپ کا ردعمل کچھ بھی ہو سکتا تھا۔ آپ غصے میں کوئی انتہائی فیصلہ بھی لے سکتے تھے۔ مگر جب آپ لاہور آئے تو میں نے جان لیا کہ......!“ وہ آنکھیں بند کیے بول رہی تھی۔

جب نہال نے اس کی بات کاٹ دی۔

”پنچھی نے دانا چگ لیا ہے۔“ وہ شرارت سے ہنسا تھا۔

بیلا نے اسے مکا دے مارا۔

”ارے تم تو تشدد پر اتر آئی ہو۔“ وہ حیران تھا۔

بیلا کھلکھلا کر ہنس دی۔ وہ مسحور سا اسے دیکھتا رہا پھر خود بھی ہنس دیا۔ ان کے ساتھ جاڑوں کا مہتاب بھی ہنس پڑا تھا۔ محبت نے انہیں اپنے حصار میں لے لیا تھا۔

پتھروں کی پلکوں پر

نازیہ کنول نازی

مسافر تو بچھڑتے ہیں رفاقت کب بدلتی ہے
محبت زندہ رہتی ہے، محبت کب بدلتی ہے
تمہی کو چاہتے ہیں اور تمہی سے پیار کرتے ہیں
یہ ہے برسوں کی عادت اور عادت کب بدلتی ہے

رات مہمان ہوا وادیٔ دل میں کوئی
بعد مدت اسے دیکھا ہم نے
وہ جو آنکھوں میں رہا کرتا تھا
وہ جو خوابوں میں بسا کرتا تھا
رات اس شہر کی دہلیز پر آیا تو جھجکتا ہوا محسوس ہوا
اس طرح بھی تو ہوا کرتا ہے
بستیاں چھوڑ کے جانے والے
لوٹ کے آئیں تو رستے سے ڈرا کرتے ہیں
حادثے درد کی بنیاد ہوا کرتے ہیں
ہم نے دیکھا کہ وہ اس شہر کی نکڑ پر کھڑا سوچتا ہے
کیا خبر کوئی شناسا بھی ملے یا نہ ملے
کیا خبر......
اجنبی بن کے ملیں سارے پرانے ساتھی
اور ''نئے لوگ تو نئے لوگ ہوا کرتے ہیں
وہ متذبذب سا آگے بڑھا وادی میں اور پھر
چونک اٹھا
اس نے دیکھا کہ نہ پہلی سی وہ رونق ہے نہ حالت کوئی
جیسے کرتا ہی نہ ہو اس کی کفالت کوئی
رات پھیلی ہوئی ہر سمت دعائیں خاموش
عہد بکھرے ہوئے ہر سمت وفائیں خاموش

گویا اک حادثہ عہدِ وفاداری میں ہوا
شہر کا شہر ہی ویران ہوا ہو جیسے
اور ''وہ'' ......
جو میری آنکھوں میں ہر لحظہ رہا کرتا تھا
حیران و پریشان ہوا شہر کی ویرانی پر
ہم بہت کھل کے ہنسے اس کی پریشانی پر

''جلدی جلدی ہاتھ چلاؤ بی بی! ایان صاحب اور ان کے بچے بس پہنچنے ہی والے ہیں' ہاتھوں میں دم نہیں ہے کیا؟'' بخار سے بے حال میلے کپڑوں میں ملبوس' چکراتے سر کے ساتھ وہ بنگلے کی صفائی ستھرائی میں مصروف تھی جب انیسہ بیگم جو بنگلے کی کیئر ٹیکر اور اس کی جان کی دشمن تھی کی چنگھاڑ پر اس کے ہاتھ مزید تیزی سے حرکت کرنے لگے تھے۔

پچھلے پانچ سالوں سے وہ اسی بنگلے میں کام کر رہی تھی جہاں اسے تین وقت کی روٹی کے ساتھ' سر چھپانے کے لیے چھت کا آسرا بھی میسر تھا۔ کتنا بدل دیا تھا گزرے پانچ سالوں نے اسے...... ریشم سی ملائم انگلیاں' کھردرے ہاتھوں کا حصہ بن گئی تھیں۔ گداز بدن' حالات کی تند آندھیوں کا زور برداشت کرتا' ہڈیوں کے ڈھانچے میں تبدیل ہو گیا تھا' وہ خوب صورت آنکھیں جو اٹھتی تھیں تو مقابل کا ایمان لوٹ لیا کرتی تھیں' کسی شکستہ قلعے کی مانند اندر کو دھنس کر رہ گئی تھیں' مسلسل بیماری نے اسے کہیں کا نہیں چھوڑا تھا۔

وہ جان گئی تھی کہ اسے اب زندگی اسی حال میں بسر کرنی ہے تبھی اس نے صبر کر لیا تھا اور جو صبر کر لیتا ہے اس کے لیے مٹی بن جانا بہت آسان ہو جاتا ہے۔ کیا کیا نہیں سہا تھا اس نے پچھلے پانچ سالوں میں' کوئی اذیت ایسی تھی ہی نہیں جس سے اس کا سامنا نہ ہوا ہو۔

پانچ سال ہونے کو آئے تھے اسے سعید ولا کی شاہراؤں اور گلی کوچوں کی شکل دیکھے' جانے پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ ان پانچ سالوں میں کیا ہوا تھا اسے کوئی خبر ہی نہیں تھی' خبر ہوتی بھی کیسے' پانچ سال پہلے آمنہ کے گھر سے نکلنے کے بعد وہ پے در پے بدترین حالات کی بھینٹ چڑھتی گئی تھی۔ گزرے پانچ سالوں میں سوائے عزت کے وہ اور کچھ بھی بچا کر نہ رکھ سکی تھی۔ تیس ہزار کی وہ رقم جو آمنہ کے گھر سے نکلنے کے بعد وہ اپنے ساتھ لائی تھی۔ فقط دو ہی ماہ میں خرچ ہو گئی' دو ماہ اسی بنگلے کے ''مالی بابا'' کے گھر غربت کے بدترین روپ دیکھنے کے بعد اس نے اس بنگلے میں ملازمت کا فیصلہ کیا تھا۔

حال ہی میں تعمیر ہونے والے اس بنگلے کی ملکیت ایک بوڑھی خاتون اور اس کے بوڑھے شوہر کے نام تھی۔ دونوں عجیب سے کٹھور اور بے حس تھے' مالی بابا کی سفارش پر اسے اس بنگلے میں کام ملا تھا تاہم بوڑھی خاتون اور اس کی چاپلوس ملازمہ نے اس بنگلے میں اس کا جینا محال کر دیا تھا۔ چھوٹی چھوٹی غلطیوں پر اسے بہت بڑی بڑی روح چیر دینے والی باتیں سننا پڑتی تھیں۔ علیزہ مالی بابا پر اضافی بوجھ نہیں بننا چاہتی تھی' اسی لیے سب برداشت کر رہی تھی اس بنگلے کے سوا کوئی اور ٹھکانا بھی تو نہیں تھا۔

گزرے پانچ سال میں ہر طرح کی زیادتی برداشت کر کے بھی اس نے کبھی شور نہیں مچایا تھا۔ پچھلے پانچ سالوں میں کسی نے اسے ضرورت سے زیادہ بولتے' ہنستے یا مسکراتے نہیں دیکھا تھا۔ وہ صبح سویرے آتی تھی اور پھر بنا ناشتہ کیے اپنا کام مکمل کر کے چلی جاتی تھی۔ دو سال قبل اسے علیحدہ کوارٹر مل گیا تھا کیونکہ مالی بابا کی رحلت ہو گئی تھی۔

آج تک کسی کو پتا نہیں چل سکا تھا کہ وہ کون ہے؟ کہاں سے آئی ہے؟ کیا چاہتی ہے؟ اس کی خاموش طبع کے

باعث نہ کوئی اس کے قریب ہونے کی کوشش کرتا تھا نہ اس کے حالات جاننے کی۔

ابھی دو ماہ قبل وہ بنگلہ کسی اور نے خرید لیا تھا۔ وہ بد دماغ بوڑھی عورت اور اس کا شوہر ملک سے باہر چلے گئے تھے تاہم ملازمین کی چھٹی نہیں کی گئی تھی' دو ماہ میں۔ سارے بنگلے کی ایک ایک چیز کو تبدیل کیا جا رہا تھا اور ادھر علیزہ کا بخار تھا کہ جان چھوڑنے میں ہی نہیں آ رہا تھا۔ اسے اتنی سی رعایت بھی نصیب نہیں ہوئی تھی کہ وہ ہفتہ دو ہفتہ گھر بیٹھ کر آرام ہی کر لیتی۔

اس روز بھی صبح سے اس کا سر چکرا رہا تھا۔ مسلسل بخار کے سبب جسم میں ہل کر پانی پینے کی سکت بھی نہیں رہی تھی مگر انیسہ بیگم کے ہاتھوں ہونے والی بے عزتی سے بچنے کے لیے وہ صبح صبح ہی کام پر آ گئی تھی۔

شدید تھکن اور بیماری سے بے پروائی کے باعث رات بھر میں بخار کی شدت مزید بڑھ گئی تھی۔ اگلے روز بنگلے کے مکین آ گئے تھے مگر اس سے اٹھا بھی نہیں جا رہا تھا۔ حلق سوکھ کر کانٹا بنا ہوا تھا اور جسم تھا کہ تپتے' سلگتے انگارے سے کیا کم ہوگا۔

کئی بار اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش میں وہ ہانپ کر رہ گئی تھی۔ ادھر انیسہ بیگم کو اسے بنگلے میں اس کی ملازمت سے بے دخل کرنے کا موقع مل گیا۔ تین دن بعد وہ جیسے کام پر آئی تھی' اس کا دل ہی جانتا تھا' گیٹ سے اندر داخل ہوتے وقت اس کے منہ پر زور سے فٹ بال آ کر لگا تھا' علیزہ تڑپ کر رہ گئی' لان میں انیسہ بیگم' چوکیدار کو کچھ ہدایت دے رہی تھی' ان کے قریب ہی ایک چھوٹا سا بچہ نیکر شرٹ میں ملبوس کھڑا ہنس رہا تھا۔

وہ آنسو ضبط کرتی جونہی انیسہ بیگم کے قریب آئی وہ بول اٹھیں۔

''اب کیا آئی ہو یہاں لینے' جاؤ بی بی' اب یہاں تمہاری ضرورت نہیں ہے' صاحب نے کہہ دیا ہے تمہارا حساب کر دوں۔''

''مگر......''

''کیا مگر...... ہاں...... بہت دن برداشت کر لیا میں نے تمہیں یہاں' اب مزید اپنی شکل نہ دکھانا مجھے' مفت ماری حرام خور۔''

وہ جس ڈر سے خوف زدہ تھی' وہ ڈر پورا ہو گیا تھا۔ اس کی آنکھیں یک لخت آنسوؤں سے بھر آئیں۔

''ایسا مت کہیں انیسہ آپا! آپ جانتی ہیں میرا دنیا میں کوئی نہیں ہے۔''

''تو میں کیا کروں' میں نے لنگر خانہ کھول رکھا ہے یہاں' تین دن ہو گئے تجھے بے شرموں کی طرح گھر پڑے ہوئے'

جھیل' کنارہ' کنکر

نازیہ کنول نازی آنچل کی کہنہ مشق اور قارئین کی ہر دلعزیز مصنفہ ہیں۔ ان کی ہر تحریر معاشرے میں جا بہ جا بکھری تلخ حقیقتوں کا احاطہ کرتی نظر آتی ہے۔ ان کے اندازِ تحریر میں اتنی روانی اور سلاست ہے کہ قاری لفظوں کے ساتھ بہتا چلا جاتا ہے۔

ادارہ آنچل نے قاری بہنوں کی فرمائش پر ان سے ایک اور دلچسپ منی سیریل ناول ''جھیل' کنارہ' کنکر'' تحریر کروایا ہے۔ جو ان کی خوب صورت تحریروں میں ایک اور اضافہ ثابت ہوگا۔ بہت جلد یہ ناول آپ انہی صفحات پر ملاحظہ فرمائیں گے۔

ادارہ

ذرا سوچا تُو نے کہ کون صفائی کرے گا تیری جگہ یہاں آ کر...... نئے مالک کیا سوچیں گے بول......؟"
وہاں اس کے حال کی پروا کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ وہ بے بسی سے روتی ابھی انیسہ آپا کے قدموں میں بیٹھنے کا سوچ ہی رہی تھی کہ اس کی نظر کچھ ہی فاصلے پر سامنے کھڑے اس پتھر ہوئے شخص پر جا پڑی جو شاکڈ سا یک ٹک اسے دیکھے جا رہا تھا۔

علیزہ ملک کے آنسو اس کی پلکوں پر ہی اٹک گئے۔

"ایان......"

پپڑی زدہ ہونٹوں نے ہلکی سی جنبش کی اور پھر جیسے اس پر سب روشن ہو گیا۔

❁......❁......❁
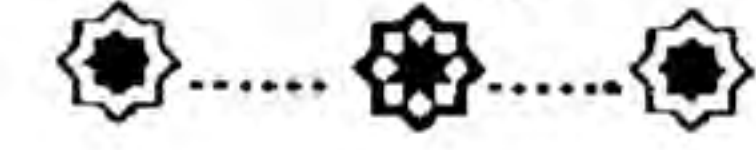
ہادیہ کی بات طے ہو گئی تھی۔

پاکستان سے آسٹریلیا واپسی کے بعد عباد یاور کے دکھ کو بھلانے کے لیے اس نے اپنی دوست کے بھائی فہیم رضا کا ہاتھ تھاما تھا اور اب گزرتے وقت کے ساتھ دونوں میں اچھی خاصی ہم آہنگی پیدا ہو گئی تھی' رشتے کی خواہش کا اظہار بھی فہیم کی طرف سے ہوا تھا۔

عباد میں آسٹریلیا آنے کی ہمت نہیں تھی۔ اسپیشلی صاعقہ احمد کے خیالات جاننے کے بعد وہ اس سے نظریں ملانے کے قابل بھی نہیں رہا تھا۔ ٹھیک ہی تو کہا تھا اس نے 'مڈل کلاس لڑکیاں' امیر کبیر لڑکوں سے نہیں ان کی دولت سے محبت کرتی ہیں' اسے شرم آ رہی تھی ہادیہ کا سامنا کرتے ہوئے مگر پھر بھی وہ اس کے اصرار پر آسٹریلیا چلا آیا تھا۔

منگنی کی سادا سی تقریب میں سفید سوٹ پہنے بنا کسی میک اپ کے' وہ کتنی اداس لگ رہی تھی' عباد شرمندہ شرمندہ سا اس کے قریب جا بیٹھا۔

"کیسی ہو ہادی؟"

"تمہیں کیسی لگ رہی ہوں؟" وہ مسکرائی تھی مگر اس مسکراہٹ میں بھی درد تھا۔ وہ نظریں چُرا گیا۔

"بہت خوب صورت' بے حد پُر وقار!"

"شکریہ......اب تم بھی شادی کر لو جلدی سے پلیز۔"

"کر لوں گا' ابھی کون سا بوڑھا ہو رہا ہوں۔"

"ہو جاؤ گے جلدی' اگر یونہی اذیت کے حصار میں رہے تو تمہیں پتا ہے ناں یہ ٹینشن اور اذیت انسان کو وقت سے پہلے بہت بوڑھا کر دیتی ہیں۔"

"ہوں پتا ہے' تم خوش ہو ناں؟" عباد کے بات بدلنے پر ہادیہ نے فوراً رخ پھیرا تھا۔

"پتا نہیں' لیکن فہیم اچھا لڑکا ہے' وہ جلد مجھے خوش رہنا سکھا دے گا۔"

"میں اس کا مشکور رہوں گا مگر پھر بھی پلیز مجھے معاف کر دینا ہادی! کہتے ہیں محبت اپنا دل دکھانے والوں کو کبھی معاف نہیں کرتی' مجھے لگتا ہے شاید تمہیں کھونے کے بعد میں پُرسکون نہیں رہوں گا۔ شاید میں فہیم سے جیلسی بھی فیل کروں' ہوتا ہے ناں ایسا جو چیز آپ کے نام سے منسوب رہی ہو' اسے خواہ آپ خود چھوڑ بھی دیں پھر بھی وہ کسی دوسرے کے پاس برداشت نہیں ہوتی بہر حال میرے لیے دعا کرنا' میں بہت بے سکون ہو گیا ہوں ہادی!"

"مجھے معاف کر دو عباد! اگر مجھے پتا ہوتا کہ وہ لڑکی تمہاری زندگی میں اس حد تک اہمیت رکھتی ہے تو اس روز جب وہ تمہاری تلاش میں آفس آئی تھی' میں اسے وہیں روک لیتی اور کبھی کہیں نہ جانے دیتی۔"

پلوشہ گل

السلام علیکم! مجھے امید ہے کہ آپ سب خیریت سے ہوں گے اور دعا کرتی ہوں ہمیشہ آپ ہنستے مسکراتے رہیں۔ اب آتی ہوں اپنے تعارف کی طرف' میرا نام پلوشہ گل ہے۔ گھر میں سب مجھے پیار سے وش کہتے ہیں۔ میں 24 نومبر 1995 کو تحصیل کوٹ اڈو ضلع مظفر گڑھ میں پیدا ہوئی۔ ویسے میں اسٹار جیسی چیزوں پر یقین نہیں رکھتی پھر بھی میں باقاعدہ اپنے اسٹار کے بارے میں پڑھتی ہوں۔ میرا اسٹار قوس ہے۔ ہماری ذات خان ہے اور ہم سات بہن بھائی ہیں۔ چار بہنیں' تین بھائی اور میرا نمبر سیکنڈ لاسٹ ہے۔ میں سیکنڈ ائر کی طالبہ ہوں اور آگے بی کام کرنے کا ارادہ رکھتی ہوں۔ دعا کیجیے گا کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤں۔ میں نماز باقاعدگی سے پڑھتی ہوں کیونکہ میرے بابا کہتے ہیں کہ نماز پڑھنے سے انسان کو قلبی سکون ملتا ہے اور وہ تندرست و توانا رہتا ہے۔

میری بیسٹ فرینڈز میں مہرین خادم' سائرہ اختر' کلثوم اختر شامل ہیں جو کہ میری کزنز بھی ہیں۔ میری مما بہت نرم طبیعت کی مالک ہیں اور میرے بابا وہ بھی بہت نائس ہیں اور مجھے بے حد عزیز ہیں اور مجھے اپنے بھانجے امتنان خان سے جنون کی حد تک پیار ہے' میں اس کے لیے کچھ بھی کر سکتی ہوں۔

مجھے کھانے میں مٹر کا پلاؤ اور آلو کے کباب بہت پسند ہیں اور میٹھے میں چاکلیٹ میری فیورٹ ہے۔ میرا پسندیدہ کلر ریڈ' بلیک اور سی گرین ہے۔ میرے پسندیدہ لباس ٹراوزر شرٹ اور فراک' پاجامہ ہے۔ رائٹرز میں عمیرہ احمد' نازیہ کنول نازی اور سباس گل میری موسٹ فیورٹ ہیں' میں آنچل بہت ہی شوق سے پڑھتی ہوں' مجھے آنچل سے بے حد لگاؤ ہے۔ میرا اور آنچل کا ساتھ چھ سال سے ہے۔ مجھے سائیکل چلانا بہت پسند ہے' اسی لیے فارغ اوقات میں سائیکل چلاتی ہوں۔ مجھے خبریں سننا بہت پسند ہے اور نیوز کاسٹر میں مجھے ARY کے عادل عباسی اور GEO کی عائشہ بخش بہت اچھے لگتے ہیں۔ ارے! لگتا ہے آپ بے زار ہو گئے ہیں اور میں نے آپ کا ٹائم بھی زیادہ لے لیا تو اس کے لیے معذرت! اب ہنستے مسکراتے ہوئے مجھے اجازت دیجیے۔

"اٹس او کے' میں چلتا ہوں اب' پلیز انکل آنٹی کو مت بتانا اور ہاں یہ میں تمہارے لیے گفٹ لایا تھا لو سنبھالو اسے۔"

چھوٹے سے نفیس کیس میں ڈائمنڈ کے ساتھ گولڈ کی وہ بہت نفیس چین تھی۔ ہادیہ کی آنکھیں اچانک چھلک اٹھیں۔

"کاش میں تم سے کہہ سکتی عباد کہ میں تم سے بے تحاشا محبت کرتی ہوں۔"

وہ کہنا چاہتی تھی مگر اس نے یہ نہیں کہا تھا' اس وقت سب کچھ کہنے کے لیے آنسو ہی کافی تھے جنہیں عباد نے فوراً اپنے رومال میں جذب کر کے جیب میں رکھ لیا تھا۔

"تم دنیا کی سب سے اچھی لڑکی ہو ہادیہ! قسم سے......"

"ہوں' مگر تم دنیا کے سب سے بُرے لڑکے ہو کیونکہ تم نے زندگی کے طویل سفر کے لیے دنیا کی سب سے اچھی لڑکی کو کھو دیا ہے' پتا نہیں یہ کیسی کہانی' کیسا المیہ ہے' یہاں دنیا میں سب سے اچھا ہونے کے باوجود محبت نہیں ملتی عباد! یہ جزیرہ کوئی اور ہی فتح کر لیتا ہے۔"

اس کی خوب صورت آنکھوں میں آنسو چمک رہے تھے' عباد نے آہستہ سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"اسٹوپڈ رونا نہیں' خوش رہنا ہے' کبھی......!"

وہ اپنی اداسی کا بھرم رکھ رہا تھا' ہادیہ بھی روتے میں مسکرا دی۔

"رنگ پہناؤ، پھر خوش رہوں گی۔"
"اوکے......!" اداسی سے مسکرا کر کہتے ہوئے اس نے اس کی انگلی میں پڑی رِنگ اتار کر پھر سے خود پہنادی، پھر لاکٹ سیٹ کھولتے ہوئے وہ بھی اپنائیت سے اس کے گلے میں ڈال دیا۔
"لو پہنا دیا، اب ہمیشہ اسے اپنے دل کے قریب رکھنا، ٹھیک ہے۔"
"ہوں......!" سر جھکا کر اس نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔ عباد کچھ دیر مزید اس کے قریب بیٹھنے کے بعد اٹھ کھڑا ہوا۔ آسٹریلیا سے واپسی کے بعد وہ سیدھا پنڈی آیا، شاہ زر کے پاس۔ دونوں ایک ہی بیڈ پر نیم دراز دیر تک اپنا اپنا احوال ایک دوسرے سے شیئر کرتے رہے تھے۔
شاہ زر نے عباد کو انوشہ کے بارے میں بتا دیا تھا اور اب وہ اس کے لیے خاصا فکر مند تھا۔ تاہم اس نے شاہ زر سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اپنے طور پر انوشہ کو تلاش کرنے میں اس کی پوری پوری مدد کرے گا۔

❁......❁......❁
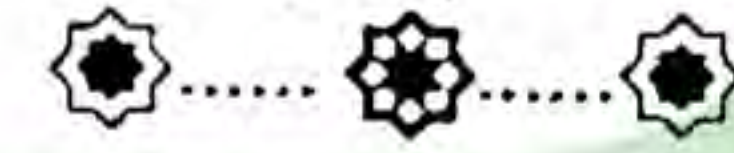
انوشہ کو جاب مل گئی تھی۔
صبا کے شوہر ارسلان کا رویہ اس کے ساتھ ضرورت سے زیادہ۔ اچھا تھا اسی لیے اس نے پہلی فرصت میں اپنا ٹھکانہ تبدیل کیا تھا۔ تاہم وقت کے ساتھ ساتھ حالات میں بھی بہتری آئی تھی۔ ارسلان کی دوسری بیوی مزید بچے کے حق میں نہیں تھی اسی لیے وہ صبا کی طرف پلٹا تھا اور پھر صبا کے بطن سے بیٹے کی پیدائش کے بعد اس کے رویئے میں مکمل تبدیلی آ گئی تھی۔
انوشہ خوش تھی بالآخر صبا کو اس کا حق مل گیا تھا، تاہم وہ گزرتے ہر دن کے ساتھ جیسے بجھتی جا رہی تھی۔ تنہا درخت ہو، چاند ہو یا انسان، قابل ترس ہی ہوتا ہے، اسے بھی اب خود پر ترس آنے لگا تھا۔ بہت کٹھن تھا تنہا رہنے کا یہ فیصلہ، کوئی رات ایسی نہیں تھی جب وہ رو کر نہ سوتی ہو مگر......
اب رونے کا حاصل کیا تھا، اپنے پیچھے تمام کشتیاں وہ خود جلا کر آئی تھی۔ اس روز صبح سے اس کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ صبا کا شاہ زر سے رابطہ ہو گیا تھا مگر اس نے اسے یہ نہیں بتایا تھا کہ انوشہ اس کے پاس ہے کیونکہ انوشہ کا اعتبار توڑنا اسے کسی صورت گوارا نہیں تھا۔ تاہم اس روز شاہ زر کی کال آئی تو اس نے بتایا کہ اس کے بیٹے کا زبردست ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے، وہ اسپتال میں ہے اس نے صبا سے دعا کی درخواست کی تھی اور صبا دعا کرنے کے ساتھ ساتھ فوراً انوشہ کے پاس چلی آئی تھی۔
انوشہ ابھی نیند کی گولی لے کر سونا ہی چاہتی تھی کہ صبا نے اسے شاہ زر کے فون کا بتا دیا۔
وہ مضبوط اعصاب کی خوددار لڑکی تھی مگر اس وقت صبا کے منہ سے اپنے بیٹے کے ایکسیڈنٹ کا سن کر اسے لگا جیسے وہ مٹی سے زیادہ اہمیت نہ رکھتی ہو، اس کی ساری انا ساری خودداری سارا ضبط جیسے دھرا کا دھرا رہ گیا تھا۔
کپکپاتے وجود کے ساتھ اس لمحے اس نے فوراً "شاہ پیلس" واپسی کا فیصلہ کیا تھا صبا کا شوہر شہر میں نہیں تھا تاہم اس نے ڈرائیور سے اس کے لیے جہاز کا ٹکٹ اور سیٹ کنفرم کروادی تھی۔ اگلے روز کی ڈھلتی شام کے ساتھ وہ پنڈی واپس پہنچ گئی تھی۔ صباء نے اسے مطلوبہ اسپتال کا بتا دیا تھا، دیوانوں کی طرح اپنے حال سے بے خبر، بنا تھکن کی پروا کیے، اپنے گھر جانے کی بجائے سیدھی اسپتال چلی آئی تھی جہاں آئی سی یو میں پڑے اس کے نو سالہ بیٹے کے لبوں پر بار بار اسی کا نام آ کر ٹوٹ رہا تھا۔
ائرپورٹ سے اسپتال اور اسپتال سے آئی سی یو کے اس کمرے تک پہنچنے میں وہ جیسے ہلکان ہو گئی تھی، پچھلے پانچ

سال کا ضبط کسی گلیشیئر کی مانند پگھل چکا تھا، شاہ زر وہاں نہیں تھا وہ بچے کے لیے خون کی مزید بوتلوں کا انتظام کرنے گیا تھا تاہم وہ وہیں کھڑی، بچوں کی طرح بلک بلک کر رو پڑی تھی۔
ایک مدت کے بعد اس کا دل اپنے ربّ سے کچھ مانگتے ہوئے جیسے پھٹ رہا تھا۔ وہ اپنے بیٹے سے دور رہ سکتی تھی مگر اسے ہمیشہ کے لیے کھونے کا حوصلہ اس میں نہیں تھا۔
جانے یہ ایک ماں کے سسکتے ہوئے دل سے نکلی دعاؤں کا ثمر تھا یا ایک باپ کی سر توڑ کوششوں اور صدقوں کا کہ ان کا بیٹا اگلے چوبیس گھنٹوں میں ہوش میں آ گیا تھا۔ آئی سی یو کے باہر بلکتی ہوئی انوشہ رحمٰن کو دیکھ کر شاہ زر کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں تاہم اس نے اسے مخاطب کرنا گوارا نہیں کیا تھا۔
چاند کے روم میں شفٹ ہونے کے بعد جب انوشہ لپک کر اس کے قریب جانے لگی اس نے انتہائی غصے سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔
"وہ میرا بیٹا ہے انوشہ رحمٰن! بہتر ہوگا اگر آپ اسے میرا بیٹا ہی رہنے دیں۔"
"نہیں......وہ میرا بیٹا ہے، مجھے اس کی صورت دیکھنے دو پلیز......" وہ رو پڑی تھی، شاہ زر کو مزید غصہ آ گیا۔
"تمہارا بیٹا ہوتا تو پانچ سال پہلے یوں لاوارثوں کی طرح اسے چھوڑ کر نہ جاتیں، بہت دکھ سہے ہیں میرے بیٹے نے بہت مشکل سے اس نے اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے کہ اس کی ماں مر چکی ہے، پلیز اسے دوبارہ ڈسٹرب مت کرو۔"
"نہیں، مجھے اپنی غلطی کا احساس ہو چکا ہے، پلیز مجھے معاف کر دو......پلیز......"
پچھلے پانچ سالوں نے اگر اسے کسی پل سکون لینے نہیں دیا تھا تو سکون انوشہ رحمٰن کے چہرے پر بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ بھی ہجر کی کڑی دھوپ میں جلی تھی۔ اس کی آنکھوں میں بھی پرانے شکستہ کھنڈروں سی ویرانی صاف جھلکتی دکھائی دے رہی تھی۔ جانے کیا سوچ کر شاہ زر نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔
کمان سے نکلتے تیر کی مانند لپک کر وہ اپنے بیٹے کے پاس گئی اور اسے بے تحاشا چومنے لگی تھی۔ شاہ زر عجیب سے احساسات میں گھرا، ایک سائیڈ پر کھڑا اسے خاموشی سے دیکھتا رہا۔

❁......❁......❁

وہ کچن میں تھی اور سرمد ابھی آفس سے گھر واپس آیا تھا۔
"السلام علیکم!"
اپنا بیگ اور کوٹ لاؤنج میں صوفے پر پھینکنے کے بعد وہ کچن میں ہی چلا آیا تھا۔ جواب میں بُریرہ نے مسکرا کر خاصے تمتماتے چہرے کے ساتھ اسے دیکھا۔
"وعلیکم السلام اور شام بخیر......!"
"کیا ہو رہا ہے؟" اسے آٹا گوندھتی دیکھنے کے باوجود قریب آتے ہوئے وہ پوچھ بیٹھا تھا۔ جواب میں بُریرہ نے واپس پلٹتے ہوئے آٹے میں لتھڑے ہاتھ بڑے آرام سے اس کے دونوں گالوں پر پھیر دیئے۔
"کچھ نہیں، آج اپنے بیٹے کی فرمائش پر اسے خالص پاکستانی کھانا بنا کر دے رہی ہوں۔"
"اچھا! کبھی شوہر کی فرمائش کو تو اتنی اہمیت نہیں دی۔" بازو اس کی کمر کے گرد حمائل کرتے ہوئے اس نے شکایت کی تو وہ مسکرا دی۔
"میرا شوہر بڑا معصوم قسم کا فرماں بردار بندہ ہے، بالکل میرے پاپا کی طبیعت والا، اس نے کبھی زور دے کر یوں اپنی فرمائش منوائی ہی نہیں۔"

''اوہ.....تو یہ بات ہے' مطلب اب جناب کے ساتھ روایتی پاکستانی شوہروں جیسا سلوک کرنا پڑے گا۔''
بُریرہ کی ناک پر چٹکی لیتے ہوئے اس نے چھیڑا' جواب میں اس نے اس کے کندھے پر ہلکا سا مکا رسید کیا۔
''کر کے تو دیکھنا' جان لے لوں گی تمہاری۔''
''لے لینا کوئی پروا نہیں۔'' اب وہ اسے خود میں سمو رہا تھا۔ بُریرہ کا دل زور سے دھڑک اٹھا۔
''سرمد! آپ کو بخار ہے؟''
''نہیں تو۔''
''نہیں کے بچے' سارا جسم آگ کی مانند تپ رہا ہے' اور بھیگو بارش میں۔'' وہ اپنے معمول کے موڈ میں آ گئی تھی' وہ مسکرا دیا۔
''تمہارے عشق کا بخار ہے بُریرہ! اتنی جلدی نہیں اترنے والا۔''
''عشق کرنے کے سوا کبھی کچھ اور بھی کر لیا کرو۔''
''مثلاً.....تم حکم کرو' کیا کرنا ہے میں سب کچھ کرنے کو تیار ہوں۔''
''پاگل.....!'' اس کی شرارت پر ڈپٹ کر کہتے ہوئے اس نے خود کو اس کی گرفت سے نکالا پھر آٹا گوندھ کر سائیڈ پر رکھتے ہوئے وہ اسے بیڈ روم میں لے آئی۔
''لیٹو یہاں پر' وہ بھی بالکل خاموشی سے' آئی سمجھ۔''
سرمد خان پر اس کا اچھا خاصا رعب چلتا تھا اور اسے اس کا یہی انداز پسند تھا' تبھی مسکراتے ہوئے چپ چاپ بیڈ پر لیٹ گیا۔
''تم بھی ساتھ لیٹو۔''
''چپ.....!'' ڈپٹ کر ہونٹوں پر انگلی رکھتے ہوئے وہ اس کا بخار چیک کرنے لگی۔
''دیکھو ذرا' ایک سو تین بخار ہے اور جناب کو پروا ہی نہیں۔'' اب اسے غصہ آ رہا تھا' سرمد چپ چاپ اسے دیکھے گیا۔ بخار چیک کرنے کے بعد اس نے اس کے پاؤں جوتوں کی قید سے آزاد کیے پھر اس کے پاؤں تلے سے کمبل نکال کر اس کے اوپر پھیلا دیا۔
''میں ڈاکٹر کو کال کرتی ہوں تب تک خاموشی سے لیٹے رہیں۔''
''کوئی نہیں تم پاس بیٹھو گی تو لیٹوں گا۔ نہیں تو میں بھی آ رہا ہوں کچن میں۔''
''سرمد! میں نے سچ میں اب ایک لگا دینی ہے۔''
''دو لگا دو مگر میرے پاس بیٹھو۔'' بچے کی طرح ضد کرتے ہوئے اس نے اس کا آنچل تھام لیا تھا۔ بُریرہ اس کی ضد سے ہار مانتے ہوئے وہیں بیڈ پر بیٹھ کر اس کا سر اپنی گود میں رکھنے کے بعد اسے دبانے لگی۔
''کبھی کبھی بالکل چھوٹے سے بچے بن جاتے ہو آپ۔''
''تو کیوں عادتیں خراب کی ہیں میری؟''
''میں نے کوئی نہیں کی' آپ شروع سے خراب ہو۔''
''اچھا اب تو جیسا بھی ہوں برداشت کرو۔'' اس کا سر درد سے پھٹ رہا تھا مگر پھر بھی وہ خود کو ہشاش بشاش ظاہر کر رہا تھا۔ بُریرہ کی گود میں تھوڑی دیر بعد اسے نیند آ گئی تھی۔ تبھی وہ اٹھ کر کچن میں چلی آئی۔ بلند بخت اسلامک سینٹر سے گھر واپس آ گیا تھا اور اب اسے بھوک ستا رہی تھی۔ بُریرہ نے اسے کھانا کھلا کر تھوڑی دیر پڑھانے کے بعد اس کے

کمرے میں بھیج دیا اس تنبیہہ کے ساتھ کہ سرمد کی طبیعت ٹھیک نہیں وہ اسے ڈسٹرب نہ کرے' بلند بخت اس کی تنبیہہ پر سوئے ہوئے سرمد کو پیار کر کے اپنے کمرے میں چلا گیا تھا۔
رات کا جانے کون سا پہر تھا جب اس کی آنکھ کھلی تھی۔ سرمد کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی' وہ کراہ رہا تھا شاید بخار اس کے دماغ کو چڑھ گیا تھا۔ بُریرہ گھبرا اٹھی۔
''سرمد.....!'' اس کا گال تھپتھپاتے ہوئے اس نے اسے پکارا تھا مگر سرمد نے آنکھیں نہیں کھولیں۔ رات پچھلے پہر میں داخل ہو رہی تھی' بُریرہ کی جان پر بن گئی۔ روتے ہوئے اس نے اسے جھنجوڑا تھا پھر بیڈ سے اتر کر بھاگتے ہوئے پچھلے روڈ پر ڈاکٹر ڈی این کے گھر کے سامنے کھڑی ہو کر ان کے گھر کا دروازہ پیٹنے لگی۔ پہلی بار اسے اپنی زندگی میں سرمد خان کی زندگی کی اہمیت کا احساس ہو رہا تھا۔ جسم سے جان کیسے نکلتی ہے پانچ سال کے بعد وہ دوبارہ محسوس کر رہی تھی۔ پچھلے پانچ سال میں سرمد خان نے اسے اتنی محبت دی تھی کہ اب اس کے بغیر ایک پل بھی جینے کا تصور اسے پاگل کر رہا تھا۔ پچھلے پہر کا سفر سست روی سے مکمل کرتی اس سرد رات میں کتنی ہی دیر وہ ڈاکٹر ڈی این کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹاتی رہی تھی مگر ڈاکٹر ڈی این نے اس کے لیے اپنے گھر کا دروازہ نہیں کھولا تھا۔ تبھی وہ اس دروازے کی طرف آئی جس کی طرف آنے والا کوئی سائل کبھی خالی ہاتھ نہیں لوٹا تھا۔
سائلہ بیگم انگلینڈ میں نہیں تھیں۔ وہ ساحل کے پاس نیویارک گئی ہوئی تھیں۔ مشکل اور مصیبت کی اس گھڑی میں سوائے اللہ رب العزت کی پاک ذات کے اور کوئی نہیں تھا جو اس وقت اس کا درد سمجھتا' اس نے اب تک سرمد خان پر ظاہر نہیں کیا تھا کہ وہ اس کی زندگی میں کیا مقام رکھتا ہے مگر اب اسی کے لیے رو رو کر وضو کرتے ہوئے' وہ پچھلے پانچ سال سے ٹوٹا ہوا ایک اور پیارا سا تعلق بحال کر رہی تھی۔
شاہ زر کے لیے مانگی اپنی تمام دعائیں رد ہونے کے بعد پانچ سال ہوئے اس نے اللہ سے کچھ مانگنا ہی چھوڑ دیا تھا مگر اب وہ پھر مانگ رہی تھی۔ زار و قطار روتے ہوئے وہ اپنے اللہ سے سرمد خان کی صحت اور سلامتی مانگ رہی تھی اور اس کے اللہ نے رات کے اس پہر میں اپنا در کھٹکھٹانے پر اسے خالی ہاتھ واپس نہیں لوٹایا تھا۔
سرمد خان کی آنکھ جس وقت کھلی وہ دوپٹا نماز کے لیے اچھی طرح لپیٹے' بار بار اس کا ہاتھ چومتے ہوئے رو رہی تھی۔ رات میں شاید اس نے اس کے سر پر ٹھنڈے پانی کی پٹیاں بھی رکھی تھیں۔ وہ شاکڈ ہی تو رہ گیا تھا۔
''بری.....!''
''بری نہیں سرمد بُری کہو' بے حد بُری' ہم سفر ہوں میں تمہاری' کیا نہیں کیا تم نے میری اداس زندگی میں خوشیوں کے پھول کھلانے کے لیے مگر میں نے کیا کیا' پرانے زخموں سے کھرنڈ اتار اتار کر خود کو لہولہان کرتی رہی' تمہاری قدر ہی نہیں کی' مجھے معاف کر دو سرمد' پلیز.....!'' جذبات میں بکھرتے ہوئے وہ اس کے گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔ سرمد حیران ہی تو رہ گیا تھا' فقط ایک ہی رات میں اسے کیا ہو گیا تھا؟
''بری.....میری جان میں ٹھیک ہوں۔''
وہ تڑپ اٹھا تھا اس کے آنسوؤں پر' مگر بُریرہ نے اس کے سینے سے سر نہیں اٹھایا۔
''آپ کو ٹھیک رہنا ہے ہمیشہ کیونکہ آپ میں میری جان ہے سرمد! مجھے لگتا تھا میرے رب نے مجھ سے شاہ زر آفندی کو چھین کر بڑا ظلم کیا ہے' مجھ پر پانچ سال اسی گمان میں بیت گئے' نہیں سمجھ سکی میں اس کی حکمت۔ میں نہیں سمجھ سکی سرمد کہ جب وہ آپ سے کچھ لیتا ہے تو صرف اسی لیے کہ اس کے پاس آپ کے لیے اس سے بہتر کچھ موجود ہوتا ہے' میں نہیں سمجھ سکی۔''

سرمد خان کے سینے پر سر پٹختے ہوئے وہ اپنی نادانی کا ماتم کررہی تھی جواب میں سرمد نے اپنے بازو اس کے گرد پھیلا دیئے۔

''بری پاگل ہوئی ہو پلیز چپ کرجاؤ نہیں تو میرا دل رک جائے گا۔''

وہ ایک محبت کرنے والا انسان تھا' الجھی ہوئی کہانی کے الجھے ہوئے کرداروں میں ایک بے حد گداز دل رکھنے والا' ایسا انوکھا کردار' جس کے حصول کے لیے لوئر مڈل' اپر' ہر کلاس' ہر طبقے کی لڑکی خواہش کرتی ہے۔ اس کی محبت سمندر کی طرح لامحدود تھی مگر اس محبت کو اس نے مختلف چہروں اور دلوں میں تقسیم نہیں کیا تھا بلکہ صرف ایک ہی چہرے اور ذات کو مرکز بنا کر اپنی الفت کی سلطنت کے سارے خزانے اسی ایک خوش نصیب لڑکی پر کھول دیئے تھے۔

بریرہ اب اس کی پیشانی چوم رہی تھی۔

''میں محبت کا سمندر ہوں سرمد! اور مجھے یہ اعتراف کرلینے دیں کہ اس سمندر کی ہر موج اب زندگی بھر صرف آپ کے پاؤں چھو کر واپس پلٹے گی۔''

''بری! میں بے ہوش ہوجاؤں گا قسم سے۔'' سرمد خان کا دل بخار سے نڈھال ہونے کے باوجود خوشی سے پھٹ رہا تھا۔ مگر بریرہ نے اپنی محبت میں کمی نہیں کی۔

''میری زندگی کی کتاب میں آپ ایک خوب صورت کردار ہیں سرمد! ایسا کردار جس کے حصول کی خواہش کے لیے جانے میرے جیسی کتنی محبت میں اندھی لڑکیاں نقلی چہروں سے دھوکا کھاجاتی ہیں' پل دو پل کا سہارا بننے والے' خوش نما مگر خود غرض چہروں پر لٹادیتی ہیں اپنا آپ' لیکن انہیں سوائے فریب کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ محبت کا سمندر لٹا کر بھی ساری عمر پیاس سمیٹتی رہتی ہیں۔ انہیں سرمد خان نہیں ملتا' ہر لڑکی کو سرمد خان نہیں ملتا......''

اس پر جھکی وہ کس حسرت سے کہہ رہی تھی۔ سرمد خان کو لگا وہ جیسے سانس بھی نہیں لے پائے گا۔ باہر کھڑکی کے اس پار سورج طلوع ہورہا تھا اور اندر اس کمرے میں ایک نئی زندگی بیدار ہورہی تھی' ایک بے حد خوب صورت اور روشن زندگی......

......
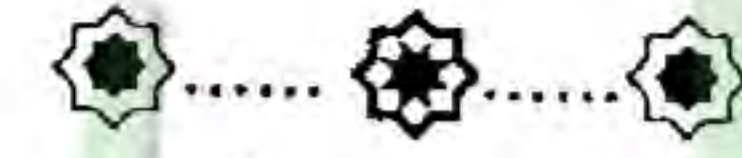
''ایک لڑکی تھی میرال حسن......!''

ازلان کمپیوٹر کے سامنے بیٹھا کچھ ضروری کام نمٹا رہا تھا' جب صاعقہ نے اچانک اس کی سیٹ کی بیک پر آتے ہوئے کہنا شروع کیا۔ ازلان کے کی بورڈ پر تیزی سے چلتے ہاتھ فوری رک گئے۔

''بے حد پیاری تھی' بالکل کسی کانچ کی گڑیا جیسی...... مگر اس کا جو دل تھا ناں وہ اس سے بھی زیادہ پیارا تھا اور پتا ہے ازلان...... اس دل میں کیا تھا؟''

بہت سنجیدہ لہجے میں بہت سکون کے ساتھ کہتی وہ اسے بے کل کرگئی تھی' گزرے پانچ سالوں میں دونوں ایک دوسرے کے بہت اچھے دوست بن گئے تھے مگر پچھلے پانچ سالوں میں دونوں کے بیچ کبھی میرال حسن کے ذکر پر کوئی بحث نہیں ہوئی تھی۔

اس عرصہ میں صاعقہ کی پوزیشن بہت مضبوط ہوگئی تھی' اپنی محنت اور قابلیت کے بل بوتے پر اس نے وہ سب حاصل کرلیا تھا' جس کے کبھی وہ صرف خواب دیکھا کرتی تھی۔ ایان سے اس کا رابطہ بھی ہوگیا تھا تاہم گزرے ہوئے ان پانچ سالوں میں سمعان نہیں رہا تھا۔ آمنہ کی غیر متوقع بے وفائی کے بعد وہ چاہنے کے باوجود بھی جی نہیں سکا تھا۔ اندر ہی اندر لگے روگ نے اسے نگل لیا تھا اس کی رحلت کے بعد ہی ازلان صاعقہ کے زیادہ قریب آیا تھا۔ کسی کے علم میں نہیں تھا مگر چپ چاپ زندگی کی بے حسی سے ہار مان لینے والے اس شخص نے اپنا آپ اپنے ہر رشتے پر قربان کردیا تھا۔ اس کی ٹانگ گوری کے لیے کٹی تھی اس نے اپنا گردہ گھر والوں کے لیے بیچا تھا اور مرنے سے چند لمحے پیش تر اس نے اپنی آنکھیں آمنہ کو دان کردی تھیں جو ایک حادثے میں بینائی کھو بیٹھی تھی۔

بہت مشکل سے سنبھالا تھا صاعقہ نے اس کے بعد خود کو' بالکل ویسے ہی جیسے ازلان نے میرال کے بعد خود کو بہت مشکل سے سنبھالا تھا۔ ارسلان حیدر کے واپس لوٹ آنے کے بعد' بزنس کا بوجھ اس کے کندھوں سے ہٹ گیا تھا۔ گھر میں بھی اب ہر وقت اسی کے ناز اٹھائے جاتے تھے۔ وہ اس کی کاپی تھا مگر ازلان نے کبھی ایک لمحے کے لیے بھی اس سے جیلسی محسوس نہیں کی تھی تاہم وہ مزید خود میں سمٹ ضرور گیا تھا۔ صاعقہ کے ساتھ ساتھ امامہ سے بھی اس کی فرینڈ شپ قائم ہوگئی تھی۔

اب وہ اکثر اپنی باتیں صاعقہ سے بلا جھجک شیئر کرلیتا تھا۔ اس وقت بھی وہ اس سے بزنس کا کوئی پوائنٹ ڈسکس کررہا تھا' جب اس نے اچانک بات بدل دی۔ ازلان سپاٹ چہرے کے ساتھ اسے دیکھے گیا۔

''کیا تھا......''

''آپ کا پیار...... بے حد' بے تحاشا۔'' بہت خوشی کے ساتھ وہ اسے بتارہی تھی' وہ چڑ گیا۔

''بکواس ہے یہ اور کچھ بھی نہیں۔''

''بکواس نہیں یہ حقیقت ہے۔ آپ پوری کہانی سنیں گے تو خود بخود سب جان جائیں گے۔'' جانے وہ آج اس پر کیا آشکارا کرنے جارہی تھی۔ ازلان خاموش ہوگیا۔

''اس کا ایک دوست تھا مصحف' پھوپوزاد کزن بھی تھا۔ میرال کو اس سے ہمدردی تھی' صرف اور صرف ہمدردی مگر اس شخص کو میرال حسن سے ہمدردی نہیں تھی کیونکہ میرال حسن رضا صاحب کی بیٹی' جن کی دولت و جائیداد پر وہ اپنا حق سمجھ رہا تھا۔ اس شخص نے یہ دولت ہتھیانے کے لیے میرال جیسی کانچ کی گڑیا سے شادی کے خواب دیکھنے شروع کردیئے تھے۔'' جیسے جیسے وہ بولتی جارہی تھی ازلان کا جسم آگ بن رہا تھا۔

''وہ شخص جانتا تھا کہ میرال صرف ازلان سے پیار کرتی ہے مگر اس پیار کا اس نے کبھی اظہار نہیں کیا' بہت عجیب لڑکی تھی وہ۔ تاہم مصحف کو یہ گوارا نہیں تھا وہ جانتا تھا کہ اگر ازلان میرال کا ہمسفر بن گیا تو اس کے ہاتھ کچھ بھی نہیں آئے گا۔ اسی گندی سوچ اور لالچ نے اسے میرال کو ازلان حیدر کے خلاف بہکانے پر مجبور کردیا۔ بظاہر ہمدرد بن کر وہ اسے ازلان حیدر سے متعلق ایسی ایسی اخلاق سوز کہانیاں سناتا کہ وہ بکھر کر رہ جاتی مگر اس پاگل نے یہ بھی صرف اپنی ڈائری کے بے جان اوراق سے شیئر کیا' کبھی ازلان حیدر کو نہیں بتایا کہ اس کے اندر کون سی جنگ چھڑی ہے اور مصحف علی نے اسی کا فائدہ اٹھایا' ازلان حیدر کو میرال حسن سے دور کرنے کے لیے اس نے زیادہ سے زیادہ میرال حسن کو کمپنی دینا شروع کردی۔ ہر وقت وہ اسے اپنے ساتھ مصروف رکھتا پھر ایک روز میرال حسن نے اسے بتادیا کہ وہ ازلان حیدر کی بے وفائی کے باوجود اس کے برے کردار اور بے ایمانی کے باوجود' اس کے بغیر نہیں رہ سکتی اور یہیں پر اس نے فیصلہ کیا کہ میرال حسن کو اب مزید زندہ نہیں رہنا چاہیے۔'' جونہی وہ خاموش ہوئی ازلان اسپرنگ کی طرح اٹھ کھڑا ہوا۔

''کیا بکواس کررہی ہو تم؟'' اس کا اندر ڈوبنے لگا تھا۔ صاعقہ کے لبوں پر دھیمی سی مسکان بکھر گئی۔

''بکواس نہیں یہ حقیقت ہے آپ پوری کہانی سن لیں پھر میں آپ کو ثبوت بھی فراہم کردوں گی۔''

ازلان کو لگا جیسے اس کے وجود کے پرخچے اڑ جائیں گے' یہ کیسی حقیقت تھی جس سے وہ اتنے سال بے خبر رہا تھا اور صاعقہ اگر یہ سب جانتی تھی تو اس نے پہلے کیوں یہ سب اس سے شیئر نہیں کیا' ایک لمحے میں اس کا دماغ جیسے پھٹنے لگا تھا'

صاعقہ پھر بولنا شروع ہوگئی۔

''میرال حسن کا یونیورسٹی گروپ ٹرپ پر مری اور شمالی علاقہ جات کی سیر کو جارہا تھا۔ اس نے مصحف کو یہ بتادیا' مصحف نے اس سے وعدہ کیا کہ ٹرپ سے واپسی کے بعد اس کی طرف سے وہ خود تم سے یعنی اذلان حیدر سے بات کرے گا۔ میرال بہت خوش تھی' وہ اس کی بہت ممنون تھی' مگر اذلان حیدر کو اس کا مصحف کے قریب رہنا گوارہ نہیں تھا۔ اس نے صاف لفظوں میں اسے وارن کیا کہ مصحف ٹرپ میں اس کے ساتھ نہیں جائے گا مگر میرال نے اس کی بات نہیں مانی' مصحف تو اس کے لیے اس کا محسن تھا پھر وہ کیسے اذلان کی بات مان لیتی جب کہ اس کے ذہن میں بھی یہی تھا کہ اذلان' مصحف سے صرف اس لیے خار کھاتا ہے کیونکہ وہ اسے اس کی ہر رپورٹ دیتا ہے' دونوں کے درمیان بات کلیئر نہ ہونے کی وجہ سے غلط فہمیوں کے پہاڑ بلند ہوتے چلے گئے تھے۔'' ایک لمحے کے لیے وہ سانس لینے کو رکی تھی۔

اذلان دم سادھے بیٹھا رہا۔ ''وہ ٹرپ پر چلی گئی مگر مری پہنچنے سے قبل ہی مصحف کے دوستوں نے اسے راستے سے کڈنیپ کرلیا' اگلے دو روز کے بعد مصحف کو یہ خوش خبری سننے کو مل گئی کہ میرال حسن مرگئی ہے' اس کے گھر میں بھی سب کو پتا چل گیا تھا' وہ خوش تھا بے حد خوش...... مگر میرال حسن کے گھر والوں کے سامنے اسے رونے سسکنے کا ڈراما بار بار کرنا پڑا۔ اس نے میرال کے حادثے کے بعد اذلان حیدر کو بھی یہی بتایا کہ میرال اس سے شادی کرنا چاہتی تھی۔ وہ اس سے کلوز تھی اور اس سے اس کا مقصد صرف یہی تھا کہ وہ میرال حسن کے ذکر سے بھی متنفر ہوجائے' اس کا اس کے گھر والوں سے بھی کوئی رابطہ نہ رہے اور ایسا ہی ہوا' اذلان حیدر میرال حسن کی موت کی خبر پر یقین نہ کرنے کے باوجود بکھرتا چلا گیا تھا۔ اس صدمے کو سہارنے کے لیے اس نے سگریٹ اور جانے کیسی کیسی بلائیں اپنے گلے میں ڈال لی تھیں۔ وہ تیزی سے زندگی سے دور جارہا تھا' جو مصحف کی ایک اور کامیابی تھی' اسی دوران اس کے دوست واصف کو ایک لڑکی مل گئی' صاعقہ احمد...... قسمت' محبت اور حالات کی ستائی لڑکی وہ اسے دور سے میرال حسن لگی تھی۔ اس روز مصحف بھی اس کے ساتھ تھا' اس لڑکی کو دیکھ کر اس کے چہرے کا رنگ اڑا تھا۔ اس نے واصف کو اس لڑکی سے بے نیازی برتنے کی ہدایت بھی کی مگر واصف نے اس کی بات کو تسلیم نہیں کیا' اس کے ایبروڈ جانے کے بعد وہ حالات اور قسمت کی ستائی اس لڑکی کو ایک ڈیل کے تحت صرف اس لیے اذلان حیدر کی زندگی میں لے آیا کہ شاید وہ لڑکی جو دیکھنے میں میرال حسن جیسی دکھتی تھی' اس کے دوست کو زندگی کی طرف لے آئے۔ اس نے اس لڑکی سے محبت کا ڈراما کرنے کے لیے بھی کہا اور اسے اذلان کے آفس میں سیٹ بھی کردیا۔ اذلان اس لڑکی سے خار کھاتا تھا مگر وہ لڑکی ڈھیٹ ہوگئی تھی' بار بار بے عزتی کے باوجود اس کے سامنے آجاتی' وہ سگریٹ پیتا تو اس سے سگریٹ چھین لیتی اور اسے باتوں میں لگا کر ساحل سمندر پر لے جاتی' زیادہ سے زیادہ الٹی سیدھی حرکتیں کرکے اسے ہنسانے اور خود میں مگن کرنے کی کوشش کرتی' اڑھائی سال بعد اس کی کوششیں بار آور ثابت ہوئیں جس روز اس نے اپنا بھائی کھویا اس روز اذلان حیدر نے اسے تسلی اور اپنائیت دی۔ رفتہ رفتہ دونوں کے درمیان عناد کی دیوار گرتی چلی گئی تھی مگر صاعقہ احمد نے اسے یہ نہیں بتایا کہ وہ ''حسن پیلس'' جاتی ہے اور یہ بھی کہ اس کے ہاتھ میرال حسن کی ڈائری لگی ہے۔ ڈائری پڑھنے کے بعد اسے مصحف پر شک ہوا تھا مگر صرف اپنے شک کی بناء پر وہ کسی شخص کو بے نقاب نہیں کرسکتی تھی' اس نے اس صورت حال میں واصف سے مدد لی اور میرال کی ڈائری اس کے حوالے کردی' واصف نے بنا بات ادھر ادھر کیے اپنے ایک ایس پی دوست سے سارا کیس ڈسکس کیا اور اس کیس کی انویسٹی گیشن کے دوران ایک افسر کو شک ہوا کہ میرال حسن مری نہیں ہے' اس نے ایسی لڑکی اپنے کسی رشتہ دار کے گھر کام کرتے دیکھی ہے' مگر کہاں یہ اسے یاد نہیں آرہا تھا' پانچ سال کیسے گزرے ایک لمبی کہانی ہے مگر یہ بات خوش آئند تھی کہ شاید میرال حسن زندہ ہو' ابھی مصحف کو شک نہیں ہوا تھا کہ اندر ہی اندر کیا کھچڑی پک رہی ہے اسی لیے جب

دو ماہ قبل میں نے اسے ''حسن پیلس'' میں میرال حسن کی جڑواں بہن امامہ حسن کو دوبارہ مل جانے کا بتایا تو اس کی راتوں کی نیند اڑ گئی' اپنی پلاننگ کے تحت ہم نے اسے پاکستان بلایا اور یہ تلقین کی کہ وہ کسی کو بھی اپنی پاکستان آمد سے باخبر نہ کرے' اس نے ایسا ہی کیا اور جیسے ہی ایئرپورٹ سے واصف کے دوست نے اسے گرفتار کرلیا' مگر سب کی طرح وہ بھی یہی جانتا تھا کہ میرال مرچکی ہے۔ اس لیے اسے گرفتار کرنے کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ ادھر آپ زندگی کی طرف واپس پلٹے اور ادھر کل میرال حسن کا سراغ مل گیا' اس میرال حسن کا جسے مصحف کے دوستوں نے اپنی طرف سے جلدی میں مار کر پھینک دیا تھا اور اس کی گاڑی بھی وہی ہضم کرگئے تھے مگر جسے اللہ زندہ رکھنا چاہے اسے کوئی موت نہیں دے سکتا اذلان بے شک کائنات میں اس سے بڑا پلانر اور کوئی نہیں۔'' ایک مرتبہ پھر وہ سانس لینے کے لیے رکی تھی' اذلان کا حال ایسا تھا گویا وہ پتھر ہوچکا ہو۔

''میرال زندہ ہے اذلان! مگر ظالموں نے جو اس کے ساتھ کیا' جس بے دردی سے اس کا گلا گھونٹ کر اسے مارنے کی کوشش کی اس کے بعد وہ اب کچھ کہا نہیں سکتی' صاف بولتی بھی نہیں ہے' بس دارالامان کے کسی کونے میں منہ چھپائے روتی رہتی ہے۔''

''کہاں ہے وہ......؟'' بہت دیر کے بعد آنسوؤں پر قابو پاتے ہوئے بھاری لہجے میں اس نے پوچھا تھا۔ تبھی صاعقہ نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

''ابھی وہیں ہے دارالامان میں' واصف گئے ہیں اسے لینے' آج آجائے گی۔ اصل میں جن لوگوں کے گھر وہ کام کررہی تھی وہ ملک سے باہر چلے گئے' جو نئے لوگ آئے ان کی طرف سے میرال کو اپنی عزت کا خدشہ تھا' اپنے ساتھ ہوئے حادثے کے بعد شاید وہ اپنا ذہنی توازن بھی ٹھیک سے برقرار نہیں رکھ سکتی تھی۔ اسی لیے دارالامان پہنچ گئی' بہرحال میں بہت خوش ہوں' بے حد......''

وہ واقعی خوش تھی' اذلان کچھ دیر آنکھوں میں نمی لیے اسے دیکھتا رہا پھر اس کا ہاتھ تھام کر لبوں سے لگاتے ہوئے رو پڑا۔

''تھینکس صاعقہ...... تھینک یو سوچ......''

''بس رہنے دیں اب انہیں اور ذرا آئینے کے سامنے جاکر خود کو میرال حسن سے سامنے کے لیے تیار کیجیے۔''

شرمندہ ہوکر اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے نکالنے کے بعد وہ مسکرائی تھی۔ اذلان دیر تک خود کو نارمل نہ کرسکا تھا۔ پانچ سال تک اس کے دل نے میرال کی موت کو تسلیم نہیں کیا تھا اور اس کے دل کی یہ گواہی کتنی سچی تھی۔

❁......❁......❁

''امامہ......'' وہ پودوں کو پانی دے رہی تھی جب اپنے پیچھے ارسلان حیدر کی پکار سن کر اس نے فوراً پلٹ کر دیکھا۔ ڈھیلے ڈھالے ٹراؤزر میں ملبوس وہ شخص بہت اداس لگ رہا تھا۔

''کیسی ہو......؟''

''تمہیں کیسی لگ رہی ہوں۔''

اس کے قریب آکر کھڑے ہونے پر اس نے بے نیازی دکھائی تو جواب میں اس نے پانی کا پائپ امامہ کے ہاتھ سے چھین لیا۔

''بہت پیاری' امامہ پلیز' میرے حال پر رحم کرلو۔ میں رئیلی نہیں جی سکتا تمہارے بغیر' قسم سے امامہ! مجھے اپنی ہر خطا کا احساس ہوگیا ہے' تم جیسے کہوگی میں اپنے گناہوں کا کفارہ ادا کرنے کے لیے تیار ہوں' مگر پلیز...... مجھے معاف کردو'

اس شجاع حسن سے طلاق لے کر مجھے اپنالو پلیز......"
وہی اس کی روز کی تکرار...... امامہ کا پارا ہائی ہوگیا۔
"تم کیسے شخص ہو ارسلان حیدر! صرف اپنے مفادات کے لیے تم نے مجھے ایک انجان شخص کے گھر اکیلے بھیجا' میری محبت کا امتحان لیا اور میں نے...... پوری ایمان داری کے ساتھ یہ امتحان دیا وہ سب کچھ کیا جو تم چاہتے اور کہتے گئے کیونکہ میں تم سے مخلص تھی مگر تم...... تم مجھ سے مخلص نہیں تھے۔ کیا کیا نہیں کیا تم نے میرے ساتھ...... میرے ہاتھوں میرے ہی شوہر کو زہر تک دلوا دیا تم نے مگر پھر بھی میں تمہاری محبت کا دم بھرتی رہی' اپنے شوہر کی عزت' مان' محبت کو' جوتے کی نوک پر رکھ کر' تمہارے ہر گناہ میں تمہارا ساتھ دیتی رہی' کیا ملا ہے مجھے' یہی کہ میرے شوہر نے مجھے اپنی نگاہوں سے گرا کر اپنی زندگی سے بے دخل کر دیا۔ اس روز جب وہ شدید بدگمان ہو کر مجھے تمہارے ٹھکانے پر چھوڑ کر گئے اور وہاں تمہارے دوستوں نے تمہاری دشمنی میں جس طرح سے میری عزت کے ساتھ کھیلنا اور مجھے جان سے مارنا چاہا' کیا اس کے لیے میں کبھی تمہیں معاف کرسکتی تھی' نہیں...... یہ تو اتفاق ہوا کہ غلط فہمی میں انہی کے ہاتھوں میری جگہ ان لوگوں نے اس دوسری لڑکی کو تیزاب سے جلا دیا ورنہ اس سانحے کے بعد کیا میری روح تمہیں کبھی معاف کرسکتی تھی نہیں...... بہت ذلیل کیا تم نے مجھے ارسلان حیدر! ایک محبت کا لالچ دے کر' بہت کچھ چھینا ہے مجھ سے' اب میں تمہاری رفاقت پر تھوکنا بھی پسند نہیں کرتی کیونکہ اب میرے دل و دماغ پر وہی شخص قابض ہے جو میرے بچوں کا باپ ہے' جس نے مجھے ہمیشہ عزت دی ہے' جو اپنی نفرت اور محبت دونوں میں ایمان دار ہے۔"

امامہ پلیز! میں مر جاؤں گا۔"
"تو مر جاؤ! تم جیسے منافق' مطلب پرست شخص کو ویسے بھی زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں' مجھے اب تمہاری زندگی اور موت سے کوئی فرق نہیں پڑتا' ہاں اس شخص کا ایک اور احسان ہے مجھ پر کہ اس نے صرف میرے لیے' تمہارے سارے گناہ معاف کر کے تمہیں رہا کر دیا' اب اگر تم میں ذرا سی بھی شرم باقی ہے تو میری زندگی سے دور چلے جاؤ' پلیز......"
انتہائی کرخت لہجے میں کہتے ہوئے وہ بنا اس کی صورت دیکھے لان سے چلی آئی تھی' پیچھے ارسلان حیدر کے چہرے پر ایسی زردی کھنڈی تھی گویا سب کچھ پا کر اس نے اپنا سب سے قیمتی اثاثہ کھو دیا ہے۔
اسی رات کی فلائٹ سے وہ حیدر عباس صاحب کو بتا کر شاید ہمیشہ کے لیے پاکستان سے باہر چلا گیا۔ امامہ حسن نے وہ ساری رات جاگ کر بیتائی تھی۔
پانچ سال ہوگئے تھے شجاع حسن نے اس سے بات نہیں کی تھی' ابتداء میں ملازم گڑیا کو اس سے ملوانے لاتا رہا تھا پھر وہ بھی اپنی پھوپو کے پاس ملک سے باہر چلی گئی' حسن صاحب نے اس معاملے میں شجاع سے بات کرنی چاہی تھی مگر اس نے سختی سے منع کر دیا' شجاع حسن کے گھر سے رخصتی کے فقط تین ہفتوں کے بعد اسے ماں بننے کی خوش خبری مل گئی تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ یہ خبر سب سے پہلے وہ شجاع سے شیئر کرے مگر اس نے اپنی خواہش کو دبا لیا تھا' حسن صاحب اور طاہرہ بیگم اس کے ناز اٹھاتے نہیں تھکتے تھے۔ حاملہ ہونے کے ساتویں ماہ اس کی طبیعت بہت خراب ہوگئی تھی۔ مسلسل ٹینشن اور خود سے بے پروائی نے اسے خطرناک صورت حال سے دوچار کر دیا تھا۔ شجاع کو جیسے ہی خبر ملی وہ بھاگا آیا مگر امامہ نے اس سے بات نہیں کی' اسپتال میں جب ڈاکٹر اس کی حالت کے پیش نظر اسے لیبر روم میں لے جا رہے تھے' تب بھی آپریشن کے لیے پیپرز پر سائن کرتے ہوئے اس کا حال دیکھنے والا تھا۔ بے تحاشا خوشی اور بے تحاشا پریشانی نے اس کا حال عجیب سا بنا دیا تھا۔ اس نے امامہ سے بات کرنے اور اسے تسلی دینے کی کوشش کی تھی تاہم وہ اس کوشش میں کامیاب نہیں ہوسکا تھا۔

طاہرہ بیگم امامہ کے ساتھ ساتھ تھیں اور وہ انہی کا ہاتھ پکڑ کر مسلسل روئے جا رہی تھیں۔ فائزہ آپا کو شجاع نے ایمرجنسی میں بلوا لیا تھا۔ وہ جس وقت پاکستان پہنچیں' امامہ نے ایک خوب صورت' صحت مند بچے کو جنم دیا تھا' خود اس کی اپنی حالت بھی خطرے سے باہر آ گئی تھی۔ شجاع کو اس روز سے پہلے فائزہ آپا نے کبھی اتنا خوش نہیں دیکھا تھا۔ بار بار وہ اپنے بیٹے کو دیکھتا تھا اور چومنے کی خواہش کرتا تھا مگر بچہ ابھی اسپتال کی نگہداشت میں تھا۔ وقت سے پہلے پیدائش کے باعث اسے فوری طور پر ضروری ٹریٹمنٹ بھی دی گئی تھی' امامہ کی مسلسل ٹینشن کے باعث وہ کالے یرقان کا شکار ہوگیا تھا اور اب ڈاکٹر اس ننھے سے وجود کو بچانے کے لیے خون کا انتظام کر رہے تھے۔ شجاع کا خون بچے سے میچ کر رہا تھا' اس نے اپنے بیٹے کو دو بوتلیں خون دیں۔
امامہ کا رو رو کر برا حال تھا۔ پورا ایک ہفتہ زندگی اور موت کے درمیان لٹکے رہنے کے بعد اس کے بیٹے کو خدا نے زندگی نصیب کی تھی' وہ اپنے رحیم اور رحمٰن رب کا جتنا شکر ادا کرتی کم تھا۔
انتہائی ذمہ دار پوسٹ پر ہونے کے باوجود شجاع کا بیشتر وقت اب اسپتال کی نذر ہو رہا تھا۔ صدقات کا کوئی شمار ہی نہیں تھا' فائزہ آپا خود ایک پل کے لیے اس کے پاس سے نہیں ہٹتی تھیں۔ گڑیا کو پتا چلا تو وہ سمندر پار بیٹھی بھائی کو دیکھنے کے لیے مچل اٹھی۔
پیار ہی پیار اور محبتیں ہی محبتیں تھیں مگر اس کے باوجود شجاع اور امامہ کے درمیان حائل فاصلے کم نہیں ہوئے تھے۔ وہ اب بھی روز شام میں آتا تھا اور اپنے بیٹے و دیگر گھر والوں سے مل کر چلا جاتا تھا' امامہ کو لگتا تھا جیسے وہ اپنا دل پتھر کر چکا ہو' پچھلے پانچ سالوں میں اس نے ایک بار بھی اسے گھر چلنے کے لیے نہیں کہا تھا۔
اپنے بیٹے کا نام اس نے اپنے پاپا کی پسند پر عمیر رکھا تھا اور اب وہ ون کلاس میں پڑھ رہا تھا' شکل و صورت میں وہ مکمل شجاع پر گیا تھا تاہم حساسیت اور محبت اس نے امامہ سے چرائی تھی' بلا کا ذہین اور شرارتی تھا۔ شجاع اس روز اسے خود اسکول سے پک کر کے اپنے گھر لے گیا تھا' امامہ ابھی سو کر اٹھی تھی تبھی اسکول کال آ گئی۔ عموماً عمیر اس کے ساتھ گھومنے پھرنے چلا جاتا تو وہ اسے کال کر کے انفارم کر دیتا تھا تاکہ وہ پریشان نہ ہو' اس وقت بھی اس نے نیند کے خمار میں کال پک کی تھی۔
"السلام علیکم!"
"وعلیکم السلام! عمیر میرے پاس ہے پریشان مت ہونا۔"
"جی ٹھیک ہے۔" اپنے سلام کے جواب میں وہی روٹین کی بات سن کر اس نے سرد آہ بھری تھی تبھی وہ بولا تھا۔
"اگر تم مصروف نہیں ہو تو مجھے تم سے کچھ شیئر کرنا تھا۔"
"جی......!" ایک دم سے اس کا دل زور سے دھڑک اٹھا تھا۔
"وہ ایک لڑکی ہے سعدیہ! میرے ماتحت ایس پی کی بہن ہے' بہت خوب صورت' حساس سی لڑکی ہے' اکثر ملتی رہتی ہے گھر بھی دو چار بار ملنے آئی ہے' بقول اس کے اسے مجھ سے محبت ہوگئی ہے اور یہ بھی چاہتی ہے کہ میں اس سے شادی کرلوں' میں نے ہامی بھر لی ہے۔ آج شام بات طے ہو رہی ہے اگر تم آنا چاہو تو آ سکتی ہو۔" جانے وہ اسے اطلاع دے رہا تھا کہ اس کی سانس کھینچ رہا تھا۔ امامہ کو لگا جیسے وہ گونگی بہری' اندھی ہوگئی ہو۔ اسے کال کٹ کرنے کا ہوش بھی نہیں رہا تھا۔
پانچ سال کے بعد بالآخر وہ لمحہ آ گیا تھا' جب اسے ریزہ ریزہ ہونا تھا۔ اس پرفیکٹ اور ایمان دار شخص نے بالآخر اپنے لیے ایک پرفیکٹ اور ایمان دار لڑکی ڈھونڈ لی تھی' امامہ حسن کی کہیں جگہ نہیں رہی تھی۔ اس کے گھر کے ساتھ ساتھ وہ

اس کی زندگی سے بھی بے دخل ہورہی تھی۔ آنسو پلکوں کی باڑ توڑ کر بہتے چلے گئے تھے اور وہ خاموشی سے جیسے خود کو مسمار ہوتے ہوئے دیکھتی رہی۔

❁......❁......❁
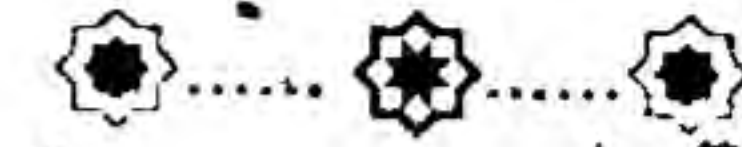
گوری نے اسلامک اکیڈمی دوبارہ جوائن کرلی تھی۔ وہ مزید اپنے بچوں کو بھوکا مرتے نہیں دیکھ سکتی تھی۔

گزرے پانچ سالوں میں لوگوں نے اسے ایک بے جان مجسمے سے زیادہ نہیں دیکھا تھا۔ ضرورت کے تحت کی جانے والی بات کا جواب بھی وہ بہت مختصر دیتی تھی۔ کتنا بدل دیا تھا ان گزرے پانچ سالوں نے اسے۔

عدنان کے اب بھی وہی معاملات تھے۔ گوری کی نگاہ اب جب بھی اس کی طرف اٹھتی تھی اسے خود پر ہنسی آتی تھی۔ کیا کیا نہیں سوچ کر آئی تھی وہ اس کی زندگی میں...... مگر...... کیا سے کیا نہیں ہوکر رہ گیا تھا وہ۔ شراب اس کی ہڈیوں میں جیسے رچ گئی تھی' بے حیائی اور فحاشی کی محفلوں میں اس کی شرکت اتنی ہی لازم ہوگئی تھی جتنی کسی بیمار کے لیے دوا......

گزرے پچھلے پانچ سالوں میں کوئی اذیت ایسی نہیں تھی جو اس نے عدنان ہمدانی کے ہاتھوں نہ اٹھائی ہو' جس کے ساتھ ساتھ روح پر بھی بے شمار گھاؤ تھے جو ہر رات اسے تڑپائے رکھتے وہ شخص نہ اس کی شکل دیکھنے کا روادار تھا نہ اس کے بچوں کی' مگر پھر بھی وہ اس سے نفرت نہیں کر پائی تھی۔ اب بھی ہر دعا میں اس کے ہاتھ اس کی سلامتی کے لیے اس کی ہدایت کے لیے اٹھتے تھے مگر اس شخص کو اب اس کے کسی بھی عمل سے کوئی دل چسپی نہیں رہی تھی۔ اس وقت اسٹڈی ٹیبل پر سر ٹکائے بیٹھی وہ گزرے پانچ سالوں کو سوچتی رہی اور روتی رہی۔

عمر عذابِ تشنگی سے ڈر گئی ہے
کہانی میں محبت مرگئی ہے

❁......❁......❁

میرال حسن' صاعقہ اور واصف علی ہمدانی کی مخلصانہ کوششوں سے بالآخر ''حسن پیلس'' واپس پہنچ گئی تھی مگر وقت نے اسے بہت بدل دیا تھا۔ گلاب کے تازہ پھول کی مانند مہکنے والی لڑکی کسی یادگار قلعے کی مانند ڈھے کر رہ گئی تھی۔

اذلان اسے دیکھنے کے بعد کتنی ہی دیر روتا رہا تھا جب کہ طاہرہ بیگم اور حسن صاحب کا حال دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ امامہ کے اپنے دکھ تھے مگر اکلوتی بہن کے ملن نے اس کا حال بھی عجیب کردیا تھا۔ کبھی ہنستی تھی اور کبھی میرال کو گلے لگا کر رو دیتی تھی' اس کا بیٹا عجیب حیرت میں مبتلا ٹکر ٹکر کبھی ماں کو دیکھتا تو کبھی خالہ کو۔ شجاع ملک سے باہر تھا اس لیے اس خوشی میں وہ شریک نہیں ہوسکا تھا۔ رفتہ رفتہ میرال کی حالت میں بہتری آئی تو اس نے سب کو بتایا کہ وہ کیسے اپنے ہی گھر کے فرد' اپنی پھوپو کے بیٹے مصحف کی سازش کا شکار ہوکر ایک کے بعد ایک مشکل کی بھینٹ چڑھتی گئی تھی۔

مصحف کو اس کے کیے کی سزا مل گئی تھی مگر پھر بھی اذلان کے اندر اک آگ جل رہی تھی جس میں وہ اس شخص کو جلا کر بھسم کردینا چاہتا تھا۔ میرال اب زندگی کی طرف واپس آرہی تھی' اسی لیے حسن صاحب اور حیدر عباس صاحب نے باہمی مشاورت سے اس کی اور اذلان کی شادی طے کردی۔

صاعقہ نے دیکھا وہ اذلان جسے سب خبطی اور بدماغ کہتے تھے' غصہ جس کی ناک پر دھرا رہتا تھا۔ اب اسی اذلان کے لبوں سے مسکراہٹ جدا ہی نہ ہوتی تھی۔ ''حسن پیلس'' کی رونقیں پھر سے بحال ہوگئی تھیں۔ صبر کرنے والے اداس اور غمگین دلوں نے اجر پالیا تھا مگر...... اسے قرار نہیں تھا۔

کہیں نا کہیں' کسی نہ کسی روز عباد یاور سے ٹکراؤ اسے نئے سرے سے ادھیڑ کر رکھ دیتا تھا۔ وہ چیز جو ان دونوں کے درمیان فاصلوں کا باعث بنی تھی۔ اس نے حاصل کرلی تھی مگر پھر بھی محبت کی تتلی ہاتھ نہیں آسکی تھی۔ ہزاروں لاکھوں

روپے حاصل کر کے بھی وہ گزرا ہوا خوب صورت وقت نہیں خرید سکتی تھی اور یہ بے بسی کتنی عجیب بے بسی تھی۔

''حسن پیلس'' میں اذلان اور میرال کی شادی کی تیاریاں شروع ہوگئی تھیں مگر اس کے دل کا سناٹا تھا کہ بڑھتا ہی جارہا تھا۔

اس روز امامہ کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ اذلان کو شاپنگ کے لیے جانا تھا وہ صاعقہ کو امامہ کی جگہ ضد کرکے زبردستی آفس سے اٹھا لایا۔ صاعقہ کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ یہاں ایک مرتبہ پھر اس کا ٹکراؤ عباد یاور سے ہوجائے گا۔

اس وقت وہ دونوں شہر کی سب سے مہنگی بوتیک میں کھڑے ایک دوسرے کی پسند پر بحث کررہے تھے جب وہ بے نیازی سے بوتیک کا آؤٹ ڈور پش کرتے ہوئے اندر داخل ہوئی۔

''صاعقہ! میں کہہ رہا ہوں کہ تم بلیک ڈریس نہیں پہنو گی تو نہیں پہنو گی بس۔'' اذلان حیدر' صاعقہ احمد سے کہہ رہا تھا اور اس کے لہجے میں کتنا استحقاق تھا' وہ گم صم سا وہیں کھڑا رہ گیا۔ صاعقہ اب اذلان سے کہہ رہی تھی۔

''میں نے بلیک کلر پہننا ہے اور ضرور پہننا ہے' اگر تم نہیں خریدو گے تو میں خود خرید لوں گی۔''

کوئی دکھ' کسک' کوئی پچھتاوا نہیں تھا اس لڑکی کے لہجے میں' عباد کا دل کٹ سا گیا۔

کس کے لیے برباد کررہا تھا وہ خود کو؟ اس لڑکی کے لیے جس نے کبھی دل سے اسے چاہا ہی نہیں تھا۔

زندگی کے خوب صورت اور قیمتی پل کس کے روگ میں ضائع کررہا تھا وہ اس لڑکی کے روگ میں' جس کے لیے اس کی کوئی اہمیت ہی نہیں تھی؟

اگر اس کے دل میں اس کی کوئی اہمیت نہیں تھی تو پھر وہ کیوں نہیں بھلا پارہا تھا اسے؟ ایک اس کے سوا اس کے لیے ساری دنیا کیوں بے کار ہوگئی تھی؟

اذلان حیدر کی نظر اچانک اس پر پڑی تھی اور وہ فوراً اس کی طرف لپک آیا تھا۔

''ارے عباد صاحب آپ یہاں......؟''

''ہوں...... کچھ شاپنگ کرنی تھی تو۔'' اچٹتی سی نظر صاعقہ پر ڈالتے ہوئے اس نے بات ادھوری چھوڑ دی تھی۔

اذلان اب اسے بتارہا تھا۔

''میں بھی شاپنگ کے لیے ہی آیا تھا' وہ اصل میں اگلے ہفتے شادی ہے تو......''

اس کی طرح اذلان نے بھی بات ادھوری چھوڑ دی تھی مگر اس ادھوری بات نے عباد یاور کو شاکڈ کردیا تھا۔ کس قدر دکھ اور بے یقینی سے اس نے کچھ ہی فاصلے پر کھڑی صاعقہ احمد کو دیکھا تھا۔ جو سر جھکائے کھڑی تھی' اسے لگا جیسے وہ گر جائے گا۔ محبت جینا سکھا کر دامن چھڑا لے تو انسان گر ہی جاتا ہے۔ صاعقہ احمد اب اذلان حیدر سے کہہ رہی تھی۔

''اب چلیں' مجھے بھوک لگی ہے۔''

''ہوں چلو...... اوکے عباد صاحب! کل آفس میں آپ سے ملاقات ہوگی۔''

وہ شخص خوش تھا' بے پناہ خوش......

اسے خوش ہی ہونا تھا' محبت چیز ہی ایسی ہے جس کا دامن پکڑ لے اسے دنیا اور آخرت دونوں بھول جاتی ہے مگر یہی محبت جن سے روٹھ جاتی ہے انہیں ٹھیک سے سانس لینا بھی دشوار ہوجاتا ہے' عباد یاور کے ساتھ بھی یہی ہورہا تھا۔

اذلان حیدر اور صاعقہ احمد ایک ساتھ چلتے ہوئے بوتیک سے نکل گئے تھے' وہ گم صم سا خالی خالی سے اعصاب کے ساتھ کتنی ہی دیر وہیں کھڑا رہا' پھر بنا کچھ دیکھے اور خریدے خود بھی باہر نکل آیا۔

❁......❁......❁

خواب پوش آنکھوں میں
آنسوؤں کا بھر جانا
حسرتوں کے ساحل پر
تتلیوں کا مر جانا
حبس کی ہواؤں میں
خوش بوؤں کا ڈر جانا
دل کے گرم صحرا میں' حشر ہی بپا ہونا
درد لا دوا ہونا
کیا بہت ضروری ہے
'اب تیرا جدا ہونا'

''بابا سانول......!''

وجد کے عالم میں ٹنڈ منڈ درخت سے ٹیک لگائے بیٹھا وہ شخص فقط کچھ ہی سالوں میں ''سنی دادا'' سے ''بابا سانول'' ہوگیا تھا۔ اس کے دل پر ڈاکا ڈالنے والی بھی محبت تھی۔

اس وقت گاؤں شاہ والا کی کسی عورت کی پکار پر بہ مشکل اس نے پلکیں وا کی تھیں۔

''ہوں۔''

''بابا یہ میرا بچہ ہے کل شام سے روئے جارہا ہے۔ ابا جی کہتے ہیں اسے سایہ ہوگیا ہے۔ آپ دم کردیں گے تو ٹھیک ہوجائے گا۔''

عورت کی درخواست پر اس کا دل چاہا وہ خوب ہنسے بھلا جس کی دعاؤں میں قبولیت نہیں رہی تھی اس کے دم میں اثر کہاں ہونا تھا؟ اس گاؤں کے سادہ لوح لوگ شاید کبھی بدلنے والے نہیں تھے۔ وہ اسے اللہ والا سمجھ رہے تھے جبکہ وہ......وہ تو ایک عورت کا روگی تھا۔ ایک عورت کو مجسم پانے کے لیے اللہ کے قریب ہوا تھا۔

انزلہ شاہ کے اس گاؤں سے جانے کے بعد اس نے وہ سارے کام کیے تھے جس سے وہ خوش ہوتی مگر زندگی کے پینتیس سالوں میں ایک بار بھی اس نے اللہ کی خوشنودی کا نہیں سوچا تھا۔ ایک عورت کی محبت میں اس نے برائی چھوڑ دی تھی۔ مگر اللہ رب العزت جو ساری کائنات کا رب ہے اس پاک ذات کی محبت میں اس نے دنیا ترک نہیں کی تھی۔

یونیورسٹی سے فارغ ہونے کے بعد جب وہ گاؤں آگیا اور یہاں کی بے بس مخلوق پر اپنے باپ اور بھائیوں کی خدائی دیکھی تو اسے اچھا نہیں لگا مگر باپ کی رحلت کے بعد جب اسے طاقت کا ہتھیار ملا تو اسے بھی خدائی کرنے میں مزا آنے لگا اور پھر جیسے یہ مزا یہ نشہ اس کی ہڈیوں میں اُترتا چلا گیا تھا۔

کتنے سورج ابھرتے اور غروب ہوتے دیکھے تھے اس نے اس گاؤں میں' جب وہ دہشت کی علامت تھا تب بھی لوگ اس کا احترام کرتے تھے اور اب جبکہ وہ اللہ کا عاجز بندہ ہوگیا تھا لوگ اب بھی اس کا احترام کرتے تھے۔ اس کے لبوں پر بکھری مسکراہٹ کو بھی اس کے مقابل کھڑی اس سادہ لوح عورت نے مقدس جانا تھا وہ یوں مؤدب کھڑی تھی گویا ہلی بھی تو اس کی شان میں گستاخی ہوجائے گی۔ سانول نے سر دوبارہ درخت کے تنے سے ٹکا دیا۔

''میں اللہ کا نیک بندہ نہیں ہوں بی بی نہ کوئی عامل ہوں پھر میرے دم سے کیا ہوگا؟''

''ایسا نہ کہیں بابا تین سال ہوگئے آپ کو دنیا ترک کیے شدید آندھی طوفان میں بھی یہیں اس درخت کے نیچے

چپ چاپ بیٹھے رہتے ہیں۔ مسجد کے سوا گاؤں کے کسی آدمی نے آپ کو کہیں اور نہیں دیکھا آپ کی برکت سے ہی اس گاؤں کے کتنے مسئلے حل ہوگئے ہیں۔ وہ حشمت تھا نا اس کی بیٹی کا بیاہ بھی ہوگیا آپ کی دعا سے۔'' لہجے میں بھرپور عقیدت سموئے وہ عورت اسے بتارہی تھی۔ سانول کے اندر بے چینی پھیل گئی۔

''یہ سب اللہ کا کرم اس کی رحمت ہے مجھے گناہ گار مت کرو بی بی میں اس قابل نہیں ہوں۔'' مگر عورت اس کے صاف جواب پر بھی وہاں سے ہلی نہیں تھی۔ وہ چڑ کر وہاں سے اٹھ گیا۔ اپنے پیچھے اس نے اس عورت کو دوسری عورت سے کہتے سنا تھا۔

''بڑے جلالی ہیں یہی تو پہچان ہے اللہ والوں کی کہ وہ اپنی عظمت کا ڈھنڈورا نہیں پیٹتے ہائے اس طرف تو کوئی دن کو بھی نہ آئے اور یہ رات رات بھر بیٹھے رہتے ہیں پھر بھی کہتے ہیں اللہ والے نہیں ہیں۔''

وہ چلتا گیا اس کا دل چاہا وہ اس گاؤں سے کہیں دور چلا جائے گا مگر پھر انزلہ شاہ کی واپسی کی امید اس کا راستہ روک لیتی۔ اس نے ہوا' پانی' درخت ہر چیز کو گواہ بنا کر واپسی کا وعدہ کیا تھا اور وہ زندگی کی آخری سانس تک اس کے وعدے پر اعتبار کرکے اس کا انتظار کرنا چاہتا تھا۔

❁......❁......❁
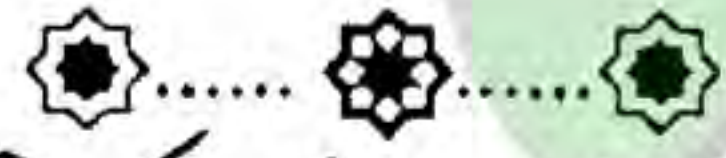
''علیزہ ملک' تم یہاں؟'' پتھر ہوئے شخص کے لبوں نے بھی ہلکی سی جنبش کی تھی۔ علیزہ سانس تک نہ لے سکی۔ تبھی انیسہ آپا پھر بولی تھی۔

''آہو جی' یہی علیزہ ہے ایک نمبر کی ہڈحرام اور کاہل لڑکی ہے۔ جی میں نے کل حساب کردیا ہے اس کا۔''

''شٹ اپ۔'' اس کے تبصرے پر ایان نے دہاڑ کر اسے چپ کروایا تھا۔ جبکہ علیزہ ہوش کی دنیا میں واپس آتے ہوئے فوراً پیچھے بھاگی تھی۔

''علیزہ علیزہ پلیز میری بات سنو۔''

بے خود سا وہ اس کے پیچھے لپکا تھا مگر وہ نہیں رکی اپنے کوارٹر میں داخل ہونے کے بعد اس نے سرعت سے کنڈی لگالی تھی۔ ایان ملازمین کے بیچ تماشا نہ بننے کے خیال سے کچھ دیر اس کے بند کواڑوں پر دستک دیتا رہا پھر پلٹ آیا۔

اس کا دل اس لمحے بہت شدت سے دھڑک رہا تھا۔ کہاں کہاں نہیں تلاشا تھا اس نے اس لڑکی کو مگر اتنے سالوں کے بعد وہ ملی بھی تو کس حیثیت میں۔ اس کا دل چاہا وہ زور سے دیوار میں سر دے مارے۔ انیسہ آپا کی حیرت اپنی جگہ برقرار تھی۔ اسے دال میں کچھ کالا ہونے کا احساس چونکا رہا تھا۔

عصر کے قریب علیزہ نے اپنا سارا سامان پیک کرلیا تھا۔ وہ دوبارہ اس بنگلے میں قدم رکھنے کی خواہاں نہیں تھی مگر جیسے ہی اس نے کوارٹر سے قدم باہر نکالا بے قراری سے ٹیرس پر ٹہلتے ایان احمد کی نگاہ اس پر جا پڑی اور وہ فوراً پلٹ کر سرعت سے سیڑھیاں کراس کرتا نیچے چلا آیا۔

علیزہ بیرونی دروازے کو لاک کررہی تھی جب وہ اس کے سر پر جا پہنچا۔

''کہاں جارہی ہو؟''

علیزہ کو گمان نہیں تھا کہ وہ اس پر نگاہ رکھے ہوئے ہوگا تبھی وہ جہاں کی تہاں رہ گئی تھی۔ اس نے پیچھے پلٹ کر اسے دیکھنے کی زحمت بھی گوارا نہیں کی تھی۔

''اگر تم یہاں سے فرار کی کوشش کررہی ہو تو اس خوش فہمی کو دماغ سے نکال دو کہ میں تمہیں ایسا کرنے دوں گا۔ چلو اندر مجھے بات کرنی ہے تم سے۔''

آگے بڑھ کر اس کا بازو پکڑتے ہوئے اس نے سپاٹ لہجے میں کہا اور دوسرے ہاتھ سے دروازہ کھولتے ہوئے اسے گھر کے اندر لے آیا۔ علیزہ یوں اس کے ساتھ کھینچی چلی آئی تھی گویا اس کے وجود میں جان ہی نہ ہو۔

صرف ایک کمرے میں مشتمل اس بوسیدہ سے کوارٹر میں اس کا چند لمحوں کے لیے بھی کھڑا ہونا محال ہو رہا تھا۔ علیزہ کی طبیعت کے پیش نظر' شاید کچھ روز وہاں صفائی ستھرائی کا کام بھی نہیں ہوا تھا۔ شدید گرمی میں وہاں کسی پنکھے' کسی سائے کی کوئی چیز نہیں تھی۔ جانے وہ وہاں کیسے رہتی تھی۔

''کہاں چلی گئی تھیں تم تمہیں پتا ہے میں نے کہاں کہاں تمہیں نہیں تلاشا۔''

علیزہ کا بازو تھامتے ہوئے وہ بہت دکھ سے کہہ رہا تھا مگر وہ خاموشی سے سر جھکائے بیٹھی رہی۔

''علیزہ۔'' چند لمحوں کی خاموشی کے بعد اس نے اس کا بازو جھنجوڑتے ہوئے اپنی طرف متوجہ کیا تھا۔ مگر اس کی حالت میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔

''میں علیزہ نہیں ہوں۔''

آنسوؤں سے بھیگی آواز میں بہ مشکل وہ کہہ پائی تھی۔ ایان کا دل کٹ کر رہ گیا۔

''ایسا مت کہو علیزہ' بہت تلاشا ہے میں نے تمہیں سعید والا' آمنہ کے گھر' کراچی کے ایک ایک روڈ ایک ایک گلی میں مگر تم نہیں ملیں۔ کوئی ایسے بھی کرتا ہے۔ علیزہ ہاں میں مانتا میں تمہارا گنہگار ہوں۔ اپنے نکاح میں لاکر بھی میں نے تمہارے وجود کو تسلیم نہیں کیا مگر میں کبھی بھی تمہیں بھول نہیں پایا علیزہ۔ کسی اور کی رفاقت میں ضرور تا زندگی گزارتے ہوئے تم ہر پل میرے ساتھ رہیں۔ ہر پل تمہارا احساس مجھے تڑپاتا رہا۔ ہر بار پاکستان واپسی پر تمہاری تلاش میرا حاصل رہی۔ یقین نہیں آرہا نا؟'' اب اس شخص کے لہجے میں نمی تھی۔

علیزہ ملک کے آنسو تواتر سے گرنے لگے۔

''بہت شرمندہ ہوں۔ میں تم سے علیزہ' پلیز مجھے معاف کردو پلیز۔''

''کس بات کی معافی؟ ایک لڑکی نے آپ کے جذبات کے ساتھ کھیل کھیلا آپ نے اس بات کی سزا دے دی۔ حساب برابر ہوا پھر معافی کس بات کی؟'' تواتر سے گرتے آنسوؤں کے ساتھ اس نے بات مکمل کی تھی۔ ایان تڑپ کر رہ گیا۔

''نہیں تمہیں سزا نہیں دی تھی۔ خود اپنے حصے میں تڑپ لکھ لی تھی۔ مجھے معافی کا صرف ایک موقع دے دو علیزہ' میں وعدہ کرتا ہوں اپنی ہر خطا کی تلافی کردوں گا۔''

''نہیں۔''

''تو ٹھیک ہے آج کے بعد میں بھی تمہارے ساتھ اس کوارٹر میں زندگی گزاروں گا۔''

''یہ کوارٹر آپ کے رہنے لائق نہیں ہے۔''

''میرے رہنے لائق نہیں ہے تو تم نے پانچ سال کیسے گزار لیے یہاں؟ تم بھی تو ملکوں کی بیٹی تھیں۔ یہ گھر...... جس میں تم پچھلے پانچ سال سے ملازمہ کی حیثیت سے کام کر رہی ہو۔ تم اس گھر کی مالکن ہو علیزہ' میرے پاس موجود ایک ایک پیسے پر تمہارا حق ہے۔ کیونکہ یہ ساری دولت تمہارے توسط سے ملنے والی رقم سے ہی کمائی گئی ہے۔ میں نوکر تھا تمہارا تم میری ملازمہ نہیں تھیں۔''

''وہ ماضی تھا میرا' ایک مدت ہوئی اب میں نے ماضی میں جینا چھوڑ دیا ہے۔''

''مگر میں اب بھی ماضی میں جیتا ہوں علیزہ میرا دل اور گھر دونوں خالی ہیں۔ میں نے تمہیں دکھ دیے۔ میں کم

ظرف تھا تم نے پانچ سال میری عزت کی حفاظت کی۔ میرے ہجر کو اپنی جان کا روگ بنالیا۔ یہ تمہاری اعلیٰ ظرفی ہے۔ ایک بار پھر احسان کردو جاناں' پلیز......!''

ایک ہاتھ سے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے اب وہ دوسرے ہاتھ سے اس کے آنسو پونچھ رہا تھا۔ علیزہ ضبط کرتے ہوئے اس کے گلے لگ کر زار و قطار رو پڑی۔ ایان احمد کو لگا جیسے ایک مدت کے بعد اسے راحت نصیب ہوئی ہو۔

اس کی شرٹ علیزہ کے آنسوؤں سے پوری طرح بھیگ چکی تھی۔ مگر پھر بھی اس نے اسے خود سے الگ نہیں کیا تھا۔ بیس پچیس منٹ اچھی طرح رو کر دل کا غبار نکالنے کے بعد وہ خود ہی اس سے الگ ہوئی تھی۔

''تھینکس اب بتاؤ اسی کوارٹر میں رکھو گی مجھے یا پھر اپنے محل میں؟'' دایاں ہاتھ علیزہ ملک کے گال پر رکھتے ہوئے اب وہ شرارت سے پوچھ رہا تھا۔ علیزہ نے رخ پھیرلیا۔

''میرے پاس کوئی محل نہیں ہے۔''

''مگر میرے پاس ہے ایک اسٹوپڈ سی شرارتی لڑکی کی امانت۔''

''مگر......!''

''اب کوئی اگر مگر نہیں' چلو۔'' گزرے پانچ سالوں سے اسے بہت خود اعتماد اور خوب صورت بنادیا تھا۔ علیزہ نا چاہنے کے باوجود اس کے ساتھ کھنچی گئی۔

''ایان صاحب...... یہ...... آپ کے ساتھ......؟''

انیسہ آپا کو اسے ایان کے ساتھ دیکھ کر سب سے پہلا جھٹکا لگا تھا۔ وہ ایان کی چوڑی پشت کے پیچھے چھپ گئی۔

''یہ...... کیا؟ علیزہ بی بی کہو یہ گھر جہاں آپ ملازمت کر رہی ہیں انہی کا ہے۔ یہ مالکن ہیں اس گھر کی۔ میری پہلی بیوی اور آخری محبت تھی۔ میرا نہیں خیال کہ آج کے بعد اس گھر کو آپ کی مزید ضرورت پیش آئے۔ لہٰذا سامان باندھیں اپنا اور حساب کتاب کر کے رخصتی پکڑیں۔''

لہجے میں بھرپور تلخی سموئے اس نے انیسہ آپا کو ان کی اوقات یاد دلادی تھی۔ جواب میں وہ ہکا بکا سی کھڑی اس کا منہ دیکھتی رہیں۔ یوں جیسے قدرت کے اس کرشمے پر یقین ہی نہ آرہا ہو۔ تبھی ملازم ایان کے بیٹے کو گود میں اٹھائے وہاں چلا آیا۔

''ایان صاحب یہ چھوٹے صاحب آپ کے لیے رو رہے ہیں۔''

وہی بچہ جس نے علیزہ کے منہ پر فٹبال مارا تھا۔ اب ایان کے لیے رو رو کر بے حال ہو رہا تھا۔ ایان نے ہاتھ بڑھا کر ملازم سے بچے کو لے لیا۔

''یہ میرا بیٹا ہے علیزہ' بہت ضدی اور بدتمیز ہے۔''

انیسہ آپا کے بعد ملازم کی آنکھوں میں بھی حیرانی تھی۔ وہ علیزہ کے گرد بازو پھیلاتے ہوئے اسے اندر لے آیا۔ وہ گھر جہاں پچھلے پانچ سال سے اس کی تحقیر ہو رہی تھی۔ اب اسی گھر میں سب اس سے نظریں چراتے ہوئے اس کے آگے پیچھے ہو رہے تھے۔ انیسہ آپا کی الگ جان پر بنی تھی۔ صبح سے شام تک کئی بار وہ علیزہ کے پاس آئیں مگر معافی مانگنے کی ہمت نہ ہوسکی۔ صبح علیزہ نے اس سے کہا تھا کہ اس کا دنیا میں کوئی نہیں ہے اور اب وہ ہاتھ جوڑ کر روتے ہوئے اس سے کہنا چاہتی تھیں کہ ان کا دنیا میں کوئی نہیں ہے۔

فقط ایک ہی دن میں کائنات کے رب نے بازی پلٹ دی تھی گدا کو بادشاہ اور بادشاہ کو گدا کردیا تھا۔ علیزہ اپنے مہربان رب کی قدرت اور انصاف پر قربان ہوتی۔ چپ چاپ بیٹھی رہی۔ اسی روز رات میں ایان اسے اپنے پہلو میں

اپنے بازو پر لٹائے بتا رہا تھا۔
''میں واقعی تم سے بہت شرمندہ ہوں۔ علیزہ' کویت جانے کے بعد یوں کام میں مصروف ہوا کہ کسی کا ہوش ہی نہیں رہا۔ پھر بھی رات میں سونے کے لیے لیٹتا تو اکثر تمہاری یاد بے قرار کر کے رکھ دیتی۔ مگر مجھے کچھ کرنا تھا علیزہ۔ اپنے گھر والوں کے لیے بہت کچھ کرنا تھا۔ اڑھائی سال لگ گئے مجھے وہاں سٹیل ہونے میں۔ تب میری بہن صاعقہ کا مجھ سے رابطہ ہوا اور اس نے بتایا کہ سمعان نہیں رہا۔ یہ بھی کہ وہ جاب کر رہی ہے اور اب گھر کے حالات بہت بہتر ہیں۔ اس طرف سے سکون ہوا تو پھر تمہاری یاد آئی کہ جانے تم کیسی ہوگی؟ مجھے یاد بھی کرتی ہوگی کہ نہیں مگر میں مطمئن تھا کہ تم اپنے گھر میں اپنے گھر والوں کے ساتھ ہو مجھے کیا پتا تھا کہ جس لڑکی کے پیسوں سے میں اپنے سونے کے محل کی بنیاد رکھ رہا ہوں۔ وہ میری تلاش میں اسی شہر کے گلی کوچوں میں دھکے کھا رہی ہے۔''
جھک کر اس کی پیشانی چومتے ہوئے وہ جیسے بے اختیار ہوا تھا۔ علیزہ اس کے بے خبر سوئے ہوئے بیٹے پر ہاتھ رکھے اپنی دھڑکنوں کا شور سنتی رہی۔
اب وہ کہہ رہا تھا۔
''مجھے تم پر غصہ تھا علیزہ' تم سے نفرت نہیں تھی پردیس میں اپنے قدم جمانے کے لیے میں نے ایک امیر کبیر لڑکی کو اپنی زندگی میں شامل کر لیا مگر وہ زیادہ دن تک میرا ساتھ نہیں نبھا سکی اور ایک روز مجھے بیٹے کا تحفہ تھما کر چپ چاپ چلی گئی۔ جہاں سے آج تک کبھی کوئی واپس نہیں آیا۔ میں ایک مرتبہ پھر تنہا رہ گیا۔ مگر اس بار میری تنہائی میں میرا بیٹا میرے ساتھ تھا۔ گھر والے پاکستان واپسی کی ضد کر رہے تھے۔ ان کے اصرار پر تین سال کے بعد اپنے بیٹے کے ساتھ میں پاکستان واپس لوٹ آیا۔ پاکستان واپسی کے بعد میں تمہیں لینے سعید ولا گیا تو پتا چلا کہ تم وہاں نہیں ہو اور یہ بھی کہ تمہارے ابا جی نہیں رہے میں بہت پریشان اور دل برداشتہ ہو کر وہاں سے واپس آیا تھا پھر اس کے بعد جتنے دن پاکستان میں رہا تمہیں تلاش کرتا رہا۔ آمنہ کے گھر بھی گیا۔ وہاں سے پتا چلا کہ تم وہاں آئی تھیں مگر چلی گئیں۔ مت پوچھو کہ اس وقت دل کا کیا حال تھا۔ بھوکا پیاسا' سارا سارا دن سڑکوں پر مارا مارا ہر شبے والی جگہ پر تمہیں تلاش کرتا کہ شاید تم کہیں کسی موڑ پر دکھائی دے جاؤ مگر نہیں میری قسمت میں ابھی تمہارا وصال نہیں لکھا تھا۔ صائمہ کی شادی کے بعد میں نے چھوٹے دونوں بھائیوں کو اپنے پاس کویت بلا لیا اور ایک مرتبہ پھر انسان سے مشین بن گیا مگر' پچھلے چند سالوں میں جتنا پیسہ بھی میں نے کمایا اس ایک ایک پیسے پر تمہارا حق ہے۔'' علیزہ کی طرف کروٹ بدلے وہ اس کے بال سہلا رہا تھا۔ وہ اب بھی خاموش رہی۔
''مجھے احساس ہے علیزہ مجھ جیسے بدبخت انسان نے تمہاری زندگی کے بہت سے خوب صورت دن ضائع کر دیے ہو سکے تو میری اس خطا کو معاف کر دو پلیز۔''
''نہیں میرے ساتھ جو بھی ہوا وہ میری تقدیر کا لکھا تھا ایان شاید مکافات عمل اسی کو کہتے ہیں۔ میں لوگوں کی زندگی کو کھلونا سمجھ کر کھیلتی تھی تقدیر نے مجھے کھلونا بنا کر وقت کے سپرد کر دیا یہاں اچھے برے ہر عمل کا قرض تو چکانا ہی پڑتا ہے۔''
''نہیں علیزہ ایسا مت کہو خدا گواہ ہے میرے دل میں ایسی کوئی بات نہیں تھی تم سے نکاح کے بعد میں نے تمہاری ہر خطا کو دل سے معاف کر دیا تھا۔ میرے نزدیک تم صرف احمق تھیں اور کچھ بھی نہیں۔''
علیزہ ملک کا ہاتھ تھامتے ہوئے وہ اسے یقین دلا رہا تھا۔
''اپنے گھر والوں سے نہیں ملے آپ۔''

''نہیں' آج نکلنا تھا یہ تو پتا ہی نہیں تھا کہ خدا یوں معجزانہ طور پر تم سے ملا دے گا اور ہم اکٹھے وہاں جائیں گے۔ صاعقہ کو بہت شوق ہے تم سے ملنے کا۔''
''مجھے بھی۔''
''اچھا جی۔'' وہ مسکرایا تھا پھر اگلے ہی پل علیزہ کا ہاتھ سہلاتے ہوئے بولا۔
''تم میرے بیٹے کو ایک ماں کی حیثیت سے قبول کر لو گی نا علیزہ۔ اس نے اب تک ماں کی صورت نہیں دیکھی ہے اسی لیے بدتمیز اور غصیلا ہے۔''
صبح کا بھولا وہ مسافر شام کو گھر واپسی پر اس سے ایک اور امتحان میں سرخرو ہونے کی امید رکھ رہا تھا۔ وہ مسکرا دی۔
''کیوں نہیں' جو لڑکی اتنے سال تک آپ کے ہجر اور انتقام میں آپ کی وجہ سے ملنے والے ہر دکھ اور مصیبت کو اپنے نصیب کا لکھا سمجھ کر قبول کر سکتی ہے وہ کیا آپ کے بیٹے کو قبول نہیں کرے گی؟''
''تھینکس علیزہ' مجھے تم سے ایسے ہی جواب کی توقع تھی۔''
علیزہ کے الفاظ نے اسے روح کی گہرائی تک پرسکون کر دیا تھا۔ تبھی اس پر جھک کر اس نے اپنا ہاتھ نائٹ بلب کے سوئچ پر رکھ دیا۔
''آئی تھنک اتنے سالوں کی مسافت نے تمہیں بہت تھکا دیا ہے' ہے نا؟'' علیزہ کے کھردرے ہاتھوں کو بہت ملائمت سے سہلاتے ہوئے وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ اس کا دل شدت سے دھڑک اٹھا۔
''نہیں۔''
''ایویں نہیں''
اس کی شرارت کو سمجھ کر مسکراتے ہوئے اس نے نائٹ بلب آن کر دیا تھا۔ وہ تشنہ لب لڑکی جس کے بہت سے قرض وہ اپنی روح پر محسوس کر رہا تھا اب اسے اس تشنہ لبی کی پچھلے پانچ سالوں کی تھکن اتارنی تھی۔

❁......❁......❁
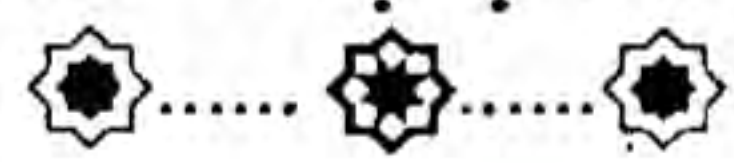
''عدی......!''
وہ تیزی سے ہوٹل کی سیڑھیاں کراس کر رہا تھا جب زاویہ کی پکار نے اس کے تیزی سے اٹھتے قدم روک دیے جب تک وہ پیچھے پلٹ کر دیکھتا وہ اس کے برابر آ گئی۔
''گھر جا رہے ہو؟''
''نہیں ابھی ایک دوست کے پاس جاؤں گا' کیوں؟''
''مجھے کچھ شیئر کرنا تھا تم سے بہت دن ہوئے روز سوچتی ہوں آج کہوں گی کل کہوں گی مگر جیسے ہی تم سامنے آتے ہو میری ہمت جواب دے جاتی ہے' کیا ابھی ہم اکٹھے کہیں بیٹھ سکتے ہیں؟'' نظریں جھکائے وہ کچھ الجھی ہوئی دکھائی دے رہی تھی۔
''خیریت پچھلے چار گھنٹوں سے ہم اکٹھے ہی تو تھے۔''
''اکٹھے تھے مگر تنہا نہیں۔''
''ٹھیک ہے چلو۔''
وہ شاید جلدی میں تھا زاویہ اس کے ساتھ ہی ہوٹل سے نکل آئی۔ جہاں ابھی تھوڑی دیر پہلے وہ دونوں اپنے دوستوں کے ساتھ' موج مستی میں مصروف تھے۔ اگلے تیس منٹ کے بعد دونوں قریبی ریستوران میں ایک دوسرے کے مقابل

خاموش بیٹھے تھے۔
"اب کہو کیا کہنا چاہتی ہو؟" چند لمحوں کے بعد بالآخر عدنان نے اس خاموشی کا گلا گھونٹا۔ زاویہ نگاہیں پھیر گئی۔ اگلے ہی پل وہ اپنے بیگ سے کچھ نکال رہی تھی۔
"تم میرے بہت اچھے دوست ہو عدی، پچھلے پانچ سالوں میں جو عزت اور قیمتی وقت تم نے مجھے دیا، اسی نے مجھے یہ فیصلہ کرنے پر مجبور کیا میں تم سے سب کچھ شیئر کرلوں، وہ بات بھی جس کو جاننے کے بعد تم میری شکل پر تھوکنا بھی پسند نہیں کرو گے۔"
"کیا بکواس ہے یہ؟" وہ برہم ہوا تھا۔ زاویہ نے جواب میں عدنان کے سامنے میز پر کچھ کاغذات رکھ دیے۔
"یہ میری رپورٹس ہیں ڈاکٹرز کے مطابق میرے دونوں گردے ناکارہ ہو چکے ہیں۔ کوئی علاج، کوئی تجویز اب زندگی کے دن نہیں بڑھا سکتی۔ کسی بھی دن کسی بھی لمحے موت آسکتی ہے۔ بہت اذیت سہی میں نے عدی اور شاید بہت سی اذیت ابھی سہنی ہے۔ میں نے یہ بات ابھی کسی سے بھی شیئر نہیں کی اپنے ماں باپ سے بھی نہیں۔" بہت سنجیدہ لہجے میں قدرے سنجیدگی کے ساتھ وہ کہہ رہی تھی۔
عدنان جہاں کا تہاں بیٹھا رہ گیا۔ زاویہ اب اس کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں تھام رہی تھی۔
"یہ بیماری نہیں ہے عدی، میری سزا ہے اللہ نے بیماری کی صورت جتا دیا ہے کہ وہ ہے، سنتا، جاگتا، دیکھتا، ہر پل، ہر لمحہ حاضر، مگر انسان نہیں سمجھتا عدی اسے لگتا ہے جیسے چند روز کی زندگی میں وہ جو بھی کرے گا۔ اسے کبھی پرسش نہیں ہوگی۔ جانتے ہو میرا گناہ کیا ہے۔"
کیسا کرب تھا اس لمحے اس کی آنکھوں میں وہ خاموشی سے دیکھے گیا۔
"تم کیسے جانو گے تمہیں تو بس یہی پتا ہے کہ میں بدکار ہوں۔ اپنی ضرورت کے لیے لوگوں کی ہوس اور بھوک کا نشانہ بنتی ہوں۔ تمہیں میرے اس گناہ کا تو پتا ہی نہیں۔ جس نے مجھے کہیں کا نہیں چھوڑا۔"
"کیسا گناہ؟" اس کی بھیگی پلکوں کو دیکھتے ہوئے وہ اجنبیت سے بولا تھا۔ جب زاویہ نے سر جھکا لیا۔
"بہت بڑا گناہ، اللہ کے ایک بہت نیک، بہت قریبی بندے پر جھوٹے بہتان کا گناہ۔"
"کیا مطلب؟" وہ الجھا تھا۔ زاویہ کی زبان جیسے اس کا ساتھ چھوڑ گئی۔ اس کی آنکھیں یک لخت آنسوؤں سے بھر آئی تھیں۔ عدنان کا ہاتھ تھام کر روتے ہوئے وہ جیسے بے اختیار ہوگئی۔
"تم مجھے معاف کردو گے نا عدی۔"
"کیا بکواس ہے زاویہ، صاف صاف بتاؤ کیا کیا ہے تم نے۔"
"بہت برا، بہت برا کیا ہے میں نے۔" زیر لب بڑبڑاتے ہوئے وہ اسے مزید تپا گئی تھی۔ تبھی وہ اٹھ کر کھڑا ہوا۔
"سوری میرے پاس اس وقت تمہاری پہلیاں بوجھنے کا ٹائم نہیں ہے۔"
"میری بات سنو عدی، پلیز۔" سرعت سے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے وہ جیسے تڑپی تھی۔
"میں جانتی ہوں آج کے بعد تم کبھی میری شکل نہیں دیکھو گے میرا نام لیتے ہوئے مجھے اپنے تصور میں لاتے ہوئے زمین پر تھوکو گے مگر پھر بھی میں اب مزید اس بوجھ کے ساتھ نہیں چل سکتی عدی، میں تمہیں بتانا چاہتی ہوں کہ عاطف کا مرڈر ہوگیا ہے۔ تین ماہ قبل اسے اس کی محبوبہ کے ایک اور عاشق نے زندگی سے محروم کردیا اور جانتے ہو اس کے ساتھ ایسا کیوں ہوا؟ کیونکہ اس نے میرے بہکاوے میں آکر تمہاری پاک دامن بیوی کو رسوا کیا تھا۔ وہ لڑکی جو حیا اور پاکیزگی کا سمبل ہے اسے تمہاری زندگی سے بے دخل کر کے تمہیں بے سکون کرنے کے لیے میں نے اور عاطف

نے ایک کھیل کھیلا تھا۔ شیطانی کھیل۔" بائیں ہاتھ سے اپنا چہرہ رگڑتے ہوئے وہ یہ کیسا انکشاف کررہی تھی۔ عدنان کو لگا جیسے اس پر ساتوں آسمان ایک ساتھ آگرے ہوں۔
"تم نے مجھے ٹھکرا کر اس سے شادی کی تھی اور مجھے یہ برداشت نہیں ہورہا تھا۔ میں نے عاطف سے کہا اگر وہ میرے ساتھ رہنا چاہتا ہے تو پہلے اسے میری شکست کا بدلا لینا ہوگا۔ اس نے ہامی بھرلی اور اس روز، جب تم میز پر پاس تھے خراب موسم نے ہم دونوں کو تمہاری زندگی میں آگ لگانے کا موقع فراہم کردیا۔ وہ تمہارے لیے پریشان تھی عاطف نے اس سے کہا تھا تمہارا ایکسیڈنٹ ہوگیا ہے اور یہ بھی کہ تم اس کے ساتھ ہو مگر بے ہوش ہو اسی لیے بہت سوچ کر اس نے دروازہ کھولا تھا۔ وہ تم سے پیار کرتی تھی عدی اسی کا فائدہ اٹھا کر ہم نے اسے بلیک میل کیا۔ مگر داغدار نہیں کیا۔ کر ہی نہیں سکے کیونکہ وہ تو اپنے رب کی پناہ میں تھی اور اس کے اسی رب نے مجھے اور عاطف کو اپنی گرفت میں جکڑ لیا۔ اپنے منصوبے میں کامیاب ہونے کے باوجود نہ وہ سکون میں تھا نہ میں۔ ہر روز ہم دونوں کو عجیب عجیب سے خواب پریشان کرتے جنہیں وہ مجھ سے شیئر کرتا اور میں اس سے اور اب اس کی عبرت ناک موت کے بعد میں بہت ڈر گئی ہوں کئی بار وہ میرے خواب میں آکر مجھے بتا چکا ہے کہ وہ بہت تکلیف میں ہے میں نے جان لیا ہے عدی کہ وہ ذات جو اپنی صفات میں رحمان اور رحیم ہے وہی جب اپنے نافرمان بندوں کو سزا دینے پر آتا ہے تو ایسی سزا دیتا ہے کہ عبرت بنا دیتا ہے۔ کوئی رعایت کوئی معافی کسی چھوٹ کی گنجائش نہیں دیتا۔"
وہ پھر رونے لگی تھی۔ عدنان بے حس و حرکت پتھر بنا وہیں کھڑا رہا۔ زاویہ اب اس سے معافی مانگ رہی تھی مگر اسے کچھ سنائی ہی کہاں دے رہا تھا۔ اگلے دس منٹ میں وہ روتے ہوئے وہاں سے اٹھ گئی تھی۔ مگر وہ اب بھی وہیں بیٹھا تھا نظر کے سامنے اس وقت جو سین تھا۔ اس میں شدید بارش ہورہی تھی اور وہ بے دردی کے ساتھ اس بے جان ہوئی، بے بس لڑکی کو پیٹ رہا تھا۔ اسے کچھ ہوش نہیں تھا کہ اس کے ہاتھ سے لگنے والے زخم اس نازک بدن پر کہاں کہاں ثبت ہورہے ہیں۔
اگلے روز وہ شدید بخار میں پھنک رہی تھی۔ اس میں اتنی سی سکت بھی نہیں تھی کہ وہ ہل کر پانی کا ایک گلاس ہی پی لیتی۔ عدنان اس وقت شدید طیش کے عالم میں گھر سے نکل گیا تھا اور پھر تین روز کے بعد اس کی واپسی ہوئی تھی۔ گوری اسی حالت میں کمرے میں بے ہوش پڑی تھی وہ شدید نفرت کے باوجود جانے کیا سوچ کر اسے اسپتال لے آیا اور یہیں اسے پتا چلا تھا کہ وہ پریگننٹ ہے۔ اس وقت وہ اسے طلاق دے کر دوبارہ اس کے بھائی کے گھر بٹھانے کا سوچ رہا تھا۔ مگر پھر اسے سبق سکھانے کے لیے پل پل کی اذیت دینے کا سوچ کر رک گیا۔ اس واقعے کے بعد کیا کیا نہیں کیا تھا اس نے اس کے ساتھ اس وقت وہ سب کچھ سوچتے ہوئے بھی اسے وحشت ہورہی تھی۔
پچھلے پانچ سالوں میں اس لڑکی نے کبھی اپنی ضرورت کے لیے اس کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلایا تھا۔ وہ روز رات گئے گھر واپس لوٹتا اور وہ اجنبی شہر میں اپنی تنہائی سے نبرد آزما ہوتی اس کے لیے پوری پوری رات جاگتی رہتی کیونکہ اس کی واپسی پر اگر وہ دروازہ کھولنے میں پانچ منٹ کی تاخیر بھی کردیتی تو وہ اسے روئی کی طرح دھنک کر رکھ دیتا کھانا پینا تو اس نے چھوڑ ہی دیا تھا اس کے ہاتھ سے۔ ہر لمحہ وہ اسے یہ محسوس کرواتا تھا جیسے وہ کوئی اچھوت ہے۔ وہ کھانا کھاتی ہے نہیں کھاتی اسے خبر تھی نہ پروا۔ اپنی گرل فرینڈز کو آئے روز وہ گھر لے آتا تھا اور پھر اس کی آنکھوں کے سامنے من چاہی عیاشی کر کے اسے اذیت دیتا۔ وہ سارا سارا دن سلائی مشین پر جھکی اپنی آنکھیں پھوڑتی رہتی اور وہ یہ تک نہ پوچھتا کہ یہ مشین آئی کہاں سے ہے۔ اس کے مشاغل اس کی مصروفیات میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ چھ ماہ کے بعد جس وقت اس کی ڈلیوری کا وقت آیا وہ گھر پر نہیں تھا۔ گوری کو دروازے پر آنے کی اجازت بھی نہیں تھی۔ اسی لیے وہ درد سے تڑپتی

تنہا گھر میں اپنے ربّ کو پکارتی رہی۔ رات گئے معمول کے مطابق جب وہ گھر واپس آیا تو وہ کہیں نہیں تھی۔ اس کا دماغ پھر سنسنا اٹھا۔ صبح ساتھ والی ہمسائی نے اسے آ کر بتایا تھا۔

''بھائی آپ کی بیوی اسپتال میں داخل ہے رات ان کی طبیعت بہت خراب ہوگئی تھی۔ ہم ان کی چیخوں پر گھبرا کر آئے تھے اللہ نے بڑا کرم کیا ہے ان پر دو جڑواں بچے ہوئے ہیں آپ کے ایک بیٹا ایک بیٹی۔''

مگر اسے خوشی نہیں ہوئی تھی۔ اس کی شریانیں غصے کی زیادتی سے پھٹ رہی تھیں۔ اس نے کیوں نہیں بتایا تھا اسے کہ اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے لے کر محلے میں تماشا بنا دیا تھا۔ دل میں پڑی رنجش صرف اس سے نفرت کا احساس ہی دلاتی تھی گوری کی گھر واپسی کے بعد اس نے ایک نظر بھی نہ بچوں کو دیکھا نہ اس کا حال دریافت کیا زچگی کے دوران بھی وہ پوری تندہی سے اس کے تمام کام اپنے ہاتھوں سے سرانجام دیتی رہی تھی عدنان نے سگریٹ اور شراب کا استعمال بڑھا دیا تھا اور مقصد صرف اسے تکلیف پہنچانا تھا۔ بچے بڑے ہو رہے تھے مگر وہ بے نیاز تھا۔ اس کے پاس انہیں دینے کے لیے ایک پیار بھری نظر بھی نہیں تھی گھر کے تینوں نفوس اس کی آمد پر سہم کر رہ جایا کرتے تھے۔ وہ تنہا اپنے بچوں کی ہر ضرورت کا خیال رکھتی۔ ناقص خوراک' بات بات پر تشدد اور دن رات محنت نے بہت تیزی سے اس کی صحت پر اثر ڈالا تھا۔

پنڈی سے جہلم آنے کے بعد اس نے اپنا موبائل نمبر بھی تبدیل کرلیا تھا۔ جس سے ہمدانی پیلس اور شاہ زر دونوں کا رابطہ ہی اس سے کٹ گیا۔ بوسیدہ سے گھر کا کرایہ بھی زیادہ تر گوری ہی ادا کرتی تھی۔ مگر پھر بھی اس کے لبوں پر کوئی گلہ نہیں تھا۔ عدنان کی خدمت اور فرمانبرداری میں ایک دن کے لیے بھی کبھی کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔

وہ اب بھی اس کا ہر کام شوق اور محبت سے کرتی تھی۔ گزرے پانچ سالوں میں اس نے کبھی عدنان کو شکایت کا موقع نہیں دیا تھا۔ اسے یاد کرنے سے بھی اس کی کوئی خطا کوئی شکایت کوئی بدتمیزی یاد نہیں آئی تھی۔ قطرہ قطرہ دل سے بدگمانی اور نفرت کی برف پگھلتی رہی اور وہ بے آواز روتا وہیں بیٹھا رہا۔

صبح چار بجے کے قریب اس کی گھر واپس ہوئی تو گوری اپنے بستر پر اپنی بیٹی کو گود میں لیے رو رہی تھی۔ گرم چادر میں لپٹا اس کا پرنور چہرہ آنسوؤں سے بری طرح بھیگ چکا تھا۔ وہ سست روی سے قدم اٹھاتا اس کے قریب چلا آیا۔

''کیا ہوا کیوں رو رہی ہو؟''

بھاری بوجھل لہجے میں ایک مدت کے بعد اس نے اسے مخاطب کیا تھا۔ وہ حیران ہی تو رہ گئی۔

''ایسے کیا دیکھ رہی ہو تم سے پوچھ رہا ہوں کیا ہوا ہے؟'' اس کے ٹکر ٹکر دیکھنے پر جھک کر اس نے اپنی بیٹی کی پیشانی پر ہاتھ رکھا پھر پریشان ہوا تھا۔

''اسے تو بہت تیز بخار ہے۔ تمہیں بتانا تو چاہیے تھا مجھے۔'' گوری کو لگا جیسے وہ نشے میں ہے۔ مگر نشے میں بھی مدت ہوئی اس شخص نے اسے مخاطب کرنا چھوڑ دیا تھا۔ اس کے آنسوؤں میں مزید روانی آ گئی۔ جبکہ وہ اب اپنی بیٹی کو اس کی گود سے اٹھا رہا تھا۔

''میں ڈاکٹر کے پاس لے کر جاتا ہوں اسے تم پریشان نہ ہو۔''

اسے پریشان نہ ہونے کی تلقین کر کے وہ خود پریشان ہوگیا تھا۔ بچی کے چیک اپ کے بعد جب وہ واپس آیا گوری جائے نماز پر بیٹھی دعا میں ہاتھ اٹھائے رو رہی تھی۔ وہ بچی کو بیڈ پر لٹانے کے بعد اس کے برابر میں ہی نیم دراز ہوگیا۔

''حمنہ اب ٹھیک ہے گوری' تھوڑی دیر میں بخار اتر جائے گا۔''

''یا اللہ تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے۔''

اس کی تسلی کے جواب میں ہاتھ اٹھاتے ہوئے اس نے اپنے ربّ کا شکر ادا کیا تھا۔ اسی صبح اس نے عدنان کو اپنے دونوں بچوں کے ساتھ کھیلتے اور انھیں پیار کرتے دیکھا۔ وہ حیران ہی تو رہ گئی۔ اس سے زیادہ حیرانی اس وقت ہوئی جب اس نے خود اسے ناشتا بنانے کے لیے کہا گوری کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ ہنسے یا روئے۔ اس کے ہاتھوں میں واضح لرزش تھی۔ آٹا ختم ہوئے تیسرا دن تھا۔ اس نے بچوں کے لیے سنبھال کر رکھا بن چائے کے ساتھ پیش کر دیا۔ وہ چونکا تھا اور پھر گوری کے سپاٹ چہرے پر نگاہ ڈالنے کے بعد اس کا دل چاہا وہ کہیں ڈوب کر مر جائے۔ اس نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ وہ لڑکی جو زندگی کے سفر میں اس کی ہم سفر بنے گی۔ وہ اسے اتنی بدحال زندگی دے گا۔ مارے شرمندگی کے وہ اس کے سامنے سر بھی نہیں اٹھا سکا۔

ساری رات کے رت جگے کے بعد اگلی صبح بنا روز کی طرح لمبی تان کر سوئے وہ جاب کی تلاش میں نکل گیا تھا۔ آفس سے اپنے ضروری ڈاکمنٹس اٹھانے کے بعد اپنے ایک دوست کی کمپنی میں ہی اس کی جاب کا بندوبست ہوگیا۔ اپنے آفس سے ڈاکومنٹس فوری پہنچانے کی ڈیوٹی اس نے پنڈی میں مقیم اپنے ایک دوست کے سپرد کر دی تھی۔

اگلے روز اسے ایک ماہ کی پیشگی تنخواہ بھی مل گئی۔ جس سے گھر واپسی پر وہ روزمرہ استعمال کی ڈھیروں چیزیں اٹھا لایا۔ گوری دروازہ کھولتے ہی حیران و پریشان رہ گئی تھی۔ صرف ایک رات میں کیا سے کیا ہوکر رہ گیا تھا کتنا بدل گیا تھا وہ شخص' اس کے سہمے سہمے بچے اب اپنے باپ کا پیار پا کر کھل کر ہنسنے بولنے لگے تھے۔ کیسا معجزہ کر دیا تھا اس کے پاک ربّ نے وہ اپنے ایک ایک آنسو میں اس کا شکر ادا کرتی نہ تھکتی تھی۔ کتنا پیارا اور بھرپور منظر تھا۔ جس میں وہ اپنے بچوں کو چیزیں نکال نکال کر تھما رہا تھا اور وہ خوش ہو رہے تھے وہ دور کھڑی دیکھتی رہی۔ رات کا کھانا عدنان باہر سے لے آیا تھا اور اس رات سب نے مل کر کھانا کھایا تھا۔

گوری کھانے کے بعد کام کاج سے فارغ ہو کر آئی تو اس کے دونوں بچے عدنان کے پہلو میں اس کے بازوؤں پر سو رہے تھے۔ اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئیں۔ سرد ہاتھ دوپٹے کے پلو سے خشک کرتے ہوئے اس نے زمین پر بیٹھ کر عدنان کے دونوں پاؤں پکڑ لیے۔ اس کی ابھی ابھی آنکھ لگی تھی۔ گوری کے پاؤں پکڑنے پر فوراً اس کی آنکھ کھلی اور وہ جیسے کرنٹ کھا کر اٹھ بیٹھا۔

''یہ کیا کر رہی ہو۔'' فوراً سے پیشتر اس نے اس کے دونوں ہاتھ تھام لیے تھے۔ گوری نے سر جھکا لیا اس کی پلکوں سے آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہے تھے۔

''آپ کا بہت شکریہ عدنان آپ نے بچوں کو ان کا باپ لوٹا دیا۔''

ایک اور شرمندگی۔ رخ پھیر کر اس نے ایک نظر بچوں پر ڈالی پھر آہستہ سے چارپائی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ گوری کا ہاتھ اس کے ہاتھ میں تھا۔ وہ اسے لے کر باہر برآمدے میں آ بیٹھا۔

''کس مٹی کی بنی ہو تم وہ شخص جس نے ہمیشہ تمہاری تذلیل کی تمہیں دکھ دیے غلط سمجھا تم اسی کے پیر چھو رہی ہو۔ تمہیں نفرت نہیں ہوئی اس شخص سے۔''

''نہیں۔''

''کیوں؟''

''پتا نہیں۔'' ٹوٹتے آنسوؤں کے موتیوں کے ساتھ اس نے رخ پھیرا تھا۔ عدنان کا دل کٹ کر رہ گیا۔ دائیں ہاتھ سے اس نے گوری کا سر پکڑتے ہوئے اپنے سینے سے لگایا تھا۔

''میں اتنی اچھی ہم سفر کے قابل نہیں تھا بالکل بھی نہیں۔'' اس کے لہجے میں بھی نمی تھی۔ گوری کو لگا اس کی ساری

دعائیں مستجاب ہوگئی ہوں۔ اس کا گھر مکمل ہوگیا تھا وہ عدنان کے ہاتھ تھامے بیٹھی روتی رہی۔

آنے والے دنوں میں عدنان نے اس کے لیے خود کو سرتاپیر بدل لیا تھا۔ نہ کوئی معافی تلافی کا سلسلہ ہوا تھا نہ قول وقرار کا۔ بس خاموشی سے گوری کی طرح اس نے بھی قربانیاں دینی شروع کردی تھیں۔ وہ ڈبل شفٹ میں کام کررہا تھا۔ امیر کبیر باپ کا بیٹا ہونے کے باوجود عام ورکرز کی طرح دن رات زیادہ سے زیادہ پیسے کمانے کے لیے خود کو خوار کررہا تھا۔

شراب اور شباب اس کی ہڈیوں میں رچ بس گئے تھے۔ بہت مشکل تھا ان دونوں چیزوں سے چھٹکارا مگر پھر بھی اس نے یہ دونوں چیزیں خود پر حرام کرلی تھیں۔ صرف گوری کے لیے اس نے خود کو اذیت کی سولی پر چڑھا دیا تھا۔

جونہی وہ آفس سے تھک کر گھر واپس آتا گوری سب کام چھوڑ کر اس کے آگے پیچھے ہوجاتی۔ وہ جو ماں کی وفات کے بعد محبتوں کو ترس گیا تھا۔ اکیلے پن اور اپنوں کی بے حسی نے جسے بد سے بدتر بنا دیا تھا۔ اسی بدتر انسان کو وہ اپنی قربانیوں اور محبتوں سے صحیح معنوں میں انسان بنانے میں کامیاب ہوگئی تھی۔ بھلے وہ دنیا میں کسی کے لیے بھی اہم نہیں تھی۔ مگر وہ لڑکی جس نے بد سے بدتر حالات میں بھی اس سے کنارہ کشی نہیں کی تھی۔ وہ اس کے لیے اہم تھا۔ اگر اس کے سر میں معمولی سا درد ہوتا تو وہ اس کے لیے ساری ساری رات بیٹھی رہتی تھی۔ اس کی نفرت کے باوجود وہ اس کا سر دبانا اس کا خیال رکھنا نہیں بھولتی تھی۔

اب جیسے جیسے اسے یاد آتا تھا اس کا بس نہ چلتا تھا کہ وہ خود کو ختم کرلے وہ لڑکی اپنی وفاؤں کے ساتھ سرخرو رہی تھی۔ مگر وہ اپنی تمام تر نفرتوں کے ساتھ ہار گیا تھا۔ ہار بھی ایسی کہ نظریں ملا کر معافی مانگنے کی ہمت بھی نہیں ہورہی تھی۔

اس روز وہ ابھی آفس سے گھر واپس آیا ہی تھا کہ سامنے طلال ہمدانی صاحب کو بیٹھے دیکھ کر حیران رہ گیا۔ ان کے ساتھ ریان اور اس کی بھابی بھی تھیں۔ صد شکر کہ گوری کا حلیہ قابل قبول تھا ورنہ وہ ان کے سامنے آنے کے قابل نہ رہتا۔ اس کے دونوں بچے اس کی آمد کی خبر پاتے ہی اس کے قریب لپک آئے تھے۔ وہ شرمندہ شرمندہ سا دونوں کو بازوؤں میں اٹھا کر آگے بڑھ آیا۔

''السلام علیکم!''

''وعلیکم السلام' کیسے ہو؟'' طلال صاحب اسے گلے لگانے کے لیے اٹھے تھے اس نے بچوں کو نیچے اتار دیا۔

''ٹھیک ہوں پاپا آپ کیسے ہیں۔''

''کیسا ہوسکتا ہوں جس شخص کے بڑھاپے میں اس کا جوان بیٹا نافرمان ہوکر اس کے گھر سے نکل آئے وہ کیسا ہوسکتا ہے؟''

''سوری پاپا۔'' سر جھکا کر اس شخص نے سوری کی تھی۔ جسے سر جھکانا آتا ہی نہیں تھا۔ طلال صاحب کا دل خوشی سے بے قابو ہوگیا۔ آگے بڑھ کر انہوں نے اسے بانہوں میں بھر لیا تھا۔

''اب تو معاف کردو بیٹا ایک عمر ہوگئی مخالف رستوں پر چلتے چلتے' میں بوڑھا ہوں ہار مان لیتا ہوں مجھے معاف کردو ان سب غلطیوں کے لیے جو دانستہ یا نادانستہ مجھ سے سرزد ہوئی ہیں۔''

''نہیں پاپا ایسے مت کہیے میں نے بھی بہت تنگ کیا ہے آپ کو۔''

''اولاد تنگ کرتی ہے مگر ماں باپ کبھی سزا نہیں دیتے انہیں۔ نہ کنارہ کشی کرتے ہیں۔ تم نے کیا سمجھا تھا یوں گدھے کے سر سے سینگ کی طرح غائب ہوکر تم ہماری زندگیوں سے نکل جاؤ گے اور یوں چھپ کر دوستوں سے ڈاکومنٹس منگواتے ہوئے کیا ہم تمہارا سراغ نہیں لگا پائیں گے۔ بولو......؟''

''میں شرمندہ ہوں پاپا۔''

''شرمندہ کے بچے اب گھر چلو میں نے اپنے سارے بچوں میں اپنی جائیداد تقسیم کردی ہے۔ تمہارے لیے بھی بہت پیارا گھر بنوایا ہے۔ اپنے گھر میں تو چلو گے نا؟'' وہ اس کی ضد اور غصے سے اچھی طرح واقف تھے تبھی حل نکال کر آئے تھے وہ مزید شرمندہ ہوگیا۔ واپسی کے سفر میں ریان گوری کے ساتھ لگا اسے بتا رہا تھا کہ وہ اس کے لیے بہت اداس تھا۔

رات تک وہ گھر پہنچ گئے تھے۔ دیدہ زیب پتھر سے تعمیر کیا گیا گھر واقعی اپنی خوب صورتی میں بے مثال تھا۔ زندگی میں پہلی بار عدنان اپنے گھر والوں کی محبت دیکھ رہا تھا۔ اس کے بھائی اس کے بچوں سے پیار کررہے تھے۔ باپ اور بھابیاں گوری کے صدقے واری جارہی تھیں۔ وہ خوش تھا بے پناہ خوش۔

اسی کے اصرار پر گوری نے اپنی پرانی اکیڈمی دوبارہ جوائن کرلی تھی۔ عدنان نے بھی بھائیوں کے ساتھ ہی آفس جانا شروع کردیا تھا۔ شاہ زر کے دو تین چکر بھی لگ گئے تھے وہ اس کے لیے بہت فکرمند رہا تھا۔ گزرے دنوں میں روح اور جسم پر جتنے زخم لگے تھے جیسے سب مٹ گئے تھے۔

اس روز اسے شاہ زر کے گھر سے واپسی پر خاصی تاخیر ہوگئی تھی۔ عدنان آفس سے واپس آچکا تھا۔ اس کے دونوں بچے اس کا انتظار کرتے کرتے سو گئے تھے۔ وہ پریشان اور شرمندہ سی سیدھی اپنے بچوں کے پاس آئی تھی مگر ملازمہ کے بقول انہیں عدنان نے کھانا کھلا کر سلا دیا تھا۔ تبھی وہ چادر اور جوتے اتارتے ہوئے اپنے بیڈروم میں چلی آئی۔

عدنان آفس سے واپسی کے بعد ٹی وی دیکھتے ہوئے سوچکا تھا۔ اس نے اب تک نہ لباس تبدیل کرنے کی زحمت گوارا کی تھی نہ جوتے اتارنے کی شاید کھانا بھی نہیں کھایا تھا۔ وہ دل ہی دل میں خود کو کوستی' بیڈ کے کنارے پر ٹک گئی۔ عدنان کے پیروں سے اس کے جوتے اور موزے الگ کرنے کے بعد اب وہ اس پر جھکی اس کی شرٹ کے بٹن کھول رہی تھی۔ تبھی عدنان نے سرعت سے بازو اس کی کمر کے گرد حمائل کرتے ہوئے اسے خود پر گرالیا۔

''اتنی دیر کردی واپسی میں یہ جانتے ہوئے بھی میں انتظار کررہا ہوں گا۔'' گوری اس کی اس حرکت کے لیے تیار نہیں تھی تبھی گھبرا گئی۔

''سوری' بھائی کھانے پر اصرار کررہے تھے۔ پھر نماز کا ٹائم ہوگیا میرا خیال تھا آپ آفس سے واپسی پر لینے آجائیں گے مگر آپ نہیں آئے۔''

''اچھا تم نے ویٹ کیا تھا میرا۔'' گوری کی بے ترتیب دھڑکنیں اس کے اندر طوفان بپا کررہی تھی۔ وہ سر اٹھا کر اسے دیکھ بھی نہ سکی۔

''جی کیا تھا۔ مگر پھر خود ہی آگئی کیونکہ میں جانتی ہوں آپ کے پاس میرے لیے وقت نہیں ہے۔''

''اچھا اور کیا کیا جانتی ہو تم۔''

''بہت کچھ۔'' اس سے سانس لینا دشوار ہورہا تھا مگر عدنان نے گرفت ڈھیلی نہیں کی۔

''مثلاً۔''

''مثلاً میں آپ کی نظر میں نیک لڑکی نہیں ہوں۔ باکردار بھی نہیں ہوں۔ اللہ رب العزت کے کرم سے مجھ پر اور میرے بچوں پر ترس کھا کر میرا ہر قصور معاف کردیا مگر میں جانتی ہوں آپ کے دل میں میری عزت نہیں ہے۔''

''اور؟'' وہ اس کے کندھے پر سر جھکائے شکایت کررہی تھی۔

''اور کچھ نہیں۔'' اب شاید وہ رونے لگی تھی۔ وہ گہری سانس بھر کر رہ گیا۔

''جب میری تم سے شادی ہوئی تم جانتی تھیں میں بدکردار ہوں تم نے مجھے قبول کیا۔ کیوں؟ پچھلے پانچ سالوں میں تمہاری نظروں کے سامنے میں نے ہر طرح کی عیاشی کی پھر بھی تم نے مجھے نہیں چھوڑا' کیوں؟ کیا میں سمجھ لوں کہ تم بھی مجھ پر ترس کھا رہی ہو تم پاک دامن ہو گوری۔ پچھلے سالوں میں یہ بات اپنے عمل سے ثابت کی ہے تم نے میں کیا ہوں ایک بدکردار' عیاش شخص کیا تمہاری پاکیزگی میرے بہتان سے متاثر ہو سکتی ہے؟ نہیں سونے کو لاکھ پیتل کہتے اور سمجھتے رہو اس کی ہیت پر کوئی فرق نہیں پڑتا میں نے تم سے کہا تھا اگر میں گناہ گار ہوں تو تم نیک کیسے ہو سکتی ہو۔ مگر میرے رب نے مجھے دکھا دیا ہے۔ تم نیک ہو تو اس نے تمہاری پارسائی مجھ پر ثابت کر کے مجھے بھی برائی سے بےزار کر دیا۔ یہی کرشمے ہیں اس کے مگر کیا میں اس قابل ہوں گوری کہ میں تم سے اپنی ہر غلط حرکت کی معافی مانگوں اور تم مجھے معاف کر دو نہیں میں اس قابل نہیں ہوں۔ اسی لیے میں نے تم سے معافی نہیں مانگی مگر اس کے باوجود کیا تمہارے دل میں میری عزت نہیں ہے۔''

کتنی وضاحت کے ساتھ اس نے اسے معتبر کیا تھا۔ وہ اور شدت سے رو پڑی۔

''تم میری جان ہو گوری اور جان جسم کے لیے لازم ہوتی ہے خواہ وہ کتنی ہی بدصورت اور کٹی پھٹی کیوں نہ ہو۔'' گوری کے بال سہلاتے ہوئے وہ اسے خود میں جذب کر رہا تھا۔ گوری کو لگا ایک عمر تپتے سورج کے تلے جلتے رہنے کے بعد اسے گھنی ٹھنڈی چھاؤں نصیب ہو گئی ہو۔

''رو لو آج جتنا رونا ہے کیونکہ آج کے بعد کبھی ان آنکھوں میں آنسو برداشت نہیں کروں گا۔ جو وقت گزر گیا میں اسے واپس نہیں لا سکتا مگر جو وقت دسترس میں ہے اسے خوب صورت ضرور بنا سکتا ہوں۔ بس تم مجھے معاف کر دینا گوری پلیز۔'' طلال صاحب نے ٹھیک کہا تھا۔ وہ محبتوں کا ترسا ہوا ایک حساس شخص تھا۔ جس کی تلخیوں اور محرومیوں کو گوری کی محبت اور توجہ نے مٹا دیا تھا۔ اب اسے کوئی احساس محرومی نہیں تھا۔ شاید تبھی وہ شراب اور شباب کی محفلوں کی راہ بھول گیا تھا۔

گوری نے آنسو پونچھتے ہوئے اس سے سینے کے سر اٹھایا۔ پھر انتہائی محبت سے اپنے لب اس کی آنکھوں پر رکھ دیے۔

''آپ میرا ایمان ہو عدی اور اللہ رہتی سانسوں تک میرے ایمان کو سلامت رکھے آمین۔''

''ثم آمین۔''

اس کی محبت کے اظہار نے اسے مزید بےتاب کر دیا تھا۔ خوش بو بکھیرتی رات کے ان پرسکون لمحوں نے الجھی ہوئی کہانی کے دو اور خوب صورت کرداروں کو نئی زندگی بخش دی تھی۔

❁ ...... ❁ ...... ❁
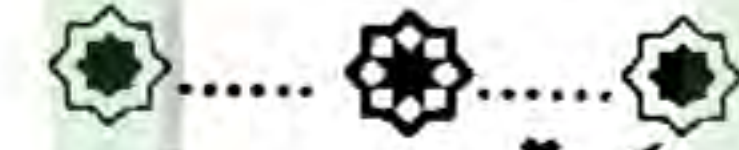
ازلان اور میرال حسن کی شادی کی ڈیٹ فکس ہو گئی تھی۔

اس روز مہندی کی رسم تھی اور حسن پیلس کا حسن دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ صاعقہ اور امامہ دونوں کام میں پیش پیش تھیں مگر دونوں کے دل ہی بجھے ہوئے تھے۔ شجاع کے بقول وہ اپنی دوسری شادی کی تیاری کر رہا تھا۔ جبکہ دوسری طرف عباد کی کوئی خیر خبر نہیں تھی۔ اس نے دانستہ بھی صاعقہ سے سامنا ہونے کی ہونے کوشش ناکام بنا دی تھی۔

ایک عجیب سی چپ اور بیگانگی کا تاثر ملتا تھا اس کے چہرے پر کتنے دن ہوئے اس نے اس کا ذکر بھی نہیں سنا تھا۔ اسے یقین تھا وہ اس تقریب میں بھی نہیں آئے گا۔ مگر وہ آ گیا تھا۔ ہلکی ہلکی بڑھی ہوئی شیو اور گرے کرتا شلوار میں ازلان کے ساتھ کھڑا وہ شخص یقیناً عباد یاور ہی تھا۔

صاعقہ کا دل اسے دیکھ کر بہت زور سے دھڑکا تھا۔ وہ آنے والے مہمانوں کی آؤ بھگت میں مصروف تھی مگر عباد کو دیکھنے کے بعد ایک عجیب سی کپکپاہٹ اس کے رگ و پے میں سرایت کر گئی۔ اس وقت بھی وہ کسی خاتون سے علیک سلیک کے بعد اسٹیج کی طرف بڑھ رہی تھی۔ جب کسی نے اس کی کلائی تھام لی۔ صاعقہ کا دل دھک سے رہ گیا۔

''بات سنو میری۔''

عباد یاور اس کے پہلو میں کھڑا چہرے پر عجیب سی سنجیدگی طاری کیے اس سے کہہ رہا تھا۔ صاعقہ سے نظر اٹھا کر اسے دیکھنا محال ہو گیا۔

''ہاتھ چھوڑو میرا۔''

''چھوڑ دوں گا مگر اپنے سوال کا جواب لے کر۔''

''میرے پاس آپ کے کسی سوال کا جواب نہیں۔''

''تمہارے پاس ہی میرے ہر سوال کا جواب ہے۔''

عجیب ضدی سے لہجے میں کہتے ہوئے وہ اسے سائیڈ پر لے آیا تھا۔ صاعقہ نے دیکھا اس کی آنکھوں کے گوشوں میں ہلکی سی نمی تھی۔

''تم نے دولت کے لیے مجھے چھوڑا تھا نا مجھے بتاؤ ازلان حیدر کو کس کے لیے چھوڑا ہے۔ اس کی شادی کسی اور لڑکی سے کیوں ہو رہی ہے؟ کیا اس سے بھی امیر مل گیا ہے کوئی؟''

''ہاں۔''

وہ جتنا جذباتی ہو رہا تھا صاعقہ کے لہجے میں اتنا ہی ٹھہراؤ تھا۔ تبھی وہ سلگ اٹھا۔

''بکواس کرتی ہو تم میں جان گیا ہوں ازلان حیدر سے تمہارا کوئی افیئر نہیں تھا۔ تم کس سے بھاگ رہی ہو صاعقہ اور کیوں؟''

''میرا بازو چھوڑیں پلیز۔''

''یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے۔''

''میں آپ کے کسی سوال کا جواب نہیں دے سکتی۔''

''تو ٹھیک ہے میرے سوال کا جواب نہیں دے سکتیں مگر مجھے مرتے ہوئے تو دیکھ سکتی ہو ہے نا۔'' نم آنکھوں کے گوشوں میں ہلکی سی سرخی جھلکی تھی۔ وہ دہل کر رہ گئی۔

''نہیں۔''

''یہ بھی نہیں' وہ بھی نہیں یہ سب کیا ہے صاعقہ؟ خدا کا واسطہ ہے تمہیں ترس کھاؤ مجھ پر۔ کتنے سال ہو گئے مجھے اذیت کی سولی پر لٹکے ہوئے اور کتنی سزا دو گی مجھے میری چاہت کی؟'' وہ شخص بھی روہانسا ہو رہا تھا۔ پھر اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی یاور سعید صاحب اچانک وہاں آ کھڑے ہوئے صاعقہ انہیں مقابل پا کر حیران رہ گئی تھی۔

''کیسی ہو بیٹا؟''

''ٹھیک ہوں۔'' اس کی سمجھ میں نہیں آیا وہ کیا جواب دے۔ عباد رخ پھیر گیا تھا۔

یاور سعید صاحب اب اس سے کہہ رہے تھے۔

''میں جانتا ہوں بیٹے آپ بہت خوددار لڑکی ہیں اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ میرا بیٹا میرے کیے کی سزا بھگت رہا ہے۔ مگر میں واقعی بہت شرمندہ ہوں چاہوں تو اب بھی زبردستی اس کے سر پر سہرا سجا سکتا ہوں۔ کسی بھی امیر سے امیر تر

لڑکی کو بہو بنا کر اپنے گھر لاسکتا ہوں۔ مگر اس سے کیا ہوگا۔ میرے اکلوتے فرمانبردار بیٹے کا دل اس کی زندگی اجڑ کر رہ جائے گی۔ یہ رشتا تو نبھائے گا مگر یوں جیسے کوئی گلے میں پھندا پڑا ڈھول زبردستی بجاتا ہے۔ میرا بیٹا بہت اچھا ہے بیٹے۔ اسے اس کے گھمنڈی باپ کی خطا کی سزا مت دو میں آپ سے معافی مانگتا ہوں میرے بیٹے کو اپنا لو پلیز۔'' وہ تصور بھی نہیں کر سکتی تھی کہ وہ امیر کبیر شخص یوں کبھی اس کے سامنے ہاتھ بھی جوڑ سکتا ہے۔ تبھی سن رہ گئی تھی۔ عباد اب تڑپ کر اپنے باپ کے بندھے ہوئے ہاتھ چوم رہا تھا۔

''نہیں پاپا' پلیز ایسا مت کریں۔''

''میں نے اس بچی کے ساتھ جو کیا ہے عباد یہ اس کے جواب میں کچھ بھی نہیں ہے۔ بہت ذلیل کیا تھا میں نے اسے۔ مگر اس وقت میں نہیں جانتا تھا کہ یہ بچی میرے بیٹے کی زندگی میں اتنی خاص ہے۔''

ان کے انکشاف پر عباد جہاں حیران ہوا تھا وہیں صاعقہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ یاور سعید صاحب اب اس کے گھر والوں سے مل رہے تھے جبکہ وہ عباد کے پہلو میں کھڑی رو رہی تھی۔

''کوئی یوں بھی کرتا ہے صاعقہ پچھلے پانچ سالوں میں ایک بار بھی تمہیں مجھ پر اور خود پر ترس نہیں آیا۔ مجھ سے شیئر تو کرتیں۔ میں معافی مانگ لیتا تم سے چھوڑ دیتا سب کچھ تمہارے لیے مگر اتنی اذیت تو نہ سہنی پڑتی۔''

وہ بے حد دل برداشتہ تھا۔ وہ سر جھکائے کسی مجرم کی طرح کھڑی رہی۔ سامنے اسٹیج پر اب رسم حنا ہو رہی تھی عباد نے چپکے سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

''میری مما تم سے ملنے کے لیے بہت بے تاب ہیں۔ بتول آنٹی کی طرح انہیں بھی اپنے بیٹے کے سر پر سہرا سجانے اور اس کے بچوں کو گود میں کھلانے کا بڑا شوق ہے ملو گی مما سے؟''

''جی نہیں۔''

''ایویں نہیں جان لے لوں گا تمہاری۔'' وہ اب اذیت کے حصار سے نکل رہا تھا۔ صاعقہ کے لبوں پر ہلکی سی مسکان بکھر گئی۔

''کل میں غریب تھی تو آپ کے والدین نے مجھے حقیر جان کر ٹھکرا دیا۔ یوں جیسے میرے سینے میں دل ہی نہ ہو۔ آج میرے پاس بھی دولت ہے۔ کوئی بھی امیر سے امیر' خوب صورت شخص میرا ہمسفر بن سکتا ہے۔ اسی لیے آپ کی بدگمانیاں بھی ڈھل گئیں اور آپ کے پاپا کو بھی اپنے غلط سلوک کا احساس ہو گیا واہ۔''

اس کا لہجہ طنز سے خالی نہیں تھا۔ عباد کو لگا جیسے کسی نے اس کا دل چیر کر رکھ دیا ہو۔ فوراً سے پیشتر اس نے صاعقہ کا ہاتھ چھوڑ دیا تھا۔

''ہوں بالکل صحیح جج کیا ہے تم نے مجھے' پانچ سال تک تمہارے امیر ہونے کا انتظار ہی تو کر رہا تھا میں مگر تم نے صحیح کہا۔ اب تو کوئی بھی امیر کبیر خوب صورت شخص تمہارا ہاتھ تھام سکتا ہے۔ اب مجھے تمہاری طرف نہیں دیکھنا چاہیے۔''

ٹوٹے بکھرے لہجے میں اپنی بات مکمل کرتے ہی وہ آگے بڑھا تھا جب صاعقہ نے جلدی سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

''میں نے اتنا کچھ سہا تم صرف ایک طنز نہیں سہہ سکے۔''

''یہ طنز نہیں میری خودداری پر چوٹ ہے۔''

''چوٹ تو میری خودداری پر بھی بار بار لگی ہے۔ پھر بھی میں تمہیں چاہنے سے باز نہیں رہ سکی۔ جب بھی تمہیں بھلانے کا سوچا دل کٹ کر رہ گیا۔ مجھے بتاؤ عباد جس کے پاس دولت نہ ہو کیا وہ کسی سے محبت نہیں کر سکتا کسی کو پا نہیں سکتا۔ لوگ محبت کو دولت کے ترازو میں کیوں تولتے ہیں۔''

اس کے بھیگے لہجے پر وہ پلٹا تھا۔

''مجھے لوگوں کا نہیں پتا صاعقہ میں تم سے صرف اپنی اور تمہاری بات کروں گا۔ وہ لڑکی جو بچپن سے میرے نام سے منسوب تھی میں نے اسے چھوڑ دیا صرف اس لڑکی کے لیے جو دولت مند نہیں تھی مگر میرے دل کی خوشی تھی اب بھی میرا دل صرف اسی لڑکی کی رفاقت کا طلب گار ہے۔ جو اپنی خودی پر حرف نہیں آنے دیتی۔ دولت بہت ہے میرے پاس۔ خدا کے واسطے اپنے اور میرے درمیان اس چیز کو مت لاؤ۔'' صاعقہ جانتی تھی وہ جو کہہ رہا ہے بالکل ٹھیک کہہ رہا ہے تبھی بھیگی پلکوں کے ساتھ وہ مسکرائی تھی۔

''ایک شرط پر نہیں لاؤں گی۔''

''کیا؟'' وہ چونکا تھا۔ صاعقہ نے اس کا ہاتھ دوبارہ تھام لیا۔

''اس شرط پر کہ تمہاری زندگی میں کبھی صاعقہ احمد کی جگہ کوئی اور لڑکی نہیں آئے گی نمبر دو تم شادی کے بعد میری ہر بات مانو گے گھر کے سارے کاموں میں برابر کی مدد کراؤ گے۔'' اقرار کے انوکھے انداز پر وہ مسکرایا تھا۔

''ٹھیک ہے نمبر دو والا پوائنٹ منظور ہے مگر نمبر ایک والا......!'' کان کھجا کر جملہ ادھورا چھوڑتے ہوئے وہ مسکرایا تھا تبھی صاعقہ نے اس کے شانے پر زور سے مکا رسید کر دیا۔

''جان لے لوں گی تمہاری اب ایسا سوچا بھی تو۔''

''کیوں تم نے جو پانچ سال ترسایا ہے اس کا حساب نہیں لینا۔''

''نہیں۔''

''ایویں نہیں۔'' اب اس کی آنکھوں میں شرارت تھی۔ صاعقہ مسکرا دی۔ اگلے پل وہ اس کا ہاتھ تھامے اسے اپنی ماں سے ملوا رہا تھا۔

''مما' یہ صاعقہ ہے وہی سنگدل لڑکی جس نے پانچ سال سے آپ کے بیٹے کو سولی پر لٹکا رکھا ہے۔ کیا خیال ہے ساس بن کر اگلے پچھلے سارے حساب کلیئر نہ کر لیں۔''

''نہیں' کیونکہ یہ واقعی بہت پیاری بچی ہے۔ اگر اس کے لیے تم نے پانچ سال انتظار کیا ہے تو بالکل ٹھیک کیا ہے۔'' وہ کب سے ان دونوں کو کونے میں کھڑا دیکھ رہی تھیں تبھی بے حد مسرور انداز میں صاعقہ کا گال تھپتھپاتے ہوئے خوش ہوئی تھیں۔ عباد ہونٹ سکوڑ کر رہ گیا۔

''یہ چیٹنگ ہے مما ابھی بہو بھی نہیں بنی اور بیٹے سے زیادہ پیاری ہو گئی۔''

''تم دونوں ہی بہت پیارے ہو مجھے۔''

''اوں ہوں' پھر ٹھیک ہے۔'' وہ خوش تھا بے پناہ خوش سامنے اسٹیج پر امامہ میرال اور اذلان کے ساتھ کسی بحث میں مصروف تھی۔ جبکہ اذلان عباد کی طرف دیکھ کر بائیں آنکھ شرارت سے دباتے ہوئے مسکرا رہا تھا۔ عباد نے جواب میں اسے سیلوٹ پیش کر دیا۔

''چلو۔'' اگلے ہی پل وہ پھر صاعقہ کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہہ رہا تھا وہ حیران رہ گئی۔

''کہاں۔''

''جہاں میرا دل چاہے لے کر جاؤں تم پوچھنے والی کون ہوتی ہو ہاں۔'' پیار سے چٹکی میں اس کی ناک دباتے ہوئے اس نے اس کے بال بکھیرے تھے۔

''ویسے ابھی ہم مارکیٹ چل رہے ہیں۔ انگیجمنٹ رنگ لینے اور تھوڑی سی تمہاری شاپنگ کرنے۔''

"مگر۔"

"کوئی اگر مگر نہیں۔"

مسز یاور کو بتا کر اس کا ہاتھ کھینچتے ہوئے وہ اسے باہر لے آیا تھا۔ جہاں سیکڑوں روشن ستاروں کے جھرمٹ میں جگمگاتا چاند اپنے اکیلے پن کو یکسر نظر انداز کیے ان دونوں کے ملن پر مسرور ہو رہا تھا۔ صاعقہ عباد یاور کے ساتھ اس کی شاندار گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے مسکرا دی۔ بے شک اس کے رب نے عباد یاور جیسے خوب صورت اور پر خلوص ہم سفر کی صورت اس کی زندگی کے تمام دکھوں اور محرومیوں کا ازالہ کر دیا تھا۔

❁......❁......❁
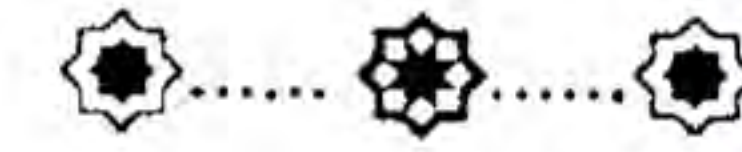
"شاہ...... مم...... میرے بیٹے کو ہوش تو آ جائے گا نا۔"

چاند کا آپریشن کامیاب ہو گیا تھا مگر وہ ابھی ہوش میں نہیں آیا تھا۔ تبھی وہ دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑے شاہ زر کے قریب آئی تھی۔ شاہ زر نے پلٹ کر ایک نظر اس کے آنسوؤں سے تر چہرے پر ڈالی پھر خفگی سے اس کا ہاتھ اپنے کندھے سے ہٹا دیا۔

"پتا نہیں۔"

"ک...... کیوں...... آپ ڈاکٹر سے پتا کریں نا وہ کیا کہتے ہیں۔"

"مجھے نہیں پتا وہ کیا کہتے ہیں اور پلیز تم یہ پریشان ہونے کا ڈراما بند کر کے جاؤ جہاں سے آئی ہو۔ میں نہیں چاہتا میرے بیٹے کی وجہ سے تمہاری انا یا خودداری پر کوئی حرف آئے۔"

"کیسی انا کیسی خودداری پچھلے پانچ سال سے پل پل مجھے یہ محسوس ہوتا رہا ہے جیسے میرے اندر کچھ جل رہا ہے۔ پلیز شاہ زر مجھے معاف......!"

"جسٹ شٹ اپ۔" اس کی بات ابھی پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ وہ دہاڑ کر اسے چپ کراتے ہوئے وہاں سے چلا گیا انوشہ کو لگا جیسے اس کے وجود پر منوں بوجھ آ پڑا ہو۔

رات آدھی سے زیادہ ڈھل چکی تھی مگر وہ سوئی نہیں تھی۔

زیر لب مختلف قرآنی آیات کا ورد کرتی وہ چاند کے پہلو میں بیٹھی اس پر بار بار پھونک رہی تھی۔ شاہ زر خود بھی جاگ رہا تھا کبھی ڈرپ چیک کرتے ہوئے کبھی دوائیوں کو ترتیب دیتے ہوئے گاہے بگاہے اس کی نظر انوشہ رحمان پر پڑتی اور پلٹ آتی۔ واقعی پچھلے پانچ سالوں نے ان دونوں کو بہت تھکا دیا تھا۔ چاند کی ڈرپ اتر جانے کے بعد وہ صوفے پر بیٹھا تھا۔ جب انوشہ آنسوؤں سے تر چہرہ رگڑتے ہوئے اس کے قریب نیچے زمین پر بیٹھ گئی۔ اگلے ہی پل شاہ زر کے دونوں ہاتھ اس کے ہاتھوں میں تھے۔

"شاہ زر پلیز، مجھے معاف کر دو پلیز۔" آنسوؤں سے اس کا لہجہ بھاری ہو رہا تھا۔ شاہ زر نے فوری ہاتھ اس کی گرفت سے نکال لیے۔

"تمہیں معاف کرنا اتنا آسان نہیں ہے انوشہ رحمان بہت اذیت دی ہے تم نے مجھے ایک طرح سے کچھ نہیں رہنے دیا تم نے میرے پاس اب معافی نہیں۔"

"پلیز......!" رو کر عاجزی سے کہتے ہوئے اس نے اپنا سر شاہ زر کی گود میں رکھ دیا تھا مگر وہ خاموش بیٹھا رہا۔ انوشہ کی کب آنکھ لگ گئی اسے پتا ہی نہیں چلا۔ صبح جب اس کی آنکھ کھلی تو وہ یونہی اس کی گود میں سر رکھے سو رہی تھی۔ پتا نہیں وہ کب سویا تھا۔

ماہِ شعبان استقبال رمضان

مولانا فضل الرحیم اشرفی

﴿عن انسؓ...... اللھم بارک لنافی رجب و شعبان و بلغنا رمضان﴾ (ابن عساکر)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رجب کا مہینہ شروع ہوتا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرماتے۔

"اے اللہ! رجب اور شعبان کے مہینہ میں ہمارے لیے برکت فرما اور ہمیں رمضان تک پہنچا دے۔"

شعبان المعظم ہجری سال کا آٹھواں مہینہ ہے اس مہینہ کی وجہ تسمیہ (نام رکھنے کی وجہ) شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اپنی مشہور تصنیف "ماثبت بالسنۃ" میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے بیان فرمائی کہ اس مہینہ کا نام شعبان اس لیے رکھا گیا کہ روزہ دار کی نیکیوں (کے ثواب) میں درخت کی شاخوں کی طرح اضافہ ہوتا ہے۔ (شعبان کا لفظی مطلب ہے شاخ در شاخ ہونا)

نسائی کی روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! میں آپ کو شعبان میں زیادہ روزے رکھتے ہوئے دیکھتا ہوں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا۔ "یہ مہینہ ایسا ہے جو رجب اور رمضان کے درمیان ہے لوگ اس کی فضیلت سے غافل ہیں' اس مہینہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے بندوں کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں' میری خواہش ہے کہ جب میرے اعمال پیش ہوں تو میرا شمار روزہ داروں میں ہو۔"

اس مہینہ کی پندرہویں شب کی خصوصی طور پر فضیلت بیان فرمائی گئی اس رات کو شب برأت کہا جاتا ہے یعنی "نجات کی رات" ترمذی اور ابن ماجہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں شب کو آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور قبیلہ کلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد سے زیادہ گناہ گاروں کی بخشش فرماتا ہے۔" مؤرخین لکھتے ہیں کہ قبیلہ کلب کے پاس تقریباً بیس ہزار بکریاں تھیں اب یہ انسانوں کے ذہن سے بالاتر ہے کہ ان بکریوں کے بالوں کی تعداد متعین کر سکے۔

بیہقی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ شعبان کی اس (پندرہویں) شب میں کیا ہوتا ہے کہ جتنے پیدا ہونے والے ہیں وہ سب لکھ دیئے جاتے ہیں اور جتنے مرنے والے ہیں وہ سب اس رات میں لکھ دیئے جاتے ہیں اور اس رات میں سب بندوں کے اعمال اٹھائے جاتے ہیں اور اسی رات میں لوگوں کی مقررہ روزی اُترتی ہے

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث کی شرح میں یہ فرماتے ہیں کہ اعمال اٹھائے جانے کا یہ مطلب ہے کہ ایک سال میں جتنی روزی انسان کو ملنے والی ہے وہ سب لکھ دی جاتی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب شعبان کی پندرہویں شب آئے تو رات کو قیام کرو اور اگلے دن کا روزہ رکھو۔ یہ روزہ مستحب ہے اگر رکھ لیا جائے تو ثواب ہے نہ رکھے تو گناہ نہیں۔

شب برأت کے بارے میں تمام روایات کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ شب برأت میں تین باتیں مسنون ہیں۔ (۱) پندرہویں شب میں قبرستان میں جا کر مردوں کے لیے دعائے مغفرت کرنا۔ (۲) نفل نماز اور اس میں طویل سجدے کرنا (یعنی کافی دیر تک سجدہ میں رہنا اور دعا مانگنا)۔ (۳) پندرہویں تاریخ کا روزہ رکھنا۔

اللہ رب العزت ہمیں شعبان المعظم کی برکات نصیب فرمائے اور صحت و عافیت کے ساتھ رمضان المبارک کے روزے رکھنے اور دیگر عبادات کی توفیق نصیب فرمائے' آمین۔

چاند کو ہوش آ گیا تھا اور اب پھر سے انسے پکار رہا تھا۔ انوشہ آنکھ کھلتے ہی اس کی طرف لپکی تھی۔

"چاند' میری جان مما آپ کے پاس ہیں دیکھو۔"

"مما۔" دوسری طرف چاند کو جیسے یقین ہی نہیں آ رہا تھا۔ شاہ زر کی آنکھ بھی کھل چکی تھی وہ دوسری سائیڈ پر آ کر بیٹھ گیا تھا۔ اس کی طرح چاند بھی انوشہ سے خفا تھا مگر اس نے اسے منا لیا تھا۔ کچھ رشتوں کی اہمیت واضح ہونے کے لیے وقت شرط ہوتا ہے انوشہ کے لیے شاہ زر اور چاند کا رشتا بھی ایسا ہی تھا۔ گزرے پانچ سالوں میں ایک بہترین استاد کی

طرح زندگی نے اسے وہ سبق یاد کروائے تھے کہ وہ آخری سانس تک بھولنے کی حماقت نہیں کرسکتی تھی۔

اس روز چاند کو اسپتال سے ڈسچارج کردیا گیا تھا۔ پانچ سال کے بعد شاہ زر نے اسے بے حد خوش اور مطمئن دیکھا تھا۔ شاید وہ سونے کا نوالہ کھلا کر بھی اس کی زندگی میں ماں کی کمی کو پورا نہیں کرسکا تھا۔ کمرے سے گاڑی تک وہ چاند کو اپنی بانہوں میں اٹھا کر لایا تھا۔ پھر سہولت سے پچھلی سیٹ پر لٹا دیا۔ اس کی ٹانگ کا زخم ابھی ہرا تھا۔ انوشہ دل گرفتہ سی اس کی چیزیں سمیٹتی پیچھے ہی چلی آئی۔ تھوڑی دیر بعد دواؤں کے زیر اثر چاند کی آنکھ لگ گئی تھی۔ شاہ زر ہنوز چہرے پر سنجیدگی طاری کیے ڈرائیو کرتا رہا۔

کل رات صبا کی کال آئی تھی اور اس نے انوشہ کے اس کے پاس گزرے پانچ سال کا سارا احوال اسے کہہ سنایا تھا مگر وہ پھر بھی خاموش تھا اور یہی خاموشی انوشہ کے اضطراب کو بڑھا رہی تھی۔

"میرے بیٹے نے مجھے معاف کردیا ہے آپ نہیں کریں گے؟"

"نہیں۔" سپاٹ چہرے کے ساتھ کہتے ہوئے اس نے گیئر بدلا تھا۔ تبھی انوشہ نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ شاہ زر جیسے فریز ہوکر رہ گیا تھا۔ مردے کی طرح اکڑی رہنے والی وہ لڑکی بھلائیوں منانا کب سیکھ گئی۔ وہ ابھی سنبھلا بھی نہیں تھا کہ انوشہ نے اس کے کندھے سے ٹیک لگاتے ہوئے دوسرا ہاتھ اس کے سینے پر رکھ دیا۔

"کب تک معاف نہیں کریں گے؟" وہ خاموش رہا تھا۔

"آئی پرامس میں آپ کے سارے قرض اتار دوں گی۔ پچھلے پانچ سالوں میں بہت پیسے جمع کیے ہیں میں نے۔"

صرف اسے چڑانے کے لیے بولنے پر مجبور کرنے کی خاطر اس نے کہا تھا۔ جواب میں وہ اسے گھور کر رہ گیا۔

"گھر چل رہے ہیں نا' سارے حساب ہی بے باک کروں گا بے فکر رہو۔"

وہ مسکرائی تھی اور شاہ زر نے ایک مدت کے بعد اس لڑکی کے لبوں پر پھول بکھرتے دیکھ کر بے حد اطمینان محسوس کیا تھا۔ جو سبق وہ اسے نہیں سکھا سکا تھا وقت نے سکھا دیا تھا۔

وہ اس کے ہاتھ پر دھرا اپنا ہاتھ اٹھا رہی تھی جب شاہ زر نے فوری اس کا ہاتھ اپنی گرفت میں لے لیا۔

"بڑے قرض واجب ہیں تم پر آج لگ جائے گا پتا۔" پل میں موڈ بدلتے ہوئے اس نے جھک کر انوشہ کا سرد ہاتھ چوما تھا۔ عین اسی لمحے سائیڈ سے موٹر سائیکل سوار نکلا اور گاڑی سے ٹکراتے ٹکراتے بچا۔ انوشہ کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا تھا۔

"اف ڈرائیو تو دھیان سے کریں کیا ہوگیا ہے؟"

"آپ کا خمار ہوگیا ہے اور کچھ نہیں۔" وہ اب سامنے دیکھ رہا تھا۔

"گھر پہنچ جائیں بخیر و عافیت اتارتی ہوں سارا خمار۔" اس نے دھمکی لگائی تھی۔

"پکی بات ہے اتارو گی، نا۔" اس کے الفاظ کو انجوائے کرتے ہوئے وہ اب شرارت سے مسکرا رہا تھا۔

انوشہ نے جواب میں نظریں چراتے ہوئے اس کے کندھے پر ہلکا سا مکا رسید کردیا۔ ایک مدت کے بعد زندگی سے اس کی صلح ہوئی تھی۔ وہ زندگی کہ جس کے سارے کردار پتھر تھے۔ مگر اب وہ پتھر نہیں رہی تھی۔ ثابت قدم چاہنے والے ہم سفر نے بالآخر اس پتھر کو پگھلا دیا تھا۔ اب تک ہوئے تمام نقصان کو فراموش کرتے ہوئے اس نے پھر سے شاہ زر کے کندھے پر سر رکھا اور سکون سے پلکیں موند لیں کہ اب محبت کے اس راوی نے چین ہی چین لکھنا تھا۔

❂ ...... ❂ ...... ❂
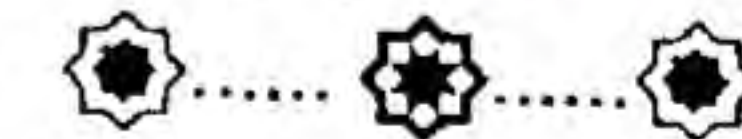
میرال کی مہندی کی تقریب جاری تھی۔

امامہ تھوڑی دیر ہنسی مذاق کے بعد اسٹیج سے اتر آئی۔ اس کا سر درد کی شدت سے پھٹ رہا تھا۔ پچھلے کئی روز سے اسے ہلکا ہلکا بخار اور کھانسی بھی رہنے لگی تھی۔ شاید تب سے ہی جب سے شجاع نے اسے کسی دوسری لڑکی میں اپنی دلچسپی کا بتایا تھا۔ اس تقریب کے لیے بھی وہ نہیں آیا تھا۔ ہزار سوچیں تھیں جو اس کا دل کاٹ رہی تھی۔ وہ کیا کررہا ہوگا؟ اس کی کیا مصروفیات ہوں گی۔ کیسے کیسے اژدھے ذہن و دل کو ڈس رہے تھے۔ جانے دل بے ایمان کو ایک دم سے کیا ہوگیا تھا۔

درد سے پھٹتے سر کو سکون دینے کے لیے وہ چائے بنانے کچن میں آئی تھی جب اچانک اس کے سیل پر فائزہ آپا کی کال آ گئی۔

"السلام علیکم آپا کیسی ہیں؟"

"وعلیکم السلام تم کہاں ہو؟"

"خیریت۔"

"خیریت ہی کا تو پتا کرنا تھا۔ شجاع پر حملہ ہوگیا ہے۔ وہ اسپتال میں بری طرح زخمی ہے۔"

"وہاٹ؟" امامہ کو لگا جیسے اچانک زمین اس کے پاؤں تلے سے سرک گئی ہو۔

"یہ کیا کہہ رہی ہیں آپا؟"

"مجھے اطلاع ملی ہے امامہ میری شجاع سے بات نہیں ہوئی پلیز تم پتا کرو وہ کیسا ہے۔"

"جج...... جی میں پتا کرتی ہوں۔"

اس کے حواس پل میں ساتھ چھوڑ گئے تھے۔ گھر میں سب خوشیاں منا رہے تھے ایک مدت کے بعد حسن پیلس کے مکینوں کو خوشی نصیب ہوئی تھی مگر اس کی قسمت کی نحوست نے پھر اسے عجیب امتحان میں ڈال دیا تھا۔ کچھ پل کشمکش کے بعد وہ بنا کسی کو کچھ بتائے وہیں کچن میں کھڑی ملازمہ کو ضروری کام کا بتا کر ڈرائیور کے ساتھ شاہ پیلس آ گئی تھی کہ یہیں سے شجاع کے بارے میں کچھ خبر مل سکتی تھی۔

"السلام علیکم بی بی جی۔"

سالوں بعد گیٹ پر کھڑے چوکیدار کی آنکھیں امامہ کو دیکھ کر چمکی تھیں۔

"وعلیکم السلام بابا' شجاع صاحب کدھر ہیں؟"

"وہ تو جی اسپتال میں ہیں کل کسی نے ان کو جان سے مارنے کی کوشش کی تھی۔"

"او نو کون سے اسپتال میں ہیں؟"

"یہ تو مجھے نئیں پتا جی اپنا برکت جا رہا ہے جی اسپتال ان سے پوچھ لیں۔"

چوکیدار بابا کا پورا جواب سنے بغیر وہ بھاگ کر اندر آئی تھی کتنے سال ہوئے تھے اس نے ان در و دیوار کو خود پر حرام کرلیا تھا۔ اس وقت بھی افراتفری میں وہ اپنے ملازم کے ساتھ متعلقہ اسپتال آئی تھی۔ جہاں پرائیویٹ کمرے میں واقعی شجاع حسن سر اور سینے پر سفید پٹیوں میں جکڑا پولیس کے کچھ افسران سے باتیں کررہا تھا۔ نظر جیسے ہی بے تابی سے دروازہ کھول کر اندر آتی امامہ حسن پر پڑی وہ ایک دم سے خاموش ہوگیا۔ اس کے افسران نے بھی شاید امامہ کو دیکھ لیا تھا۔ تبھی بات سمیٹتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"ٹھیک ہے شجاع کل ملتے ہیں پھر' اللہ نگہبان۔"

"شکریہ سر۔" اس کا چہرہ زرد ہو رہا تھا۔ امامہ کی آنکھیں بھر آئیں۔ افسران کے کمرے سے نکلتے ہی وہ شجاع کا ہاتھ تھام کر رو پڑی تھی۔

"اب کیسے ہیں آپ؟"
"تمہیں کیسا لگ رہا ہوں۔" زرد چہرے کے باوجود وہ مسکرانے کی کوشش کر رہا تھا۔ امامہ نے اپنے آنسو پونچھ لیے۔
"آپ کو میری نظر لگ گئی ہے صحیح کیا آپ نے مجھے میری نحوست سمیت اپنے گھر سے نکال دیا۔ اگر ساتھ رہتے تو پتا نہیں اب تک کیا ہو چکا ہوتا۔ آپ کے ساتھ مجھ جیسی منحوس لڑکی سوٹ ہی نہیں کرتی۔"
"پھر کیسی لڑکی سوٹ کرتی ہے؟"
"بہت اچھی بہت پرخلوص مکمل ایمان دار لڑکی۔"
"یہاں مکمل ایمان دار کون ہے امامہ؟" بہت دنوں کے بعد وہ اسے فرصت سے دیکھ رہا تھا۔ امامہ نے آنسو پونچھتے ہوئے سر جھکا لیا۔
"پتا نہیں...... آپ پر حملہ کیوں ہوا؟"
"پولیس والا ہوں۔ پولیس والوں کے ساتھ ایسے واقعات تو ہوتے ہی رہتے ہیں میں نے جان بوجھ کے اطلاع نہیں کی تمہیں سوچا شادی والا گھر ہے۔ رنگ میں بھنگ نہ پڑ جائے۔"
"جانتی ہوں انسان مشکل میں صرف اسے ہی یاد کرتا ہے جو دل کے قریب ہو اور میں آپ کے دل کے قریب نہیں ہوں۔"
"اچھا پھر کون ہے میرے دل کے قریب؟"
"وہی لڑکی جسے اپنی زندگی میں شامل کر رہے ہیں آپ۔" وہ رنجیدہ تھی شجاع مسکرا دیا۔
"اگر تم خوش نہیں ہو تو نہیں کروں گا۔"
اس کے جواب پر فوراً نظریں اٹھائی تھیں کیا نہیں تھا ان آنکھوں میں شجاع نے ہاتھ بڑھا کر اسے خود سے لگا لیا۔
"بڑی بدگمان لڑکی ہو مگر میں پھر بھی تم سے شرمندہ ہوں امامہ تم نہیں جانتی ان گزرے چند سالوں میں کیا ہوا ہے۔ تمہارے حسن پیلس سے جاتے کے کچھ روز بعد مجھے تمہاری طرف سے طلاق کے لیے عدالتی آرڈر مل گئے تھے۔ بہت شاکڈ ہوا تھا میں، سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم ایسا کوئی قدم اٹھاؤ گی پھر تمہاری طرف سے ارسلان کی کالز نے جینا حرام کر دیا۔ اس کا کہنا تھا کہ تم اب میرے ساتھ نہیں رہنا چاہتیں۔ بلکہ اس کی زندگی میں شامل ہونا چاہتی ہو۔ مجھے بہت غصہ آتا تھا امامہ تمہارے بغیر جینے کا تصور ہی محال تھا میرے لیے۔ ایک بار سوچا بھیج دوں طلاق مگر پھر حوصلہ نہیں ہوا تو ایبروڈ چلا گیا۔ وہاں جا کر بھی چین نہیں آیا یہی خوف دامن گیر رہا کہ حسن انکل یا تم خود اچانک سامنے آ کر طلاق کا مطالبہ نہ کر دو مگر پھر منے کی پیدائش پر میں خود کو نہیں روک سکا میں نہیں جانتا حسن انکل کس کے پابند تھے۔ تمہاری قسم کے یا پھر ارسلان کی سازش کے مگر ان کی خاموشی اور تمہاری بے نیازی دونوں مجھے اندر سے کاٹتی رہیں۔ ارسلان دھمکیاں دیتا رہا اور میں صرف تمہارے لیے برداشت کرتا رہا اور کچھ سمجھ میں ہی نہیں آتا تھا کہ کیا کروں؟ کل میرال سے تفصیلی بات ہوئی۔ اس نے اسپیشلی اپنی شادی میں شرکت کے لیے کال کی تھی مگر جب تمہارا ذکر ہوا تو اصل حقیقت کا پتا چلا۔ مت پوچھو امامہ کیا حال تھا میرا کتنا کچھ شیئر کرنا تھا تم سے مگر اس سے پہلے کہ کوئی سرپرائز دیتا یہ ٹینشن ہو گئی۔"
گہری سانس لیے وہ سب واضح کر رہا تھا۔ امامہ کا دل چاہا ارسلان حیدر کا منہ نوچ لے۔
"اللہ گواہ ہے شجاع مجھے کسی بات کا علم نہیں۔"
"جانتا ہوں تبھی تو معافی مانگ رہا ہوں۔"

سحر زلفی

تمام آنچل قارئین اور اسٹاف السلام علیکم! جی جناب کیا حال چال ہیں؟ کیسی ہیں آپ سب؟ امید ہے کہ ٹھیک ٹھاک ہیں اور مجھے جوش وخروش سے ویلکم کر رہی ہیں، شکریہ شکریہ جی۔ بہت مہربانی! میں بھی ٹھیک ہوں جی! الحمدللہ! میرا نام بلکہ قلمی نام سحر ہے اور آپ کا؟ (او جی رہنے دو) تاریخ پیدائش 2 فروری۔ ہم چار بہنیں اور ایک بھائی ہے۔ ما بدولت کا نمبر چوتھا ہے۔ تعلیمی قابلیت ایف اے اور اب گھریلو ذمہ داریوں سے نبرد آزما ہو رہی ہوں (یہ بھی ضروری ہے نا جی) اسٹارز وغیرہ پر زیادہ یقین نہیں رکھتی۔ رہی خوبیاں، خامیاں تو خوبیاں ہے ہی نہیں اور خامیوں کی لسٹ بہت بڑی ہے۔ خوبیاں کسی کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی۔ دوسروں کی مدد کے لیے ہمہ تن حاضر رہتی ہوں، دماغ کا شاید ٹھیک استعمال کرنا جانتی ہوں (خوش فہمی) بقول کسی کے "تم بہت اچھی انسان ہو" خامیاں، بہت جلدی اعتبار کر لیتی ہوں۔ اس سے نقصان بھی اٹھاتی ہوں۔ جلد باز ہوں۔ حساس حد سے زیادہ ہوں، فیصلہ کرنے میں بہت دیر کر دیتی ہوں۔ سوچتی بہت کچھ ہوں مگر کر کچھ نہیں پاتی۔ دل بہت چھوٹا ہے فوراً رونا آ جاتا ہے۔ پسندیدہ شخصیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور میری امی جان! پسند رنگ نیلا اور کالا۔ پسندیدہ ڈش بریانی، کسٹرڈ، آئس کریم ہر موسم میں اچھی لگتی ہے۔ جیولری میں کنگن بہت پسند ہیں۔ کرکٹ کھیلنا اور دیکھنا جنون کی حد تک پسند ہے اور آفریدی لالا کی تو کیا بات ہے۔ گفٹ لینا اور دینا بہت پسند ہے۔ شاعری کی دلدادہ ہوں اور خود بھی کبھی کبھی کوشش کرتی ہوں۔ پسندیدہ شاعر وصی شاہ، احمد فراز، پروین شاکر، ارشد ملک ہیں۔ پسندیدہ رائٹرز فرحت اشتیاق، نازیہ کنول نازی۔ پسندیدہ ناولز "متاع جاں ہے تو" اور "یہ چاہتیں یہ شدتیں" لباس میں شلوار قمیص اور بڑا سا دوپٹہ پسند ہے۔ دوستیں بہت سی ہیں لیکن بیسٹ سمیرا، سعدیہ، مسرت اور بھی بہت سی ہیں۔ پسندیدہ ٹیچرز میڈم ناہید، مس نصرت۔ زندگی میں مخلص لوگ اچھے لگتے ہیں۔ اوہو جی! بہت بور کر دیا نا آپ کو، خیر اب اجازت چاہتی ہوں اس پیغام کے ساتھ کہ "جیو اور جینے دو، زندگی سے پیار کرو اور پیار کرنے والوں کی قدر کرو" اپنا خیال رکھنا اور بتانا کہ کیسی لگی ملاقات، خدا حافظ۔

"مگر میں نے معاف نہیں کرنا۔"
"کیوں جی؟"
"بس میری مرضی۔"
"ٹھیک ہے معاف نہ کرو مگر پیار تو کرو پلیز۔"
"جی نہیں...... پیار بھی اسی سے کرائیں جس سے شادی رچا رہے تھے۔" اس بار شجاع کھل کا ہنسا تھا۔
"ابھی تک اس بات کو دل سے لگائے بیٹھی ہو، پاگل مذاق کیا تھا تمہاری قسم، صرف دیکھنا چاہ رہا تھا تم کیا ری ایکٹ کرتی ہو مگر تمہاری خاموشی نے پھر دل جلا دیا۔"
"جھوٹ......!" روٹھے انداز میں کہتے ہوئے وہ جھکی اور پھر آہستہ سے اپنے لب شجاع کے زخمی سینے پر رکھ دیے۔
"تھینکس اب کسی مرہم کی ضرورت نہیں۔" وہ بے پناہ خوش دکھائی دے رہا تھا۔
امامہ نے خود کو ہلکی پھلکی محسوس کرتے ہوئے جھک کر اس کے کندھے پر سر ٹکا دیا۔ اس شخص کی رفاقت کے لیے اس کی دعائیں قبول ہو گئی تھیں۔ اسے لگا جیسے وہ کسی خواب کے حصار میں ہو۔ اگر یہ خواب بھی تھا تو وہ اس خواب کے حصار سے کبھی باہر نہیں آنا چاہتی تھی کہ اب یہ خواب ہی اس کی زندگی کا حاصل تھا۔

❁......❁......❁

گاؤں مراد شاہ کی حویلی میں اس وقت عجیب سی ہلچل مچی تھی اور اس ہلچل کا سبب مراد علی شاہ کا نکاح تھا۔ جس میں

شرکت کے لیے ایک مدت کے بعد حویلی کے بڑے بیٹے بہزاد علی شاہ کی بیوہ انزلہ شاہ اپنی اکلوتی بیٹی کے ساتھ ایبروڈ سے آئی تھی۔

ایک مدت ہوئی حویلی میں سناٹوں کا بسیرا تھا۔

اداس پرندے صبح رزق کی تلاش میں حویلی کے اونچے ستونوں اور منڈیروں پر بیٹھ کر کچھ پل چہچہاتے اور پھر اڑ جاتے۔ اماں جی سارے دن کشادہ صحن میں بیٹھی ان پرندوں کے لیے دانہ دنکا پھینکتی رہتیں ابا جی دل کے مریض ہو گئے تھے مراد علی شاہ کے نکاح سے دو ہفتے قبل انہیں دل کا دوسرا دورہ پڑا تھا اور تبھی وہ پاکستان آنے پر مجبور ہوئی تھی۔

کتنے سال ہوئے تھے اسے حویلی والوں کو ٹالتے ہوئے مگر اب وہ ان کی خواہش نظر انداز نہیں کر سکی تھی اس کی بیٹی بہت خوش تھی خود حویلی کے مکین بھی جیسے جی اٹھے تھے۔ مگر اس کے اندر کا سناٹا تھا کہ کسی طور ختم ہونے میں نہیں آتا تھا۔

گزرے چند سالوں میں اس نے کسی سے بھی سانول شاہ کا حال نہیں پوچھا تھا۔

اتنی ہمت ہی نہیں تھی کہ کبھی آ کر اس کا سامنا کرتی۔ اس کی پر شکوہ نگاہوں میں دیکھتی۔ جب بھی گزرے ہوئے کل کی یاد کا کوئی بھولا بھٹکا بادل اس کے تصور کے پردے پر چھاتا وہ نئے سرے سے ادھڑنے لگتی۔ پچھلے چند سالوں میں اس نے زندگی کو کسی زہر کی مانند گھونٹ گھونٹ پیا تھا۔ نہ کبھی خود خوش رہ سکی تھی نہ ہی اس سے وابستہ افراد کو کبھی اس کے وجود سے کوئی راحت نصیب ہوئی تھی۔ عجیب پتھر کی ہو کر رہ گئی تھی وہ۔ مراد علی شاہ کا گھر آباد ہو گیا تھا ابا جی اور اماں جی عمرے کے لیے چلے گئے انزلہ سارے دن سودائیوں کی طرح حویلی میں چکراتی پھرتی۔ زندگی کو اب جیسے اس کی ضرورت ہی نہیں رہی تھی۔ اس کی بیٹی کو انگلینڈ واپس جانا تھا اس کی پڑھائی کا حرج ہو رہا تھا۔ کنیز بیگم بار بار فون کرتیں مگر انزلہ بات نہیں کر رہی تھی۔

تمہیں معلوم ہے ہم نے کسی کے ہجر میں
یہ زندگی کیسے گزاری ہے
ہر اک خوش بو کی آہٹ پر
گماں اس کا گزرتا تھا
ہر اک ساعت پر دل آنکھوں میں آ کے بیٹھ جاتا تھا
کئی پہلو بدلتی خواہشیں ہاتھوں کو پھیلائے
دعائیں مانگتی اور ہانپتی دل سے گزرتی تھیں
مگر جو ہجر لاحق ہے
یہ جسم و جاں کی دیواریں گراتا ہے
امید و بیم کی آنکھوں سے بینائی کے سارے منظروں کو
خاک کرتا اور مٹاتا ہے
سو ہم بھی خاک ہیں اور خاک کی تقدیر میں لکھا گیا ہے
''بے اماں رہنا''

اپنی بیٹی کی ضد پر اس روز بہت دنوں کے بعد اپنے گاؤں شاہ والا آئی تھی۔ لہولہان دل ایک ایک سانس کو بوجھل بنا رہا تھا۔ پچھلے چند سالوں میں واقعی کسی نے اس کے عہد کی پاسداری میں گاؤں کا نقشہ بدل کر رکھ دیا تھا مگر وہ اپنا عہد نہیں نبھا سکی تھی۔ ہوا' پانی' درختوں کو گواہ بنا کر بھی اس نے بدعہدی کی تھی۔ تبھی ہر چیز اسے خود پر ہنستی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔

اس کی بیٹی یہاں آ کر بہت خوش تھی مگر وہ بیمار پڑ گئی تھی۔ مسلسل بخار کے ساتھ عجیب سی بے سکونی اور اضطراب نے اسے کہیں کا نہیں چھوڑا تھا۔ گاؤں کے لوگ اس کی آمد پر بہت خوش تھے۔ اسپیشلی چھنو' مگر اس کے لیے اب خوشی کا جیسے کوئی معنی ہی نہیں رہا تھا۔ سعید والا سے مراد علی شاہ کی بیوی آئی تھی۔ انزلہ کا حال دیکھ کر اس نے بہت نیک نیتی کے ساتھ اسے بتایا تھا۔

''انزلہ باجی میرا خیال ہے آپ پر سایہ ہو گیا ہے میری بات مانیں تو سنی بابا کے پاس چلی چلیں بڑی شہرت سنی ہے جی ان کی۔ ساری ساری رات قبرستان کے قریب درخت کے نیچے بیٹھ کر جانے کیا پڑھتے رہتے ہیں۔ مجھے تو بہت عقیدت ہے جی ان سے۔''

''سنی بابا۔'' نوکیلے خنجر کی مانند کوئی چیز جیسے اس کے اندر تک سرایت کر گئی تھی۔

''ہاں جی' آپ تو جانتی ہوں گی آپ کا تو علاقہ ہے یہ' پہلے اس گاؤں کے چوہدری تو تھے وہ۔''

ایک مدت کے بعد اس شخص کے بارے میں خبر ملی بھی تو کیا اس کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے کر مسل ڈالا اگلے دن کے ڈھلتے سورج کے ساتھ اپنی بیٹی کی انگلی تھامے وہ جیسے بہت اذیت میں اس کے ڈیرے کی طرف آئی تھی۔ ٹنڈ منڈ درخت سے ٹیک لگائے بیٹھا سانول شاہ پلکیں موندے زیر لب جانے کیا پڑھ رہا تھا۔

انزلہ خاموشی سے اس کے سامنے بیٹھ گئی۔

''قیس۔'' ایک مدت کے بعد کسی نے اسے اس نام سے پکارا تھا۔ سانول کا دل زور سے دھڑک اٹھا۔ فوراً سے پیشتر اس نے آنکھیں وا کی تھیں اور پھر جیسے کچھ دیکھنے قابل نہیں رہا تھا۔

''بہت شہرت سنی ہے آپ کی' یہ میری بیٹی ہے چند سال قبل اس کے بابا بہزاد علی شاہ کی وفات ہو گئی تھی میں ان کی بیوہ ہوں۔ اس کے باوجود مجھ پر سایہ ہو گیا ہے۔ محبت کا سایہ اس شخص کی محبت کا سایہ جسے میں چاہتے ہوئے بھی کبھی ایک پل کے لیے بھی نہیں بھلا سکی۔''

وہ زار و قطار رو رہی تھی۔ سانول کو لگا جیسے اس کا دل دھڑکنا بھول جائے گا۔ اس کی آنکھوں کے گوشے بھی نم ہو گئے تھے۔ وہ اس لڑکی کی مجبوریوں اور حوادث کے بارے میں سب جانتا تھا۔ تبھی ہاتھ بڑھا کر اس نے اس کی بیٹی کو اپنی گود میں لے لیا۔

''مجھے اس سے فرق نہیں پڑتا کہ تم کس کی بیوہ ہو مگر میری زندگی آج بھی تمہارے بغیر ادھوری ہے انزلہ۔'' اس کا لہجہ بے حد بوجھل ہو رہا تھا۔ انزلا ٹپ ٹپ بہتے آنسوؤں کے ساتھ مسکرا دی

''میں نے رشتوں اور مجبوریوں کی ساری زنجیریں توڑ دی ہیں قیس' دیکھو وقت اب بھی ہماری مٹھی میں انمول موتی کی طرح دمک رہا ہے۔''

اس کی ہتھیلی سانول شاہ کے سامنے پھیلی تھی۔ سانول شاہ نے وہ ہاتھ قیمتی متاع کی مانند تھام لیا۔ زندگی کے صحرا میں ایک عمر کی آبلہ پائی کے بعد محبت کے دو اور مسافروں کو وصال کی ٹھنڈی چھاؤں نصیب ہو گئی تھی۔

سحر اب جھڑے

عابدہ ہاشمی

سرد کالی راتوں میں
دل میں درد کی لہر اٹھی
یاد تمہاری جب بھی آئی
آنکھ میری بھر آئی

وہ سردیوں کی اداس اور سنسان شام تھی میرا دل صبح سے یونہی پریشان تھا۔ میں چائے کا کپ لے کر بیٹھی ہی تھی کہ فون کی گھنٹی بجی میں نے ماریہ کو آواز دی مگر وہ کارٹون دیکھنے میں محو تھی' میں خود اٹھ کر گئی اور ریسیور اٹھایا دوسری طرف سارہ تھی۔

''نور بجو......!'' شازیہ سسکی۔

''کیا ہوا نور کو؟'' سارہ رونے لگی۔

''ماردیا اس کو......!'' ریحان نے قتل کر ڈالا میری بجو کو۔

''نہیں سارہ! یہ نہیں ہوسکتا۔''

میرے ہاتھ سے ریسیور گرتے گرتے بچا آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔ میں نے مشکل سے خود کو سنبھالا۔ سارہ مسلسل رو رہی تھی۔

''سارہ بیٹا! صبر سے کام لو! میں ابھی آتی ہوں۔'' میں نے سارہ کو تو صبر کرنے کا کہہ دیا مگر خود ہاتھ سے صبر کا دامن چھوٹا جارہا تھا۔

''مارو' مارو۔'' میں نے پاگلوں کی طرح اونچی اونچی ماریہ کو آواز دی۔ ہم ٹیکسی پکڑ کر نور کی امی کی طرف آ گئے۔ میں گھر میں داخل ہو کر نور کی امی سے لپٹ گئی۔

''آنٹی! سب کیسے ہوگیا؟''

''شاید یہی ہونا تھا۔ غلط فیصلے کریں تو ان کے نتائج بھی غلط ہی نکلتے ہیں۔'' آنٹی اپنے آپ سے مخاطب تھیں۔

''ہائے! میری پھول سی بچی! ہم کتنے بے حس ہوگئے تھے اسے جیتے جی لحد میں اتار دیا۔ یہ بری خبر سننے سے پہلے میں کیوں نہ مرگئی۔ میرا دل پہلے ہی ڈوبا جارہا تھا۔'' ان کے المناک بین میرا کلیجہ مزید چھلنی کررہے تھے۔

''اماں! وین آگئی ہے' جلدی کریں' جنازے کا وقت نہ نکل جائے۔'' نور کے بھائی راحیل نے کہا ہم جلدی سے وین سے سوار ہوئے اور پنڈی کے لیے روانہ ہوگئے۔ بھاگتی گاڑی سے مناظر دور اور دھندلے ہوتے جارہے تھے۔ مگر نور کی یادیں اور باتیں چھپاک سے میرے دل میں روز اول کی طرح روشن ہوگئیں۔ ماضی کی بات آج کی لگ رہی تھی۔ نور میری بہت اچھی اور حسین دوست تھی۔ ہم نے بچپن کی معصومیت سے جوانی کی گھڑیاں ایک ساتھ بتائیں۔ ہماری دوستی اور پیار کی لوگ مثالیں دیا کرتے تھے۔ اسکول' کالج پھر یونیورسٹی کی تمام منازل اکھٹے طے کیں اور......! وین دروازے پر ایک جھٹکے سے رکی۔ مجھے اپنی یادوں کے حصار سے باہر آنا پڑا گھر میں کافی رش تھا۔ نور کی امی تو نور کی میت دیکھ کر پاگل سی ہوگئیں۔ سارہ غش کھا کر گر پڑی۔ خود مجھے لگتا تھا

کہ مجھ میں صبر کا یارا نہ رہا تھا۔ میری اتنی خوب صورت دوست ہڈیوں کا ڈھانچہ بن کر رہ گئی تھی۔

نور کی امی کے بین دلوں کو ہلا رہے تھے۔ سب عورتیں ریحان کی سنگ دلی طعن و تشنیع اور مظالم کو سرگوشیوں کی صورت میں بیان کر رہی تھیں۔ پھر مجھے ہوش نہیں رہا کب نور کو آخری آرام گاہ تک پہنچایا گیا۔ میں کئی دن بستر پر پڑی رہی۔ شدید بخار ہوگیا۔ ماریہ میری حالت دیکھ کر پریشان ہوگئی تھی۔ میں نے اپنے آپ کو بہت مشکل سے سنبھالا کیونکہ ایک نوعمر بیٹی کی ماں تھی۔ شوہر کے بیرون ملک ہونے سے گھر کی ساری ذمہ داریاں میرے سر پر تھیں۔ ظالم زندگی نے اپنے مسائل کی طرف گھسیٹنا شروع کردیا۔ میں نے ہمت کر کے خود کو سنبھالنا قدرے بہتر ہوگئی تو نور کی والدہ کی طرف چلی آئی۔ کافی دن ہوگئے تھے اصولاً مجھے وہاں روز ہی جانا چاہیے تھا۔ مگر نور کی اچانک موت نے میری کمر توڑ دی تھی' میں نے آنٹی سے معذرت کی تو وہ بولیں۔

"نہیں بیٹا! ہمیں پتا چلا تھا کہ تمہیں شدید بخار ہے سارہ نے فون کر کے تمہارا حال پوچھا تو ماریہ بیٹی نے بتایا۔ بیٹی! میں کیا بتاؤں۔ میرے نصیب ہی برے ہیں۔ جواہر جیسی بیٹی اس پتھر انسان کے حوالے کردی۔ بس اب تمام عمر اسی پچھتاوے کی آگ میں جلتی رہوں گی۔ راحیل کافی غصے میں تھا۔ کہتا تھا وہ ریحان کو گرفتار کرائے گا اس جانور نے میری بہن کو اذیتیں دے دے کر مارا ہے۔ بیٹا اس طرح کرنے سے ہماری نور واپس تو نہیں آسکتی۔"

"نہیں اماں! اس احساس کمتری کے مارے ان پڑھ کو جیل کی ہوا کھانی چاہیے۔" سارہ نے ضدی لہجے میں کہا۔

"بیٹا! اس میں خاندان کی بے عزتی ہوگی۔ لوگ کہیں گے کہ خالہ نے بھانجے کو ہتھکڑی لگوادی۔"

"تو آپ کے بھانجے نے آپ کی بیٹی کی زندگی کو آہوں سسکیوں کی نذر کردیا؟ یہاں تک چین نہ ملا تو اس سے اس کی سانسیں بھی چھین لیں۔ کیا ایسے ہوتے ہیں خاوند؟" سارہ کافی غصے میں تھی اور اس کا غصہ بجا تھا۔

"بیٹا رباب! تم ہی اسے سمجھاؤ یہ نیا سلسلہ نہ شروع کرے ہم تو پہلے ہی مرے ہوئے ہیں۔ اب اور دکھ سہنے کی میرے اندر تاب نہیں راحیل اس کا دشمن بنے گا' وہ اس کا...... اس قصے کو ختم کرو۔ میں اس کو بددعا دیتی ہوں کہ وہ زندگی بھر سکون کا سانس نہ لے۔ میں نے اس بے قدرے کو اپنا سمجھ کر اپنی معصوم بچی اس کے حوالے کردی۔ اس نے اسے منوں مٹی تلے پہنچا دیا۔" وہ پھر زار و قطار رونے لگیں۔ مجھ میں خود ہمت نہ تھی مگر پھر بھی انہیں دلاسہ دیا اور واپس گھر آ کر خوب روئی جب دل سے بوجھ کم ہوا وضو کیا نماز پڑھی اور اپنی دوست کے لیے دعائے مغفرت کے بعد بریف کیس کھول کر کالج۔ کا البم نکال لیا۔ دسویں کلاس کی الوداعی تقریب کی تصویریں دیکھ کر کلیجہ منہ کو آنے لگا۔

"نور آہ میری دوست! میں نے سوچا بھی نہ تھا کہ تم یوں ہمیشہ کے لیے جدا ہوجاؤ گی۔ اف! تمہارا وہ آخری دیدار......! اس تصویر میں اور اس نور میں کتنا فرق تھا۔ آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے چہرہ چھائیوں سے بھرا ہوا۔ آنکھوں میں آنسو پھر امڈ آئے۔ مجھے یاد ہے' عرصہ پہلے وہ میکے آئی تھی میں نے پوچھا نور کیسی گزر رہی ہے اس نے دور فضاؤں میں گھورا اور پھر زور سے ہنس پڑی۔

"رباب تم نے وہ شعر سنا ہے۔

حل پہ کتنے لوگ میرے ساتھ ساتھ تھے
طوفان کی زد میں آیا تو تنکا بھی نہیں ملا

اس درد بھرے شعر نے مجھے اندر سے کاٹ ڈالا تھا۔

"نور! تم خوش نہیں ہو؟"

"رباب! خوشی کسے کہتے ہیں؟" اس نے میری آنکھوں میں جھانکا۔

"تم تو خوش ہونا! عدیم اچھا ہے۔ کیونکہ وہ تمہاری پسند ہے۔ تمہارے ماں باپ نے تمہاری پسند کو ترجیح دی تھی۔ بے شک وہ باہر چلا گیا مگر جتنا عرصہ ساتھ رہا اچھی یادیں چھوڑ گیا۔"

"ہاں یہ سچ ہے نور! میں عدیم کی سنگت میں بہت خوش ہوں۔ وہ دور بھی گیا ہے تو میرے لیے ہی گیا ہے۔ مزید ترقی کی راہوں کے بند قفل کھولنے کے لیے......! وہ میرا سوچتا ہے۔ میں اس کے لیے......!"

"ہاں مائی ڈیئر! ہر کسی کے ساتھ ایسا نہیں ہوتا ہے کہ دونوں میاں بیوی کی سوچیں خیالات یکجا ہوں۔"

"کیا ریحان تمہارے ساتھ ٹھیک نہیں رہتا۔" میں نے پوچھا تو نور نے قہقہہ لگایا۔

"کیوں نہیں! وہ تو مجھ سے بہت پیار کرتا ہے۔ اس کا دل چاہتا ہے کہ میں ہر دم اس کے پاس رہوں۔ اس لیے تو وہ مجھے میکے کم آنے دیتا ہے۔ میری ذرا سی جدائی اسے گوارا نہیں......!" پھر وہ اچانک جانے کے لیے کھڑی ہوگئی۔

"اف! آج انہوں نے آنا ہے اگر میں نظر نہ آئی تو پریشان ہوجائیں گے۔" وہ جلدی سے چلی گئی میں بہت خوش تھی کہ میری دوست کو اس قدر چاہنے والا خاوند ملا۔ وہ تو وقت کے ساتھ نور کی امی اور سارہ کی زبانی مجھ پر ادراک ہوا کہ نور ریحان کے ساتھ کتنا خوش تھی' نور کی امی نور سے ملنے گئیں۔ تو پتا چلا ورنہ ہم لوگ کافی مطمئن تھے۔

میں نے پھر نور کی تصویر کو دیکھا دل پر گھونسا پڑا۔ میں نے پھر اچانک پنڈی جانے کا پروگرام بنایا۔ ماریہ کو ساتھ لیا اور ایک بار پھر پنڈی کے لیے عازم سفر ہوئی۔ پنڈی پہنچ کر سیدھی نور کے گھر جا پہنچی۔ بہت اچانک میرا دل تڑپ اٹھا تھا۔ بس ایک نظر اس مسکن کو دیکھنے کے لیے جہاں نور نے اپنے شب و روز گزارے تھے۔ مگر گھر پر تالا پڑا منہ چڑا رہا تھا۔

"نور! میری دوست! ایک بار لوٹ آؤ۔ دیکھو تمہاری دوست آئی ہے۔ جس کے ساتھ تم نے زندگی کے حسین پل گزارے ہیں۔ لوٹ آؤ دیکھو اپنی دوست کو یوں اکیلے مت چھوڑ کر جاؤ۔ ماریہ میری اس حالت پر بے قرار ہو کر رو پڑی۔ بدقت اس نے مجھے سنبھالا۔ ہم واپسی کے لیے چل رہے تھے کہ اچانک برابر والے گھر سے ایک لڑکی نکل کر میرے آگے آ گئی۔

"باجی رباب پلیز ایک منٹ ٹھہریئے مجھے آپ سے ضروری بات کرنی ہے۔ ہمارے گھر چلیں۔" اس کے لہجے میں کچھ ایسا تھا کہ میں اس خلوص کو نظر انداز نہ کرسکی اور اندر چلی آئی۔

"سنو کیا نام ہے تمہارا؟"

"میرا نام چاندنی ہے۔"

"چاندنی! تمہیں میرا نام کیسے معلوم ہے؟"

"میں آپ کی دوست نور کی شاگرد ہوں۔ میں نے بی اے انگلش کی تیاری ان سے کی تھی۔ ان کی تعریف آپ سے کیا کروں آپ تو خود ان کو اچھی طرح سے جانتی ہیں مگر میرا جوان سے رابطہ رہا ہے۔ اس حوالے سے میں یہ ضرور کہوں گی وہ بہت بہت اچھی تھیں۔ ماں باپ نے پتا نہیں ان پر ایسا ظلم کیوں کیا کہ اپنی پڑھی لکھی باشعور بیٹی کو ایک ان پڑھ شخص کے حوالے کردیا' میں ان کی شخصیت سے بہت متاثر تھی۔ پڑھائی کے علاوہ بھی اکثر ان کے پاس چلی جایا کرتی تھی۔ نور باجی آپ کا ذکر بڑے پیار سے کیا کرتی تھیں۔ آج مجھے معلوم ہوا یہ محبت یک طرفہ نہیں تھی۔ آپ کو بھی ان سے اتنا ہی لگاؤ تھا تب ہی تو اتنی دور ملتان سے آپ پنڈی ان کے گھر تک آئی ہیں۔" میری آنکھوں کے کونے پھر بھیگنے لگے۔

"نہیں رباب باجی! روئیں مت' صبر سے کام لیں۔ اپنے دور نہیں ہوتے ہیں۔ نظروں سے اوجھل ہوجاتے ہیں مگر دلوں میں ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔ آپ کی ایک امانت میرے پاس ہے۔ نور باجی نے ایک ڈائری مجھے دی تھی کہا تھا کہ یہ آپ تک پہنچانی ہے۔ موت والے دن کافی رش تھا' کچھ آپ کی حالت بھی اچھی نہ تھی۔ اچھا ہوا آپ سے جلد ملاقات ہوگئی۔ ورنہ میں ملتان تک کیسے آپ کو یہ ڈائری پہنچاتی؟" اس نے کہہ کر سرخ جلد والی ایک ڈائری مجھے تھما دی۔ میں نے ڈائری احتیاط سے اپنے بیگ میں ڈال لی۔

"اچھا چاندنی! یہ بتاؤ آخری دن ایسی کیا بات ہوئی

تھی جو ریحان کو اتنا غصہ آیا کہ نور کو اتنا پیٹا کہ اس کی جان لے لی؟"

"باجی! ریحان کو تو ہر وقت لڑائی جھگڑے کا بہانہ چاہیے تھا۔ وہ نور باجی ہی تھیں۔ جو انہوں نے ریحان سے قطع تعلق نہ کیا۔ اس دن وہ ڈاکٹر سے میرے ساتھ چیک اپ کروانے گئی تھیں۔ شک وشبہ تو اس کی بری عادتوں میں سے ایک بہت بڑی برائی تھی۔ بس ہمارے آتے ہی جھگڑنا شروع ہوگیا کہ دیر کہاں کردی اور نور باجی کے لیے انتہائی بے ہودہ الفاظ استعمال کیے۔ دکھ اٹھانے کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ کرچی کرچی دل کو سنبھالتے سنبھالتے نور باجی کے ہاتھ بھی شدید زخمی ہوگئے تھے۔ اس دن..... ہاں اس دن وہ بپھر اٹھی تھیں۔ ریحان سے بدکلامی کی انہیں ظالم و جابر کہا تو اس شخص کو ان کا یہ رویہ نہ بھایا۔ نور باجی کو اتنا مارا کہ ان کی حالت غیر ہوگئی نور باجی امید سے تھیں۔ اس لیے سہہ نہ سکیں۔ انہیں بہت خراب حالت میں اسپتال لے جایا گیا تھا مگر اسپتال پہنچتے ہی دم توڑ دیا۔ میرے منہ سے ایک دم سسکی نکل گئی۔

"ماہ نور! تو نے اتنے درد سہے اور مجھے خبر تک نہ ہوئی؟" "علاقے کے لوگ ریحان کو ذرا اچھا نہیں سمجھتے۔ ویسے وہ اس دن سے ہی غائب ہے۔ لوگ اسے منہ لگانا بھی پسند نہیں کرتے بلکہ کئی تو اسے پولیس کے حوالے کرنے کا کہتے ہیں۔"

"اچھا چاندنی! بہت شکریہ!" میں واپسی کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی۔

ماریہ کو صبح اسکول جانا تھا۔ اس کی کافی چھٹیاں ہوگئی تھیں۔ میری بیماری کی وجہ سے۔ کھانا کھلا کر اسے اس کے کمرے میں سلا دیا اور خود اپنے کمرے میں آ گئی تو عدیم کا جرمنی سے فون آ گیا۔ میں جو اتنے دنوں سے انتہائی دکھی تھی۔ عدیم کی آواز سنتے ہی بے اختیار ہوگئی۔ عدیم کو نور کی وفات کے بارے میں بتایا پہلے تو وہ بھی بہت حیران اور دکھی ہوئے پھر مجھے کافی تسلی دی اور کہا ایک ماہ تک لوٹ آؤں گا پھر ماریہ کا پوچھا تو بتایا سوگئی ہے۔

"اچھا رباب! اپنا خیال رکھنا۔" عدیم نے مٹھاس بھرے لہجے میں کہا۔

"اللہ حافظ۔" میں نے جواباً کہا۔ عدیم سے بات کر کے میرے دل کا بوجھ کافی حد تک کم ہوگیا تھا۔ مگر نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ میں نے کھڑکی کا پردہ ہٹا کر دیکھا تو ایک دم سردی کی لہر میرے بدن سے ٹکرائی۔ آسمان کی طرف دیکھا تو موسم سرما کا پورا چاند عجب اداس اور مضمحل سا نظر آ رہا تھا۔ میں نے کھڑکی بند کی اپنے لیے چائے بنا لائی۔ مجھے نور کی ڈائری پڑھنے کی بہت بے چینی تھی۔ نہ جانے کیا کچھ ہوگا میری دوست کی ڈائری میں، جو وہ زبان سے نہ بتاسکی۔" میں نے ڈائری کا پہلا ورق کھولا۔

ڈیئر رباب

آداب! کتنی عجیب بات ہے کہ میں تم سے یوں ڈائری کے ذریعے مخاطب ہوں تمہیں یاد ہے میں نے ایک بار تمہیں کہا تھا ڈائری لکھنے والوں سے مجھے چڑ ہے۔ مگر وقت اور حالات سدا ایک جیسے نہیں رہتے۔

وہ کتنے حسین دن تھے جب ہم نے میٹرک کے بعد لاہور کالج میں داخلہ لیا۔ ہم کتنی خوش تھیں۔ ہمارے گھر دور تھے ہم نے ہاسٹل میں رہ کر تعلیم حاصل کی اور نت نئی شرارتیں ہنگامے زندگی کو کتنا خوب صورت بنادیا کرتے تھے۔

تم میری کتنی قریب اور اچھی دوست تھیں۔ اماں اور ابا جان تو مجھے دور بھیجنے پر ہرگز رضا مند نہ تھے۔ مگر تم نے اپنے ابو سے کہہ کر میرا ایڈمیشن بھی زبردستی کروالیا۔ کالج اور ہاسٹل لائف بھی کیا حسین لائف تھی۔ ہم نے زندگی کے کئی رنگ کم وقت میں دیکھنے کی ہر سعی کی مگر پڑھائی سے کبھی دل نہ چرایا۔ ہمارے روم میں روحی وقار بھی تھی۔ انتہائی شرارتی......! اس کی شرارتوں میں دن گزرنے کا احساس ہی نہ رہتا۔ کالج کا وہ پہلا دن یاد ہے جب ہم داخلہ فارم لینے گئے تو سینیئر نے ہمیں باہر جانے کا دروازہ دکھایا۔ ہنس ہنس کر ہم لوٹ پوٹ ہوگئی تھیں۔ چاندنی راتوں میں ہاسٹل کے لان میں بیٹھ کر ڈھیروں غزلیں اور شعر ایک دوسرے کو سنایا کرتے تھے۔ پھر عدیم تمہاری زندگی میں آیا ہم کالج سے ہاسٹل کی طرف آ رہی تھیں کہ عدیم کی بائیک سے تم ٹکرا گئیں اور تمہارے پاؤں میں موچ آ گئی۔

"ایڈیٹ ہوگیا؟" تمہارا منہ غصے سے لال ہوگیا۔ وہ انتہائی نادم ہوا۔

"سوری مس!"

تمہارے غصے پر مجھے بہت ہنسی آ رہی تھی پھر تم بہ مشکل چل کر ہاسٹل واپس آئیں، اس نے بائیک پر چھوڑنے کی پیش کش کی مگر تم نے رد کردی۔ پھر آتے جاتے تمہیں راستے میں وہ نظر آنے لگا۔ اس بات کو شاید تم بھی محسوس کرنے لگیں۔ کبھی وہ اگر نہ آتا تو تمہاری نظریں اس کی متلاشی رہتیں ایک روز تمہاری چوری میں نے پکڑ لی اور تم سے منوا کر ہی دم لیا۔

"ہاں نور! عدیم نے مجھے معذرت کا کارڈ لکھا ہے کیا میں اسے معاف کردوں؟ تم نے مجھ سے پوچھا اور میں ہنس دی۔ کیوپڈ اپنا کام کرچکا تھا۔ پھر ایک دن عدیم کا فون آیا اس نے تم سے ملاقات کے لیے کہا وارڈن سے بہانہ کر کے زندگی میں پہلی مرتبہ ہم کالج سے اس طرح گھومنے گئے عدیم ہمیں میکڈونلڈ لے کر گیا۔ وہاں چکن برگر اور پیپسی سے ہماری تواضع کی تم دونوں کی جوڑی اچھی لگ رہی تھی۔ باتیں کرتے ہنستے ہوئے بہت اچھے لگ رہے تھے۔ واپسی پر ہمیں تھوڑی دیر ہوگئی وارڈن سے خاصی ڈانٹ کھانا پڑی۔ تم مجھ سے کچھ نہ چھپاتی تھیں۔ عدیم نے جو الفت نامہ تمہیں دیا وہ تم نے مجھے دکھاتے ہوئے کہا۔

"نور! عدیم مجھ سے شدید محبت کرتا ہے مجھے لگتا ہے کہ مجھے اس کے بغیر زندگی گزارنا مشکل لگے گی۔"

عدیم نے لکھا تھا کہ رباحہ تم پہلی نظر میں مجھے بھا گئی تھیں۔ تمہارا غصے سے لال منہ، سیاہ گہری آنکھوں میں غصے سے لپکتے شعلوں نے میرے دل میں محبت کی آگ بھڑکا دی۔ امید ہے کہ میں بھی تمہیں پسند ہوں۔ کارڈ بہت خوب صورت تھا۔ اس دن ہم بہت دیر سے سوئیں۔ عدیم کی باتیں کرتی رہیں۔ عدیم کی شخصیت بھی اچھی تھی اور وہ انجینئر تھا۔ اس کا مستقبل روشن تھا مگر جدوجہد مانگتا تھا۔ تمہارے اور اس کے ساتھ کے لیے ہمیشہ ڈھیروں دعائیں کی وہ قبولیت کا وقت تھا کہ میری یہ دعا قبول ہوگئی۔ تمہیں عدیم نے پروپوز کیا۔ تمہارے والدین روشن خیال تھے۔ انہوں نے تمہاری اچھی پسند کو سراہا۔ تمہاری منگنی کردی گئی پھر تو تم ہواؤں میں اڑنے لگیں۔

ایک دن روحی کو فوڈ پوائزن ہوگیا۔ اس کا گھر چکوال میں تھا۔ اس لیے اسے جلدی اسپتال لے کر جانا تھا۔ تم چھٹیاں لے کر گھر گئی ہوئی تھیں کیونکہ تمہاری خالہ لندن سے آئی ہوئی تھی۔ پھر میں ہی اسے اسپتال لے گئی تھی۔ اس کے ساتھ وہیں رہی۔ روحی واش روم میں تھی کہ میں ایسے ہی اس کے بیڈ پر لیٹ گئی۔ رات کی تھکی ہوئی تھی کہ نیند آ گئی اچانک آنکھ کھلی تو میری کلائی کسی نے پکڑی ہوئی تھی۔ میں گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"لیٹی رہیے۔" ڈاکٹر نے نرمی سے کہا۔ روحی واش روم سے نکل کر اس ڈاکٹر کے پیچھے کھڑی مسکرائے جا رہی تھی۔ شاید ڈاکٹر کی ڈیوٹی چینج ہوگئی تھی۔ جو اس نے روحی کے بجائے مجھے مریض سمجھ لیا۔

"مم...... میں ٹھیک ہوں، مریضہ وہ ہے۔" میں نے روحی کی طرف اشارہ کیا۔ اس نے مڑ کر دیکھا اور تھوڑا شرمندہ ہوگیا۔

"سوری! مریض کے بستر پر آپ تھیں اس لیے میں آپ کو مریض سمجھا۔" وہ پراعتماد لہجے میں بولا اور پھر روحی کو چیک کیا۔ اس کے جانے کے بعد ہمیں خوب ہنسی آئی جو ہم نے اس کی موجودگی میں بڑی مشکل سے دبائی ہوئی تھی۔

ڈاکٹر خاصا ہینڈسم تھا۔ روحی معنی خیز مسکرائی۔ مسکراتی ہوئی شرارتی آنکھیں مجھے بھی اچھی لگیں۔ پھر اکثر اس

سے ہمارا واسطہ پڑتا رہا۔ اسے دیکھ کر میرے دل میں عجب سا احساس ہونے لگا تھا۔ اس کی گہری آنکھیں اکثر مجھے پیچھا کرتی ہوئی محسوس ہوتیں۔ روحی کافی بہتر تھی۔ اسپتال سے فارغ ہو کر ہم ہاسٹل واپس آئے کچھ دنوں بعد مجھے احساس ہوا کہ دل کی دنیا میں اتھل پتھل سی ہے۔ کچھ دنوں تک میں اس واقعے کو کافی حد تک بھلا چکی تھی۔ مگر کبھی کبھی وہ گہری سحر انگیز آنکھیں اکثر خیالوں میں آجاتی تھیں۔

''رباب! تم اکثر مجھ سے پوچھتی تھی کہ ماہ نور! تم جیسی خوب صورت لڑکی کو ابھی تک کوئی خوب صورت شہزادہ نہیں بھایا؟'' تم میرے کتابی چہرے' شربتی آنکھوں اور لمبی پلکوں کے قصیدے پڑھتیں اور پھر اچانک پوچھتیں۔ نور! تم مجھ سے کچھ چھپاتی تو نہیں ہو؟ دیکھو اگر تمہیں کوئی پسند آئے تو مجھے ضرور بتانا۔'' میں تمہاری ان بونگی باتوں پر خوب ہنستی اور کہتی۔ ''میری اماں کا پتا ہے نا! انہوں نے کتنی مشکل سے مجھے پڑھنے کے لیے بھیجا ہے۔ اگر کوئی اس طرح کی بات سن لی تو فوراً مجھے گھر بیٹھالیں گی۔

پھر ایک دن ڈاکٹر عباد کا فون آیا۔ مجھے حیرت بھی ہوئی مسرت بھی۔ شاید ہمارا ایڈریس اور فون نمبر اسپتال کی فائل سے انہوں نے حاصل کیا تھا۔

''السلام علیکم! مس نور! کیا حال ہے اور آپ کی دوست کیسی ہے؟'' میں نے جواباً بتایا کہ وہ ٹھیک ہے اور یہ کہ کیوں فون کیا آپ نے۔ تب وہ بولے۔

''آپ کو بتانا شاید مناسب نہ لگے مگر بندہ دل کے ہاتھوں مجبور ہے۔ نور! میں آپ سے محبت کرتا ہوں۔ ڈاکٹر ہوتے ہوئے بھی میں آپ کا مریض بن گیا ہوں۔ آپ کو بھلا نہیں پا رہا ہوں۔'' میرے ہاتھوں سے فون گرتے گرتے بچا اور مجھے لگا کہ میرا دل اچھل کر باہر آجائے گا۔ تب وہ مزید بولے۔ آپ سن رہی نا نور جی! میں نے اپنے بیمار دل کو بہت سمجھایا' مگر اب میں آپ سے کیا امید رکھوں؟'' میں نے جواب نہیں دیا اور فون بند کر دیا۔ ہمارے سالانہ پیپرز شروع ہونے والے تھے کہ مجھے ڈاکٹر عباد کا خط ملا۔ انہوں نے زندگی میرے سنگ بتانے کی خواہش کا اظہار کیا تھا۔

رباب! تمہیں اس خط کی تھوڑی بھنک پڑی تو تم نے بہت چاہا کہ تم خط کو پڑھو مگر میں نے کہا یہ کسی اور کا خط ہے اور خط پھاڑ دیا۔ پھر ہم انتہائی دل جمعی سے پڑھائی میں لگ گئیں۔ آخری پیپر دے کر فارغ ہوئیں تو جدائی کا مرحلہ سر پر کھڑا تھا۔ وقت بہت اچھا گزرا تھا۔ روحی ہم سے دور جا رہی تھی۔

اور بہت رو رہی تھی۔ ہم دونوں بھی بہت اداس تھیں اور ساتھ ساتھ پیکنگ کر رہی تھیں کہ عباد حسن کا فون آگیا۔

''آپ جا رہی ہیں؟''

''جی آپ کو کیسے پتا چلا؟''

''دیکھ لو' ہم آپ کی کتنی خبر رکھتے ہیں۔'' وہ شوخ ہوئے پھر پوچھا۔

''ماہ نور! آپ نے میرے خط کا جواب نہیں دیا؟''

''میں آپ کو جواب کیسے دے سکتی ہوں' میں اس گھرانے کی فرد ہوں۔ جہاں کے اصول وقوانین بہت سخت ہیں۔ وہاں کے بڑوں نے اپنے چھوٹوں کے لیے مشعل راہ بننا ہوتا ہے۔ میں اپنی پڑھائی کی لائف میں ایسی کوئی بھول کرنا نہیں چاہتی جو آگے آنے والی نسل کے لیے رکاوٹ بنے۔'' میں نے خاصا مفصل جواب دیا تو انہوں پوچھا۔

''شاید نہیں......!'' میں اس بات کو کیا سمجھوں!'' عباد حسن نے بے چارگی سے کہا۔

''آپ میرے والدین سے بات کریں۔''

''سچ اس کا مطلب ہے کہ آپ اپنے دل میں میرے لیے اچھا جذبہ رکھتی ہیں؟''

جو آپ چاہیں سمجھیں۔''

''اچھا! میں جلد آؤں گا۔'' میں نے اپنا ایڈریس لکھوا دیا۔

عدیم تو شاید اسی انتظار میں تھا کہ ہمارے امتحانات کب ختم ہوں۔ اس نے فون پہ فون کر کے شادی کی تاریخ طے کروالی۔ میری بھی عدیم سے بات ہوئی۔ میں نے کہا۔ ''عدیم بھائی! کیا جلدی ہے۔'' ہنس کر بولا۔ ''اب تمہاری دوست کے بغیر جینا بہت مشکل لگ رہا ہے۔ ویسے بھی میں نے جرمنی کی ایک کمپنی میں کاغذات بھیجے ہوئے ہیں۔ شاید چند ماہ میں جواب آجائے تو کچھ عرصہ تمہاری دوست کے سنگ رہ لوں۔'' مجھے اکثر تنہائی میں عباد حسن کی سحر انگیز آنکھیں ڈسٹرب کرتیں۔ اس کی یاد اکثر دل کے نہاں خانوں میں ایک نا مانوس سا کیف پھیلا دیتی۔ رباب! تم میری چہیتی اور اکلوتی دوست تھیں' تمہاری شادی کی تیاریاں میں نے خوب زور شور سے کیں......!''

''مجھے ماضی کے اوراق پلٹتے ہوئے نہ جانے کتنا وقت گزر گیا تھا۔ سردی کا احساس ہوا۔ سردی بڑھ گئی تھی میری دوست نے زندگی کا یہ اہم پہلو مجھ سے چھپا رکھا تھا۔ مجھے کتنا دعویٰ تھا کہ میں نور کی قریبی دوست ہوں' اس کے سکھ دکھ خوشی دغم کو محسوس کرتی ہوں۔ وہ دعوے اب مجھے بے کار لگ رہے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ وہ میری شادی کی ساری رسموں اور تیاریوں میں' میری ہم قدم رہی جب میں دلہن بنی عدیم کے ساتھ بیٹھی تھی تو میرے کانوں میں سرگوشی کی۔

''رباب! سچ تم بہت خوب صورت لگ رہی ہو۔ جوڑی خوب بچ رہی ہے۔ عدیم بھائی کی آج خیر نہیں۔'' میں نے کہا۔ تم بھی بجلیاں گرانے والا ڈھونڈ لو۔'' تو نور مسکرا کر رہ گئی۔ وہ میری رخصتی پر خوب روئی۔ میں نے ٹائم دیکھا تو اب تین بج رہے تھے۔ میں نے ڈائری کا اگلا ورق کھولا۔

تمہاری شادی کے ہنگاموں میں وقت کا پتا ہی نہ چلا' پورا ایک ماہ گزر گیا۔ مجھے اچانک خیال آیا کہ عباد حسن نے اپنے ماں باپ کو نہیں بھیجا۔ اس کا خیال مجھے روح تک مسرور کر دیتا تھا۔ میں اس کے حسین خیالوں میں گم رہتی تھی۔ اسی شام اچانک خالہ آگئیں۔ رات کے کھانے کے بعد خالہ نے امی سے کہا۔ ''بہن! میں اس دفعہ کسی خاص مقصد سے تمہارے پاس آئی ہوں' مجھے اکیلے میں تم سے بات کرنی ہے۔'' ہم سب اپنے کمروں میں جانے لگے تو امی جان نے مجھے کہا۔ ''نور بیٹا! ہمارے لیے چائے بنا کر لے آؤ۔''

میں کچن میں چائے بنانے چلی گئی۔ چائے بنا کر لائی تو کمرے کے باہر اپنا اور ریحان کا نام سن کر میرے قدم وہیں رک گئے خالہ میرے اور ریحان کے رشتے کی بات کر رہی تھی۔ امی بہت غصہ میں تھیں' بولیں۔ ''آپا! آپ میری بڑی بہن ہو اس لیے لحاظ کر رہی ہوں۔ ورنہ کسی اور کی کبھی یہ جرأت نہ ہوتی کہ اپنے نکمے بیٹے کے لیے میری پڑھی لکھی بچی کا رشتہ مانگتا۔ آپ کو خوف خدا نہیں۔ میری بیٹی نور آپ کی بیٹی بھی لگتی ہے۔ کم از کم اتنا تو سوچ لو آمنہ آپا!''

''میری پیاری بہن! یہی سوچ کر تو تیرے آگے جھولی پھیلا رہی ہوں۔ صبیحہ! اپنے کھوٹے سکے کے لیے تیری ہیرا جیسی بیٹی مانگتی ہوں تاکہ میرا گھر بھی روشن ہو سکے۔ تو میری بہن ہے تیرے علاوہ میرا درد اور کون سمجھے گا۔ مجھے پتا ہے وہ برا ہے۔ صبیحہ! تمہارے میاں

قاسم کو وفات پائے ابھی کچھ سال ہی گزرے ہیں اور میں جب ریحان دو سال کا تھا بیوہ ہوگئی تھی۔ مجھ سے جو ہوسکا اس بچے کی میں نے تعلیم و تربیت کرنے کی کوشش کی، مگر بن باپ کی اولاد اور خاص کر لڑکے کب قابو میں رہتے ہیں۔ بچوں کے سروں پر ماں ہی نہیں، باپ کا سایہ بھی بہت ضروری ہے۔ اگر تم نور کا رشتہ مجھ غریب عورت کو دے دو تو شاید میری نسلیں بھی سنور جائیں۔ خالہ زار و قطار رونے لگیں۔

''اچھا آپا! چپ ہوجاؤ، دیکھیں گے روؤ مت۔'' امی خالہ کو چپ کروانے لگیں۔ میرے پاؤں تو جیسے زمین نے پکڑ لیے تھے۔ بڑی مشکل سے چائے کمرے میں رکھ کر اپنے کمرے میں آ گئی۔ آنسو تھمنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔ صبح امی نے میری سوجی ہوئی آنکھیں دیکھیں مگر شاید سمجھ کر بھی انجان بن گئیں۔ خالہ واپس چلی گئیں مگر ہمارے گھر کو ہلا کر رکھ گئیں۔ راحیل نے سنا تو سخت مخالفت کی۔

''اس کام چور، نکمے نالائق کو میں اپنی بہن ہرگز نہیں دوں گا۔'' امی سے کہا۔

''بیٹا! میں کب اپنی بیٹی دینے لگی ہوں۔ بڑی بہن ہے اگر سوالی بن کر آ گئی تو کیا ہوا؟ جس گھر میں بیٹیاں ہوں وہاں ہر قسم کے رشتے آتے ہیں۔ آگے ہماری مرضی، ہم کس سے رشتہ جوڑیں۔ اس میں گرم ہونے والی کیا بات ہے، حوصلے سے کام لو۔'' امی کی بات سن کر مجھے کافی تسلی ہوئی راحیل بھی نارمل ہوگیا۔ میں نے سوچا اب کوئی اور افتاد نہ آ پڑے۔ عباد حسن کا اگر فون نہیں آیا تو چلو اس کے دیے ہوئے نمبر پر میں ٹرائی کر لیتی ہوں۔ میں نے اس کا موبائل نمبر ٹرائی کیا مگر فون بند جا رہا تھا۔ پھر میں نے سوچا تم سے ہی ساری بات ڈسکس کروں کیونکہ پہلے میں نے اس بات کو اتنا سیریس نہیں سمجھا تھا۔ مگر اب لگ رہا تھا عباد حسن کے بغیر زندگی بہت مشکل سے کٹے گی اور اگر خالہ کے بیٹے جیسے رشتے ہوں تو پھر زندگی تو زندگی نہ ہوئی جہنم ہوگئی۔ گھر گئی مگر تم اور عدیم بھائی ہنی مون سے ابھی تک نہیں لوٹے تھے۔ میں نے عباد حسن کے فون پر بار بار ٹرائی کیا۔ مگر بے سود! اسپتال سے پتا چلا ڈاکٹر عباد حسن کسی کانفرنس کے سلسلے میں ملک سے باہر گئے ہوئے ہیں۔ اس دن میرا دل بہت بے چین تھا کہ اچانک خبر آئی کہ خالہ کو ہارٹ اٹیک ہوا ہے، افراتفری میں امی خالہ کے پاس پہنچ گئیں۔ اگلے روز خبر آئی کہ خالہ کا انتقال ہوگیا ہے۔ ہم سب خالہ کے گھر گئے امی کے آنسو تھمتے نہ تھے۔

ہفتے بعد ہم واپس آئے تو گھر آ کر دوسرے دن امی نے مجھے کہا۔

''نور! مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔'' میرا دل بیٹھا جا رہا تھا۔ مجھے لگ رہا تھا ضرور کوئی انہونی ہونے والی ہے۔ بہ مشکل اثبات میں سر ہلا دیا۔ ''تم جانتی ہو ناں تمہاری خالہ نے تمہارا رشتہ ریحان کے لیے مانگا تھا؟'' میں نے نظریں جھکا لیں۔ ''بیٹی خونی رشتوں کی بہت اہمیت ہوتی ہے پھر ماں باپ سے بڑھ کر کوئی رشتہ نہیں ہوتا۔ اس لیے میں نے تمہاری خالہ کو وقتی طور پر ٹال دیا تھا مگر تمہاری خالہ نے مرتے مرتے مجھ سے وعدہ لیا ہے کہ تمہاری شادی ریحان سے کردوں۔ بیٹا! میں تمہارے آگے اپنی جھولی پھیلاتی ہوں تو اس رشتے کے لیے ہاں کردے۔ ریحان کا اپنا گھر ہے وہ کماتا نہیں مگر ذمہ داری پڑے گی تو سدھر جائے۔ اپنی بے بس ماں کے جوڑے ہوئے ہاتھوں کو دیکھ کر اور خالہ کے تازہ غم کو محسوس کرتے ہوئے میرے وعدے کی لاج رکھ لے۔'' میں نے اپنی ماں کے ہاتھوں کو چوما اور ہاں میں سر جھکا دیا۔ امی نے بے اختیار مجھے گلے لگالیا۔ ہم دونوں خوب روئیں مہینے کے اندر اندر شادی تھی۔ بھائی کو امی نے پتا نہیں کس طرح راضی کیا پھر خاموشی اور سادگی سے میری شادی ریحان سے ہوگئی۔ ریحان شکل سے اچھا تھا۔ رباب تم بھی میری اچانک اور بے جوڑ شادی پر حیران ہوئیں مگر سگی خالہ کی موت کی وجہ نے بات کو سنبھال لیا تھا۔ رخصتی سے پہلے تم میرے پاس تھیں تم نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''نور! آج تو غضب کی لگ رہی ہو۔

ریحان تو آج قتل ہوجائے گا اس پرنور حسن سے۔''

تب میرے اندر عجیب بے چینی پھیل گئی۔ عباد حسن چھم سے میرے خیالوں میں آ گیا اور میرا دل کٹ کر رہ گیا۔ پھر میں نے عباد حسن کی یادوں کو ہمیشہ کے لیے دفن کردیا۔ اس کے بعد رخصتی کے آنسوؤں نے میری بے بسی کا بھرم رکھ لیا۔ پہلی ہی رات ریحان نے اپنا آپ ظاہر کردیا۔ اس نے شادی والے دن بھی نشہ کیا تھا۔ پھر دن رات عذاب میں گزرنے لگے۔ شک کرنا تو ریحان کی فطرت میں شامل تھا، میں نے دل و جان سے ریحان کو اپنا خاوند سمجھ کر اطاعت و فرمانبرداری کی حد کردی مگر اس پر کوئی اثر نہ ہوتا۔ بات بات پر مار پیٹ پر اتر آتا۔ میں نے اپنے دکھ اپنے اندر ہی چھپا لیے کس سے کہتی، اپنی بیوہ ماں سے یا اپنے چھوٹے بھائی سے جو خود مشکل سے گزارا کر رہے تھے اور سب سے بڑی بات اپنی چھوٹی بہن سارہ کے لیے مجھے بہت کچھ سہنا تھا اور معاشرہ بھی تو مرد کا ساتھ دیتا ہے۔ اسلام نے بے شک عورت کو اونچا مقام دیا ہے مگر ہمارا معاشرہ ابھی تک فرسودہ ہندو مذہب کی رسموں میں جکڑا ہوا ہے۔ عورت اپنے حقوق کے لیے آواز بلند کرے تو باغی بدزبان بدکردار کہلاتی ہے۔ مرد کے تمام گناہ ہمارا معاشرہ معاف کردیتا ہے۔ اس نظام کو مجھ جیسی پڑھی لکھی بھی نہیں بدل سکتی تھی۔ لہٰذا ظالم شوہر کے آگے ہتھیار ڈال دیے میری زندگی کا سورج ریحان کی مار پھٹکار سے طلوع ہوتا اور رات عورت کی تذلیل پر آہیں بھرتے گزرتی۔ میں معاشرے کی فرسودہ رسموں کو ختم نہیں کرسکتی تھی۔ رباب! اب یہی ہوگا کہ ظلم کرنے والا تھک جائے یا ظلم سہنے والا دم توڑ دے......!

آگے ڈائری بالکل خالی تھی۔ نور کے آخری الفاظ نے مجھے توڑ کر رکھ دیا۔ واقعی اس نے ٹھیک کہا تھا۔ یا ظلم سہنے والا دم توڑ دے......!'' اور تم ظلم سہتے سہتے دم توڑ گئیں۔ تم نے مجھ سے سب کچھ چھپا کر میرے ساتھ بہت زیادتی کی۔ میں سسکی شاید میں تمہارے لیے کچھ کرسکتی اگر مجھے معلوم ہوتا۔ مجھے ریحان سے شدید ترین نفرت ہو رہی تھی۔ ایسا انسان قابل غارت تھا۔ بے اختیار میرے دل سے بددعا نکلی۔ ''ریحان! تو جلد اپنے بدانجام کو پہنچے۔'' میں نے اپنے بہتے ہوئے آنسوؤں کو صاف کیا اور ڈائری کو احتیاط سے الماری میں رکھا۔ کیونکہ یہ ڈائری میرے لیے بہت قیمتی تھی۔ میری بخت رسیدہ دوست کی یادیں اس سے جڑی تھیں۔ اس ڈائری کے سہارے اس کی یادوں کے چراغوں کو روز جلا سکتی تھی۔ فجر کی اذانیں ہو رہی تھیں۔ میں نے وضو کیا۔ نماز پڑھ کر نور کے لیے ڈھیروں دعائیں مانگیں پھر تھوڑی دیر کے لیے سوگئی۔

صبح ماریہ کو اسکول بھیج کر افسردہ دل کے ساتھ گھر کے کاموں میں مصروف ہوگئی تھی کہ موبائل کی بیل پر نمبر دیکھا تو وہ عدیم کا تھا۔

''رباب! میں کل شام کی فلائٹ سے آ رہا ہوں۔''

''سچ۔ مجھے بہت خوشی ہوئی۔

''ہاں، یار سچ۔'' میں بے اختیار ہنس پڑی۔ اب عدیم کے ساتھ میں اپنے دکھ کھل کر شیئر کرسکوں گی اور میں جانتی ہوں کہ عدیم میرے لیے جلد وطن آ رہے ہیں۔ وہ جانتے تھے میں اپنی عزیز از جان دوست کی جدائی کے غم میں نڈھال ہوں اور ان سے بڑھ کر میرے زخموں پر مرہم کون رکھ سکتا ہے۔

نور جیسی ہیرا صفات جانے کتنی بیٹیاں والدین کے غلط فیصلوں کی بھینٹ چڑھ جاتی ہیں۔ جانے نور کی موت کا ذمہ دار کون تھا......؟ ڈاکٹر عباد حسن! جس نے نور کو ایسی امید بندھائی جو پوری نہ ہوسکی یا اس کی والدہ جنہوں نے مرتی بہن سے وعدہ کرتے ہوئے اولاد کی خوشیاں فراموش کردیں یا پھر سچ مچ ریحان......؟

روحانی مسائل کا حل

حافظ شبیر احمد

مہر بھری...... حیدر آباد

جواب:۔ "یا عدل" بعد نماز تہجد۔ 1001 مرتبہ (اول وآخر 11'11 مرتبہ درود ابراہیمی) روزانہ۔

نیت کریں کہ آپ کا حق آپ کو مل جائے اور جن لوگوں کے ذریعے ملنا ہے وہ راضی ہو جائیں دینے پر۔ ان لوگوں کے چہرے بھی آپ کے ذہن میں ہوں۔

نگہت شاہین...... ساہیوال

جواب:۔ بعد نماز فجر **سورۃ لفرقان** کی آیت نمبر 74' 70 مرتبہ۔ اول وآخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔

دعا کریں کہ اگر یہ حق میں بہتر ہے تو اس سے ہو جائے ورنہ کہیں اور۔ عشاء کی نماز کے بعد 313 مرتبہ استغفار کریں اللہ سے مانگیں ناامیدی کفر ہے۔

ارم...... ناظم آباد' کراچی

جواب:۔ رشتوں کے لیے بعد نماز فجر (تمام بہنیں پڑھیں) **سورۃ لفرقان** کی آیت نمبر 74' 70 مرتبہ۔ اول وآخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔

ہر نماز کے بعد **سورۃ لفلق اور سورۃ لنساء** 99 مرتبہ۔ دعا بھی کریں جلد اور اچھے رشتے کی۔

نازیہ نور...... چکوال

جواب:۔ والدہ ہر فرض نماز کے بعد 121 بار **بسم اللہ** شریف پڑھ کر پینے کے پانی پر پھونک ماریں۔ نیت پورے گھر والے محبت سے رہیں۔ آپ کے گھر میں مردوں کا کوئی کردار نہیں ہے۔ دو سگی بہنیں بھی اکٹھی نہیں رہ سکتیں۔ (جب مردوں کا گھر میں راج ہوگا تو پھر سب ٹھیک ہو جائے گا)۔

رفعت زمان...... لیہ

جواب:۔ عشاء کی نماز کے بعد 101 مرتبہ **سورۃ القریش** (اول وآخر 11'11 مرتبہ دورد شریف) نیت دکان اچھے داموں فروخت' بچے کی نوکری اور مالی حالات اچھے ہونے کی۔

حج کے لیے بھی دعا کریں۔

جب تک بیٹا ٹھیک نہیں ہو جاتا پڑھتی رہیں۔

اسماء...... ملتان

جواب:۔ بعد نماز فجر **سورۃ الفرقان** کی آیت نمبر 74' 70 مرتبہ۔ اول وآخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔ فجر اور ہر نماز کے بعد 99 مرتبہ **سورۃ الفلق اور سورۃ الناس**۔ دعا کریں کہ جلد اچھا رشتہ ہو جائے۔

آنسہ فاروق...... آزاد کشمیر

جواب:۔ (آپ دونوں بہنیں یہ وظیفہ کریں)۔

والف بین قلوبھم.......... عزیز حکیم۔ تک (سورۃ انفال آیت نمبر 63)

رات جس وقت شوہر سو جائیں ایک وقت متعین کر کے پڑھیں۔ 101 مرتبہ۔ اول وآخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔

پڑھتے وقت ذہن میں ہو کہ شوہر کے دل میں محبت پیدا ہو رہی ہے ان کا دل اور دماغ آپ کی طرف راغب ہو رہا ہے۔

عظمیٰ پر جادو نہیں ہے۔ منیر افضل کی صحت پر جادو ہے۔ وہ خود ہر نماز کے بعد 11'11 مرتبہ **سورۃ الفلق اور سورۃ الناس** پڑھیں۔

روزگار اور معاشی مسائل کے لیے سورۃ القریش ہر نماز کے بعد 21 مرتبہ دعا بھی کریں۔ جب آپ کی محبت پیدا ہوگی تو اس لڑکی کو بھول جائیں گے۔

ت س...... کوہاٹ

جواب:۔ آپ ہر چیز کو ذہن پر سوار کر لیتی ہیں۔

حیرت ہے عالمہ ہو کر ہاتھوں کی لکیروں پر زندگی گزار رہی ہیں۔ ہر کام اللہ کی طرف سے ہوتا ہے دعا سے سارے مسئلے حل ہو جاتے ہیں۔ جب اللہ پاک دعا کے ذریعے اپنے فضل سے جنت دے سکتا ہے تو پیچھے کیا رہ گیا۔

رشتہ کے لیے بعد نماز فجر **سورۃ لفرقان** آیت نمبر 74' 70 مرتبہ۔ اول وآخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔

بعد نماز عشاء 41 مرتبہ آیۃ الکرسی اول وآخر 11'11 مرتبہ درود شریف۔ روزانہ پڑھنے کے بعد 1 مرتبہ تیل پر بھی دم کر لیں پھر روزانہ اسی تیل سے سر کی مالش کریں۔

سید اکبر علی سبزواری...... کینیڈا

جواب: آپ نماز کی پابندی کریں' فجر اور مغرب میں 21/21 مرتبہ آیۃ الکرسی' سورۃ اخلاص' **سورۃ لفلق' سورۃ لناس** پڑھ کر اپنے اوپر دم کریں۔ ایک بوتل پر بھی دم کر لیں اور وہ والدہ اور بچے کو پلائیں۔

2) رات کو سونے سے پہلے 11 مرتبہ **سورۃ عبس** پڑھتے وقت اپنی جاب کا ذہن میں رکھیں' سب معاملات ٹھیک ہو رہے ہیں۔ تین مہینے تک یہ عمل کرنا ہے' آپ ذہنی طور پر زیادہ بیمار ہیں' اثرات بھی ہیں۔

سدرہ...... نامعلوم

جواب: دودھ دینے سے پہلے 7/7 مرتبہ **سورۃ الفلق اور سورۃ الناس** پڑھ کے بچے پر اور دودھ پر دم کر دیا کریں' رات کو اس کے ماتھے اور سینے پر (حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) انگلی سے لکھ دیا کریں' ان شاء اللہ دونوں مسئلے حل ہو جائیں گے۔

عفان واگو...... نامعلوم

جواب: بعد نمازِ فجر ایک مرتبہ **سورۃ یٰسین** اور ایک مرتبہ **سورۃ مزمل** پڑھنے کے بعد دعا بھی کریں۔

شمائلہ خان...... نامعلوم

جواب: **سورۃ آل عمران** آیت نمبر 38 ہر نماز کے بعد 11 مرتبہ اور جتنا ہو دعا میں شامل کریں' معنی ذہن میں رکھ کے پڑھیں۔ فجر اور مغرب کی نماز کے بعد 21/21 مرتبہ **سورۃ الفلق اور سورۃ الناس** پڑھ کے اپنے اوپر دم کریں۔

فرخ افشاں...... نامعلوم

جواب: **سورۃ آل عمران** آیت نمبر 38 ہر نماز کے بعد 11 مرتبہ اور جتنا ہو دعا میں شامل کریں' معنی ذہن میں رکھ کے پڑھیں۔ شہد پر 313 مرتبہ پڑھیں (اول وآخر 11/11 مرتبہ درود شریف) پڑھ کر دم کر لیں اور صبح نہار منہ 2 چمچ اور رات کو سوتے وقت بعد میں کچھ نہیں پئیں۔ فجر کی سنت اور فرض کے درمیان 41 مرتبہ **سورۃ فاتحہ** (اول وآخر 11/11 مرتبہ درود شریف) پڑھیں' ہاتھوں پر پھونک مار کے پورے جسم پر پھیر لیں۔ نیت جو مرض ہے اولاد کی رکاوٹ میں ختم ہو رہا ہے اور ٹھیک ہو رہی ہوں۔ اللہ نے چاہا بہت جلد آپ کی مراد پوری ہوگی' یہ عمل یقین کے ساتھ کریں۔ صدقہ بھی دیں جو حسبِ توفیق ہو۔

عقیل خان

جواب: نماز کی پابندی کریں' فجر کی نماز کے بعد ایک تسبیح **سورۃ قریش** اول وآخر 11/11 مرتبہ درود شریف' کاروبار ٹھیک ہونے کے لیے تصور کاروبار کا رکھ کے پڑھیں۔ عشاء کی نماز کے بعد 41/41 مرتبہ سورۃ الفلق' سورۃ الناس پڑھ کے اپنے پورے جسم پہ دم کریں' پانی پر بھی۔ وہ پانی پورا دن استعمال کریں اور ایک بوتل پر بھی وہ دکان پر چھڑک دیں' یہ پورا عمل روزانہ کرنا ہے۔ روزانہ استعمال بھی رکھنا ہے اور چھڑکنا بھی ہے' صدقہ بھی دیں۔

جواب: ایک مشہور دعا ہے "اللھمہ عنا

نـجـعـلـكـه فی نهوریهم ونعوذبك من شروهم" کسی کتاب میں دیکھ لیں یا عالم سے لکھوا لیں۔ روزانہ تسبیح کریں اور دعا بھی کریں' دعا کے معنی ذہن میں رکھ کے پڑھیں۔

مسز قیوم...... نامعلوم

جواب: آپ کے ساتھ مستقل کوئی لگا ہوا ہے' طارق کے ساتھ ذہنی' معاشی اور آپ کے ساتھ جسمانی پریشانی ہیں۔ آپ کو میرا مشورہ ہے کہ کسی عامل سے مستقل رابطہ رکھیں۔ وہ اس لیے کہ ایک مرتبہ توڑ ہونے کے بعد کچھ وقت میں دوبارہ ہوجائے گا جو بھی کررہا ہے وہ مستقل لگا ہوا ہے۔
رشتے کے لیے سورۃ فرقان آیت نمبر 74,70 مرتبہ اول وآخر 11/11 مرتبہ درود شریف۔ فجر کی نماز کے بعد دیا بھی کریں جلد اور اچھے رشتے کے لیے۔

صائمہ فاطمہ

جواب: پرائز بونڈ حرام ہے' نماز کی پابندی کرو' اللہ سے مانگو۔

ارم حنیف

جواب: ذہنی سکون کے لیے سورۃ الم نشرح ہر نماز کے بعد سات مرتبہ پڑھیں۔ استخارہ خود کریں۔

عفت ہما

جواب: فجر کی نماز کے بعد سورۃ لفرقان کی آیت نمبر 74/70 (اول وآخر 11/11 مرتبہ درود شریف) دعا یہ کریں کہ اگر وہیں بہتر ہے تو وہیں ہوجائے ورنہ کہیں اور۔ ہر نماز کے بعد سورۃ الفلق اور سورۃ الناس 7/7 مرتبہ پڑھیں' اپنے اوپر دم کریں جو روکاٹ ہے ختم ہوجائے گی' یہ وظیفہ آپ کی بہن کو کرنا ہے۔

بشارت علی

جواب: آپ کو کس وجہ سے واپس بھیجا اور کیوں بھیجا یہ آپ جانتے ہیں یا بھیجنے والے؟ آپ بے پروائی برتتے ہیں۔ سورۃ قریش 121 مرتبہ عشاء کی نماز کے بعد (اول وآخر 11/11 مرتبہ درود شریف) پڑھیں اور دعا کریں جاب کے لیے' کہیں بھی جہاں بہتر ہو۔

صبا خان...... کراچی

جواب: نورین! عشاء کی نماز کے بعد تین مرتبہ سورۃ عبس پڑھیں۔ پڑھتے وقت یہ تصور ہو کہ جو رکاوٹ اور جو بندش ہے رشتہ ہوجانے میں وہ ختم ہورہی ہے۔ پھر دعا بھی کریں' فجر کی نماز کے بعد سورۃ فرقان آیت نمبر 74,70 مرتبہ پڑھیں (اول وآخر 11/11 مرتبہ درود شریف) اچھا رشتہ آنے کی دعا کریں۔

خورشید شریف......آسٹریلیا

جواب: عشاء کی نماز کے بعد سورۃ قریش 111 مرتبہ (اول وآخر درود شریف 11/11 مرتبہ) دعا کریں کہ اچھی جاب جلدی مل جائے' باقی مسئلہ جاب کے بعد حل کریئے گا۔

صفیہ نسیم...... امریکہ

جواب: صدقہ دیں۔ فجر کی نماز کے بعد سورۃ فرقان آیت نمبر 74,70 مرتبہ اول وآخر درود شریف پڑھیں اور دعا بھی کریں۔

ندا شیراز

جواب: وہاں جاب کے لیے پہلے شوہر کو بھیجیں اگر جاب مل جائے تو آپ جائیں بہتر طریقہ یہ ہے۔ آگے آپ کی مرضی۔

نبیلہ

جواب:۔ سورۃ الفلق + سورۃ الناس' صبح وشام 11، 11 بار پڑھ کر ہاتھوں پہ پھونک مار کر اپنے جسم پر ہاتھ پھیریں۔ (دعا کریں کہ رشتا ہونے میں جو رکاوٹیں ہیں وہ ختم ہوں۔

سورۃ المزمل روزانہ 3 بار پڑھیں۔

نائمہ ملک............میانوالی

جواب: "سورۃ القدر" ہر نماز کے بعد ۱۱ بار پڑھ کر دعا مانگیں۔ اسٹیج پر بولنے سے پہلے ایک بار پڑھ کر جسم پر پھونک ماریں۔

فرح احمد............اسلام آباد

جواب: ۲۷ بار سورۃ "الم نشرح" پڑھ کر ان سب پریشانیوں کے ختم ہونے کی دعا مانگیں (اول و آخر ۱۱۔۱۱ بار درود شریف لازماً)

ث۔م...... جلال پور

جواب:۔ انا فتحنا لك فتحا مبینا۔ 313 مرتبہ نماز عشاء 11-11 مرتبہ درود شریف۔ جو مسائل ہیں ان کا تصور رکھ کر پڑھیں۔

ثمینہ طاہر...... کیر والا

جواب:۔ قل یحییها الذی انشا ها اول مرة۔ 313 مرتبہ بعد نماز عشاء مریض خود پڑھے۔ 11-11 مرتبہ درود شریف دعا کریں شفاء کی صدقہ بھی دیں۔ 3 ماہ تک پڑھنا ہے۔

آسیہ قیصر...... اوکاڑہ

جواب:۔ اپنے شوہر کا صدقہ دیں۔ (مرغی یا بکرا جو حسبِ حیثیت ہو۔) بعد نماز عشاء "یا وهاب" 313 مرتبہ۔ پڑھتے وقت تصور رکھنا ہے کہ اس لڑکی سے ان کا دل اور دماغ ہمیشہ کے لیے دور ہوجائے اور میری طرف مائل ہوجائے۔
(کیا آپ مستقل پاکستان میں رہتی ہیں۔ اگر مستقل پاکستان میں رہتی ہیں تو کیوں؟)

م۔ش...... حیدر آباد

جواب۔ کسی قسم کی بندش نہیں ہے۔ وہم کا کوئی علاج نہیں ہے۔

صائمہ جبین...... لاہور

جواب:۔ نماز کی پابندی کریں۔ بعد نماز عشا سورۃ الفاتحہ 41 مرتبہ اول وآخر درود شریف 11-11 مرتبہ دعا بھی کریں اپنے رشتے کی رکاوٹ ختم ہونے کے لیے۔

نوٹ

جن مسائل کے جوابات دیئے گئے ہیں وہ صرف انہی لوگوں کے لیے ہیں جنہوں نے سوالات کیے ہیں۔ عام انسان بغیر اجازت ان پر عمل نہ کریں۔ عمل کرنے کی صورت میں ادارہ کسی صورت ذمہ دار نہیں ہوگا۔
ای میل صرف بیرون ملک مقیم افراد کے لیے ہے۔
rohanimasail@gmail.com

روحانی مسائل کا حل کوپن برائے شمارہ اگست ۲۰۱۲ء

نام.............. والدہ کا نام.............. گھر کا مکمل پتا..............

....

گھر کے کون سے حصے میں رہائش پزیر ہیں..............

آپ کی صحت

ہومیوڈاکٹر محمد ہاشم مرزا

جنید سلیم بھاولنگر سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر مناسب دوا تجویز کردیں۔ جوابی لفافہ بھیج رہا ہوں۔

محترم بارہا لکھا گیا ہے کہ براہ راست جواب نہیں دیے جاسکتے جوابی لفافہ بھیج کر ضائع نہ کریں۔ آپ STAPHISGARIA-30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔ ان شاء اللہ مسئلہ حل ہوجائے گا۔

مونا گوجرانوالہ سے لکھتی ہیں کہ چہرہ پر کالے نشان پڑ گئے ہیں۔

محترمہ آپ GRAPHITES 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

حافظ ندیم عباس جھنگ سے لکھتے ہیں کہ میرا خط شائع کیے بغیر جواب دیں۔

محترم آپ ACID PHOS 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

نوشین سیالکوٹ سے لکھتی ہیں کہ میری ناک سے خون آتا ہے مجھے گھبراہٹ ہوتی ہے معدہ میں تیزابیت ہے۔ میں بہت پریشان ہوں۔

محترمہ آپ CARBOVEG 6 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

نصرت شاہین وہاڑی سے لکھتی ہیں کہ میری بہن کو خراٹے بہت آتے ہیں۔ پورا گھر پریشان ہے۔

محترمہ آپ STRAMONIUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیں۔

سندس فاطمہ ہری پور سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 20 سال ہے میری دوست کی عمر 22 سال ہے ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے قد میں کچھ اضافہ ہوجائے اگر ممکن ہے تو دوا تجویز کردیں۔

محترمہ 20 سال کی عمر کے بعد قد نہیں بڑھتا۔ 16,15 سال کی عمر میں توجہ دینا چاہیے۔ اگر قد نہیں بڑھ رہا تو کامیاب علاج ہوسکتا ہے۔

مدیحہ طلحہ راولپنڈی سے لکھتی ہیں کہ آپ کے کلینک سے BREAST BEAUTY منگوائی تھی ایک بوتل سے بہت کم فرق پڑا ہے کیا مزید استعمال کرنا ہے یا کوئی اور دوا بھی لینی ہے۔ میں کسی اور مسئلہ کے لیے ایلوپیتھک کا علاج بھی کروارہی ہوں۔ کیا اس کے ساتھ ہومیو پیتھک دوا استعمال کرسکتی ہوں۔ میرے سینے پر بال ہیں ان کو ہمیشہ کے لیے ختم کرنے کے لیے کوئی دوا بتائیں۔

محترمہ آپ BREAST BEAUTY کی دوسری بوتل بھی استعمال کریں۔ مکمل فائدہ حاصل ہوگا۔ ایلوپیتھک دوا کے ساتھ ہومیو پیتھک دوا کا اثر کم ہوتا ہے۔ اس لیے ایک وقت میں ایک علاج کرنا چاہیے۔ فالتو بالو کو ہمیشہ کے لیے ختم کرنے کے لیے 900 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔ آپ کو APHRODITE گھر پہنچ جائے گا۔ اس کے استعمال سے بال مستقل طور پر ختم ہوجائیں گے۔

فیصل انور سیالکوٹ سے لکھتے ہیں کہ میری شادی کو پانچ ماہ ہوگئے ہیں لیکن ابھی تک اولاد کی طرف سے اللہ کی کوئی رحمت نہیں ہوئی۔ بیوی میں کوئی مسئلہ نہیں ہے مجھے مسئلہ ہے کہ جراثیم کمزور ہیں۔ رپورٹ بھیج رہا ہوں۔

محترم آپ کو اولاد کی بڑی جلدی ہے پانچ ماہ کی مدت کوئی زیادہ نہیں ہوتی بہرحال جراثیم کی کمزوری کے لیے DAMIANA-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔ ان شاء اللہ مراد برآئے گی۔

نرگس جمال سکھر سے لکھتی ہیں کہ میں نے APHRODITE استعمال کی ہے۔ بڑے بال تھے اب رواں سارہ گیا ہے کیا مزید استعمال جاری رکھوں۔

محترمہ APHRODITE کے فارمولا میں کچھ نئی جڑی بوٹیاں شامل کی ہیں جس کی وجہ سے اس کا اثر مزید تیز ہوگیا ہے۔ آپ اس کا استعمال جاری رکھیں۔ ان شاء اللہ رواں بھی ہمیشہ کے لیے ختم ہوجائے گا۔ نئے فارمولا کی دو بوتل کے لیے 900 روپے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔

صباء حسن سیالکوٹ سے لکھتی ہیں کہ ورم جگر کی شکایت ہے۔ آپ نے CHELIDONIUM 30 بتائی تھی میں نے 20 دن پیئے۔ کوئی فائدہ نہیں ہوا دوسرے گلا خراب رہتا ہے۔

محترمہ آپ CHELIDONIUM 30 کے پانچ قطرے تین وقت روزانہ لیتی رہیں۔

صفیہ رومان حافظ آباد سے لکھتی ہیں کہ میں نے پہلے بھی خط لکھا تھا آپ نے دوائیں تجویز کی تھیں۔ اب مزید مکمل کیفیت لکھ رہی ہوں۔ دوا تجویز فرمائیں۔

محترمہ آپ BORAX 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اور GRAPHITES 200 کے پانچ قطرے آٹھویں دن ایک بار لیں۔

زاہد بھٹہ لکھتے ہیں کہ میری ناک کی ہڈی بڑھنے کا مسئلہ تھا جو کہ آپ کی تجویز کردہ دوا سے حل ہوگیا اور میں آپریشن سے بچ گیا آپ کا شکر گزار ہوں آپ سے التجا ہے کہ جیسے آپ کے تیار کردہ ایفروڈائٹ بریسٹ بیوٹی ہے اسی طرح ہم جیسے مردوں کے خاص مسئلہ کے لیے کوئی خاص دوا تیار کریں اور ہم جیسے لوگوں کی دعائیں لیں یہ نہ ہوسکے تو کوئی دوا تجویز کردیں۔

محترم آپ ACID PHOS 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔ ان شاء اللہ صحت بحال ہوجائے گی۔

سدرہ کراچی سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر جواب دیں۔

محترمہ آپ JODUM-IM کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر پندرہ دن بعد ایک مرتبہ لیں۔ چھ ماہ مکمل کرلیں۔ یہ دوا کسی بھی ہومیو پیتھک اسٹور سے مل جائے گی۔ کریم سے بھی بال صاف کرسکتی ہیں۔

عامر نواز گجرات سے لکھتے ہیں کہ میرے چہرہ پر دانے نکلتے ہیں اور نشان چھوڑ جاتے ہیں گریفائٹس 200 استعمال کی اس سے گلا خراب رہنے لگا۔ اس کے علاوہ امراض مخصوصہ کا بھی شکار ہوں۔ کوئی دوا تجویز کردیں۔

محترم آپ ACID PHOS 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور GRAPHITESL 200 ہر آٹھویں دن ایک بار لیں۔ اس کا گلے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

ساجد عزیز گجر گنگا پور سے لکھتے ہیں کہ ایک بیماری تو آپ کے نسخہ سے ٹھیک ہوگئی اب دوسری بیماری لکھ رہا ہوں۔ شائع کیے بغیر علاج بتائیں۔

محترم آپ ACID PHOS 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

حمنہ ایمان بھاولنگر سے لکھتی ہیں کہ میں آنچل کی شکر گزار ہوں جس کی وجہ سے ہمارے مسائل گھر بیٹھے ہی حل ہوجاتے ہیں۔ اللہ آنچل کی ٹیم کو اور ڈاکٹر صاحب کو دنیا و آخرت دونوں میں کامیابی عطا فرمائے۔ اب آتی ہوں مسائل کی طرف میرے چہرہ پر بال ہیں تھوڑی اور گردن پر بھی میری دوست نے APHRODITE استعمال کی ہے۔ جس سے بال ختم ہوگئے ہیں۔ لہٰذا میں بھی استعمال کرنا چاہتی ہوں۔ اس کے علاوہ نسوانی حسن کی کمی ہے۔ کیا BREAST BEAUTY استعمال کرسکتی ہوں۔ میری بھانجی کی عمر 10 سال ہے اس کے تھوڑی پر بال ہیں ہونٹ کے اوپر بال ہیں عمر کے ساتھ بالوں میں اضافہ ہورہا ہے۔

محترمہ آپ APHRODITE کے لیے 900 روپے اور BREAST BEAUTY کے لیے 550 روپے کل 1450 روپے منی آرڈر کردیں میرے کلینک کے پتے پر اور اپنا پتا مکمل لکھیں منی آرڈر فارم کے آخری کوپن پر اپنا مکمل پتا صاف لکھیں اور مطلوبہ دوا کا نام ضرور لکھیں۔ آپ کو جدید فارمولا APHRODITE اور BREAST BEAUTY گھر پہنچ جائے گی۔

ریحانہ شورکوٹ سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر نسخہ تجویز کردیں۔

محترمہ 20 سال کی عمر کے بعد یہ مسئلہ حل نہیں ہوسکتا۔

مسز وقاص گجرات سے لکھتی ہیں کہ میرا پیٹ اور کولہے

بہت زیادہ بھاری ہیں۔ اس وجہ سے میں بہت پریشان ہوں۔ دوسرے چہرہ پر چھائیاں ہیں۔

محترمہ آپ CALCIUM FLUOR 6X کی چار چار گولی صبح شام لیں اور BERBARIS AOUIF-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر دوپہر ورات کو لیں۔ CALCIUM CARB 200 کے پانچ قطرے ہر آٹھویں دن ایک بار لیں۔

عنبرین سلیم کراچی سے لکھتی ہیں کہ میری رنگت صاف نہیں ہے۔ دوسرے میرا پیٹ بڑھ گیا ہے ماہانہ اخراج کی کمی ہے اور سب سے بڑا مسئلہ میرے بالوں کا ہے جو کئی سال سے بڑھنے کا نام نہیں لیتے۔ بال بے رونق باریک اور دومنہ ہورہے ہیں۔

محترمہ آپ PITUITRIN 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اور JODUM-IM کے پانچ قطرے ہر پندرہ دن میں ایک بار لیں۔ HAIR GROWER کا استعمال جاری رکھیں۔ ان شاء اللہ مسئلہ حل ہوجائے گا۔

اسماء رحمن نوشہرہ سے لکھتی ہیں کہ میرے بال بہت زیادہ جھڑرہے ہیں۔ اگر اسی طرح جھڑتے رہے تو میں گنجی ہوجاؤں گی۔ دوسرا میرا مسئلہ ہے کہ 16 سال کی عمر میں قد 4 فٹ گیارہ انچ ہے قد بڑھانا چاہتی ہوں۔

محترمہ آپ CALCIUM PHOS 6X کی چار گولی تین وقت روزانہ کھائیں اور BARIUM CARB 200 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر آٹھویں دن ایک بار لیں۔ تین ماہ پورے کرلیں۔ قد بڑھنا شروع ہوگا عمر کے ساتھ بڑھتا رہے گا۔ مبلغ 600 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں آپ کو HAIR GROWER گھر پہنچ جائے گا۔ اس کے استعمال سے بال گرنا بند ہوں گے اور گرے ہوئے بالوں کی جگہ ان شاء اللہ نئے بال پیدا ہوں گے۔ بال لمبے گھنے اور خوب صورت ہوجائیں گے۔

ص مناظر لالہ موسیٰ سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 23 سال ہے اور بال تیزی سے سفید ہورہے ہیں۔ میری کزن کے بال بھی پتلے اور کمزور ہیں تیزی سے گررہے ہیں۔ چہرہ پر چھائیاں داغ ہیں اور بال بھی بڑھ گئے ہیں۔ برائے مہربانی اس کا کوئی حل بتائیں۔

محترمہ آپ JABORANDI-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیا کریں۔ اس کے علاوہ HAIR GROWER استعمال کریں۔ اپنی کزن کو بھی ہیئر گروور استعمال کرائیں اور چہرہ کے بال ختم کرنے کے لیے 900 روپے کا منی آرڈر کریں آپ کو APHRODITE گھر پہنچ جائے گا۔

نوید اقبال اسلام آباد سے لکھتے ہیں کہ خط شائع کیے بغیر علاج بتائیں بڑی مہربانی ہوگی۔

محترم آپ ACID PHOS 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

س۔س چنیوٹ سے لکھتی ہیں کہ میرے سر کا آپریشن ہوا تھا تو بال کٹ گئے ہیئر گروور کے استعمال سے فرق پڑا مگر خشکی بہت ہے کیا یہ بھی اس سے ختم ہوجائے گی میری بھابی کے سر میں جوئے ہیں کوئی علاج بتائیں۔

آپ ہیئر گروور کا استعمال جاری رکھیں خشکی وغیرہ سب ختم ہوجائے گی جوئے کیا ہوتا ہے میں سمجھا نہیں۔

نمرہ بھٹی حافظ آباد سے لکھتی ہیں کہ حسن نسواں کی کمی ہے۔ دوسرے میرا رنگ گندمی ہے گورا کرنا چاہتی ہوں۔

محترمہ آپ SABALSERULTTA-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔ اور JODUM-IM کے پانچ قطرے پندرہ دن بعد ایک مرتبہ لیں۔ 550 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پر ارسال کردیں۔ منی آرڈر فارم کے آخری کوپن پر مطلوبہ دوا کا نام BREAST BEAUTY ضرور لکھیں۔

طیبہ نور لکھتی ہیں کہ مسئلہ شائع کیے بغیر علاج تجویز کردیں۔ شکریہ

محترمہ آپ RATANNIA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

محمد احمد سیالکوٹ سے لکھتے ہیں کہ میرا سر گنجا ہوگیا ہے۔ کئی چیزیں استعمال کی ہیں مگر فائدہ نہیں ہوا ایک دوست نے آپ کے HAIR GROWER استعمال

کا مشورہ دیا ہے برائے مہربانی ہیئر گروور ارسال کردیں۔

محترم آپ 600 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔ منی آرڈر فارم کے آخری کوپن پر اپنا نام پتا مکمل لکھیں اور مطلوبہ دوا کا نام ضرور لکھیں آپ کو ہیئر گروور گھر پہنچ جائے گا۔

ذکاء الرحمان راولپنڈی سے لکھتے ہیں کہ مجھے جلدی بیماری ہے جلد پر خارش ہوتی ہے کھجانے سے خون نکلتا ہے اور اس کی زیادتی سردی کے موسم میں ہوتی ہے۔

محترم آپ PETROLIUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

نثار احمد، احمد پور شرقیہ سے لکھتے ہیں کہ میرے بائیں گردہ میں پتھری ہے کبھی کبھی درد زیادہ کرتی ہے۔

محترم آپ BERBARISVULG-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

ممتاز الدین ٹوبہ ٹیک سنگھ سے لکھتے ہیں کہ میرا بیٹا عمر 16 سال قد چھوٹا ہے اس کا قد بڑھانے کے لیے کوئی مناسب دوا بتائیں۔

محترم آپ بیٹے کو CALCIUM PHOS 6X کی چار چار گولی تین وقت روزانہ کھلائیں اور BARIUM CARB 200 کے پانچ قطرے ہر آٹھویں دن ایک بار دیں 3 ماہ مکمل کرلیں قد بڑھنا شروع ہوجائے گا اور پھر عمر بڑھنے کے ساتھ بڑھتا جائے گا ان شاءاللہ۔

ڈاکٹر سارہ لاہور سے لکھتی ہیں کہ ایک مریضہ اس کا حمل ضائع ہوجاتا ہے بچہ کی حرکت ختم ہوجاتی ہے تو پھر صفائی کرنی پڑتی ہے۔

محترمہ آپ اس کو پہلے ماہ سے SABINA 30 کے پانچ قطرے تین وقت روزانہ دیں۔ TUBERCULINUM-200 کے پانچ قطرے آٹھویں دن دیں۔ ان شاء اللہ مدت مکمل ہونے پر خوشی نصیب ہوگی۔

زیب النساء سیالکوٹ سے لکھتی ہیں کہ انلارجنٹ آف یوٹرس کی شکایت ہے بہت پریشان ہوں اس کے علاوہ چہرہ پر کلائیوں پر بال ہیں۔

محترمہ آپ SEPIA کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں وزن اٹھانے سے احتیاط کریں مبلغ 900 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں آپ کو بال ختم کرنے کی دوا APHRODITE گھر پہنچ جائے گی۔

عینی سکھر سے لکھتی ہیں کہ میرے دانتوں سے خون آتا ہے مسوڑھے دانت چھوڑ رہے ہیں۔

محترمہ آپ MERCSOL 6 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں۔

جمال الدین سومرو بدین سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ بہت خراب ہے بہت پریشان ہوں۔

محترم آپ KALI PHOS 6X کی چار چار گولی تین وقت روزانہ کھائیں۔

معائنہ و باقاعدہ علاج کے لیے تشریف لائیں۔ صبح 10 تا 1 بجے شام 6 تا 9 بجے فون۔ 021-36997059 ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک دکان C-5 KDA فلیٹس فیز 4 شادمان ٹاؤن 2 سیکٹر 14-B نارتھ کراچی 75850۔

خط لکھنے کا پتا: آپ کی صحت ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس 75 کراچی۔

ڈش مقابلہ

طلعت آغاز

فالسے کا شربت

اشیاء:

فالسے	ایک سیر
چینی	ڈیڑھ پاؤ
عرق گلاب	آدھا سیر
کھانے والا میٹھا جامنی رنگ	ایک چٹکی

ترکیب:

فالسے اچھے عمدہ لے کر ان کو کونڈی میں ڈال کر پیس لیں اور پھر کسی باریک کپڑے میں ڈال کر چھان لیں۔ فالسے کا عرق علیحدہ رکھ لیں۔ اب چینی کو عرقِ گلاب میں ڈال کر پکائیں اور ایک جوش آنے پر فالسے کا رس اس میں ڈال دیں اور پکنے دیں، جیسے جیسے اس پر میل آتا جائے چمچے سے اتارتی جائیں جب میل ختم ہوجائے تو اس میں رنگ کو پانی میں گھول کر ڈال دیں اور ایک دو ابال آنے پر اتار لیں ٹھنڈا ہونے پر بوتلوں کو خشک کر کے ان میں بھر لیں اور گرمی میں خوب مزہ لیں، جب جی چاہے بنا کے پئیں اور مہمانوں کو بھی دیں۔

(صبا نواز بھٹی......سانگھڑ، سندھ)

فش فرائی

اجزاء:

مچھلی (تلنے کے لیے)	چار عدد
سرکہ	آدھا پیالی
نمک	ایک چائے کا چمچ
کالی مرچ	ایک چائے کا چمچ
ڈبل روٹی کا چورا	ایک پیالی
کارن فلور	دو کھانے کے چمچ
انڈا	ایک عدد
اجینو موتو	ایک چائے کا چمچ
کوکنگ آئل	تلنے کے لیے

ترکیب:

مچھلیوں میں نمک، کالی مرچیں، سرکہ اور اجینو موتو ملا کر دو گھنٹے کے لیے رکھ دیں پھر ایک فرائی پین میں کارن فلور میں تھوڑا سا پانی گھول کر مچھلی پر لگائیں، پھر انڈا لگائیں اور آخر میں ڈبل روٹی کا چورا اچھی طرح لپیٹ لیں۔ یہ مچھلیاں سائیڈ پر رکھ دیں پھر فرائی پین میں آئل گرم کریں اور یہ مچھلیاں تل لیں، لیجیے مزیدار فش فرائی تیار ہیں۔

(پروین افضل شاہین......بہاولنگر)

کیری اور سبز مرچوں کی چٹنی

اشیاء:

سبز مرچ	ایک پاؤ
کیری	تین عدد (بڑے سائز کی)
لہسن	پانچ جوئے
سفید زیرہ	ایک چائے کا چمچ
نمک	حسب ضرورت
گھی یا کنگ آئل	آدھا پاؤ

ترکیب:

سب سے پہلے سبز مرچوں، کیری اور لہسن کو باریک پیس کر چٹنی بنا لیں۔ ایک فرائنگ پین میں گھی گرم کریں جب گھی اچھی طرح گرم ہوجائے تو اس میں چٹنی سفید زیرہ اور حسب ضرورت نمک ڈال کر بھونیں، جب چٹنی گھی چھوڑنے لگے تو اسے چولہے پر سے اتار لیں، دوپہر میں گرم گرم تندروی روٹی کے ساتھ سرو کریں اور ہمیں کھاتے وقت ضرور یاد کریں۔

(شمع مسکان......جام پور)

کچے آموں کی چٹنی

اشیاء:

کچے آم	دو کلو
چینی	حسب ذائقہ
پسی ہوئی کالی مرچ	آدھا چائے کا چمچ
نمک	حسب ذائقہ
سرخ مرچ	حسب ذائقہ
پسا ہوا زیرہ	آدھا چائے کا چمچ

ترکیب:

کچے آموں کو دھو کر باریک چھلکا اتار کر درمیانے سائز کے ٹکڑے کرلیں ایک دیگچی میں پانی ڈال کر چولہے پر چڑھا دیں پانی بس اتنا ہو کہ آم کے ٹکڑے اس میں جذب ہوجائیں ہلکی آنچ پر پانچ سے دس منٹ تک ابالیں، جب ٹکڑے کچھ نرم پڑ جائیں تو اتار لیں پھر دیگچی میں بچے ہوئے پانی میں تھوڑا سا پانی ڈال کر حسب ذائقہ چینی ڈال کر ٹکڑے بھی ڈال دیں اور دیگچی کو ڈھک دیں۔ پندرہ سے بیس منٹ تک وہ بالکل تیار ہوجائیں گے اسی میں ہی پسی ہوئی کالی مرچیں، زیرہ ڈال دیں اور جو لوگ مسالے والی چٹنی پسند کرتے ہیں وہ اس میں حسب ذائقہ نمک و مرچ ڈال لیں اور پھر اچھی طرح مکس کرلیں اور کچے آموں کی چٹنی تیار ہوگئی، روٹی یا چاول کے ساتھ بھی کھائی جاسکتی ہے اور ویسے بھی لطف اندوز ہوسکتے ہیں کھا کے ضرور ٹرائی کیجیے گا۔

(مدیحہ نورین مدوح......برنالی)

نٹی فروٹ بار

اجزاء:

میدہ	ایک کپ
براؤن شوگر	2/3 کپ
مکھن	3/4 کپ
اخروٹ، پستہ، بادام مونگ پھلی	1/2 کپ کتر لیں
پھل (انگور، چیری)	1/2 کپ
چاکلیٹ	2 کھانے کے چمچ (کش کرلیں)
انڈا	ایک عدد (پھینٹ لیں)

ترکیب:

ایک پیالے میں آدھی براؤن شوگر میدہ اور مکھن خوب مکس کرلیں، جب یہ بریڈ کرمبز کی طرح ہوجائے تو گریس کی ہوئی بیکنگ ٹرے میں بچھا دیں اور پندرہ منٹ تک بیک کریں۔

اب ایک پیالے میں انڈا پھینٹ کر بقیہ براؤن شوگر میوے اور پھل ڈال کر مکس کریں۔ یہ مرکب بیک کیے ہوئے کرسٹ پھیلا کر ڈال دیں اور پھر مزید دس منٹ تک بیک کرلیں۔ آخر میں نکال کر تیز چھری کی مدد سے بار کی شکل میں کاٹ کر سرو کریں۔

(سمیرا مشتاق ملک۔اسلام آباد)

نوڈلز کی مزیدار ٹکیاں

اشیاء:

نوڈلز کرارا	ایک چھوٹا پیک
انڈے	دو عدد
کالی مرچ	حسب ذائقہ
نمک	حسب ذائقہ
پانی	ڈیڑھ کپ
آئل	تھوڑا سا تلنے کے لیے

ترکیب:

سب سے پہلے نوڈلز کو ڈیڑھ کپ پانی میں ابالیں نوڈلز میں موجود پیکٹ کو باہر نکال لیں جب پانی اچھی

طرح خشک ہوجائے تو نیچے اتارلیں اس میں انڈے پھینٹ کر ڈالیں اور نوڈلز میں موجود پیکٹ کھول کر ڈالیں اور نمک اور کالی مرچ بھی اس آمیزے میں ڈال دیں اور اچھی طرح مکس کرلیں اب توے پر تھوڑا سا گھی ڈالیں اس گھی میں چمچ کے ساتھ تھوڑا تھوڑا آمیزہ رکھتے جائیں پھر اس کو پلٹ کر سائیڈ پر کردیں نیچے نہیں اتارنا توے پر ہی رکھنا ہے اور کڑاہی میں نہیں تلنے کیونکہ کڑاہی میں تلنے سے سارے بکھر جائیں گے جب براؤن ہوجائیں تو نیچے اتارلیں۔ لیں جی مزیدار ٹکیاں تیار ہیں گرم گرم کھائیں اور یاد کریں۔

(نورین شفیع.....ملتان)

املی کی چٹنی

اجزاء:

املی	ایک پاؤ
نمک	آدھا چائے کا چمچ
چینی	دو کھانے کے چمچ
لال مرچ (پسی ہوئی)	ایک چائے کا چمچ
سونٹھ پسی ہوئی	آدھا چائے کا چمچ
ہینگ پسی ہوئی	چٹکی بھر
ڈالڈا تیل	تین پیالی

ترکیب برائے چٹنی:

املی کو دو پیالی گرم پانی میں 20 منٹ کے لیے بھگودیں پھر گاڑھا رس نکال کر سارے مسالے میں ملا کر دس منٹ تک پکائیں املی کی چٹنی تیار ہے۔

(صدیقہ خان.....باغ آزاد کشمیر)

انڈا پراٹھا

اجزاء:

انڈے	5 عدد
دودھ	1/2 پاؤ
نمک اور کالی مرچ	حسب ضرورت
کوکنگ آئل	حسب ضرورت
سفید فائن آٹا	ایک کلو

ترکیب:

فائن آٹے میں نمک اور گھی ڈال کر اچھی طرح مکس کرلیں۔ دودھ اور انڈوں کو ایک ساتھ مکس کرکے اچھی طرح Beat کرلیں۔ اس دودھ کے مکسچر سے آٹا گوندھیں پھر پیڑے بنالیں اور Bail کر پراٹھے بنالیں۔

(جبین خان‘ حبہ.....کوہاٹ)

گول گپے

اجزاء:

آٹا	ایک کپ
سوجی	دو چمچ
آئل	دو چمچ
نمک	حسب ذائقہ

ترکیب:

آٹے میں سوجی اور آئل ڈال کر گوندھیں پھر اس میں نمک ڈال کر دوبارہ گوندھیں۔ ایک بات کا خیال رکھیں کہ آٹا سخت رکھ کر گوندھیں پھر اسے تین گھنٹے کے لیے ڈھانپ کر رکھ دیں۔ آلو اور چنے ابال لیں پھر اس کے بعد کڑاہی میں آئل ڈال کر اچھی طرح سے گرم کریں اور بالکل چھوٹے چھوٹے پیڑے بنا کر اسے روٹی کی طرح بیلیں اور آئل میں ڈال دیں۔ پھر اسے ہلکا براؤن ہونے پر نکال لیں پھر املی لے کر پانی میں ڈبو دیں۔ اس کے بعد اسے چھان لیں پھر اس میں مرچ وغیرہ شامل کر کے نوش فرمائیں۔ زبردست گول گپے تیار ہیں۔

(میمونہ۔ ہرل)

بیوٹی گائیڈ

روبینہ احمد

ہونٹوں کو لپ اسٹک سے سجانا

ہونٹوں کے سنگھار کے لیے کریم فاؤنڈیشن کے بجائے لیکوئیڈ فاؤنڈیشن کا استعمال کریں کیونکہ کریم کی نسبت لیکوئیڈ فاؤنڈیشن سے بنائی گئی لپ بیس زیادہ دیر قائم رہتی ہے۔ ہونٹوں کی نازکی اور ملاحت برقرار رکھنے کے لیے کبھی بھی غیر معیاری و سستی قسم کی لپ اسٹک یا لپ کیئر پروڈکس مت خریدیے ورنہ آپ کے خوب صورت ہونٹوں کی نرمی کو ناقابل تلافی نقصان پہنچ سکتا ہے۔

لپ فاؤنڈیشن کے متبادل

اگر آپ ایک ہلکا چکنا فاؤنڈیشن استعمال کرتی ہیں جو عام طور پر چکنی جلد کے لیے بنایا جاتا ہے تو یہ فاؤنڈیشن آپ کے ہونٹوں کو لک نہیں دے سکے گا اس کے بجائے آپ ایک کنسیلر اسٹک استعمال کریں اور اپنے ہونٹوں پر کنسیلر کی تہہ جما دیں یہ روانی سے اپنا کام دکھاتا ہے اور اب آپ ہونٹوں کے لیے یہ ایک اچھے لپ اسٹک بیس کا کام انجام دے سکے گا۔

لپ اسٹک کا پھیلنا

اس سے زیادہ غیر پرکشش بات نہیں کہ آپ کے دہانے کے گرد لپ اسٹک مختلف نقش و نگار بناتے ہوئے پھیل جائے اور اگر آپ بے حد نوجوان یا کم عمر ہیں تب بھی یہ بدنما دھبے ہونٹوں کے گرد سخت بھدے دکھائی دیتے ہیں۔ اس سلسلے کے حل کے لیے اور اس صورت حال سے بچنے کے لیے اپنے لبوں پر پہلے فاؤنڈیشن اور پاؤڈر کی تہہ جمائیں پھر لپ پینسل سے ہونٹوں کے گرد آؤٹ لائن بنائیں۔

ہونٹوں کو بھرے بھرے نقش دینا

اگر آپ کے ہونٹ حد سے زیادہ پتلے ہیں تو لپ لائن اجاگر کرنے والی پینسل لیں جو کہ آپ کی لپ اسٹک کے رنگ سے گہری ہو اسے ہونٹوں کے گرد لگائیں اور اتنا بلینڈ کریں کہ کوئی علیحدہ نمایاں لکیر نہ ہو۔

موٹے ہونٹوں کو پتلا کرنا

اپنے لپ اسٹک سے گہرے رنگ کی لپ پینسل لیجیے اسے ہونٹوں کے گرد یا بیرونی لائن سے اندر کی طرف لگائیں اور پھر اسے ہلکا سا بلینڈ کریں اس سے موٹے ہونٹ پتلے نظر آئیں گے۔

لپ اسٹک سے روکھے ہونٹوں کی تھراپی

کیا آپ جانتی ہیں آپ کے ہونٹوں میں کوئی روغنی غدود نہیں ہوتے۔ اسی لیے یہ گرم یا سرد یا خشک موسم میں پھٹنے لگتے ہیں۔ لپ اسٹک میں (Emollients) پایا جاتا ہے۔ جو ہونٹوں کو خشکی سے محفوظ رکھتا ہے۔ اپنے گھر میں بھی لپ اسٹک ہونٹوں پر لگائیں اور ہونٹوں کو غیر محفوظ اور سادہ نہ چھوڑیں اگر لپ اسٹک لگانا پسند نہ کریں تو پیٹرولیم جیلی یا لپ گلوس کا ہلکا سا کوٹ ضرور لگائیں۔

خشک لبوں کا علاج

1/2 چائے کا چمچہ لپ گلوس اسے 1/4 چائے کا چمچہ لینولیس پیٹرولیم جیلی یا کوڈ بٹر میں مکس کریں اور پگھلا کر اجزاء مکس کرلیں آپ اسے خشک لبوں پر استعمال کرسکتی ہیں اسے ایک جار میں محفوظ کریں۔

ہونٹوں کی جھریوں کو معدوم کرنا

اپنے ہونٹوں کے گرد اور ہونٹوں کی لائنوں اور لکیروں کو معدوم یا ہموار کرنے کے لیے یہ نسخہ استعمال کریں۔ 1/0 کھانے کا چمچہ نہایت ہی باریک پسا ہوا جھانواں پتھر 1/2 کھانے کا چمچہ اپنی پسندیدہ کلینزنگ کریم میں مکس کریں اب اس آمیزے کو اپنے منہ کے گرد لگائیں پھر اسے روئی سے صاف کریں پھر پیٹرولیم جیلی اپنی آئی اسٹک کی مدد سے اس حصے پر لگائیں۔

عائشہ کرن صدیقی.....کوٹ چھٹہ

بھنویں خوب صورت بنائیں

بھنویں آنکھوں کے لیے فریم کی حیثیت رکھتی ہیں اوران کے بغیر خوب صورت آنکھوں کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ آرائش حسن میں آئی بروز کے نت نئے انداز گزشتہ کئی عشروں سے فیشن میں ان رہے ہیں۔ کبھی دیکھیں تو موٹی بھنویں مقبول ہوجاتی ہیں تو کبھی پتلی کبھی محراب نما سیدھی شیپ کی بھنوؤں کو پسند کیا جاتا ہے۔ لیکن فیشن کی اندھا دھند تقلید کرنے سے یہ بہتر ہے کہ اپنے چہرے کے ساخت کے لحاظ سے بھنوؤں کی شیپ اختیار کی جائے۔ اس مقصد کے لیے کسی ماہر آرائش حسن سے مشورہ کرنا بھی فائدے مند ثابت ہوسکتا ہے۔ عموماً بھنوؤں کو شیپ دینے کے لیے خواتین ٹوئیزر کا سہارا لیتی ہیں۔ اس سے بال نکالنے میں آسانی رہتی ہے۔ بھنوؤں کے غیر ضروری بال نکالتے وقت یہ دھیان میں رکھنا چاہیے کہ بال جس سمت میں اُگ رہے ہوں انہیں اسی سمت میں نکالا جائے کیونکہ اس طرح بال نکالتے وقت تکلیف نہیں ہوتی۔ تھریڈنگ کے ذریعے بھی بھنوؤں کو شیپ دی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور طریقہ ویکسنگ کا بھی ہے۔ ویکسنگ کا عمل احتیاط کے ساتھ کرنا پڑتا ہے۔ بعض اوقات خواتین ویکسنگ لگاتے وقت اس قدر گرم ویکس لگالیتی ہیں جس سے ان کی جلد متاثر ہوجاتی ہے۔ جس سے الرجی کا اندیشہ رہتا ہے۔ بیوٹی پارلر میں بھنوئیں بنوانے کے لیے یہ طریقہ اطمینان بخش ہے لیکن گھر میں یہ طریقہ مناسب نہیں رہتا۔ بہرحال زیادہ تر خواتین بھنوئیں بنوانے اور من پسند شیپ دینے کے لیے ٹوئیزر کا استعمال کرتی ہیں۔ یا پھر تھریڈنگ کا سہارا لیتی ہیں۔ اگر کسی تقریب کے موقع پر آپ بھنوؤں کو نیچرل لک دینا چاہتی ہیں تو آپ کو چاہیے کہ لپ اسٹک لگانے والے برش کی مدد سے بھنوؤں کے اندر براؤن یا سیاہ رنگ کا ہلکا سا آئی شیڈ لگائیں۔ خیال رہے کہ اس کے ساتھ اپنے بالوں کا رنگ مدنظر رکھیں۔ امید ہے خواتین ان تجاویز سے رہنمائی حاصل کر کے اپنی لک کو مزید بہتر بنانے کی کوشش کریں گی۔

طیبہ سعدیہ عطاریہ.....سیالکوٹ

دھوپ کی تمازت بالوں کے لیے بے حد نقصان دہ ہے

موسم گرما شروع ہوچکا ہے۔ ان دنوں دھوپ کی جو تمازت ہے اس میں نکلنے سے جہاں دیگر نقصانات ہیں وہیں آپ کے حسن کا حصہ آپ کی آرائش آپ کے گیسوؤں کے لیے بھی از حد نقصان دہ ہے۔ دھوپ کی تمازت آپ کے بالوں کو خشک کردیتی ہے اور بالوں پر قائم ہونے والی حفاظتی تہہ کو بھی ختم کرنے کا سبب بنتی ہے۔ ایک تحقیق کے مطابق مسلسل تین روز دن کے اوقات میں دھوپ کی تمازت میں باہر رہنے کے سبب بالوں پر پائی جانے والی قدرتی تہہ ختم ہوجاتی ہے جس کی وجہ سے آپ کے بال روکھے خشک اور کمزور ہوجاتے ہیں۔ لہٰذا آپ کو چاہیے کہ اپنے بالوں کی حفاظت کریں اوران کی مناسب دیکھ بھال کے ساتھ ساتھ ایسے نسخوں پر بھی توجہ دیں جن کے سبب آپ کے بال قدرتی چمک دمک اور مضبوطی برقرار رکھیں۔ بہترین غذا بھی آپ کے جسم کو صحت مند و توانا رکھنے کے ساتھ ساتھ آپ کے بالوں کو بھی صحت مند رکھنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ بالوں کو مناسب انداز میں دھونے کنڈیشنر اور برش کے استعمال کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔

سحرش ناز.....کراچی

تم سے ہی میری زندگی ہے!!!
محبتوں کی تمام اَدائیں...
کچھ حسیں سے دلکش لمحے
میری رگوں میں اُتر کر
اَنجان سے اَندیشے میں ڈوبے
اس کا یہ پوچھنا مجھ سے
زندگی کے کسی لمحے، کسی پل
تم مجھے چھوڑ تو نہ جاؤ گے
تو میں فقط یہ کہتی ہوں...
میں تو تم ہوں...
کہ تمہاری محبتوں کو پاکر
میں سے تم ہوگئی ہوں...
تم سے ہی میری زندگی ہے
تم سے ہی میری خوشی ہے
تم سے ہی میں ہوں...
تو پھر تم ہی بتلاؤ مجھ کو
تو پھر یہ کیسے ممکن ہے؟
تمہی کو تم سے جدا میں کردوں...
خود ہی کو تم سے جدا میں کردوں...!!!
(شاعرہ: مریم ماہ منیر، لاہور)

غزل

جھلملاتی ہوئی آنکھوں کے نظارے دیکھو
ٹوٹ کے گرتے ہیں پلکوں سے ستارے دیکھو
اس سے پہلے کہ تماشا بنیں محفل میں تیری
چھوڑ جاتے ہیں تجھے درد کے مارے دیکھو
پوچھنے حال اگر آ ہی گئے ہو تو سنو
چاک دامن ہی نہیں دل بھی ہمارے دیکھو
بند ہوجائیں گی آنکھیں یہ ہمیشہ کے لیے
آ کے اک بار میرے خواب کنوارے دیکھو
رو پڑو گے مجھے معلوم ہے تم بھی لوگو
گر محبت میں میرے نام خسارے دیکھو
ایک بس جان ہی بس میں تھی لٹادی تم پر
اور ہم کرتے بھی کیا نام تمہارے دیکھو
لے لیا جب ہمیں آغوش میں طوفانوں نے
رو پڑے ٹوٹ کے دریا کے کنارے دیکھو
کون کہتا ہے کہ پتھر ہے جگر نازی کا
اس کی آنکھوں میں کبھی درد کے دھارے دیکھو

نازیہ کنول نازی.....ہارون آباد

غزل

اب بچھڑنا ہے تو بچھڑیں گے روایات کے ساتھ
اے مرے دوست تری شرطِ ملاقات کے ساتھ
بے رخی اب نہ کسی طور گوارا ہوگی
کچھ مراسم ہی تو بگڑے ہیں مری ذات کے ساتھ
اس طرح ہم بھی کسی روز پلٹ آئیں گے
عین ممکن ہے ترے خواب و خیالات کے ساتھ
اس کو معلوم کہ غربت میں گزاری ہم نے
پھر بھی ہنستا وہ رہا میری سیہ رات کے ساتھ
کل کسی غیر کی محفل میں مرے یاروں نے
اک نیا جشن منایا ہے مری مات کے ساتھ
محوِ حیرت ہوں مجھے اس نے وفا بخشی ہے
اب رچائے گا کوئی کھیل وہ جذبات کے ساتھ
اب کہاں لوگ محبت سے ملا کرتے ہیں
اب ملاقات بھی ہوتی ہے مفادات کے ساتھ
وقتِ رخصت میرے سینے سے لپٹ کر راشد
وہ بہت روتا رہا گردشِ حالات کے ساتھ

راشد ترین.....مظفر گڑھ

غزل

جو ڈوبے ہیں سمندر میں آج آنسوؤں کے
عشق کی گہرائی کا پتا آج ہی چلا ہے
دل ٹوٹا ہے تو کسے الزام دیں گے ہم
محبت میں جدائی کا پتا آج ہی چلا ہے
دعا بھی کریں تو کس منہ سے کریں ہم
کیا خدا کی خدائی کا پتا آج ہی چلا ہے
بہت بگڑ گیا تھا تیرے ساتھ رہتے رہتے
اس دل کو تنہائی کا پتا آج ہی چلا ہے
خوشی کے گیت تو عاقل سنتا تھا پہلے بھی
اسے غم کی تنہائی کا پتا آج ہی چلا ہے

عاطف یزدان عاقل......راولپنڈی

محبت

محبت توڑ دیتی ہے
غموں سے جوڑ دیتی ہے
محبت مار دیتی ہے
بہت آزار دیتی ہے
محبت خار کی صورت
دلوں کو زخم دیتی ہے
محبت درد کی صورت
رگ و پے میں اترتی ہے
محبت آہ و زاری ہے
محبت سسکیاں بھی ہے
محبت رنج و الم بھی ہے
محبت سازِ غم بھی ہے
محبت سوزِ نغمہ ہے
محبت اک المیہ ہے
یہ دکھوں کی گواہی ہے
محبت بس تباہی ہے
محبت خوار کرتی ہے
بہت بے زار کرتی ہے

نزہت جبین ضیاء......کراچی

غزل

قسمت بدل نہ پائے تو صحرا نصیب لوگ
چھوڑ آئے گرم ریت پہ جلتا نصیب لوگ
سرکس کا کوئی کھیل ہے ان کی تمام عمر
اک شعبدہ سا ہیں یہ تماشا نصیب لوگ
بس اب لکیر الجھی ہوئی ہے لکیر سے
ہاتھوں سے لے گئے ہیں ہمارا نصیب لوگ
شب بختیوں پر کرتے ہیں ربّ سے شکایتیں
حالانکہ خود بناتے ہیں اپنا نصیب لوگ
حرماں نصیبیوں پر مری طعنہ زن تو ہیں
مانگیں گے ایک دن یہی مجھ سا نصیب لوگ
محرومِ التفات رہے آپ ہم تو کیا؟
لائے ہیں اس جہان میں کیا کیا نصیب لوگ
روشن تھے جن سے شہرِ محبت کے بام و در
احمد کہاں گئے وہ ستارہ نصیب لوگ

احمد رضا راجا......راولپنڈی

نظم

مجھے اس نے کہا اب لوٹ جاؤ
ہوا جو کچھ وہ ستم بھول جاؤ
میں حیران تھی اچانک کیا ہوا یہ
مگر پھر خاموشی سے لوٹ آئی
کہ مجھ سے منحرف وہ کب ہوا تھا
محبت سے وہ کب منکر ہوا تھا
فقط تعلق سے تھکتا جا رہا تھا
محبت پہ وہ اب پچھتا رہا تھا

انا شاہ زاد......گجرات

غزل

تم میری پہچان بنو
ایسے عالی شان بنو
ملے مجھے تسکین بہت
دیکھو تم نروان بنو
بنجر دل میں ہریالی ہو
میرے لیے دہقان بنو
بادل بن کر برسوں گی میں
تم کھیت بنو کھلیان بنو
قسمیں کھاؤں گی میں تمہاری
دین بنو ایمان بنو
سانس تمہاری میری ہو اک
تم گر میری جان بنو
یہ گلشن، یہ باغ تمہارا
جذبوں کا گلدان بنو
ہر جانب ہو بات تمہاری
ایک ایسے انسان بنو
کچھ نہیں مانگتی خانم تم سے
ربّ میرے نگہبان بنو

فریدہ خانم......لاہور

نظم

نیند مجھے رات بھر نہیں آتی
آنکھوں کے پالنے میں
جاگتی رہتی ہے
"تیری یاد"

سباس گل......رحیم یار خان

غزل

جدا ہیں بخت اے ساتھی ہمارے
ندی کے جس طرح سے دو کنارے
تمہاری مانگ میں افشاں سجادوں
کہو تو توڑ لاؤں چاند تارے
ہلا کر رکھ دیا ہے موجِ غم نے
تلاطم کے ہوں جیسے تیز دھارے
یہ دیکھا امتحانِ عاشقی میں
دغا دیتے ہیں اکثر دوست پیارے
دلِ مظلوم سے اک آہ نکلی
لرزتے دیکھے ہیں پھر چاند تارے
یہ کارِ عاشقی کارِ زیاں ہے
بگولوں کی طرح رُلنا ہے پیارے
دل راہی ہے ایسی کال کوٹھی
پرندہ بھی جہاں پر پَر نہ مارے

برکت راہی......ڈگری

غزل

پسِ دیوار کے منظر
گل و گلزار کے منظر
کوئی دیکھے بھلا کب تک
وہی اخبار کے منظر
بگڑ کر رہ گئے سارے
رخ و رخسار کے منظر
جلا کے رکھ نہ دیں مجھ کو
نئے افکار کے منظر
مری آنکھیں نہیں بھولیں
وہ خار زار کے منظر
رہیں گے یاد اے رانا
وہ تخت و دار کے منظر

قدیر رانا......راولپنڈی

آس

کبھی کبھی عمر بھر چلتے رہنے سے منزل نہیں ملتی
راستہ نہیں دِکھتا' وہ بھی نہیں ملتا
جس کی طلب ہو' جس کی آس ہو
جس کی ضرورت ہو' جس کی پیاس ہو
جو بجھادے مسکن میں لگی اگن کو
جو سجادے سُونے آنگن کو
جو مٹادے دکھ کی نشانیوں کو
زیست کی پریشانیوں کو
کبھی کبھی عمر بھر روتے رہنے سے بھی دکھ کم نہیں ہوتے
خشک ہوتے نہیں آنکھوں کے سوتے
ہونٹ مسکراتے ہیں
زندگی کی پُر خار راہوں پر
ہنستے روتے' گزرتے ہوئے
زیست سے ہار جاتے ہیں

فصیحہ آصف خان......ملتان

خواب

اس نے جو دکھائے تھے
بے خواب آنکھوں کو
خواب اب کے وہ سارے
اس طرح سے ٹوٹے ہیں
جس طرح سے کوئی شیشہ
ہاتھ سے گر کر
کرچی کرچی ہوجائے
جا بہ جا بکھر جائے
اب ایسے خوابوں کو
چُن کے ہم نے کیا کرنا؟
کرچیوں کو چننے سے
پوریں زخمی کیا کرنا؟
ٹوٹے ہوئے خوابوں کو
آنکھوں میں اب کیا بھرنا؟
اب جو اِن خوابوں کو آنکھ میں بسایا تو
آنکھیں اندھی کر بیٹھو گے
خود کو تنہا کر بیٹھو گے
آؤ کہ یوں کرتے ہیں
پھر سے دل کی سنتے ہیں
ٹوٹنے' بکھرنے کا
کوئی عہد کرتے ہیں
پھر سے خواب بنتے ہیں......!

صائمہ قریشی......آکسفورڈ

غزل

سنو دل تم سے اک بات کرنی ہے
چپکے سے ہی سہی الفت کرنی ہے
نا راز چھپائے رکھنا' نا حال بیان کرنا
کیسے کہیں صنم نے باک رات کرنی ہے
بہت مصروف رہ لیے فرصت میں
اب تیرے سنگ طے مسافت کرنی ہے
ڈھلنے دو سورج اے چاند نگر کے باسیو!
دیئے جلا کہ اب خوب صورت کائنات کرنی ہے
پھول خوشبو پیار محبت' بے تاب دل
ٹھہرو! پیاسی آنکھوں کو کچھ پل سکوت کرنی ہے
نا خوف' نا ڈر' نا فکر ملال و خیال تنہائی
محبت فاتح عالم' منکشف تم پہ ذات کرنی ہے
لہراتی زلفوں کو انعم چھونا نہیں کہ دل نے
گھنگھور پلکوں سنگ فسوں خیز رات کرنی ہے

انعم خان......ہری پور ہزارہ

بیاض دل

میمونہ تاج

انعام یافتہ بہنیں اپنا پتا جلد از جلد ارسال کریں

(پہلا انعام) نورین شفیع......ملتان

بارش ہوئی تو پھولوں کے تن چاک ہوگئے
موسم کے ہاتھ بھیگ کے سفاک ہوگئے
بادل کو کیا خبر کہ بارش کی چاہ میں
کیسے بلند و بالا شجر خاک ہوگئے

(دوسرا انعام) فریحہ شبیر......شاہ نکڈر

تُو نے دیکھا ہے کبھی صحرا میں جھلستا ہوا پیڑ
ایسے جیتے ہیں وفاؤں کو نبھانے والے
تُو کبھی دیکھنا ان کی صبحوں کو محسن
کتنا روتے ہیں اوروں کو ہنسانے والے

صدف سلمان......شورکوٹ شہر

اک تیری یاد ہے جو دھڑکتی ہے یہاں
ورنہ سینۂ ویران میں کیا رکھا ہے
تیرے ہی دم سے آباد ہے دنیا میری
تُو نہیں تو اس جہان میں کیا رکھا ہے
جو میں زندہ ہوں تو یہ پیار ہے تیرا
ورنہ اس روح بے جان میں کیا رکھا ہے

اقصیٰ زرگر......سنیہ زرگر' جوڑہ

طوفان میں کشتی کو کنارے بھی ملتے ہیں
جہاں میں لوگوں کو سہارے بھی ملتے ہیں
دنیا میں سب سے پیاری ہے زندگی
کچھ لوگ زندگی سے بھی پیارے ملتے ہیں

ساریہ چوہدری......ڈوگہ گجرات

درد کے پاتال میں ابھرے کبھی تو دیکھنا
پربتوں پر روشنی کے باب ہوجائیں گے ہم
فرقتوں کی آندھیوں پہ وصل ہوگا حادثہ
مل گیا وہ شخص تو نایاب ہوجائیں گے ہم

پری وش گوندل......منڈی بہاؤالدین

اک جہاں آباد ہے دل کے نہاں خانوں میں
نہ جانے کون راگ چھیڑ رہا ہے ان ویرانوں میں
اسے کہہ دو جاکر' رستہ بدل لے
کچھ بھی تو نہیں اب ان دربانوں میں

فرزانہ گل......اورنگی ٹاؤن' کراچی

ہر پل درودِ سرور عالم کہا کروں
ہر لمحہ محو روئے مکرم رہا کروں
ذکر رسولؐ ہوگا مداوائے دردِ دل
صلی علیٰ سے دل کے دکھوں کی دوا کروں

اقراء تبسم......اوکاڑہ

سب کچھ ہے پاس لیکن کچھ بھی نہیں رہا
اس کی ہی جستجو تھی اور وہ ہی نہیں رہا
کہتا تھا اک پل نہ رہوں گا تیرے بغیر
ہم دونوں رہ گئے' وہ وعدہ نہیں رہا

سباس گل......رحیم یار خان

پیکرِ صدق و وفا قائد میرے
اک مجسم تھے وفا قائد میرے
لاکھ ڈھونڈا پر ہمیں کب مل سکا
کوئی تجھ سا دوسرا' قائد میرے

سمیرا انور......جھنگ

وفا کی بستی میں رہنے والوں سے ہم نے محسن یہ طور سیکھا
لبوں پہ صحرا کی تشنگی ہو' مگر دلوں میں نہاں سمندر

طیبہ نذیر......گجرات

نہ جانے کس کو پسند آ گئی ہے میری آنکھوں کی نمی اے خدا
میں ہنسنا بھی چاہوں تو یہ پلکیں بھیگ جاتی ہیں

فرح طاہر قریشی......ملتان

کتنے حسین لگتے ہیں امبر پر اڑتے آزاد پنچھی
انہیں دیکھوں تو اپنا بچپن یاد آتا ہے

کامران خان......کوہاٹ

ایک ادھوری نظم کے مصرعے پہ آنسو دیکھ کر

کل رات میری ڈائری میں ایک تتلی مرگئی

اقراء کلثوم......سمبڑیال

تُو نے سمجھا تھا کہ تیرے ناز اٹھائیں گے ہم
بھول ہے تیری تجھ جیسے ہیں گلفام بہت

شمع مسکان......جام پور

ضروری تو نہیں لبوں سے کہوں داستاں اپنی
زباں اک اور بھی ہوتی ہے اظہارِ تمنا کے لیے

روبی گیلانی......فیصل آباد

چھلک چھلک گئیں یہ آنکھیں سوچ کر اکثر
کہ میرے ربّ کی ہیں عنایتیں مجھ پر کیا کیا

شگفتہ خان......بھلوال

کشیدہ کارِ ازل تجھ کو اعتراض کیا ہے؟
کہیں کہیں سے اگر زندگی رفو کرلوں؟

نازسلوش ذشے......میرپور آزاد کشمیر

یوں تو شکوہ گناہ ہے یاربّ!
کاش چند لمحے سکون لکھا ہوتا

سمیرا مشتاق ملک......اسلام آباد

یہ میری اپنی ہمت ہے جو میں دنیا میں رہتا ہوں
مگر مجھ سے نہیں بنتی مگر دریا میں رہتا ہوں

یاسمین عندلیب......شورکوٹ کینٹ

میرے ہاتھوں اور ہونٹوں سے خوشبو جاتی نہیں
کہ میں نے اسم محمدؐ کو لکھا بہت اور چوما بہت

حنا کنول......حویلی لکھا

وہ مجھ کو بھول بیٹھا ہے نہیں حیرت ہوئی سن کر
وہ اپنی عام سی چیزوں کو اکثر بھول جاتا ہے

انیلہ کنول......عبدالحکیم

کہیں پہ رک بھی سکتا ہے ہمارے عشق کا سودا
کہ جاناں حد سے آگے تو خسارہ جا نہیں سکتا

ساجدہ زید......سیالکوٹ

ایک پل میں خرید لیتے ہیں جو دل کی بستی کو ساقی
وہ لوگ دیکھنے میں اکثر غریب ہوتے ہیں

لبنیٰ ساجد......شیخوپورہ

دھڑکتے دل کی صدا بھی عجیب شے ظفر
کہ جیسے کوئی میرے ساتھ ساتھ چلتا ہو

تاخیر سے موصول شدہ

نسرین یاسمین، حیدرآباد۔ لاڈو ملک، دیپالپور۔ فیاض اسحاق، سلانوالی۔ نوشین اقبال نوشی، گاؤں بدر مرجان۔ طیبہ شیریں، کری خدابخش، راولپنڈی۔ ہما ایوب شیخ، عارف والا۔ انعم حسن گجر، راولپنڈی۔ بشریٰ ملک، سائرہ ملک، فیصل آباد۔ انوشہ ارمان، سموٹ۔ صائمہ احمد سحر، بھابڑہ، ضلع سرگودھا۔ شازیہ ہاشم، کھڈیاں قصور۔ فوزیہ فیاض، خوشاب، H.A۔ صنم ناز، گوجرانوالہ۔ نبیلہ خان مون، عبدالحکیم مجاہد آباد۔ رانی اسلام، گوجرانوالہ۔

کوپن بیاض دل .... برائے ماہِ اگست ۲۰۱۲ء

بہنیں اپنا نام و پتا بھی لکھا کریں تاکہ انعام کی بروقت ترسیل میں آسانی رہے۔ جو بہنیں کوپن کے ساتھ اپنا انتخاب ارسال کریں گی وہ شاملِ اشاعت کیا جائے گا اور بہترین انتخاب پر ایک ماہ کا رسالہ ارسال کیا جائے گا۔ بغیر کوپن کے کوئی بھی انتخاب قابلِ قبول نہیں ہوگا۔ تمام تر اختیارات ادارے کے پاس محفوظ ہیں۔ انچارج

مکمل نام...................... شہر کا نام......................

اشعار:..

یادگار لمحے

جویریہ طاہر

انعام یافتہ بہنیں اپنا پتا جلد از جلد ارسال کریں

حمد باری تعالیٰ

مولاؐ میرے مولاؐ مولاؐ میرے مولا
کرم مجھ پر اپنا خاص رکھنا
بہت ٹھکرایا گیا ہوں میں زمانے سے
کرم کی اک نظر ڈال دو اس ناچیز پہ
مولاؐ میرے مولاؐ مولاؐ میرے مولا
تیری تعریف میں کیا کروں
الفاظ نہیں ملتے کیسے بیان کروں
ہر رنگ میں ہے تُو
جدھر بھی دیکھوں نظر تُو آئے
مولاؐ میرے مولاؐ مولاؐ میرے مولا
تُو رحیم ہے تُو کریم ہے تُو خالق و رزاق ہے
کرم مجھ پر اپنا خاص رکھنا
مولاؐ میرے مولاؐ مولاؐ میرے مولا

عالیہ کاظمی......کہوٹہ

نعت رسول ﷺ

در پہ بلانا سبز گنبد والے
بگڑی بنانا سبز گنبد والے
تیرے در پہ آیا ہوں سوالی بن کر
سینے سے لگانا سبز گنبد والے
مانگنے آیا ہوں میں دو جہاں کے والی سے
دلانا مجھ کو دونوں جہاں کی نعمت
نہ لوٹانا خالی ہاتھ اے سبز گنبد والے
در پہ بلانا سبز گنبد والے

عالیہ کاظمی......کہوٹہ

ماہِ رمضان المبارک

ارشادِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ ”روزہ گناہوں کا بے ڈھال اور اس وقت تک ڈھال رہتا ہے جب تک اس میں سوراخ نہ کردو۔“ صحابہ نے دریافت فرمایا: ”یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں سوراخ کس چیز سے ہوتا ہے؟“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جھوٹ اور غیبت سے۔“

✦ ✦

✦ رمضان المبارک میں روزی فراخ ہوجاتی ہے۔
✦ مال و دولت میں اضافہ ہوجاتا ہے۔
✦ فرشتے روزہ دار کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں
✦ شیاطین بند کردیئے جاتے ہیں
✦ بہشت کھول دی جاتی ہے
✦ اور روزے دار کی دعا قبول ہوتی ہے

طیبہ شیریں......کوری خدابخش

(پہلا انعام) مہکتی کلیاں

اسلام نکاح سے پہلے عشق کی اس لیے مذمت کرتا ہے کہ انسان اپنی ساری محبتیں اس کے لیے بچا کر رکھے جو ان کا اصل حق دار ہے۔ شادی سے پہلے کی محبت گویا اس طرح ہے، جیسے افطاری سے پہلے کوئی افطار کرے، افطار کا مزہ بھی نہ رہا، گناہ کا مستحق بھی ہوا، کفارے کا خرچا بھی اور سزا بھی۔ جب ہم خود کے لیے پاک دامن شریک سفر کی تمنا کرتے ہیں تو ہمیں خود بھی ویسا ہی بننا چاہیے کیونکہ فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ انسان جو چیز اپنے لیے پسند کرے وہی اپنے مسلمان بہن بھائی کے لیے پسند کرے تو ہمیں اک بار ضرور دوسرے کو اپنی جگہ رکھ کر سوچنا چاہیے، جب اپنے لیے ہم پاک صاف چیز طلب کرتے ہیں تو خود ویسے کیوں نہیں بنتے۔

ساریہ چوہدری......گجرات

(دوسرا انعام) دل

امام غزالی نے فرمایا: ”اے انسانو! اگر کوئی بادشاہ تمہارے گھر آنے کا ارادہ کرے تو تم مقررہ وقت سے پہلے ہی اس کے لیے تیاری شروع کردو گے۔

گھر کو رنگ و روغن کرو گے، نئے قالین بچھاؤ گے، آرائش نئے طریقے سے کرو گے اور گھر کو اچھی طرح صاف ستھرا کرو گے تا کہ بادشاہ تمہارے گھر سے خوش ہو کر جائے۔

تو اے انسانو! سوچو وہ جو بادشاہوں کا بادشاہ ہے جس کے رہنے کا گھر تمہارا دل ہے تو تم اپنے دل کو صاف ستھرا کیوں نہیں رکھتے۔

اے انسانو! اپنے دل سے بُری خصلتیں یعنی حسد بغض تعصب، نفرت اور خدا کی نافرمانی کو نکال کر باہر پھینک دو اس میں محبت کا بیج ڈالو تا کہ تمہارے دل میں اس عظیم ہستی کی محبت پیدا ہو۔

بشریٰ ملک، مائرہ ملک......فیصل آباد

یادیں

وہ کلاس کی پڑھائی وہ پیار بھری باتیں
وہ سلیبس کی ٹینشن وہ ایگزیمز کی راتیں
وہ کینٹین کی پارٹی وہ دوستوں کی باتیں
وہ جھگڑے لڑائی وہ روٹھنا منانا
وہ فیوچر کی پلاننگ میں راتیں بتانا
پر کلاس میں نیندوں کی وادی میں جانا
وہ بے تکی باتوں کو سیریسلی لینا
وہ مطلب کی باتیں ہنسی میں اڑانا
نہ وہ دن ہیں نہ راتیں نہ باتیں
اگر کچھ ہے باقی تو ہیں بس یادیں

کامران خان......پشاور

لمحے

سبھی لمحے
وہ
بے رنگ
ہیں
کہ
جن میں تم نہیں ہوتے

سباس گل......رحیم یار خان

المیہ

✦ عورت کی زندگی کا سب سے بڑا المیہ محبت ہے۔ مرد اور عورت کی بنیادی محبتوں میں فرق ہے، مرد محبت کرنا چاہتا ہے، محبت کرنا اس کے بس میں ہے۔ جس سے چاہے کرے، جب چاہے کرے۔ محبت کرنے کا ملاپ یا وصال سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، اس کے برعکس عورت کی خواہش ہوتی ہے کہ اس سے محبت کی جائے، وہ چاہی جائے، یہ فعل اس کے بس میں نہیں۔ اس کا انحصار دوسروں پر ہوتا ہے، وہ چاہیں یا نہ چاہیں محبت کریں یا نا کریں۔

لاڈو ملک......دیپالپور

رمضان آیا

ہو مبارک آپ سب کو رمضان آیا
ہے مہینہ جس میں پیارا قرآن آیا
سرکش شیاطین کی گرفتاری کو
یزداں کی جانب سے نگہبان آیا
خالی مساجد کو بھرنے کے واسطے
دل میں گھر کرنے کو مہمان آیا
اے مہر لازم ہے اس کی مدارات
ٹوٹے دل کو جوڑنے جو درمان آیا

مہر، ملائکہ، دعا گل......کراچی

فرق

✦ ربّ اور انسان سے محبت میں کیا فرق ہے؟
✦ انسان سے محبت آپ کی سب سے بڑی کمزوری بن جاتی ہے
✦ اور ربّ سے محبت آپ کی سب سے بڑی طاقت بن جاتی ہے۔

نادیہ کامران......کہوٹہ

چھوٹی سی بات

❖ انسان چاہے کسی بھی نسل کا ہو، کسی بھی رنگ کا ہو، سب کے خون اور آنسوؤں کا رنگ ایک ہی ہوتا ہے۔
❖ روٹھنا چاہیے لیکن اتنا نہیں کہ منانے والا مناتے مناتے خود روٹھ جائے۔

❖ وقت ایک ایسا آوارہ گرد ہے جس نے آج تک کہیں قیام نہیں کیا۔
❖ ناکامی کا خوف ہی ناکامی کا آغاز ہے۔

منزہ حیدر......کوٹ قیصرانی

دعا

❖ وقت دعا میں اک دعا کروں
❖ میں ربّ سے اک التجا کروں
❖ تو خوش رہے تو شاد رہے
❖ تیرے دل کا آنگن سدا آباد رہے
❖ تو ہر پل یوں ہی ہنسا کرے تو پھول کی مانند کھلا رہے
❖ تیری زندگی میں کوئی غم نہ ہو، تیری آنکھ کبھی نم نہ ہو
❖ تجھے کسی سے گلہ نہ ہو کوئی دکھ تجھے ملا نہ ہو
❖ تجھے بن مانگے وہ عطا کرے
❖ تیری معاف ہر اک خطا کرے

عنبر مجید......کوٹ قیصرانی

اقتباس

''جب اپنا بہت عزیز بہت پیارا بچھڑ جائے تو انسان اپنے جینے کے جواز اپنے زندہ رہنے کے بے معنی سے ہی سہی لیکن بہانے ڈھونڈنے لگتا ہے تا کہ اگر ان سے کبھی وہ بچھڑنے والا ملے تو ان سے جینے کا جواز ان کی زندگی کا استفسار نہ مانگے اور مانگے تو وہ جھٹ سے بتائیں، تیری یادیں تھیں، کچھ نشانیاں تھیں، کچھ وعدے تھے، کچھ ذمہ داریاں تھیں، جن کو نبھانے کے لیے جینا پڑا، مجبوری تھی، سمجھا کرو۔''

شمع مسکان......جام پور

جمعتہ المبارک کی فضیلت

✦ جمعے کے دن فرشتے زمین پر سونے کے ورق اور چاندی کے قلم سے درود پاک پڑھنے والوں کے نام لکھتے ہیں۔
✦ جمعہ کے دن سورج غروب ہونے تک جتنا ہو سکے درود شریف پڑھیے اور کوئی بھی اس نیکی سے محروم نہ رہے، اللہ پاک آپ کو (ہم سب کو) اس کا اجر عطا فرمائے، آمین ثم آمین۔

ریشماں کنول......حیدر آباد

شرفِ قبولیت

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: ''اے موسیٰ! جب تم مجھ سے کلام کرتے ہو تو تمہارے اور میرے بیچ میں 70 فرشتے ہوتے ہیں مگر جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت مجھ سے کلام کرے گی تو ان کے اور میرے بیچ کوئی نہیں ہوگا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو افطار کے وقت مجھ سے دعا مانگتے ہیں، میں ان کی اس وقت دعا قبول کرتا ہوں اور کبھی رد نہیں کرتا۔

عروسہ شہوار......کالا گوجراں

زندگی

❖ زندگی میں دو چیزیں ٹوٹنے کے لیے ہوتی ہیں۔ آس اور سانس۔ سانس ٹوٹنے سے انسان ایک ہی بار مرتا ہے پر آس ٹوٹنے سے انسان بار بار ٹوٹتا ہے۔
❖ زندگی میں رشتوں کی خوب صورتی ایک دوسرے کی بات کو برداشت کرنے میں ہے۔
❖ زندگی میں کبھی تم یہ دیکھنا چاہو کہ تم کتنے امیر ہو تو تم اپنی موت کو مت گننا، اپنی آنکھوں سے چند آنسو گرانا اور دیکھنا کہ کتنے ہاتھ ان کو سمیٹنے کے لیے آگے آتے ہیں۔

رملہ ایمل......جہلم

دعا

✦ تُو ہی تو وہ ربّ ہے جسے میں نے حالتِ مرض میں پکارا تو شفا دی
✦ ذلت میں پکارا تو عزت دی
✦ جہالت میں پکارا تو علم کے نور سے سرفراز کیا
✦ بھوک میں پکارا تو رزق حلال دیا
✦ پیاس میں پکارا تو سیراب کیا
✦ اے اللہ! تُو بخش دے ہمیں ہمارے والدین کو، ہمارے اہل و عیال کو۔ اے اللہ! تُو جب تک ہمیں زندہ

رکھنا تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے پیروکار بنا کے رکھنا اور جب تُو موت دے تو ہمارا خاتمہ ایمان پر کرنا۔ یا اللہ! تُو میری اس ٹوٹی پھوٹی دعا کو ہم سب کے حق میں قبول فرما آمین ثم آمین۔

صائمہ طاہر سومرو...... حیدرآباد

تحفہ

اگر میں زندگی میں صرف ایک چیز تمہیں دے سکوں تو وہ خود کو میری نظروں سے دیکھنے کی اہلیت ہوگی۔ صرف تب ہی تمہیں احساس ہوگا کہ تم میرے لیے کتنے اہم ہو۔

انیلہ کنول...... عبدالحکیم

حضرت جبرائیل کی بددعائیں

ایک دفعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر بیٹھتے ہوئے تین مرتبہ ”آمین“ کہا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہا نے تعجب سے اس کا سبب دریافت کیا تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”ابھی جبرائیل علیہ السّلام میرے پاس آئے تھے انہوں نے دو بددعائیں دیں اور میں نے ان پر آمین کہا۔ پہلی بددعا یہ تھی وہ شخص تباہ و برباد ہو جس نے رمضان شریف کے روزے پائے اور نہ رکھے۔ دوسری بددعا یہ تھی وہ شخص تباہ و برباد ہو جس نے میرا نام سنا اور درود نہ پڑھا۔

فوزیہ سلطانہ جوجی...... تونسہ شریف

آنچل کے نام

برسوں کے انتظار کا انجام لکھ دیا
کاغذ پہ شام کاٹ کر پھر شام لکھ دیا
بکھری پڑی تھیں ٹوٹ کے کلیاں زمین پر
ترتیب دے کر میں نے تیرا نام لکھ دیا

یاسمین مشتاق چوہدری...... چک نمبر 170

مہکتی کلیاں

خدا نے تم پر جو چیزیں فرض کی ہیں انہیں ادا کرنے میں تاخیر مت کرو۔ اگر تم فرض کو اولیت دے کر ادا کرو گے تو خود بخود کیفیت تمہارے اندر انگڑائی لینے لگے گی لیکن اگر تم کیفیت کے چکر میں پڑ گئے تو شیطان تمہارے اور فرض کے درمیان حائل ہو کر تمہیں کوتاہی کا مرتکب کردے گا۔

ناز سلوش ذشے...... میرپور، آزاد کشمیر

محبت

+ محبت وہ کھیل ہے جس میں عقل ہار جاتی ہے
+ محبت کی کوئی بھی منزل نہیں اس کی ابتداء اور انتہا ایک ہی ہے
+ سچی محبت ہمیشہ دلوں کو جوڑتی ہے
+ محبت کا ایک گھنٹہ سو برس کی بے محبت زندگی سے بہتر ہے
+ سچی محبت نایاب ہے
+ محبت کرو تو ایسے جیسے دھیرے دھیرے بہتی ہوئی ندی ہو کیونکہ طوفانی محبتیں سب کچھ بہا لے جاتی ہیں

نمرہ افتخار...... اوکاڑہ

اشعار

میری الماری میں گرد سے اٹی کتاب کا جو پوچھا
میں گڑ گیا زمین میں، قرآن کہتے کہتے
یہ سن کے چپ سادھ لی اقبال اس نے
یوں لگا جیسے رک گیا ہو مجھے حیوان کہتے کہتے

(سلمٰی فہیم گل)

کام کی باتیں

+ آج کی دنیا میں بہت بے سکونی ہے، اللہ پاک کے قرب کا سب سے آسان طریقہ نماز ہے۔ نماز پڑھا کریں پورے خشوع خضوع کے ساتھ۔ دنیا کے مسائل کو بھلا کر، ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کے تمام مسائل حل ہوجائیں گے۔
+ کسی چیز کو پانے کے لیے آپ کی جستجو اور لگن اگر سچی اور نیک ہوگی تو وہ ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کو ضرور ملے گی۔ ہمیشہ اچھی چیز کی خواہش کریں اور اسے پانے کے لیے جائز ذرائع استعمال کریں (یعنی اللہ پاک سے دعا کرکے بہتری مانگیں)

+ اگر آپ کا دشمن کوئی بات کررہا ہو تو اسے سن لینا چاہیے ہوسکتا ہے کہ اس میں ہمارا فائدہ ہو۔

سدرہ ماہ رخ...... جہلم

محبت

محبت خدا سے ہو تو، بندگی بن جاتی ہے
محبت والدین سے ہو تو، فرض بن جاتی ہے
محبت اولاد سے ہو تو، ممتا بن جاتی ہے
محبت ایمان سے ہو تو، ملامتی بن جاتی ہے
محبت غیر سے ہو، زندگی برباد ہوجاتی ہے
محبت زندگی سے ہو تو، دولت بن جاتی ہے
محبت وطن سے ہو تو، عزت بن جاتی ہے
محبت مذہب سے ہو تو، دین بن جاتی ہے

زرتاشیہ شیرازی...... جڑانوالہ

دلچسپ معلومات

اللہ رات کو دن میں سے اور دن کو رات میں سے نکالتا ہے۔ ہر 22 جون سے 22 دسمبر تک ہر روز 80 سیکنڈ کے وقفے سے دن چھوٹا ہوتا ہے یہاں تک کہ دن 10 گھنٹے کا اور رات 14 گھنٹے کی ہوجاتی ہے اور 23 دسمبر سے 21 جون تک 45 سیکنڈ کے حساب سے دن بڑا ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ دن 14 گھنٹے کا اور رات 10 گھنٹے کی ہوتی ہے۔ شمال اور جنوب قطب میں 6 ماہ کی رات اور 6 ماہ کا دن ہوتا ہے۔ ہر 21 مارچ اور 23 اکتوبر کو رات، دن برابر ہوتے ہیں۔ پاک ہے وہ ذات جو ہر چیز پر قادر ہے۔

ہما ایوب شیخ...... عارف والا

اہم اور دلچسپ معلومات

+ دنیا میں سب سے زیادہ رکھا جانے والا نام ”محمد“ ہے
+ شہد کی مکھی کو سرخ رنگ نظر نہیں آتا
+ چیونٹی کبھی نہیں سوتی
+ مچھر کے منہ میں 22 دانت ہوتے ہیں
+ کوئل ایک ایسا پرندہ ہے جو کبھی گھونسلہ نہیں بناتا
+ اگر بچھو کے اردگرد آگ جلادی جائے تو وہ خود کو ڈس لیتا ہے
+ گھونگا تین سال تک سو سکتا ہے
+ ناشپاتی کا درخت تین سو سال تک پھل دیتا ہے
+ چھینک کو روکنے کی کوشش میں گردن یا دماغ میں خون کی شریان پھٹنے سے موت بھی ہوسکتی ہے

شگفتہ خان...... بھلوال

زندگی کیا ہے؟

حضرت معروف کرخیؒ سے کسی نے سوال کیا
”حضرت زندگی کیا ہے؟“
آپ نے جواب دیا ”ایک دریا!“
پوچھنے والے نے دریافت کیا ”اور آخرت؟“
جواب دیا ”ساحل!“
پھر سوال کیا اور ”تقویٰ!“
جواب ملا ”کشتی!“

مسز نگہت غفار...... کراچی

ایک خوب صورت بات

”غرور سے بچنا چاہتے ہو تو صرف اتنا یاد رکھو کہ مٹی کیڑوں مکوڑوں کی غذا ہے“

زیڈ این پاکیزہ سحر...... سکھر

یادگار لمحے

قارئین بہنوں اپنا مکمل نام و پتا بھی تحریر کیا کریں تاکہ انعام کی ترسیل بروقت ہوسکے۔ کسی بھی دو بہترین انتخاب پر ایک ماہ کے لیے اعزازی رسالہ ارسال کیا جائے گا۔ انتخاب منتخب کرنے کے تمام تر اختیارات ادارے کے پاس محفوظ ہیں۔ انچارج

آئینہ

شہلا عامر

پیاری بہنوں السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ! رمضان المبارک کی آمد آمد ہے' آنچل کی تمام کارکنان کی جانب سے آپ سب کو رمضان کی بہت بہت مبارک باد۔ دعا گو ہوں کہ اللہ رب العزت اس ماہ کی تمام رحمتیں' برکاتیں و مغفرتیں سے ہم سب کو مالا مال فرمائے' آمین۔

حنا طارق...... بہاولپور۔ السلام علیکم! آنچل قارئین اور تمام اسٹاف کو میرا پُر خلوص سلام۔ میں پہلی بار شرکت کر رہی ہوں' امید ہے آپ مایوس نہیں کریں گی۔ ڈیئر آپی! ہمیں آنچل بہت پسند ہے' اس کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ میری دعا ہے اللہ تعالیٰ آنچل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے' اس کے سارے سلسلے بہت زبردست ہوتے ہیں اور خاص کر سلسلے وار کہانیاں جن کا ہمیں شدت سے انتظار ہوتا ہے۔ آنچل کی ساری رائٹرز بہت اچھا لکھتی ہیں لیکن مجھے جس رائٹرز نے لکھنے پر مجبور کیا وہ ''نازیہ کنول نازی'' ہیں۔ میں ان کو بہت پسند کرتی ہوں۔ اللہ ان کو اور باقی تمام رائٹرز کو اسی طرح اچھا لکھنے کی توفیق دے' آمین۔ اللہ حافظ!

☆ حنا پیاری! خوش آمدید۔

اسماء عطاریہ...... کراچی۔ السلام علیکم! جناب کیسی ہیں آپ؟ امید ہے خیریت سے ہوں گی۔ آپی جون کا آنچل دیکھنے میں تو بہت اچھا لگا ابھی صرف (نازی کا ناول پڑھا ہے) بہت اچھا جا رہا ہے۔ نازی آپی! پلیز ذرا اچھا سا اینڈ کیجیے گا۔ آنچل میرا فیورٹ ہے اس کے سارے سلسلے زبردست ہوتے ہیں۔ عشنا جی! آپ کے ناول کے بارے میں کہنا چاہوں گی کہ پلیز کہانی میں نیا موڑ لائیے' آپ کے کردار کچھ زیادہ ہی نہیں سوچتے اور سوچتے سوچتے ہی سارے کام بھی ہو جاتے ہیں' پلیز بُرا نہیں مانیے گا۔ مجھے بھی آنچل پسند ہے۔ کراچی میں جو آنچل کی قارئین ہیں وہ مجھ سے دوستی کر لیں' میں ان سے دوستی کرنا چاہتی ہوں پلیز جواب ضرور دیجیے گا۔ میرا شریف طور' عفت سحر آپ بھی مجھے جواب ضرور دیجیے گا۔ مجھے آپ سے دوستی کرنا ہے اب اجازت' آنچل کا اسٹاف اور قارئین ہمیشہ خوش رہیں اور ترقی کریں' آمین' خدا حافظ۔

ایمن وفا...... جھڈو۔ تمام قارئین ساتھیوں کو محبت بھرا اسلام۔ امید ہے سب خیریت سے ہوں گی۔ آئینہ میں پہلی بار شرکت کر رہی ہوں۔ اب آنچل کی طرف آتے ہیں جس کے بارے میں تعریف کے الفاظ ہمیشہ کم پڑ جاتے ہیں۔ جی تو سب سے پہلے قیصر آنی کا شکریہ جو اتنا پیار دیتی ہیں کہ ان کے جوابات میں کھو سی جاتی ہوں۔ اس کے بعد پیاری سی دوستوں کے تعارف ماریہ کرن اور ثناء وقار کے تعارف بہت اچھے لگے۔ نورین اور مدیحہ جی! آپ ناراض مت ہوئیے گا۔ ماریہ اور ثناء میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں' پلیز جواب دیجیے گا۔ اس کے بعد اقراء آپی دوستوں کے جھرمٹ میں جواب دیتی نظر آئیں۔ آنچل کے ہمراہ سلسلہ بہت اچھا ہے مگر ابھی پڑھا نہیں سو...... سلسلہ وار ناول ''بھیگی پلکوں پر'' نہ دیکھ کر غصہ بھی آیا لیکن پھر سوچا ہو سکتا ہے کوئی خاص وجہ ہو...... باقی تمام ناولز افسانے اچھے تھے۔ صائمہ جبیں کا ''یہ جنون منزل عشق'' ذرا منفرد لگا۔ ''دوست کا پیغام آئے'' میں مسٹر کامران خان کا پیغام اپنے دوست کے نام بہت اچھا لگا' باقی تمام سلسلے ہمیشہ کی طرح بہترین تھے۔ خدا آنچل کو دن گیارہویں رات بارہویں ترقی دے اور ہماری شہلا آپی کو ہمیشہ خوش رکھے' آمین۔ اللہ حافظ!

☆ ایمن لواب تو خوش اور خوش آمدید!

آمنہ شاہ' سحرش شاہ' گل مینا شاہ اور اقراء شاہ...... جھنگ صدر۔ السلام علیکم شہلا آپی! آنچل اسٹاف اور تمام قارئین کو میرا محبت بھرا اسلام قبول ہو۔ آنچل اس ماہ 22 کو ملا۔ ہم ہاشمی قریشی نہیں۔ پردے کی سخت پابندی ہے لیکن ہم آنچل کی دیوانی ہیں۔ آنچل آ جائے تو سب کچھ بھلائے امی اور بھیا سے چھپ چھپا کر پہلے آنچل پڑھتے ہیں۔ ہمارا آنچل میں دوسرا خط ہے' میری آنٹی اور کزن نے پہلے ایک بار انٹرنیٹ کے ذریعے بھیجا تھا لیکن وہ شامل نہ ہو سکا۔ جس کے بعد ہماری ہمت نہ ہو سکی لیکن بہت زیادہ ہمت کر کے یہ خط آپ کو بھیج رہے ہیں کہ ہمارا یہ خط ضرور شائع کریں۔ شہلا آپی! ہمیں آپ ای میل کا صحیح طریقہ بتا دیں تاکہ ہمیں خط بھیجنے میں آسانی ہو اور یہ میرا کسی رسالے میں پہلا خط ہے۔ میں آٹھ سال سے آنچل کی خاموش قاری ہوں۔ اس خط کو لکھنے کی وجہ نازی آپی کا ناول ''پتھروں کی پلکوں پر'' ہے۔ باقی سارے سلسلہ وار ناول اچھے ہیں اور سارے مکمل ناول' ناولٹ اور افسانے بھی پڑھے وہ سب بھی بہت اچھے اور سبق آموز ہیں۔ میرا یہ خط ضرور شامل کیجیے گا۔ مجھے مایوس نہ لوٹائیے گا' میں بہت امید کے ساتھ خط لکھ رہی ہوں اگر آپ نے شامل نہ کیا تو میرا دل ٹوٹ جائے گا' آپ کو معلوم ہے کہ انسان کا دل کتنا

چھوٹا ہوتا ہے۔ انسان کی ہر چیز امید سے ہوتی ہے' میری تین خالہ اور تقریباً سب کزنز بھی بہت شوق سے پڑھتی ہیں۔ میری خدا سے دعا ہے کہ آنچل دن دگنی رات چوگنی ترقی کرے۔ قارئین بہنوں کو میری طرف سے پیار بھرا اسلام قبول ہو' خدا حافظ۔

☆ آپ سب کو خوش آمدید۔ آپ Info@aanchal.com.pk پر ای میل کر سکتی ہیں۔ ہر ماہ کی 8 تاریخ تک وصول ہونے والی ڈاک یا ای میل شامل اشاعت ہوتی ہیں۔

مدیحہ اشفاق...... گجرات۔ ڈیئر قارئین اور آنچل اسٹاف السلام علیکم! آنچل میں کافی ماہ بعد انٹری دے رہی ہوں' اس امید کے ساتھ کہ جگہ بھی ملے گی۔ اس ماہ کا آنچل 24 کو مل گیا' ٹائٹل بہت زبردست تھا پھر آگے بڑھے اور قیصر آراء آنٹی کی سرگوشیاں سنی پھر ''ہمارا آنچل'' میں چار پریوں سے ملاقات کی جو کہ اچھی تھی۔ اس دفعہ دو مکمل ناول دیکھ کر دل باغ باغ ہو گیا دونوں ناول زبردست تھے' ویل ڈن۔ نادیہ فاطمہ رضوی اور صائمہ جبین ''رشک گلاب'' ''تحسین جی! کی اچھی تحریر تھی۔ افسانے بھی سارے اچھے تھے۔ راحت وفا اور ام مریم جلد مکمل ناول کے ساتھ انٹری دیں۔ سلسلے وار ناول میں ''بھیگی پلکوں پر'' کو نہ پا کر مایوسی ہوئی۔ ''پتھروں کی پلکوں پر'' زبردست نازیہ مگر صفحات کم تھے' پڑھنا شروع کیا اور ختم بھی ہو گئی' تشنگی رہ گئی۔ پلیز اینڈ ہیپی ہیپی کرنا اور اپنا خیال رکھنا'' اور ''کچھ خواب'' عشنا جی کیا کہنے آپ کے' زبردست قسط تھی۔ آئینہ میں انعم خان اور صائمہ قریشی کا تبصرہ اچھا لگا۔ آخر میں عفت سحر طاہر سے ایک ریکویسٹ ہے کہ وہ ایک مکمل ناول لکھیں' جس میں دادی' دادا' ڈھیر سارے کزنز' حویلی نما گھر ہو' ہنسی مذاق شرارتیں' خوشیاں' دکھ ہوں' شوخ اور رومینٹک ہیرو ہو۔ پلیز پلیز میری ریکوریسٹ پر غور کیجیے گا۔ آنچل کے لیے نیک خواہشات اور آنچل کی نئی تبدیلیاں اچھی لگیں۔ اب اجازت دیں تبصرہ زیادہ لمبا ہو گیا ہے کہیں جگہ ہی نہ ملے۔ خدا حافظ زندگی نے وفا کی تو پھر ملیں گے۔

☆ مدیحہ! پسندیدگی کا شکریہ۔

عروسہ شہوار...... کالا گوجراں۔ اس مرتبہ صبا قمر کی خوب صورت سوچتی کسی گہری سوچ میں ڈوبی آنکھوں والا پیارا آنچل ملا' گرمی کی شدت و حدت میں کمی ہوئی تھی۔ سرورق ہماری آنکھوں کے لیے ٹھنڈک ہی ٹھنڈک لیے ہوئے تھا۔ حسب معمول قیصر آراء آپا کی لو دیتی سرگوشیاں سنیں جو پسند آئیں بعد ''حمد و نعت'' کے دانش کدہ سے کچھ دانش لی۔ کمی جو تھی وہ پوری ہوئی' ہاہاہا۔ ہماری دانش کی کمی پوری ہوئی پھر اپنے پسندیدہ مستقبل سلسلہ وار ناولز کی اقساط پڑھیں۔ مکمل ناول' ناولٹ اور افسانے پڑھنے کے بعد دل بہاراں بہاراں ہو گیا۔ ''بہنوں کی عدالت'' میں اقراء صغیر احمد نے تمام سوالات کے جامع اور خوش اسلوبی سے جواب دے کر خوش کر دیا۔ ''رسم دنیا'' زبردست رافعہ ملک! اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔ کیا بات ہے شہلا جی! اور شمی جی کی' تبصرہ پسند کرنے کا شکریہ اور اتنے اچھے جوابات دینے کا بے حد شکریہ۔ لگتا ہے ہم بھی جویریہ طاہر آپی کے دل میں کچھ جگہ پا چکے ہیں۔ مہربانی جویریہ آپی۔ ایک بات جو ہر بار مجھے سوچنے پر مجبور کرتی ہے' وہ ہے ''دوست کا پیغام آئے'' اس کالم میں تمام کی تمام سہیلیاں سکھیاں ایک دوسرے سے شکوے شکایت کرتی نظر آتی ہیں ان سب سے کہنا یہ ہے کہ بھئی کوئی جان بوجھ کر نظر انداز نہیں کرتا' کوئی تو مجبوری رہی ہو گی جو ایک دوست دوسری کو جواب نہیں دے پاتی مگر دل میں تو بسائے رکھتی ہیں نا؟ یہی خیال خوش کن ہے۔

☆ عروسہ! جیتی رہو بہت اچھی بات کہی ہے تم نے' ماشاء اللہ سے۔

شمع مسکان...... جام پور۔ پیاری شہلا آپی اور قارئین ولکھاری بہنیں السلام علیکم! میری دعا ہے کہ اللہ آپ کو ہمیشہ ہنستا مسکراتا رکھے' آمین۔ حسب معمول حمد و نعت سے مستفید ہونے کے بعد دانش کدہ میں قدم رکھا۔ ارے ایک بات تو میں بھول گئی۔ سرورق پر ارم اختر سرمئی سوٹ پہنے سوچوں میں غلطاں بہت پیاری لگ رہی تھی۔ ''سرگوشیاں'' میں سندس جبین کی جولائی میں انٹری کا سن کر بہت خوشی ہوئی۔ ہمیں ان کے ناول کا شدت سے انتظار ہے۔ نورین شفیع میں آپ کو بہت بہت مبارک باد دیتی ہوں کہ آپ کا بھائی واپس مل گیا ہے۔ نورین فاطمہ' ماریہ کرن' مدیحہ خلیل کے شوخ و چنچل تبصروں کے درمیان ایک ثناء وقار نامی ستارہ' مایوسیوں کی تاریکی میں ڈوبا ہوا محسوس ہوا۔ ثناء میں ہوں نا آپ کی دوست' سب کچھ کہہ ڈالو مجھ سے جو دل میں ہے کیونکہ ہماری بہت سی باتیں مشترک ہیں۔ میرے ابو جان بھی ہمیں ایسے ہی چھوڑ گئے اور اعتبار و اعتماد بھی مجروح ہوا ہے۔ اس ٹوٹے اعتبار کی کرچیاں اب بھی قلب و روح میں چبھتی ہیں۔ مکمل ناول تو دونوں ہی بہت خوب صورت تھے۔ صائمہ جبین نے ''یہ جنون منزل عشق'' سے میلا لوٹ لیا۔ کہانی بہت اچھی تھی۔ افسانے بھی سارے ہی اچھے ہیں یا تھے۔ اس ماہ ہمارے گمان کو سچ کا لبادہ پہنانے میں کامیاب رہیں' ہماری نازیہ آپی۔ آخر انزلہ کو سانول سے دور کر دیا نا' بے شک اب وہ دوبارہ سانول کو مل جائے مگر ایک بار تو دور ہو ہی گئے۔ بہت افسوس ہوا۔ ''اور کچھ خواب'' کی یہ قسط تو لاجواب تھی۔ ''بہنوں کی عدالت'' میں اقراء صغیر احمد' آپی! بہت سنجیدہ حساس اور کیئرنگ لگیں۔ بہت ہی محتاط انداز میں تمام فرینڈز کے جوابات دیئے۔ ''غزلیں نظمیں'' میں اے مردِ مسلمان! میری ڈائری کی زینت بنی۔ ''یادگار لمحے'' میں امرینہ خان امبر کے ''ماں اور باپ'' بہت پسند آئے۔ آئینہ میں اقراء مہرین وشال کا تبصرہ مزا دے گیا۔ اچھا فرینڈز بہت برداشت کیا اب اجازت چاہتی ہوں' اللہ حافظ۔

☆ پیاری مسکان! اللہ کریم اس ملک کو جلد لوڈ شیڈنگ سے نجات دلا دے' آمین۔

اقراء کلثوم ..... سمبڑیال۔ السلام علیکم! پیاری اور سویٹ قارئین آنچل! تو جناب آنچل ملا ہمیں 27 کو سب سے پہلے ''پتھروں کی پلکوں پر'' پڑھا کتنے دکھ ملے رو رو کر برا حال۔ انزلہ کی شادی انوشہ کا گھر چھوڑنا' شجاع کا مہربان ہوکر پھر پتھر ہونا۔ عباد اور صاعقہ کا تعلق کیا کیا لکھوں بس جی باقی سب کہانیاں فٹ فاٹ تھیں۔ اقراء جی کے بارے میں میرا خیال تھا کہ غیر شادی شدہ ہوں گی مگر وہ تو 4 بچوں کی اماں نکلیں۔ ''اسیر محبت'' اور ''یہ جنون منزل عشق'' بھی ٹاپ کلاس تھے' ویل ڈن جی! آنچل تو Best of the Best۔ اب اس امید کے ساتھ اجازت چاہوں گی کہ مجھے جگہ مل جائے گی ہر سلسلے میں' I Love You Aanchal' بائے بائے ٹیک کیئر!

☆ گڑیا اقراء! آپ کا تعارف باری آنے پر شائع ضرور ہوگا اس میں بہت طویل لائن ہے اس لیے ہم نے دو سے چار کردیے ہیں۔

اقراء' مہرین وشال ..... عبدالحکیم۔ پیاری آپی سویٹ سا سلام! امید ہے کہ سب خیریت سے ہوں گے۔ اکیڈمی سے آتے ہی آنچل کے ٹائٹل پر صبا قمر کو فضاؤں میں گھورتے ہوئے پایا اور ٹائٹل سے داک آؤٹ کرکے اندر تشریف لے گئے۔ سرگوشیاں کو پیار سے پڑھا اور آگے بھاگ گئے۔ ہمارا آنچل میں سب سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔ نورین فاطمہ آپ کا اولین مقصد جان کر بہت خوشی ہوئی۔ اللہ آپ کو کامیاب کرے۔ ماریہ کرن! اللہ آپ کو ڈاکٹر اور مدو کو وکیل بنائے۔ میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ ثناء وقار صاحبہ! آپ اتنی دکھی اور مایوس کیوں ہیں' اللہ تعالیٰ آپ کو لمبی حیاتی عطا فرمائے اور ایک بات بتاؤں' آپ کی آنکھوں کا رنگ پڑھ کر میں ورطۂ حیرت میں پڑگئی۔ اب آتے ہیں کہانیوں کی طرف ''اسیر محبت'' میں شہریار کی خود غرضی بہت بُری لگی۔ مگر کہتے ہیں ناں جیسے کروگے ویسا بھروگے۔ شہظل نام بہت پیارا لگا۔ اب ہمارے خاندان میں جو بھی بے بی ہوگا میں اس کا نام شہظل ہی رکھوں گی' سن لیں سب۔ ''رشک گلاب'' میں حارث کے انتخاب پر بہت خوشی ہوئی۔ ''یہ جنون منزل عشق'' میں عمر کی رابعہ سے عجیب سی محبت اچھی لگی۔ کہانی پڑھتے ہوئے بہت مزا آیا بہت زبردست کہانی تھی۔ طلب نو بھی اچھی کہانی تھی۔ چلو حنان کی زندگی میں بھی خوشی آگئی۔ آ گہی میں شکر ادا کیا کہ زویا سدھر گئی۔ ''انسان بندہ اور کیڑا'' پڑھ کر خوف سا طاری ہوگیا۔ ''رسم دنیا'' میں رافعہ ملک نے بہت اچھے موضوع پر قلم اٹھایا۔ ارے یہ کیا پورا آنچل کھنگال لیا اقراء صغیر کا ناول نہ پاکر ہارٹ اٹیک ہوتے ہوتے بچا۔ سلسلہ وار ناول بھی بہت اچھے جارہے ہیں۔ ادھو آپی! یہ کیا کردیا شعر کے لیے ٹوکن کاٹنے سے ہمارا رسالہ خراب ہوجاتا ہے پلیز ٹوکن کو الگ جگہ پر دیا کریں۔ ''کام کی باتیں'' میں ہما ایوب کی سائنس اور اسلام پڑھ کر بہت اچھا لگا۔ باقی سلسلے بھی اچھے تھے۔ او کے بائے' اپنا خیال رکھیے گا اور مجھے دعاؤں میں بھی یاد کرلیا کرو۔ بور تو نہیں ہوئے میں تو نہیں ہوئی لکھتے ہوئے آپ کا پتا نہیں۔

☆ جی اقراء! کان کھول کر سن لیا اور نوٹ بھی کرلیا۔

مہر گل' ملائکہ اور دعا گل ..... کراچی۔ سب سے پہلے تو تمام آنچل سے جڑے لوگوں کو رمضان المبارک کی مبارک باد۔ آداب شہلا آپی! سرورق تھا تو بے حد دلنشین۔ احادیث مبارکہ اور حمد و نعت سے دل کو گرمایا۔ امام اعظم کے حالات پڑھے اور پھر نورین ماریہ' ثناء اور مدیحہ سے ملاقات کی۔ ثناء' اتنی مایوس کیوں ہو' مایوسی تو کفر ہے۔ اقراء آپی کی عدالت میں بہت مزا آیا۔ ''اسیر محبت'' میں سب سے اچھا کردار مریم کا لگا۔ شہظل بھی کافی مظلوم تھا۔ ''رشکِ گلاب'' یوں تو بہترین تھی مگر گاڑی کا خراب ہوجانا' حارث کی شرارت لگا۔ ''اور کچھ خواب'' اس قسط میں حیدر سب سے اچھا لگا۔ آخر وہ درمیان سے جو نکل گیا۔ ''یہ جنون منزل عشق'' عمر جیسی دیوانگی ہی تو مجھے پسند ہے۔ راحت نیور مائنڈ ''صبح نو'' تو فلمی اسٹوری لگی۔ بے چارہ اذان تو کہیں کا نہ رہا۔ ''آ گہی'' پلیز لاپروا مائیں اسے غور سے پڑھیں' اگر لینہ کو کچھ ہوجاتا تو...... ارے نازی جی! یہ گوری کے ساتھ کیا کیا آپ نے اور اقراء آپی تو ''بھیگی پلکوں پر'' لکھ ہی نہ پائیں۔ ڈائجسٹ کی جان عقیلہ کا ''انسان بندہ اور کیڑا'' تھی' ویل ڈن اور کیپ اٹ اپ۔ ''رسم دنیا'' بھی کوزے میں دریا کے مانند بہترین کہانی تھی۔ نازی بشارت شاہ اور ماریہ گھمانوی کی غزلیں دل کو لگیں۔ اپنی غزل نہ دیکھ کر دل کچھ اداس ہوا۔ ''بیاض دل'' میں شگفتہ اور ساجدہ کا انتخاب اچھا تھا۔ اچھا جی اس دعا کے ساتھ رب راکھا کہ ''خدائے بزرگ و برتر اس ماہ مبارک کی رحمتیں اور برکتیں ہم سب پر نازل فرمائے' آمین۔

☆ ''ڈیئر! آنچل پسند کرنے کا شکریہ۔

شگفتہ کوثر ..... بہاولپور۔ ڈیئر آنچل اسٹاف اور شہلا عامر السلام علیکم! میں آپ لوگوں سے سخت ناراض ہوں کیونکہ آپ لوگوں کی وجہ سے مجھے شرمندگی کا سامنا کرنا پڑا' اپنی بہنوں اور فرینڈز میں...... خیر چھوڑیں ہم نے آپ کو معاف کیا' کیا یاد کریں گے۔ اس وقت جو آنچل میں سامنے رکھ کر بیٹھی ہوں ٹائٹل گرل بہت' بہت خوب صورت لگ رہی ہے اور یہ گرل تو ٹی وی ڈراموں میں بہت اچھی لگتی ہے۔ اب آتے ہیں شمارے کی طرف۔ نازیہ آپی کا ''پتھروں کی پلکوں پر'' میرا فیورٹ ہے اور جون کے شمارے میں زبردست رہا۔ بس گوری کے ساتھ اچھا نہیں ہوا نازیہ بہنا! راحت آپی کا ''صبح نو'' زبردست افسانہ اور اس کے بعد ام مریم کا ''آ گہی'' زبردست ہے اور مکمل ناولز میں نادیہ فاطمہ رضوی کا ناول ''اسیر محبت'' کی تو کیا بات ہے۔ تحسین انجم انصاری کا ''رشک گلاب'' بہت کیا بلکہ واقعی واقعی رشک گلاب ہے۔ صائمہ جبین کا ''یہ جنون منزل

عشق'' بھی زبردست ہے۔ اب اجازت چاہوں گی' والسلام۔

☆ اچھی شگفتہ! خوش آمدید۔

یاسمین عندلیب ..... شورکوٹ' کینٹ۔ السلام علیکم! امید کرتی ہوں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سب بخیریت ہوں گے۔ آنچل میرا فیورٹ رسالہ ہے کتنا انتظار کرنا پڑتا ہے یہ تو ہمیں ہی پتا ہے۔ اگلا شمارہ رمضان نمبر ہوگا پڑھا تو بہت خوشی ہوئی' میری طرف سے سب کو رمضان المبارک کا مقدس مہینہ مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ اس بار ''بھیگی پلکوں پر'' غائب تھا افسوس ہوا۔ ''اور کچھ خواب'' عشنا جی! اللہ تعالیٰ آپ کے قلم کو اتنی طاقت دے کہ آپ لکھتی تھک بھی جائیں لفظ ختم نہ ہوں اور قلم چلتا جائے' بس چلتا ہی جائے۔ ''پتھروں کی پلکوں پر'' نازیہ آپی بہت خوب صورتی سے ناول کو آگے بڑھا رہی ہیں۔ ''اسیر محبت'' نے نادیہ جی ہمیں بھی اسیر کرلیا۔ صائمہ جبین ''یہ جنون منزل عشق'' بہت خوب۔ ''رشک گلاب'' اچھی تحریر تھی۔ مگر تھوڑا رد و بدل تھا اس میں ورنہ اسی پلاٹ پر کہانی پہلے چھپ چکی ہے۔ عقیلہ حق آپ نے قلم کا حق ادا کردیا ہے بہت خوب صورت افسانہ تھا' آئندہ بھی لکھتی رہیے گا۔ ام مریم کا ''آ گہی'' ہلکا پھلکا سا افسانہ اچھا لگا۔ راحت وفا ''صبح نو'' کے ساتھ اندھیروں میں صبح لے آئیں۔ ''رسم دنیا'' رافعہ ملک کی اچھی کوشش تھی۔ ''یادگار لمحے'' ہمیشہ کی طرح یادگار ٹھہرے۔ ''بیاض دل'' میں سب کا انتخاب زبردست تھا۔ آنچل میری اور جتنی دوستیں بھی پڑھتی ہیں ان کو میرا اسلام اور باقی سب اسکول کالج فرینڈز یار! بہت یاد آتی ہو۔ خدا آپ کو سدا سلامت رکھے۔

☆ یاسمین! اب تو غصہ نالی میں بہادو' اب تو خوش۔

طیبہ طاہرہ طوبیٰ ..... گجرات۔ خلوص بھرا اسلام پڑھنے والیوں کے نام۔ آنچل اور آنچل اسٹاف کے لیے ڈھیروں دعائیں۔ جون کا آنچل 25 مئی کو ملا۔ اداس سی ارم اختر کو دیکھا۔ جام شیریں پی کر سیدھی چھلانگ ہمارا آنچل میں لگائی۔ نورین فاطمہ' ماریہ کرن' ثناء وقار اور مدیحہ خلیل سے ملاقات کی۔ ثناء وقار کے بارے میں پڑھ کر دکھ سا ہوا۔ ثناء جی میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں۔ ان شاء اللہ آپ کے معیار پر پورا اتروں گی۔ مدیحہ جی آپ تو اپنے علاقے کی ہیں نا اچھا لگا آپ کے بارے میں جان کر۔ باقی آنچل زیر مطالعہ ہے اور تبصرہ تفصیلی کرنا لیکن سوری کیونکہ بی اے کے فائنل ایگزامز ہیں اور تیاری کرنا ہے سب بہنوں سے دعاؤں کی التماس' والسلام!

☆ طیبہ! تم کو اور ہر بہن کو جس نے کسی بھی درجہ کا امتحان دیا ہو اللہ کریم ان سب کو اچھے نمبروں سے کامیابی دے' آمین۔

پری وش گوندل ..... منڈی بہاؤ الدین۔ السلام علیکم! آپی کیسی ہیں؟ جولائی کا سرورق بہت خوب صورت ہے۔ سب سے پہلے عشنا جی! کیا خوب لکھا آپ نے۔ پلیز اب اینڈ کی طرف چلیں اس بار ''بھیگی پلکوں پر'' کی قسط نہیں ہے' خیریت؟ ''پتھروں کی پلکوں پر'' بھی بہت اچھا ناول ہے۔ آپی میری شاعری اور پیغام کچھ بھی شائع نہیں ہوا' اس بار یہ پیار بھرا شکوہ ہے' میرا تعارف بھی شائع نہیں ہوا۔ ''یہ جنون منزل عشق'' اس بار سب سے اچھی کہانی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے آنچل کو تندرست رکھے' آمین' اللہ حافظ۔

☆ پری گڑیا! آپ کا تعارف باری آنے پر شائع ہوجائے گا' دعا کیجیے۔

عنفہ قیصرانی ..... کوٹ قیصرانی۔ ڈیئر شہلا آپی اور تمام ریڈرز السلام علیکم! کیا حال ہیں؟ 23 مئی آئی جون کا آنچل سنگ سنگ لائی۔ بس پھر کیا تھا ہاتھ میں آنچل تھامے' سر پہ آنچل اوڑھے پڑھنا شروع کیا۔ اب آتے ہیں اسٹوریز کی طرف' سب سے پہلے وہ جسے پڑھ کر ہم فریز ہوجاتے ہیں یعنی کہ اپنی موسٹ دھماکے دار' چٹخارے دار ''پتھروں کی پلکوں پر'' بس جی اس کی تعریف میں کیا لکھوں' تارے لکھوں یا چاند لکھوں' صبح کا اجالا لکھوں یا چمکتی شام لکھوں۔ ''پتھروں کی پلکوں پر'' میرا فیورٹ کردار امامہ اور شجاع کا ہے' ارے نہیں انوشہ اور شاہ زر ہیں۔ ارے ارے یہ کیا ساعقہ اور عباد ہیں اوہ یہ کیا کہہ رہی ہوں عدی اور گوری! بس جی کیا کہوں سبھی تو فیورٹ ہیں۔ کوئی چند آفتاب تو کوئی چند مہتاب' اس کے اینڈ کا شدت سے انتظار ہے۔ پتا نہیں یہ 23' 24 جون کس تاریخ کو آئے گا۔ ''اسیر محبت'' اور ''یہ جنون منزل عشق'' کوئی ناول نہیں تھے' بم تھے جو بلاسٹ ہوئے۔ ویل ڈن نادیہ فاطمہ رضوی اور صائمہ جبیں (کمال کردتا نی انے) اس کے علاوہ ''بھیگی پلکوں پر'' کی شدت سے کمی محسوس ہوئی۔ ''اور کچھ خواب'' کا تو میں نے گلہ کرنا تھا کہ بہت سلو جارہی ہے پر ناجی جون کے آنچل نے بھلادیے شکوے گلے اور باقی بھی تمام سلسلے اچھے لگے۔ اس سے پہلے کہ آپ میرے خط کو اللہ حافظ کہیں ہم خود ہی اگلے ماہ تک اجازت لیتے ہیں' اللہ حافظ۔

☆ یہ تم نے بہت اچھا کام کیا کہ آنچل سر پر اوڑھ کر آنچل پڑھا' شاباش!

سمیرا اشتاق ملک ..... اسلام آباد۔ السلام علیکم! امید کرتی ہوں کہ آپ خیریت سے ہوں گی۔ سب سے پہلے ''حمد و نعت'' سے مستفید ہوئی پھر ''سرگوشیاں'' کی طرف آئی جس میں گرمی اپنی شباب پر اور بجلی کی لوڈشیڈنگ کا رونا رویا جارہا تھا آنچل میں تبدیلیاں ہوئیں جس میں ''بیاض دل'' کی تبدیلی اچھی لگی اب آئے گا مزا...... مگر آنی! ایک بات کرنی تھی کہ کوپن کی کٹنگ کرتے ہوئے اس بار پچھلی طرف نعت کا آدھا

حصہ کٹ جائے گا آئندہ کی بار کو پن کی پچھلی طرف کوئی ایسی تحریر شائع نہ کریں جس سے ایسی مقدس تحریر ضائع ہونے سے بچ جائے۔ پلیز میری اس بات پر غور کریں۔ سلسلہ وار ناول کی طرف آئی مگر یہ کیا اس بار ''بھیگی پلکوں پر'' کی کمی شدت سے محسوس ہوئی اس کے بعد ''پتھروں کی پلکوں پر'' ناول پڑھا۔ مکمل ناول میں ''اسیر محبت'' اور ''جنون منزل عشق'' پسند آئے۔ باقی کے سلسلے بھی ہمیشہ کی طرح زبردست تھے۔ آئندہ ماہ زندگی رہی تو حاضر ہوں گی۔ اب اجازت اللہ حافظ۔

☆ سمیرا! جزاک اللہ' تم نے ایک بہت ہی اچھی بات کی طرف یاددہانی کرائی' ان شاء اللہ اس بات کا خیال رکھیں گے۔

نبیلہ نذر...... ملتان۔ السلام علیکم! امید ہے کہ آپ سب خیریت سے ہوں گی' اللہ آپ سب کو اپنے حفظ و امان میں رکھے' پہلی مرتبہ خط لکھنے کی جسارت کر رہی ہوں۔ دو سال سے آنچل کی مستقل قاری ہوں۔ آنچل کی کوئی بھی کہانی جب تک مکمل نہ کروں مجھے سکون نہیں ملتا۔ رات کو بارہ بجے تک پڑھتی ہوں 10th کی طالبہ ہوں' اس لیے تھوڑا ٹائم نکال کر پڑھتی ہوں کیونکہ آنچل کے بغیر تو میں رہ نہیں سکتی۔ نازی آپی آپ کا ناول ''پتھروں کی پلکوں پر'' بہت ہی اچھا جا رہا ہے۔ ان میں سب کا کردار بہت اچھا ہے مگر انوشہ اور شاہ زر کی کہانی مجھے زیادہ پسند آتی ہے۔ آپی آپ ایسے ہی اچھے اچھے ناول لکھتی رہا کریں۔ آپی میں آپ کی بہت بڑی فین ہوں۔ اللہ آپ کی عمر دراز کرے یقیناً آپ اتنی ہی اچھی ہوں گی جتنی آپ اچھی اچھی کہانی لگتی ہیں کیا پتا آپ اس سے بھی زیادہ اچھی ہوں۔ اقراء صغیر احمد کا ناول ''بھیگی پلکوں پر'' بہت ہی اچھا جا رہا ہے۔ ''اور کچھ خواب'' عشنا کوثر سردار کا ناول بھی بہت اچھا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ آنچل اور تمام آنچل اسٹاف کو اتنی ترقی دے کہ لوگ آنچل کے بغیر جینا بھی گوارہ نہ کریں۔ اللہ آپ سب کو خوش رکھے' آمین۔

☆ گڑیا نبیلہ! خوش آمدید۔

عائشہ پرویز...... کراچی۔ السلام علیکم! آپی کیا حال ہے اور آنچل اسٹاف اور میری پیاری راج دلاریوں کو میرا خلوص بھرا سلام اور پیار۔ آپ کا آنچل بہت اچھا ہے اس میں لکھی گئی ہر چیز سے مجھے پیار ہے اور مجھے ناول تمام پسند ہیں۔ میں چاہتی ہوں کوئی مجھ سے بھی دوستی کی درخواست کرے۔ اور ہاں آپی آپ ہر دفعہ مجھے سب سے پیچھے دھکیل دیتی ہیں آج مجھے بھی اپنی محفل میں تھوڑی سی جگہ دے ہی دیں۔ کوئی بات ناگوار گزری ہو تو درگزر کریئے گا اب اجازت چاہوں گی' اللہ حافظ۔

☆ عائشہ! او تھوڑی نہیں تم کو ہم پوری جگہ دے رہے ہیں' اب تو خوش۔

ملائکہ چوہدری...... کراچی۔ السلام علیکم! امید ہے کہ سب خیریت سے ہوں گے۔ پہلی بار شرکت کر رہی ہوں جگہ ضرور دیجیے گا۔ فیورٹ سلسلہ وار ناول ''پتھروں کی پلکوں پر'' بہت زبردست جا رہا ہے۔ نازی آپی! آپ بہت بہت اچھا لکھتی ہیں' آپ کی امی کا سن کر بہت دکھ ہوا' اللہ تعالیٰ آپ کی امی کو صحت یاب کرے' آمین۔ صاعقہ اور عباد کو ملا دیں پلیز مجھے دونوں کردار بہت پسند ہیں۔ عطروبہ' ماہ وش' جاناں' مقدس رباب' انا احب' سائرہ مشتاق آپ کو ڈھیر ساری دعائیں' خدا حافظ۔

☆ ملائکہ! خوش آمدید۔

صبا...... نامعلوم۔ السلام علیکم! سویٹ سی شہلا آنی! میرا یہ خط کسی بھی رسالے میں پہلا خط ہے۔ آنی مجھے آپ سے ایک شکایت کرنی ہے آنی جی! آپ رائٹر بہنوں سے کہیے کہ آج کے دور میں کتنی بے راہ روی ہے تو پلیز ایسی کہانی یا افسانے لکھا کریں جس سے ہم بہنوں کو گھر بیٹھے ہدایت ملے۔ آنی جی باقی آنچل بہت زبردست ہے' مکمل ناولز میں مجھے صائمہ جبیں کا ''یہ جنون منزل عشق'' بہت پسند آیا۔ مجھے اس میں عمر کا کردار بہت پسند آیا جو سچی محبت کرتے ہیں انہیں خوش دیکھنا ہی سکون پیدا کر دیتا ہے۔ آنی جی! مجھے اس آنچل میں جو کہانی بہت بور کرتی ہے وہ ''اور کچھ خواب'' بالکل فلمی ڈرامہ انداز عجیب کہانی ہے۔ سمجھ نا آنے والی اس میں صرف انا زیادہ ہے' پلیز عشنا جی! مائنڈ مت کرنا' مجھے یہ کہانی بالکل ناپسند ہے پلیز اس کہانی کا اینڈ کر دیں۔ ''پتھروں کی پلکوں پر'' نازیہ جی آپ کے تو ہاتھ چومنے کو دل چاہتا ہے' کیا خوب لکھتی ہیں۔ آپ کی کہانی میں سب کچھ ہوتا ہے کچھ کمی شکایت نہیں ہے' نازیہ جی! کیا آپ مجھ سے دوستی کریں گی آپ مجھے بہت پسند ہیں۔ ''آئینہ'' میں شہلا آنی کے جواب دل خوش کر گئے اور ہاں مجھے تعارف میں ثناء جی آپ سے دوستی کے لیے ہاتھ ہی نہیں دل بھی پیش کرتے ہیں' قبول کرنا پڑے گا ورنہ دل ٹوٹنے کا ذمہ دار آپ کو ٹھہرایا جائے گا' خلوص دل سے ہاتھ بڑھائیے' مجھے انتظار رہے گا۔

☆ صبا گڑیا! خوش آمدید۔

ہما ایوب شیخ...... عارف والا۔ آنچل اسٹاف اور ڈیئر قارئین! کیسے ہیں آپ لوگ' ہم الحمدللہ بخیریت ہیں بس ذرا لوڈشیڈنگ کے ہاتھوں تھوڑے سے تنگ ہیں۔ خیر اس معاملے میں اللہ تعالیٰ ہم پاکستانیوں کو صبر جمیل عطا فرمائے' خیر ویسے بھی ظلم جب حد سے بڑھتا ہے تو مٹ جاتا ہے۔ جون کا شمارہ اچھا لگا۔ تمام سلسلے پڑھے اور مزا اٹھایا' خاص طور پر صائمہ جبیں کا ''یہ جنون منزل عشق'' اچھا لگا۔ ''نظمیں اور غزلیں'' بہت

زبردست لگیں' تاہم میں ایمان وقار صاحبہ سے پوچھنا چاہوں گی کہ یہ نظمیں اور شعر ذیل میں دیے گئے شعراء کی ہوتی ہیں یا ہم کسی کی بھی غزل یا نظم بھیج سکتے ہیں۔ رمضان المبارک کا بابرکت مہینہ سب کو مبارک ہو۔ ماہِ آزادی تک کے لیے اجازت دیں' اللہ حافظ۔

☆ ہما ڈیئر! غزلیں نظمیں کا سلسلہ ذاتی شاعری کے لیے ہے۔ آپ کو بھی مبارک ہو۔

مہرین آصف بٹ...... سہنسہ' آزاد کشمیر۔ میری طرف سے آنچل اسٹاف' رائٹرز اور ریڈرز کو خلوص بھرا اسلام۔ امید ہے کہ سب خیریت سے ہوں گے۔ سب کو رمضان مبارک جب دعا کے لیے ہاتھ اٹھائیں تو ہم کو بھی دعاؤں میں یاد رکھنا۔ پہلی بار آئینہ میں شرکت کی ہے' امید ہے کہ تھوڑی جگہ ملے گی۔ بات کی جائے آنچل کی تو یوں تو آنچل پورا ہی اچھا ہے مگر چند سلسلے زیادہ اچھے ہیں ''سرگوشیاں'' سب سے پہلے پڑھا۔ ''حمد و نعت'' بہت اچھے ہوتے ہیں' اللہ تعالیٰ لکھنے والوں کو اجر دے' آمین۔ نازیہ آپی کا ''پتھروں کی پلکوں پر'' بہت اچھا جا رہا ہے۔ اس کے علاوہ افسانے ناولٹ زبردست تھے۔ دیگر سلسلوں میں ''ہمارا آنچل' بیوٹی گائیڈ' روحانی مسائل کا حل'' اچھے ہیں۔ ''یادگار لمحے'' کی تو بات ہی کچھ اور ہے۔ اس سلسلے کو تو سارے ہی ہمارے گھر میں پسند کرتے ہیں۔ ''غزلیں' نظمیں'' اچھی ہوتی ہیں۔ آپ سے شکایت ہے کہ ہر بار صرف ان شاعرہ کی شاعری شامل ہوتی ہے دیگر کو بھی موقع ملنا چاہیے۔ ''دوست کا پیغام آئے'' اچھا ہے' اس کے ذریعے دور اپنے پیاروں کو پیغام دے سکتے ہیں۔ ''کام کی باتیں'' اچھا ہے اس میں بہت کام کی باتیں ہوتی ہیں۔ آنچل کے تمام موتی ستارے بہت اچھے ہیں۔ آنچل نے ہماری اخلاقی تربیت میں اچھا کردار ادا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے مزید ترقی دے' آمین۔ اس میں کچھ نگارشات ارسال کر رہی ہوں' امید ہے کہ جگہ ملے گی' اللہ حافظ۔

☆ مہرین! ہم غزلیں نظمیں وہی شامل کرتے ہیں' جو معیاری ہوں۔ چاہے وہ کوئی بھی نئی ہوں یا پرانی۔

انعم حسن گجر...... راولپنڈی۔ السلام علیکم! امید ہے آپ سب ٹھیک ٹھاک ہوں گے آپی میں نے مئی کا شمارہ اس بار لیٹ پڑھا مگر پڑھ کر بہت مزا آیا' سب سے پہلے سرگوشیاں پڑھی اور پڑھ کر پتا لگا کہ ''پتھروں کی پلکوں'' کا ماہ جولائی میں اینڈ ہے سو بہت خوشی ہوئی پلیز نازیہ جی ہیپی اینڈ کیجیے گا یہ میرا پسندیدہ ناول ہے میں نے اس کی تمام اقساط پڑھی ہیں ویسے تو پورا آنچل ہی میرا فیورٹ ہے نازیہ کنول نازی کا ''پتھروں کی پلکوں پر'' پڑھا' زبردست تھا پھر ''اور کچھ خواب'' اس کے بعد ''بھیگی پلکوں پر'' پڑھا۔ سلسلے وار ناول سے فراغت کے بعد تمام شعر پڑھے۔ بہت اچھے تھے اور اگلا صفحہ پلٹتے ہی حیرت کا جھٹکا لگ گیا' میری غزل بھی شائع ہوئی تھی۔ امید جو نہیں تھی تمام رائٹرز بہت بہت اچھا لکھ رہی ہیں اس لیے کسی ایک کو اچھا کہنا بری بات ہے اور میں نے اپنا تعارف بھیجا تھا مل گیا تو پلیز ضرور بتایئے گا اب اجازت دیں' اگلے ماہ تک کے لیے اور آخر میں ایک بات کہ میں آنچل کی دس سال پرانی قاری ہوں' یہ میرا پہلا خط ہے پلیز ضرور شائع کیجیے گا۔

☆ انعم! خوش آمدید آپ کا تعارف باری آنے پر شائع ہو جائے گا۔

ماریہ قریشی...... لچھمن چونترہ۔ ماریہ قریشی' منزہ قریشی' نائلہ' شائلہ' یاسمین السلام علیکم کے بعد عرض ہے کہ ہم سب خیریت سے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ آپ سب قارئین اور آنچل اسٹاف بھی خیریت سے ہوں گے۔ مئی کا آنچل پوری مارکیٹ میں کہیں سے نہیں ملا اور ہماری خوش بختی کہ جون کا آنچل 27 کو ہی مل گیا۔ جون کے آنچل کو دیکھ کر اتنی خوشی ہوئی کہ الفاظ میں بیان نہیں کر سکتے۔ جون کے آنچل میں بہت سی تبدیلیاں کی گئیں جو کہ بہت اچھی ہیں جون کے گرمی زدہ ماحول میں آنچل کی شکل میں ہمیں تازہ ہوا کا جھونکا میسر آیا۔ ہر کہانی کے ساتھ تصویر بہت ہی خوب صورت تھی پلیز ایسی ہی تصویریں ہر بار لگاتار لگائیں۔ آپی! مختصر یہ کہ جون کا آنچل بہت ہی خوب صورت تھا' ویری ویل ڈن آنچل! ''پتھروں کی پلکوں پر'' او مائی گاڈ یہ سب کیا ہو رہا ہے صرف مئی کا آنچل نہ پڑھ سکنے کی وجہ سے کہانی کہاں سے کہاں چلی گئی۔ نازیہ آپی کچھ رحم کریں۔ عشنا آپی کا ناول اب لگتا ہے کچھ تیز ہو گیا ہے پلیز انا یا اور معارج کو ساتھ ساتھ رکھیے گا۔ پارسا اور عدن کی شادی ہو جائے' اچھی بات ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ روشنیوں کے شہر کراچی کو پُرامن رکھے اور دوبارہ پھر پاکستانی عروس البلاد بنائے' آمین۔ اللہ تعالیٰ پاکستان پر اپنی خصوصی رحمت فرمائے اور پاکستان کے محافظوں کی حفاظت فرمائے۔ ہم پاک فوج کو سلام پیش کرتے ہیں جس نے نہ صرف ملک کی سرحدوں کی حفاظت کی ہے بلکہ ملک و قوم پر جب بھی کوئی کڑا وقت آیا پاک فوج سب سے آگے تھی' پاک فوج زندہ باد پاکستان پائندہ باد' والسلام۔

☆ آپ نے صحیح کہا پاک فوج زندہ باد۔

عالیہ کاظمی...... کوئٹہ۔ السلام علیکم آپی اور قارئین! امید ہے آپ سب خیریت سے ہوں گے۔ جون کا آنچل 24 تاریخ کو ملا۔ سب سے پہلے ''پتھروں کی پلکوں پر'' کی طرف دوڑ لگائی۔ پھولی ہوئی سانسوں میں نازی کی کہانی پڑھی' دراصل رشتے میں دادی ہی ہماری لگتی تھی' خدا ان کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ ان کی وفات ہو گئی تھی تو جمعرات تھی ان کی جب پتا چلا کہ آنچل پھوپو اور بہن لے آئی ہیں۔ تو بہت بھاگی آنچل کی خاطر' نازی جی آخری قسط میں کیا کیا کریں گی؟ دوستوں! سانول شاہ مرجائے گا دیکھ لینا۔ اس کے بعد عشناء کی کہانی پڑھی پلیز اینڈ کر دیجیے۔ باقی کہانیاں' ناول' ناولٹ اور افسانے نہیں پڑھے' ان شاء اللہ اچھے ہوں گے۔ آپی اب جاؤں اگلے ماہ بھی انٹری دینی ہے اور آپ ہی نے کہا ہے

خط تھوڑا لکھیں کہ زیادہ سے زیادہ خطوط شامل ہوں' خدا حافظ۔

☆ عالیہ! اللہ کریم تمہاری دادی کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے' آمین۔

شمع فیاض...... تونسہ شریف۔ السلام علیکم! پیاری آپی کیسی ہو آپ؟ امید ہے آپ بالکل ٹھیک ہوں گی۔ آپی خدا آپ کو خوشیوں بھری لمبی زندگی دے اور ہنستا مسکراتا رکھے' آمین۔ اب آتے ہیں آنچل کی طرف تو آنچل رسالہ تو ہمیشہ سے ہی بیسٹ ہے اور اس ماہ نورین فاطمہ ماریہ کرن' ثناء وقار اور مدیحہ کا تعارف بہت اچھا لگا اور قسط وار کہانیاں بھی اچھی تھیں اور ''پتھروں کی پلکوں پر'' اس میں نازی آپی پلیز صاعقہ اور عباد کو ملا دیں اور مکمل ناول میں ''یہ جنون منزل عشق'' بہت اچھا جارہا۔ آپی اقراء صغیر احمد کا ''بھیگی پلکوں پر'' کا کیا اینڈ ہوگیا جو اس بار پڑھنے کو نہیں ملا' جواب ضرور دیجیے گا۔ باقی آپی جان! آنچل کے لیے ڈھیر ساری دعائیں' آنچل ہمیشہ ترقی کرے اور آنچل کا اور ہمارا رشتہ ایسے ہی سدا قائم و دائم رہے' آمین۔ میری دوست ارم صبا جانی کو دل کی گہرائیوں سے بہت سے سلام۔ اب اجازت' خدا حافظ۔

☆ شمع! اقراء بہن ناسازی طبیعت کے باعث قسط تحریر نہیں کرپائی تھیں ان شاء اللہ اس بار آنچل میں ہے' ان کی قسط پڑھ لی جائے۔

ام حبیبہ نذیر...... قصور۔ السلام علیکم! آنچل کی پوری ٹیم کو میری طرف سے بہت بہت سلام یقیناً پہچان گئے ہوں گے۔ ادھر آپ نے پہچانا اِدھر ہم تنگ کرنے آگئے' اب تھوڑا سا تبصرہ ہوجائے۔ سرگوشیاں'' میں دلچسپی لی' جب نظر دوڑائی تو نازیہ کنول نازی کا ناول ''پتھروں کی پلکوں پر'' یہ انوشہ نے کیا حماقت کی گھر چھوڑنے کی۔ اس نے بہت غلط فیصلہ کیا بلکہ عمل بھی کر ڈالا۔ اب پلیز اسے اپنی غلطیوں کو سدھارنا چاہیے۔ عباد اور صائقہ کو ملا دیں' شجاع کو بھی اب امامہ کو معاف کردینا چاہیے۔ انسان خطا کا پتلا ہوتا ہے' اس مرتبہ ''بھیگی پلکوں پر'' ناول کو نا پاکر بہت مایوسی ہوئی۔ ''اور کچھ خواب'' میں بھی عجیب موڑ آرہے ہیں معارج تغلق کا بدلتا رویہ پل میں تولہ تو پل میں ماشہ والی بات ہوتی جارہی ہے اور ایک بات ''بہنوں کی عدالت'' والا سلسلہ بھی اچھا جارہا ہے۔ اقراء صغیر احمد کے جوابات بہت اچھے لگے کسی ماہ ''نازیہ کنول نازی'' کو بھی بہنوں کی عدالت میں لائیں تاکہ وہ بھی اپنے بارے میں کچھ بتائیں۔ ''یادگار لمحے'' بھی اچھا ہے۔ ''بیاض دل'' کی کیا بات ہے' اور مجھے خاص طور پر شائستہ اکبر گدو کی شاعری بہت پسند ہے ''ہم سے پوچھیے'' میں شمائلہ کاشف گریٹ اور کیا کہوں ''دوست کا پیغام آئے'' یہ سلسلہ بھی اچھا جارہا ہے جو کوئی اچھا لگتا ہو اس کو اس کے ذریعے بتاسکتے ہیں' اب میں اجازت چاہتی ہوں' اللہ حافظ۔ اللہ آپ لوگوں کا حامی و ناصر ہو' آمین۔

فوزیہ سعید احمد ساغر...... کوٹ ادو۔ السلام علیکم! پیاری شہلا آپی' آنچل قارئین اور تمام آنچل اسٹاف۔ امید ہے آپ سب خیریت سے ہوں گے آنچل اس بار 26 مئی کو ملا۔ آنچل میں اپنی تحریر دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ سب سے پہلے قیصر آنی کی ''سرگوشیاں'' پڑھیں' بہت اچھی لگیں۔ مشتاق انکل کا شکریہ وہ ہمیں امام ابوحنیفہ کے بارے میں بتاتے ہیں' اقراء آپی سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔ آنچل کے تمام سلسلے وار ناول بہت اچھے ہیں۔ عشنا جی آپ کا ناول ''اور کچھ خواب'' بہت اچھا ہے۔ میں مانتی ہوں یہ حقیقت نہیں ہے ایک خواب ہی ہے اس میں معارج تغلق کے کردار کو پُراسراریت میں رکھا ہے جس کو میری قارئین بہنیں نہیں سمجھ پارہی ہیں۔ شاید بہت سی بہنوں نے آپ کی دل آزاری بھی کی ہے ہمیں کسی کی صلاحیت کو مانند نہیں کرنا چاہیے۔ جیسا کہ سیما محمد عارف نے ہم سے پوچھیے سلسلے کو ختم کرنے کے لیے کہا ہے۔ سیما جی! یہ آپ کو پسند نہیں تو اس کا مطلب یہ تو نہیں کوئی بھی پسند نہیں کرتا۔ شائلہ آپی! ہمیں بہت اچھے جواب دیتی ہیں۔ تمام دوستوں کو بہت سلام کوئی بات ناگوار گزری ہو تو معافی چاہتی ہوں۔

☆ اچھی فوزیہ! خوش آمدید۔

نبیلہ خان مون...... عبد الحکیم۔ ڈیئر آپی! السلام علیکم کیا حال ہیں آپ کے؟ میں تو گرمی سے بے حال ہوچکی ہوں سوچا کیوں نا بے یقینی کے شب و روز اور سراسیمہ زندگی کے جھروکے سے۔ آدھی ملاقات کی غرض سے جھانکنے کی کوشش کی جائے' امید ہے جگہ مل ہی جائے گی۔ آپی کیا کروں کہ آنچل کے بغیر زندگی ادھوری سی لگتی ہے۔ اب بات ہوجائے ''امیر محبت'' کی تو نادیہ فاطمہ ہمیں آپ سے محبت ہے۔ آپ کی اسٹوری نے تو کمال کردیا پلیز اب آنچل کو چھوڑنا نہیں۔ ''یہ جنون منزل عشق'' پڑھ کر ہونٹوں پر مسکراہٹ بھی آئی اور آنکھوں میں نمی بھی' فنٹاسٹک۔ ''رسم دنیا'' رافعہ ملک اللہ آپ کے قلم میں اور طاقت دے' زبردست۔ راحت وفا آپ تو گرمی میں واقعی ہمارے لیے راحت ہیں ٹھنڈ پڑگئی دل و دماغ میں۔ نازیہ کنول نازی بہت دکھ ہوا انزلہ کی شادی مراد شاہ سے کردی اور انزلہ کی بیٹی بھی ہوگئی واہ۔ ہادیہ اور عباد کی جوڑی بنائیں پلیز' بے چاری ہادیہ کے ساتھ ہم بھی خوب روئے۔ آپ کی بیاض کے ساتھ کوپن بھیجنا لازمی ہے کیا؟ پیچھے سے ہمارا سارا رسالہ خراب ہوجاتا ہے پلیز یہ سلسلہ بند کردیں' آنچل ہر لحاظ سے اچھا ہے۔''

☆ پیاری نبیلہ جی! کوپن ضروری ہے' بغیر کوپن کے کوئی انٹری نہیں لی جائے گی۔

بشریٰ ناز...... جھنگ صدر۔ السلام علیکم! امید ہے آپ سب خیریت سے ہوں گی۔ نازیہ کنول نازی آپ کا ناول بہت اچھا جارہا ہے

اور باقی ناول بھی بہت اچھے جارہے ہیں اور افسانے اور ناول بھی بہت زبردست تھے اور نورین شفیع آپ کے بھائی کا سن کر بہت دکھ ہوا' ہم سچے دل سے دُعا کریں گے ان شاء اللہ آپ کا بھائی بہت جلد مل جائے گا اور انٹرویو تو سب کے بہت اچھے ہوتے ہیں اور امید ہاشمی آپ نے بتایا کہ آپ کی بینائی چلی گئی تھی لیکن کسی اللہ کے بندے نے آپ کی بینائی لوٹادی آپ پلیز اگر ہوسکے تو مجھے ان کا پتا دے دیں کیونکہ میری بھانجی کی بھی آنکھوں کی اچانک بینائی چلی گئی ہے' بہت علاج کروائے ہیں پر ڈاکٹر کہتے ہیں دماغ کی کمزوری کی وجہ سے ہوگیا ہے۔ اس کا دماغ کمزور ہے اس لیے پلیز مجھے ڈاکٹر کا پتا بتادینا' اوکے اور باقی آنچل کے اسٹاف اور جتنے بھی پڑھنے والے ہیں ان کو میرا اسلام' اوکے اللہ حافظ زندگی رہی تو اگلی دفعہ شرکت کریں گے۔

☆ پیاری بشریٰ! اللہ کریم تمہاری بھانجی کو جلد صحت عطا کرے' آمین۔

ای میل پر موصول تبصرے

کبریٰ علی...... اسلام آباد۔ ڈیئر شہلا آپی السلام علیکم! یہ میری کسی بھی رسالے میں پہلی ای میل ہے اس کو شمارے میں جگہ دے دیں۔ آنچل پڑھنا بہت اچھا لگتا ہے۔ اگرچہ اس کی تمام کہانیاں ہر کسی کو تفریح پہنچاتی ہیں لیکن سمیرا شریف طور کا ناول تھوڑا سا جذبات انگیز طور پر تھا کیونکہ ان کا ہیرو کہانی کے آخر میں مرگیا تھا سو پلیز قاری کے جذبات کا خیال رکھا جائے اور کہانی کے مین کردار کو نہیں ختم کیا جائے کیونکہ قاری ڈائجسٹ صرف تفریح کے لیے پڑھتا ہے۔ میں امید کرتی ہوں کہ آنچل اسٹاف اپنی بہترین کاوشوں سے قارئین کو تفریح فراہم کرتا رہے گا' اللہ حافظ

نائلہ خان...... نیلو۔ آنچل سے وابستہ تمام لوگوں کو نائلہ کا محبت بھرا پرخلوص سلام۔ کوئی لفظ نہیں آنچل کی تعریف کے لیے۔ نازی جی میرا دل پسند آپ کا ناول پڑھا ''جو رگ دشتِ فراق'' ہے آپ کی طرح دل کو چُھو لینے والا بہت ہی پیارا اس مرتبہ کا آنچل بہت پیارا تھا۔ ''یہ جنون منزل عشق'' ویل ڈن۔ کوئی مجھ سے دوستی کرنا چاہے تو پلیز......

نادیہ یٰسین...... ساھیوال۔ السلام علیکم! پہلی دفعہ شرکت کررہی ہوں' جگہ دے دیں پلیز۔ آنچل کے سرورق پر اپنی پسندیدہ اداکارہ کو دیکھ کر دل باغ باغ ہوگیا۔ خیر باقی ناول پڑھے تو دل روشن ہوگیا سو واٹ کے بلب سے بھی زیادہ۔ مجموعی طور پر اس ماہ کا آنچل زبردست رہا۔ ارے تفہیم یار! آپ تو بہت زیادہ کھپ ڈالتی ہو اور دھمکیاں بھی دیتی ہو' اسی لیے اتنی ساری جگہ گھیر لی لیکن یار آپ اچھی لگتی ہو ملنے اور جاننے کو دل کرتا ہے۔ سب کو رمضان مبارک ہو' اللہ حافظ۔

مبینہ شیخ...... لاھور۔ سب کو میری طرف سے محبتوں بھرا اسلام قبول ہو۔ اس دفعہ ٹائٹل کچھ خاص نہیں تھا۔ آج جس چیز نے مجھے میل کرنے پر مجبور کیا وہ ہے ''یہ جنون منزل عشق'' بہت زبردست لکھا ہے۔ عمر کا کردار پہیلی کی مانند لگا۔ اگر اور تفصیل سے لکھا جاتا تو اور مزا آتا پڑھنے میں۔ اس کے علاوہ تحسین' عقیلہ' رافعہ' راحت وفا اور ام مریم کی کاوش اچھی ہیں۔ ''بھیگی پلکوں پر'' کی قسط شامل نہیں ہوئی تو اقراء جی کا انٹرویو پڑھ کے ازالہ ہوگیا۔ باقی سب سلسلے خوب ہیں' اللہ حافظ۔

شازیہ خان...... میانوالی۔ السلام علیکم! اس بار آنچل بہت اچھا ہے۔ تمام سلسلے مجھے پسند ہیں' میں کافی عرصے سے آنچل پڑھ رہی ہوں لیکن پہلی دفعہ میل کررہی ہوں' اوکے اللہ حافظ۔

منقصود جمیل...... گوجرانواله۔ میں نے آنچل کو پڑھا تو بہت اچھا لگا۔ میرا بھی دل کیا کہ آپ سب دوستوں کو سلام کہوں اور بتاؤں کہ آنچل بہت اچھا رسالہ ہے تو اسے پڑھتے رہیں۔

کشف علی...... لاھور۔ آنچل ایک بہت اچھا رسالہ ہے پلیز آپ اسے ایک ماہ میں دو بار شائع کیا کریں پلیز۔ اس سے مجھے بہت کچھ سیکھنے کو ملا ہے' آنچل بہت معیاری ڈائجسٹ ہے۔

اب اجازت چاہتی ہوں اس درخواست کے ساتھ کہ رمضان المبارک کی خصوصی عبادات و دعاؤں میں ملک عزیز کے لیے خصوصی دعا فرمائیں گا کہ ارض پاک میں خوشحالی' امن وسکون اور بھائی چارے کا دور دورہ ہوجائے اپنا بہت خیال رکھیں گا۔ اللہ نگہبان۔

تاخیر سے موصول ہونے والے خط

صنم شاہ عرف سنی۔ نبیلہ یونس' فیصل آباد۔ انیس انجم' جھنگ عائشہ سلیم' فیصل آباد۔ جاناں' چکوال۔ مدیحہ نورین مدوح' برنالی۔ صائمہ طاہر سومرو' حیدرآباد سندھ۔ صدف سلیمان' شورکوٹ شہر۔ کرن وفا' کراچی۔ پروین افضل شاہین' بہاولنگر۔ صنم ناز' گوجرانواله۔ رانی اسلام' گوجرانواله۔ کائنات عابد' فیصل آباد۔ عارفہ سلیم' حافظ آباد۔

دوست کا پیغام آئے

ہما احمد

عتیقہ احمد اور اپنی ناراض کزن مصنف ناز کے نام

السلام علیکم! آنچل اور آنچل سے وابستہ تمام ممبرز کو میں نے ''دوست کا پیغام آئے'' میں اپنا پیغام دیکھنے کے لیے کھولا لیکن وہ تو نہ ملا لیکن عتیقہ احمد کا پیغام ملا۔ ان کی درخواست پڑھی میں ان کو داد دینا چاہوں گی کہ جو تیج انہوں نے تمام لکھاری بہنوں کو کیا وہ میرے دل میں بھی تھا لیکن انہوں نے خود ہی کہا ناں ڈری ڈری سہمی ہوئی احساس کمتری کی شکار سانولی موٹی بھدی اپنے حق کے لیے آواز اٹھانے سے ڈرنے والی لڑکیوں میں' میں بھی شامل ہوں۔ بہت اچھے عتیقہ احمد میں آپ کی بہت شکر گزار ہوں کہ ہماری پیاری مصنفین کو آپ نے اک نئی بات سے آگاہ کیا۔ قسم سے جب میں ان خوب صورت بااعتماد لڑکیوں کی کہانیاں پڑھتی تھی ناں تو میرے اندر کا احساس محرومی بڑھتا تھا اور میں مزید احساس کمتری کا شکار ہوتی یہ سوچ کر کہ واقعی ہم جیسی لڑکیاں جو آزادی سے گھوم پھر کے اپنی مرضی سے اپنی خواہش کے مطابق کچھ کر نہیں سکتیں' ان کا معاشرے میں کوئی مقام نہیں۔ او مائی ڈیئر مصنف ناز! تم کیوں ناراض ہو اور وہ بھی اتنے دنوں سے۔ ہائے اللہ پتا نہیں کیسے رہ لیتی ہوگی تم۔ چلو خیر ناراض ہونا تھا ہولیا' اب راضی ہو جاؤ' رمضان کے بعد اور عید کے دن یعنی 22 اگست کو سالگرہ ہے۔ میں نے تم سے گفٹ بٹورنا ہے' او کے یاد رکھنا۔ پھر کیسا لگا سرپرائز یعنی آنچل کے توسط سے' چلو یہ تو ہما باجی پہ منحصر ہے کہ وہ میرا پیغام شائع کر کے تمہیں راضی کروانے میں میری مدد کرتی ہیں کہ نہیں......؟

طیبہ سعدیہ عطاریہ......سیالکوٹ

عتیقہ احمد اور مدیحہ گوندل کے نام

عتیقہ! آپ نے جو رائٹرز کے نام پیغام دیا مجھے بہت اچھا لگا کیونکہ یہی سوال میرے ذہن میں بھی اٹھتے ہیں۔ بہرحال عتیقہ کیا آپ کا تعلق خاص منڈی بہاؤ الدین سے ہی ہے؟ مدیحہ گوندل میں نے پہلے بھی آپ کو پیغام دیا تھا لیکن شاید وہ آنچل کے ڈسٹ بن میں چلا گیا۔ مدیحہ بہت شکریہ آپ کو مجھ سے اپنائیت فیل ہوئی' آپ کا پری آپی کہنا مجھے بہت اچھا لگا' بہت شکریہ۔ باقی تمام فرینڈز' کزنز' گروپ فرینڈز اور قارئین بہنوں کو السلام علیکم آداب۔ ہمیشہ خوش رہیں' آمین۔

پری وش گوندل......منڈی بہاؤ الدین

پیاری دوستوں کے نام

ڈیئر فرینڈز! السلام علیکم! پیاری اریبہ' عطروبہ' رومان' سائرہ اور حرا چوہدری (بورے والہ) سے اور لائبہ ہاشمی' باغ آزاد کشمیر سے۔ کیسی ہو آپ سب؟ امید ہے آپ سب خیریت سے ہوں گی۔ اللہ پاک آپ کو سدا خوش اور آباد اور اپنی حفظ وامان میں رکھے۔ مجھے آپ لوگوں سے دوستی کرنی ہے پلیز جواب لازمی دیجیے گا۔ میں انتظار کروں گی۔ جواب کی منتظر......

ساریہ چوہدری......گجرات

دوستوں کے نام

السلام علیکم! تمام دوست' پڑھنے والوں اور فرح جانو پیشگی بہت بہت رمضان کی آمد مبارک ہو۔ نوشین 27 جولائی کو آپ کی سالگرہ ہے' آپ کو اور جن کی جون' جولائی میں سالگرہ ہے۔ وش یو ہیپی برتھ ڈے' آرائین جیا۔ شبانہ' صائمہ قریشی' شہزادی آپ سب کو میرا اسلام پلس دعا۔ فرح جانو! اللہ رب العزت آپ کو پیپرز میں بہترین کامیابی عطا کرے آمین اور جی برتھ ڈے کا تحفہ اور سرپرائز کیسا لگا۔ اک اک لفظ محبت میں ڈوبا تیرے لیے ہے۔ میں جلدی ملنے آؤں گی۔ تمام فرینڈز کو میرا خلوص بھرا اسلام دعائیں۔ دعاؤں میں یاد رکھنا' والسلام!

کرن وفا......کراچی

ثناء وقار' شبانہ کراچی کے نام

محبتوں بھرا اسلام۔ ثناء وقار جی! میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں اگر آپ کو پسند ہو تو میرے ساتھ آنچل کے ذریعے رابطہ کیجیے گا۔ خلوص اور سچائی شرط ہے۔ شبانہ اور باقی آنچل ریڈرز سے بھی دوستی کرنا چاہتی ہوں اگر کسی کو پسند ہو تو ضرور آگاہ کیجیے گا۔ آپ سب کی اپنی!

طیبہ طاہر......گجرات

میری پیاری بہن ثناء وقار کے نام

السلام علیکم! آپ کا تعارف پڑھا۔ بہت دکھ ہوا کہ آپ کا کچھ لوگوں نے اعتماد توڑ دیا ہے۔ میری بہنا! مایوس نہیں ہو زندگی اللہ کی امانت ہے' اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ میری رحمت سے مایوس نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے ستر سگی ماؤں سے زیادہ محبت کرتا ہے۔ آئندہ سے آپ نے مایوس نہیں ہونا۔ آج سے میں آپ کی پکی دوست بن گئی اگر آپ مجھے اپنی دوستی کے قابل سمجھتی ہیں تو جواب ضرور دینا' فی امان اللہ آپ کی دوست۔

کشف اعوان......کھاریاں کینٹ

نازیہ کنول نازی کے نام

السلام علیکم پیاری نازی! امید کرتی ہوں خیریت سے ہوگی اور آپ کی امی بھی۔ نازی میں نے آپ سے بات کرنی تھی' مجھے لکھنا تو نہیں آتا ورنہ میں خود لکھتی کہانی۔ نازی جی! دو دوستوں پہ کہانی لکھیں لڑکیوں پر جن کی خاندانی دشمنی کے باوجود دوستی ہوتی ہے یعنی ایک کی پھوپو کی وجہ سے دشمنی ہوتی ہے اور دوسری کی خالہ کی وجہ سے قتل ہو جاتے ہیں لیکن ان کی دوستی برقرار رہتی ہے پھر آخر ان کی دوستی کو یہ لوگ ختم کر دیتے ہیں کہ یا دشمنی نبھاؤ یا دوستی۔ دونوں دوستی کو چنتی ہیں اور گاؤں سے نکال دی جاتی ہیں۔ نازی یہ حقیقت ہے جھوٹ نہیں' وہ دوستیں ایک میں خود اور دوسری کا نام نہیں لکھوں گی۔ اگر آپ نے کہانی لکھی تو میرا نام نیہا اور دوسری کا مہتاب رکھنا ہے' امید کرتی ہوں کہ آپ ہماری کہانی لکھ سکیں گی۔ آنچل کے ذریعے ضرور آگاہ کیجیے گا اور ناول ختم ہونے پر آپ کو مبارک باد' بہت اچھا آپ لکھتی ہو' پلیز صائقہ اور عباد کا جوڑ بنائیے گا' شکریہ۔

عالیہ کاظمی......کہوٹہ

عزیز از جان شوہر کے نام

کامران دوست کا پیغام آئے کے توسط میں آپ سے اظہار کرنا چاہتی ہوں کہ میں اور میری بیٹی حوریہ آپ سے بہت محبت کرتی ہیں۔ ہماری زندگی کی ساری خوشیاں صرف آپ کے دم سے ہیں' خدا آپ کا اور ہمارا ساتھ زندگی بھر محبت بھرا رہے۔

نادیہ کامران......کہوٹہ

عتیقہ احمد کے نام

السلام علیکم! اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے' آمین۔ آنچل کے ذریعے میں آپ کو دوست کے پیغام میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ پچھلے مہینے آنچل میں آپ نے اک لڑکی کی قسم بتائی تھی میں تو ڈر گئی کہ آپ نے میری ہی بات لکھ دی ہو جیسے۔ کسی کو چاہنا کوئی گناہ تو نہیں پھر میں نے غلطی نہیں کی صرف محبت ہی تو کی ہے۔ اب آپ ہی بتائیے کہ اگر میں نے غلطی کی ہے تو میں اپنی غلطی کیسے سدھاروں جس سے میرے گھر والے اور رشتے دار مجھ سے خوش ہو جائیں۔ میں عتیقہ احمد کی شکر گزار ہوں کہ انہوں نے ایسی لڑکی کے بارے میں لکھا جو بالکل مجھ سے ملتی جلتی ہے اک درخواست کروں گی تمام رائٹرز سے کہ ایسی لڑکی کی بھی کہانی لکھیں میں جاننا چاہتی ہوں ایسی لڑکی کی محبت اسے ملتی ہے یا نہیں پلیز مجھے شدت سے آپ سب کے جواب کا انتظار رہے گا' فی امان اللہ۔

عائشہ پرویز......کراچی

پیاری دوستوں کے نام

السلام علیکم! ارے جناب میں تمہاری دوست زندگی ہوں (محبت جی) حیران ہو دہی ہو کیا؟ دعا' امبر' ایمان' انعم' امید' کنزہ' محبت' انیلا۔ جی مجھے میری ہر غلطی پر معاف کر دیا کرو' عفراء اینڈ ارم جی! آپ بھی مجھے یاد کرتی ہو کہ نہیں۔ میری دعا ہے کہ سدا خوش رہو اور مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھو اور ہاں میرے سویٹ بھائیوں اور ہاں جی I also Love You very Much علی حسن' علی اصغر' علی اکبر' علی رضا' علی شیر' میں آپ کی بہن ہوں۔ امی جی Love You

اقراء کلثوم......سمبڑیال

ماہ وش......واہ کینٹ کے نام

السلام علیکم! آپ کا پیغام ذیشان چوہدری کے نام پڑھا' اچھا لگا اور خوشی ہوئی کہ اسلام آباد کے DJ کو بھی لوگ جانتے ہیں ان کی سالگرہ کی درست تاریخ 27 جون ہے۔ پہلے جب سیالکوٹ اور اسلام آباد (FM) کمبائن تھا تو میں ان کے پروگرام سنا کرتی تھی لیکن اب اسلام آباد کی ٹرانسمیشن سیالکوٹ میں نہیں آتی تو میں ان کا شو نہیں سن پاتی لیکن اتنا عرصہ گزرنے کے باوجود ان سے رابطہ ہے۔ ہاں اسی پیغام میں ان کو سالگرہ وش کرنا چاہوں گی ''ذیشان بھائی'' سالگرہ مبارک ہو۔ ان گرمیوں میں لوڈشیڈنگ کا رواج نہ تھا' ایک شوکنگ خبر یہ کہ وہ میرے پیارے سے بھائی جو اسلام آباد میں ہوتے ہیں اور ایک بیٹی کے والد جان ہیں' والسلام۔

ساجدہ زید......ویرووالہ

ثناء وقار' سیدہ آرائین جیا کے نام

سیدہ جیا! سویٹ سسٹر! آپ کی دوستی کی فرمائش سر آنکھوں پر مگر سہیلی اپنا پورا نام تو بتاؤ ورنہ ہم تو سوچتے رہیں گے کہ رابعہ نورین ہو یا رداناز' رملہ نوشین یا...... خیر ہم اور آپ پکی سہیلیاں او کے...... ثناء وقار کیا ہو گیا ہے آپ کو ایک بات یاد رکھیں یہ دنیا غم تو دیتی ہے شریک غم نہیں ہوتی' اس لیے ہر مشکل اور پریشانی کو جھٹک کر قرب الٰہی میں سکون ڈھونڈیں۔ مایوسی تو کفر ہے بہنا! اور بے وفائی تو اس دنیا کا ازل سے شیوہ ہے' امید ہے اب مایوس نہیں ہوگی اور تمام قارئینِ آنچل کو ماہِ رمضان مبارک ہو' فقط آپ کی بہن!

مہر گل......کراچی

بہت ہی پیاری فرینڈز کے نام

السلام علیکم ڈیئر ماروی! تم نے پوری کلاس میں ٹاپ کیا بہت بہت مبارک ہو۔ میری دعا ہے آگے پوری یونیورسٹی میں

ٹاپ کرو آمین۔ نیناں شاہ میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں کیا آپ میرا خلوص ومحبت سے بھرا دوستی کا ہاتھ تھاموگی۔ نازیہ کنول نازی اپنا بہت سارا خیال رکھا کرو آپ کی امی اب کیسی ہیں؟ اللہ تعالیٰ انہیں صحت کاملہ دے آمین۔ سعدیہ امل یار پلیز واپس آجاؤ آنچل ادھورا ہے آپ کے بنا۔ آخر میں اپنے کیوٹ اینڈ سویٹ کزن عبدل کو آئی مس یو اور خدا تمہیں بہت ترقی دے آمین۔ میری بیسٹ وشز خدا تمہیں تمہاری محنت کا پھل دے تمہارا رزلٹ اچھا آئے تاکہ میں تم سے ٹریٹ لے سکوں کنجوس کی جیب کچھ ہلکی کردوں، سب کو سلام ودعا۔ سب کی سب فرینڈز سے ناراض ہوں، جس کو پیغام بھیجا ان کا جواب نہیں ملا نہ ”ہاں“ میں نہ ”ناں“ میں۔ والسلام۔

صائمہ طاہر سومرو......حیدرآباد

سدرہ شاہ اور تانیہ زینب کے نام

السلام علیکم! سدرہ جی آپ کا انٹرویو پڑھا تھا بہت اچھا تھا، مصروفیات اس قدر تھی کہ آپ کے نام پیغام نہیں لکھ سکی، میں تم سے دوستی کرنا چاہتی ہوں اور پکی دوستی کرنا چاہتی ہوں، پلیز سوچ سمجھ کے جواب دینا میں انتظار کروں گی اور تانیہ! تم کیسی ہو؟ یار غائب ہی ہوگئی ہو مجھے تم بہت یاد آتی ہو لگتا ہے مجھے تو بھول ہی گئیں خیر کوئی بات نہیں تم جہاں بھی رہو خوش رہو۔ میری جان اگر میرا پیغام مل جائے تو مجھ سے ایک دفعہ رابطہ ضرور کرو پلیز میں بہت اداس ہوں، ایگزامز بھی ہو رہے ہیں دعا کرنا پلیز اللہ آپ کو خوش رکھے آمین خدا حافظ۔

اقصیٰ کنزہ......سرگودھا

پیاری بہنوں کے نام ایک پیغام

السلام علیکم! یہ پیغام ان لڑکیوں کے لیے ہے جو محبت کو روگ سمجھتی ہیں۔ محبت روگ نہیں ہوتی بلکہ ہم اسے روگ بنالیتی ہیں۔ اگر کوئی لڑکا ہمارے ساتھ بے وفائی کرتا ہے تو اس کی وجہ ہم لڑکیاں ہوتی ہیں جو ان پر اعتبار کرتی ہیں اگر ہم انہیں حوصلہ نہیں دیں گے تو وہ ہمارے ساتھ ایسا نہیں کریں گے۔ جب وہ پہلی دفعہ ہمیں آئی لو یو کہتے ہیں تو ہمیں انہیں ڈانٹنا چاہیے کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ آج کے دور میں کوئی وفا نہیں کرتا اور اگر کسی نے آپ کے ساتھ بے وفائی کی ہے تو پلیز انہیں معاف کردیں۔ میں جانتی ہوں کہ یہ آسان نہیں ہے اگر ہم کسی کو معاف کردیں گے تو شاید اللہ تعالیٰ ہمیں معاف کردے۔ اللہ تعالیٰ ہماری کتنی بڑی بڑی غلطیاں معاف کردیتا ہے۔ اب اجازت دیجیے آنچل اسٹاف کو سلام آپ کی دعا گو۔

ثناء کنول اللہ دتہ......لودھراں

برتھ ڈے وِش مائی ہزبینڈ

السلام علیکم! امید ہے کہ آپ ٹھیک ہوں گے۔ اُف اتنی گرمی میں آپ دنیا میں تشریف لائے، دیکھیں جناب ہوئے نا حیران۔ جی جناب! سالگرہ آپ کی ہو اور مابدولت بھول جائے یہ ناممکن ہے جی! زندگی کی یہ 24 ویں سالگرہ آپ کو بہت بہت مبارک ہو تو جناب 2 جولائی کو آپ اس دنیا میں تشریف لائے۔ مِنی مِنی ہیپی ریٹرنز آف داڈے۔ اللہ آپ کو ذہنی اور قلبی سکون عطا فرمائے، جو آپ چاہتے ہیں، سوچتے ہیں سب آپ کی قسمت میں لکھ دے۔ اللہ آپ کو ہزاروں برس زندگی عطا فرمائے، آمین۔ ہمارا ساتھ کبھی بھی نہ چھوٹے اور اللہ آپ کو حقیقی خوشیاں عطا فرمائے، آمین۔

حنا طارق......بہاولپور

ناراض ہونے والے بہت پیاروں کے نام

نہیں آتا مجھے فن کسی کو منانے کا
فقط اتنا ہی کہتی ہوں
”چلو اب مان جاؤ ناں“
تمہارے نزدیک اگر میری ہنسی۔ دلکش ہے
تو میں مسکرا کر کہتی ہوں
”چلو اب مان جاؤ ناں“
اگر تم دیکھنا چاہو میری آنکھوں میں آنسو
تو میں رو رو کے کہتی ہوں
”چلو اب مان جاؤ ناں“
سزا دینے سے ہوتی ہے اگر تسلی تمہاری
تو پھر میں کان پکڑ کر کہتی ہوں
”چلو اب مان جاؤ ناں“
دیکھو ایسے کسی سے روٹھنا اچھا نہیں ہوتا
اب میں بہت مان سے کہتی ہوں
”چلو اب مان جاؤ ناں“

شگفتہ خان......بھلوال

نازیہ کنول نازی کے نام

السلام علیکم نازی جی! کیسی ہیں آپ؟ امید کرتی ہوں کہ آپ خیریت سے ہوں گی۔ میں آپ کی لکھی ہوئی تحریریں بہت شوق سے پڑھتی ہوں، آپ کی امی کے متعلق پڑھا اللہ تعالیٰ انہیں شفاء عطا فرمائے، آپ کی کہانی ”پتھروں کی پلکوں پر“ بہت زبردست جارہی ہے پلیز نازی جی انوشہ کو شاہ زر کے ساتھ ٹھیک کردیں، آخر میں آپ کے لیے اور آپ کی امی کے لیے دعائیں اور سلام۔

خالدہ شاہین......مُدھ رانجھا

آنچل فرینڈز کے نام

السلام علیکم دوستو! دعا ہے آپ سب خیریت ومسرت سے ہوں، آمین۔ پیاری بہن سیدہ آرائن جیا! آپ کا دوستی کے لیے بڑھایا ہوا ہاتھ ہم نے تھام لیا ہے، خوش رہیے اور اپنی دعاؤں میں ہمیں بھی شامل کرلیجیے گا۔ ڈیئر نازیہ کنول نازی جی! اللہ آپ کی امی کو صحت کاملہ عطا فرمائے، آمین۔ پیاری آپی شمیم ناز صدیقی آپ کی دعاؤں اور محبتوں کے لیے ممنون ہوں اور صحت کے لیے دعا گو۔ ڈیئر زنیرہ، ذشے خان ذشی، کومل رباب افضل، صباحت مرزا، مہر گل کا شکریہ اور سویٹ نادیہ فاطمہ رضوی ویل ڈن بہت اچھا لکھ رہی ہو چشم بددور۔ دھڑکن بلوچ، عائشہ کرن، طیبہ شیرین، مسز نازیہ عابد، ظل ہما، سمعیہ مریم، نوشین اقبال نوشی، صوفیہ ملک سب کو سلام دعا۔ پیاری آپی فریدہ جاوید فری آپ کو اپنی شاعری کا مجموعہ شائع ہونے پر دلی مبارک باد قبول ہو۔ ”پانچواں موسم“ بہت عمدہ شاعری سے مزین ہیں۔ اللہ آپ کو مزید کامیابی سے نوازے، آمین۔ مسز نجم شہزاد آپ کی پُرخلوص دعائیں اور محبتوں کا بے حد شکریہ، جزاک اللہ، سدا خوش رہیں، آمین۔ آپ سب کی دعاؤں کی طالب!

سباس گل......رحیم یار خان

بے وفا دوستوں کے نام

السلام علیکم ہما آپی! کیا حال ہے؟ امید ہے ٹھیک ٹھاک ہوں گی۔ برائے مہربانی میرا یہ تیسرا اور شاید یہ میرا آخری خط شائع کرکے احساس کرنا۔ بے وفا آنچل پڑھنے والیوں! میں نے دوستی کا پیغام دیا تم سب نے تو جیسے قسم کھائی ہے مجھے جواب نہیں دینا، میں اکیلی ہوں، ماں جیسی ہستی بھی نہیں ہے، سوچا کوئی دوست مل جائے گی پر کسی نے ہاتھ تھامنا گوارا نہیں کیا، جیسے میں کوئی جن بھوت ہوں۔ کوئی بات نہیں یار! میری قسمت ہی ایسی ہے تنہا رہنا۔ اب تو عادت بھی ہوگئی ہے اکیلے رہنے اور جینے کی، کوئی غلطی ہوگئی ہو تو معاف کردینا، خدا حافظ۔

مسکان......قصور

نازیہ کنول نازی اور آنچل پریوں کے نام

السلام علیکم نازی آپی! امید ہے خیریت سے ہوں گی۔ نازی آپی! آئی لو یو سو مچ۔ مجھے آپ بہت اچھی لگتی ہیں۔ میں آپ سے دوستی کرنا چاہتی ہوں ویسے تو میں آپ جیسی نہیں، آپ کا تو کوئی مقابلہ ہی نہیں لیکن اس پاگل دل کا کیا کیا جائے جو آپ سے یاری کرنے پر اڑا ہوا ہے اگر آپ کا دل ہاں کردے تو پلیز میری دوستی کو مت ٹھکرائیے گا۔ اسی سلسلے میں جواب ضرور دیجیے گا، میں انتظار کروں گی پلیز۔ اقرار یا انکار جواب ضرور دیجیے گا اب ذرا پریوں سے بات کرتے ہیں۔ ہیلو آنچل پریوں! پہلے نام سن لو ثمامہ جی کیسی ہیں آپ؟ مئی کے شمارے میں آپ کا جواب نہ دیکھ کر دل بُری طرح ٹوٹا آپ نے کوئی رسپانس ہی نہیں دیا، خیر آپ کی مرضی کوئی زبردستی نہیں مجھے تو آپ پھر بھی اچھی لگتی ہیں، آئی لو یو۔ ہیلو نیناں شاہ! کیسی ہو تم یار؟ اداس تو نہیں ہو ناں میری جان؟ تمہارے جواب کا انتظار ہے، ہمیشہ خوش رہو۔ ہیلو چندا مثال! میں ایمن، کیا آپ مجھ سے دوستی کریں گی؟ میں آپ کے جوابات کا انتظار کروں گی پلیز جواب ضرور دیجیے گا آخر میں اللہ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آنچل کو بلندی اور کامیابی عطا کرے اور اس کی پریوں کی چمک ہمیشہ ایسی ہی روشن رہے آمین۔

ایمن وفا......جھڈو

سمیرا شریف طور کے نام

السلام علیکم! سمیرا آپی کیسی ہیں آپ یقیناً بالکل ٹھیک ہوں گی کیونکہ اتنے چاہنے والے آپ کے لیے دعائیں کرتے ہیں۔ جی ہاں میں بھی آپ کی بہت بڑی پرستار ہوں۔ پہلے میں ڈائجسٹ نہیں پڑھا کرتی تھی مگر جب سے آپ کو پڑھنا شروع کیا ہے کم بخت چھوٹ بھی نہیں رہا۔ بہت سی دوسری بہنوں کی طرح میں نے بھی آپ کی اسٹوری ”یہ چاہتیں یہ شدتیں“ سے ہی پڑھنا شروع کیا ہے۔ آپی جب بھی میں آپ کی کوئی اسٹوری پڑھتی ہوں تو مجھے لگتا ہے یہ میرے اندر کہیں گہرائی میں اترتی چلی جارہی ہو۔ ایسے لگتا ہے جیسے آپ نے میرے نزدیک بیٹھ کر لکھی ہو۔ میری آپ کے لیے یہی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو دنیا و آخرت دونوں میں سرخرو کرے۔ آپ کے قلم کو اور زیادہ طاقت دے۔ آپ کو ہمیشہ اپنی رحمتوں کے سائے تلے رکھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خوشیاں دے اور ان لوگوں سے خوشیاں عطا فرمائے جن سے آپ کو توقع بھی نہیں ہے۔ آپ کی ہر جائز خواہش پوری ہو آمین۔ بہت سی دعاؤں کے ساتھ اللہ حافظ۔

فائزہ بھٹی......پتول

امی ابو کے نام

السلام علیکم! میری طرف سے آنچل سے وابستہ ہر ایک کو سلام۔ امی ابو کیسے ہیں آپ دونوں؟ طبیعت کیسی ہے آپ دونوں کی؟“ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ دونوں کو صحت دے اور آپ لوگوں کا سایہ تاحیات ہمارے سروں پر قائم رہے۔ آپ ہماری زندگی کا قیمتی سرمایہ ہیں اگر کوئی غلطی ہوگئی ہو تو پلیز مجھے معاف کردینا۔ میری طرف سے خالہ کوثر اور خالہ زرینہ کو سلام۔ آپ کی بیٹی!

انیلہ شہزادی اکرم......لودھراں

بہت پیاری دوست کے نام

السلام علیکم! ہائے دوست کیسی ہو؟ امید ہے کہ تم سب ٹھیک ہوگی اور ہم بھی خیریت سے ہیں۔ جب سے تم کوئٹہ گئی ہو ہمیں بھول گئی ہیں اور راحب تجھے بہت یاد کرتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ تم بہت خوش ہوگی اپنا نام دیکھ کر دعاؤں میں یاد رکھنا۔

مسکان جبین......مرید کے

عطرو بہ سکندر کے نام

السلام علیکم! کیسی ہو آپ؟ مجھے آپ نے سالگرہ کی مبارک باد دی۔ اس کے لیے بہت بہت شکریہ۔ تعارف میں نے کافی دیر سے بھیجا تھا لیکن مجھے نہیں پتا تھا کہ یہ میری سالگرہ سے ایک ماہ پہلے چھپے گا۔ آپ کا نام میں نے اکثر پڑھا ہے مگر مجھے نہیں پتا تھا آپ ایک دن مجھے وش کریں گی۔ تھینک یو سو مچ! میری طرف سے ڈھیروں دعائیں۔

شفق راجپوت......گوجرہ

نازیہ کنول نازی کے نام

مئی کے شمارے میں آپ نے جو پیغام میرے لیے لکھا میں اس کے لیے بے حد مشکور ہوں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی والدہ کو مکمل صحت یابی عطا فرمائے آمین۔ آپ میری فیورٹ رائٹر ہی نہیں شاعرہ بھی ہیں۔ مئی کا شمارہ میرے لیے بہت لکی ثابت ہوا ہے کہ آپ نے مجھے مخاطب کیا میں اپنی خوشی بیان نہیں کرسکتی اور آپ کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتی ہوں اس امید پر کہ مایوس نہیں کریں گی اور جاناں (چکوال) بھئی آپ نے دوستی میں پہل کر کے اپنے نمبرز بڑھا لیے اب ایک ہی ضلع میں رہتے ہوئے میں بھلا آپ کی دوستی سے کیسے انکار کرسکتی ہوں ہماری ایسی مجال کہاں ہاہاہا۔ سدا خوش رہو آج سے ہماری دوستی پکی او کے اللہ حافظ۔

نامعلوم......مقام نہیں لکھا

ڈیئر نورین کے نام

السلام علیکم! کیسی ہیں آپ نورین؟ جب آپ کے ساتھ وہ حادثہ پیش آیا تو مجھے بہت دکھ ہوا حتیٰ کہ میرا آپ سے کوئی رشتہ نہیں، میں تو صرف آپ کا نام جانتی ہوں لیکن مجھے کافی پریشانی ہوئی انہی دنوں مجھے بہت بخار بھی تھا۔ خدا سے بس آپ کی زندگی کی دعا کی۔ شکر ہے کہ آپ پھر سے صحت یاب ہوگئیں خدا آپ کو زندگی میں بہت خوشیاں دے آمین۔ ویسے آپ نے سرپرائز کا کہہ کر تجسس میں ڈال دیا۔ ویسے مجھے سرپرائز بہت اچھے لگتے ہیں بشرطیکہ مجھے پسند ہو۔ میں آپ کی نیچر کے بارے میں نہیں جانتی کہ آپ کیسی ہیں البتہ میں تو سنجیدہ اور کم گو ہوں، خاموش رہتی ہوں زیادہ ہلہ گلہ پسند نہیں اوکے بائے اپنا بہت خیال رکھیے گا اگر زندگی نے مہلت دی تو پھر بات ہوگی۔ زندگی کی ہر مشکل میں، ہر طرح کے حالات میں، ہر خوشی میں، ہر غم میں، آنسوؤں کی دھند میں، دکھوں کی برسات میں، پیار کے لمحات میں دوریوں کے موسم میں جو بھی ہو جیسا بھی ہو یہ یقین رکھنا میں تمہارے ساتھ ہوں۔

اقراء تبسم......اوکاڑہ

دوست کے نام

دوست آپ کا بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے یاد رکھا اور میں آپ کے خلوص کی معترف ہوچکی ہوں۔ ان شاء اللہ میں آپ کا خلوص کبھی فراموش نہیں کرسکوں گی اور نہ ہی آپ کی دوستی فراموش کرسکوں گی، ہمیشہ دعاؤں میں یاد رکھنا۔ آپ کی ایک پُرخلوص دوست۔

صائمہ علی......کراچی

اپنی جان سے عزیز ہستیوں کے نام

باجی نگہت غفار آپ کو اللہ پاک صبر، صحت وسکون عطا فرمائے۔ خوشیوں بھرے پُرسکون لمحات۔ فریدہ جاوید فری! پہلی کتاب پانچواں موسم کی آمد مبارک ہو ہمیں کبھی نہ بھلانا۔ فرح طاہر! بے شمار کہانیاں لکھو۔ سباس گل! ہر قدم گل وگلزار ہو۔ نزہت جبیں! محبتوں کو یونہی لٹاتی رہیے۔ انکل مشتاق قریشی صاحب! اللہ پاک صحت وتندرستی والی لمبی عمر عزیز عطا فرمائے آمین۔ باقی سب کے لیے نیک خواہشات۔

فصیحہ آصف خان......ملتان

پیاری آمنہ خان خوشاب کے نام

پیاری ہما احمد جی! السلام علیکم! کیسی ہیں آپ؟ میری دعا ہے آپ سدا ہنستی مسکراتی رہیں۔ کیسی ہو آمنہ! کیا بھول گئی ہو؟ اتنی بڑی دنیا ہے ظاہر ہے انسان بھول ہی جاتا ہے مگر آپ سمیت ساری ٹیم مجھے بہت بہت یاد آتی ہے آپ ٹھیک ہیں، کیا کررہی ہیں آج کل؟ ایک بار آنچل میں آپ کا تعارف پڑھا تو پتا چلا کہ آپ بھی آنچل کے سائے تلے ہیں سو تب سے سوچ رہی تھی آپ کو آنچل کے ذریعے اپنی یاد دلاؤں۔ اب آپ جلد از جلد آنچل کے ذریعے جواب دیں، میں منتظر رہوں گی۔

رخسانہ اقبال......خوشاب

گوگلو موگلو اسلام کے نام

اسلام! تم مجھ سے دو گھنٹے کیا دور ہوتے ہو دل کا چین ہی لوٹ لیتے ہو۔ پاپا جی! آپ روز ہی رول لے کر نہیں آتے اب نہ لائے تو گیٹ نہیں کھلے گا کیونکہ چابیاں میں نے کہیں چھپا دینی ہیں۔ ساری رات باہر گزارنا پڑے گی۔ اس لیے پلیز ضرور لے کر آئیں، آپ کے والد محترم اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے اس بات کا مجھے بہت افسوس ہوا۔ جو بھی اس خط کو پڑھے وہ میرے دادا ابو جی کے ایصالِ ثواب کے لیے ضرور دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، ماہِ نور اسلام کیسی ہیں آپ؟ کیا حال چال ہیں؟ اور شاہ رخ کیسے ہیں؟ معصوم الحسن تم سناؤ کیسے ہو؟ اور کوشیلہ کیا کررہی ہیں؟ پڑھائی کا سناؤ کیسی جارہی ہے؟ ویسے تو تم دونوں کا پڑھنے کو دل نہیں کرتا، اللہ تم دونوں کو راہِ راست پر لائے آمین۔

رانی راجا اسلام......گوجرانوالہ

فرینڈز کے نام

پنکی! پلیز مجھے معاف کردو اتنی ناراضگی اچھی نہیں میری جان! ایم ویری ویری سوری یار! ایم جی! یار کبھی ہمیں بھی یاد کرلیا کرو کبھی ہم آپ کے دوست تھے۔ میری جان ریحان شاہ میرے کیوٹ بھانجے، حمیرا شاہ، عابدہ شاہ، گڑیا شاہ کیسے ہو آپ سب؟ عروسہ تم کیا یاد کرو گی کہ سنی شاہ کا اتنا چھوٹا دل ہے کہ تجھے یاد نہیں کیا۔ چندا مثال میں آپ سے اور عطرو بہ سکندر سے دوستی کرنا چاہتی ہوں پلیز جواب ضرور دینا، صنم الیف صاحبہ اب ایک اور صنم آئے گی کیا خیال ہے دوستی کرنا چاہو گی، جواب ضرور دینا۔

صنم شاہ......گاؤں حضرت پیر عبدالرحمٰن

فریدہ جاوید فری کے نام

آپ کی نگارشات اور آپ کا کلام مختلف اخبار ورسائل میں پڑھتی ہوں آپ کی ہر تحریر ہی مجھے بہت پسند آتی ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے قلم میں اور نکھار لائے اور آپ ہمیشہ خوش وخرم رہیں آمین۔

پروین افضل شاہین......بہاولنگر

پیاری پیاری دوستوں کے نام

کیسی ہو میری اریبہ شہزادی! اپنا خیال رکھا کرو۔ اداس مت رہا کرو کیونکہ مجھے اپنی اریبہ ہنستی مسکراتی چاہیے۔ پیاری ندا بدگماں نہ ہوا کرو ڈیئر! میرا آپ سے بہت پیار ہے اور زاہدہ پلیز سوری پچھلے دنوں میری ایک اپنی غلطی کی وجہ سے...... آئی ایم سوری! نوشین آپ کی شاعری کی کتاب شائع ہونے پر مبارک باد۔ چندا مثال! آپ تو بھول گئی ہیں۔ سدرہ اسلم، سومیا، سحر اور سدرہ عاشق! آپ کہاں غائب ہیں۔ فوراً مجھ سے رابطہ کریں۔ مریم! آپ ایک دن جھلک دکھا کر 10 دن غائب کیوں ہوجاتی ہو؟ آنزہ! آپ اللہ کا گھر دیکھ کر آئی ہیں، مبارک ہو۔ آپ بہت اچھی ہو۔ بشریٰ ملک اور فرزانہ ملک آپ کے ایس ایم ایس بہت پیارے ہوتے ہیں۔ آپ کے پیار کا بہت شکریہ۔ ثناء اعوان! آپ کو شادی کی مبارکاں۔ ام مریم اور سمیرا جی کیا حال ہے؟ اچھا جی! اپنی دوست کو اجازت دیں۔

صنم ناز......گوجرانوالہ

ثناء انعم اینڈ کرن کے نام

ہائے ثناء! مبارک ہو بہت بہت، سنا ہے مما بن گئی ہے تو اب جلدی سے منہ میٹھا کروادے میڈم! تین مٹھائیاں ادھار ہوگئی ہیں اور مجھے پورا یقین ہے تینوں میں سے ایک بھی نہیں کھلائی گئی، کنجوس......! اور کیا نام رکھا اپنی بے بی کا اور بیٹا میں مورو آئی ہوئی ہوں شرافت سے ملنے آجا ورنہ بھاڑ میں جا بے وفا! ہائے انعم اپنے شوہر کی صنم کیا حال ہیں؟ کہاں ہے آج کل ملتان میں یا حیدرآباد آئی ہوئی ہے، مبارک ہو بیٹے کی مما بن گئی اور بدتمیز کیا کررہی ہے آج کل؟ خیر اب کیا کرنا تھا تجھے ہوگئی اپنے صنم میں بزی۔ بے وفا، ہمیشہ خوش رہو۔

سونی علی......ریشم گلی مورو

دوستوں کے نام

بشریٰ آپی! کیسی ہیں آپ؟ آپ کے ایگزامز ہونے والے ہیں، آل دا بیسٹ۔ جاناں تھینکس میرے نام پیغام بھیجنے کا۔ او کے نہیں جانتی تمہیں اتنا اور نیناں شاہ، شہنیل آپی، ماہ رخ آپی، ام مریم، زنیرہ انصاری، سعادت شہزادی، عطرو بہ جی، بشریٰ آپی اور جاناں آپ سے روزانہ یا دو تین دن بعد بات کرتی ہوں، مجھے بہت خوشی ہوتی ہے۔ فرزانہ ملک اب تمہاری طبیعت کیسی ہے؟ اپنی کیئر کیا کرو۔ صنم ناز رابطہ ختم کیا دکھ تو ہوا بس اللہ کی رضا جان لی میں نے۔ اُم گروپ میں شامل ہر لڑکی میری بیسٹ ایم بیسٹ فرینڈز سب کو بہت بڑا اسلام اور ڈھیروں پیار۔ اُم گروپ کو بہت مس کرتی ہوں۔ عائشہ ملک، بشریٰ ملک، فرح طاہر، عطرو بہ سکندر کو پیپرز کے لیے آل دا بیسٹ، اگر کوئی دوستی کرنا چاہے تو اُم حاضر ہے، جن فرینڈز کے نام لکھے ان سے نمبر میرا مل سکتا ہے۔ دعاؤں میں یاد رکھنا اور مجھے ہر فرینڈ کا پیار اور دوستی کی ضرورت ہے۔

ام کلثوم......لیاری، کراچی

ہم سے پوچھئے

شمائلہ کاشف

ایمن وفا...... جہلم

س: آپی جانی کیا دل توڑنے والوں کے پاس دل نہیں ہوتا؟
ج: کیا دل پلاسٹک کا ہے۔
س: آپی دوست پھول جیسے ہوتے ہیں نا پھر وہ کانٹوں کی طرح آنسو کیوں دیتے ہیں؟
ج: کیونکہ پھول کے ساتھ کانٹے جو ہوتے ہیں۔

شمع مسکان...... جام پور

س: ہر سو تنہائی پھیلی ہوئی ہو اندر اداسیوں کا ڈیرہ ہو۔ آنکھوں سے اشک رواں ہوں' ذہن سے یادیں لپٹی ہوں بتایئے تو ذرا کہ وہ کون سا موسم ہوتا ہے؟
ج: زکام اور نزلہ کا موسم ڈاکٹر سے رجوع کریں۔
س: کہتے ہیں دوری (ہجر) سے انسان کی محبت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اگر محبت میں دوری نہ ہو تو پھر کون سا طریقہ ہے محبت کی شدت ناپنے کا؟
ج: ایک گولی محبت کی صبح شام اور دوری شربت تین وقت۔
س: شمائلہ آپی سچ بتایئے گا کہ ہمارے ہجر میں آپ کا کیا حال ہوتا ہے۔ اتنی بھیڑ میں بھی ہمارا کتنا خیال ہوتا ہے؟
ج: الحمدللہ' اللہ نے اس بیماری سے بچا رکھا ہے۔ آپ کا خیال دل میں رہتا ہے۔

زاہدہ ملک...... دیپالپور

س: شمائلہ آپی اگزام میں مصروف رہی ہوں آپ نے پوچھا ہی نہیں؟
ج: آپ تو ایک ماہ اگزام میں مصروف ہوتی ہیں۔ ہمارے لیے تو زندگی ایک امتحان ہے۔
س: آپی اگیزامز کے درمیان میرا دھیان ایک طرف ہی اٹکا رہا بھلا کس طرف؟
ج: یہ بھی کوئی پوچھنے والی بات ہے پیپرز چیک کرنے کی طرف۔
س: آپی پتا ہے لاڈلے آنچل کی سب سے خاص بات کیا ہے؟
ج: لاڈلوں کی ساری باتیں ہی خاص ہوتی ہیں۔
س: دیکھیے آپی اس بار مایوس مت کیجیے گا اور میری خوشی پر پانی مت پھیریے گا پلیز؟
ج: بجلی کی لوڈشیڈنگ کی وجہ سے پانی کی قلت ہے۔

عائشہ پرویز...... کراچی

س: اپیا جانی پہلی بار شرکت کر رہی ہوں اجازت ہے؟
ج: خوش آمدید۔
س: محبوب کی ساری باتیں پسند ہیں مگر ضد نہیں بھلا کیوں؟
ج: محبوب تو وہی ہوتا ہے جس کی ہر ادا پر مر مٹا جائے۔ بھلا ضد کس چڑیا کا نام ہے۔
س: آپ سے ملنے کو دل کرتا ہے کیسے ملوں؟
ج: آنکھیں بند کرو اور دل میں تصور کرو ملاقات ہو جائے گی۔
س: امی مجھ سے ہر وقت غصہ کیوں رہتی ہیں؟
ج: ماں کو راضی رکھا کرو ان کی خدمت میں عظمت ہے۔

سونی علی...... ریشم گلی' مورو

س: آپ' آپی اندر تو آنے دیں پلیز دھکے تو مت دیں؟
ج: آپ اپنی آنکھیں کھول کر اندر داخل ہوں۔
س: جب کسی سے دل نہ ملے تو کیا کرنا چاہیے جبکہ دل ملانا مجبوری بھی ہے اور ضروری بھی؟
ج: جس سے دل نہیں مل رہا ہو اس سے دل تبدیل کر لیا کرو۔

س: محبت کی جاتی ہے یا ہو جاتی ہے؟
ج: محبت' محبت ہوتی ہے یہ نہ کی جاتی ہے اور نہ ہی ہوتی ہے۔
س: اچھی سی دعا کے ساتھ باہر نکالیں مجھے دعاؤں کی سخت ضرورت ہے۔
ج: ہمیشہ خوش رہو اور سب کو خوش رکھو۔

ساریہ چوہدری...... گجرات

س: آپی پہلی بار شرکت کر رہی ہوں جگہ مل سکتی ہے کیا؟
ج: جگہ تو آپ نے حاصل کر ہی لی ہے اب اجازت کیسی۔
س: آپی لوگ اتنے خود غرض کیوں ہوتے ہیں خود ذرا سے نقصان' تکلیف سے ان کو درد ہوتا ہے مگر دوسرے کو دیتے ہوئے یہ کیوں نہیں سوچتے؟
ج: بے حس انسان جو ٹھہرے۔
س: آپی ہر بندہ گورنمنٹ' صدر یا وزیر اعظم کو ذمہ دار ٹھہراتا ہے خود کچھ کیوں نہیں کرتا سوائے کوسنے کے؟
ج: اس لیے کہ وہ ہمارے ذمہ دار ہیں۔

سیدہ امبر اختر...... چندی پور

س: آپی مجھے آرمی جنون کی حد تک پسند ہے کیا کروں؟
ج: کسی کرنل یا میجر سے شادی کر لو۔
س: کوئی ایسا حل بتائیں کہ فٹافٹ میری آرمی میں جاب لگ جائے۔
ج: جواب اوپر والا ہے۔
س: شمو جانی زندگی میں ہر سکھ ملے آپ کو۔
ج: الحمدللہ' اللہ نے زندگی میں ہر سکھ دیا ہے کوئی شکوہ یا شکایت نہیں۔
س: مجھے بہت سی دعاؤں کی ضرورت ہے جلدی دیں۔
ج: اللہ آپ کی ہر مراد کو پورا کرے زندگی میں تمام کامیابیاں عطا فرمائے۔ آمین

سلمی فہیم گل

س: ڈیئر شمائلہ اپیا کیسی ہیں آپ؟
ج: اللہ کا شکر ہے۔
س: بہت عرصے بعد آپ کی محفل میں حاضری دی ہے پہچانا کیا؟
ج: آپ بھی بھولنے والی ہو کیا؟
س: ایک بات بتائیں اپیا اگر کوئی اپنا چھوڑا ہوا کام دوبارہ سے شروع کرنا چاہتا ہو مگر اسے سمجھ نہ آئے کہ آیا اسے شروع کیسے کرے تو اسے کیا کرنا چاہیے۔ مطلب وہ جذبہ' ہمت اور شوق جو پہلے تھا وہ دوبارہ سے کیسے لایا جائے؟
ج: جذبہ' شوق اور ہمت کو ایک ساتھ جمع کرو اور شروع ہو جاؤ۔
س: کیا منفی سوچ انسان میں رتی بھر بھی نہیں ہونی چاہیے؟
ج: بالکل بھی نہیں۔
س: شادی کے بعد اب میں آپ کی محفل میں واپس آئی ہوں خدا نے ماشاءاللہ مجھے بیٹی جیسا خوب صورت تحفہ بھی دیا ہے تو کیا آپ میری مدیحہ کو بہت سی دعاؤں سے نہیں نوازیں گی؟
ج: شادی و بیٹی مبارک ہو۔ اللہ آپ سب کو اپنی حفظ و امان میں رکھے آپ سب پر اپنے رحم و کرم کی بارش عطا کرتا رہے۔ آمین

پروین افضل شاہین...... بہاولنگر

س: پیسا اگر ہاتھ کا میل ہے تو اس میل کو کس سے دھوئیں؟
ج: 101 صابن سے اگر اس سے بھی صاف نہ ہو تو گائے سوپ استعمال کرو۔
س: کوئی بے رخی سے پیش آئے تو؟
ج: آپ اخلاص کا مظاہرہ کرتی رہو۔ بے رخی جلد ہی محبت میں بدل جائے گی۔
س: اگر میں ایک دن کے لیے بھی اپنی امی کے گھر

چلی جاؤں تو میرے میاں جانی پرنس افضل شاہین گھر کی حالت ایسی بنا دیتے ہیں کہیں بکھری ہیں کتابیں، کہیں میلے کپڑے گھر کی حالت ہی عجیب۔
ج: میاں کو پلو سے باندھ کر ساتھ لے جایا کرو۔

سمیرا مشتاق ملک...... اسلام آباد

س: آنی خواب ادھورے کیوں رہ جاتے ہیں؟
ج: نیند پوری جو نہیں ہوتی۔
س: آنی! میری سالگرہ 6 مئی کو ہوتی ہے لیکن کیوں؟
ج: کیا خدانخواستہ..... سالگرہ تو عیسائی مناتے ہیں۔
س: آنی! اس بار اسلام آباد میں بارش رکنے کا نام کیوں نہیں لے رہی؟
ج: صدر صاحب نے وزیر داخلہ کو ہدایت جاری کردی ہے کہ اسلام آباد میں بھی سیلاب آنا چاہیے۔ ان کو سیلاب دیکھنے کے لیے نواب شاہ جانا پڑتا ہے۔

فاخرہ ایمان...... لاهور

س: کافی دیر بعد آپ کی محفل میں شرکت کر رہی ہوں۔ بھول تو نہیں گئیں؟
ج: ابھی یادداشت اچھی ہے۔
س: کیسی ہیں شمی آپی کیا مجھے یاد کیا؟
ج: تمہیں یاد..... شاید..... ہاں ہاں کیا تھا۔
س: آپی سب سے پیارا رشتا کون سا ہے دوستی یا محبت؟
ج: دونوں۔
س: اجازت چاہوں گی اچھی سی دعا کے ساتھ۔
ج: اللہ تعالیٰ آپ کو ہر مصیبت اور بلا سے محفوظ رکھے۔ آمین

صائمہ طاہر سومرو...... حیدر آباد

س: ڈیئر آپی انسان تو غلطیوں کا پتلا ہے پھر یہ معاشرہ غلطیوں کو سدھارنے کا موقع کیوں نہیں دیتا۔
ج: موقع حاصل کیا جاتا ہے کوئی دیتا نہیں پگلی۔
س: شمائل آپی کسی کو بے انتہا چاہو مگر پھر بھی وہ بے وفا سمجھے تو کیا کرنا چاہیے؟
ج: تو جیسا وہ سمجھتا ہے ویسا ہی کرنا چاہیے۔
س: آپی کسی اپنے کی خاطر اپنے آپ کو بدل کر اس کی پسند بن جاؤ پھر بھی انہیں شکوہ ہو تو کیا کرنا چاہیے؟
ج: تو پہلے جیسے ہی ہو جایا کرو اس میں پریشانی کی کیا بات ہے۔
س: آپی کوئی نصیحت جو آپ مجھے کرنا چاہو وہ کیا ہوگی؟
ج: ہمیشہ آخرت کی فکر کرتی رہا کرو۔
س: بہترین زندگی گزارنے کا کوئی طریقہ آپ کی نظر میں؟
ج: ماں باپ، بہن بھائی عزیز رشتہ داروں کا خیال کرتی رہو۔
س: کتاب پڑھنا برا تو نہیں پھر بھی میری امی مجھ سے کڑھتی ہے کتابیں پڑھنے پر کیسے سمجھاؤں بتائیں نا آپی؟
ج: امی کی بات پر عمل کیا کرو۔

فرخ فاطمہ اشرف...... حویلی لکھا

س: آپی جان چپکے سے بتایں کہ آپ کی عمر کتنی ہے؟
ج: میری عمر..... کان قریب کرو۔
س: شمائلہ جی یہ درختوں کے پتے سبز ہی کیوں ہوتے ہیں؟
ج: آنکھوں میں لگے لینس اتاردو۔
س: آپ گھبرا تو نہیں گئیں اتنے سارے سوال دیکھ کر؟
ج: آپ جیسے محبت کرنے والوں سے کون گھبراتا ہے۔
س: اچھا آخری بات، آپ کے ذہن میں اتنے منفرد جواب کہاں سے آ جاتے ہیں؟
ج: ذہین جو ٹھہرے۔

کام کی باتیں

حنا احمد

ملا کر نہ کھائیں

۱۔ دودھ کے ساتھ کیلا۔
۲۔ گوشت کے بعد شہد۔
۳۔ مچھلی کے بعد دودھ اور شہد
۴۔ دہی پنیر کے ساتھ مولی۔
۵۔ گھی کے ساتھ شہد (فالج کا خطرہ)
۶۔ چاولوں کے ساتھ سرکہ۔
۷۔ پیاز لہسن کے ساتھ بادام۔
۸۔ دودھ کے بعد ترش اشیاء۔
۹۔ ترش اشیاء تانبے کے برتن میں نہ رکھیں۔
۱۰۔ گوشت مرغ کے ساتھ مولی۔
۱۱۔ ٹماٹر کے ساتھ دودھ (گردے میں تکلیف کا خطرہ)
۱۲۔ دھوپ والے گرم پانی کے ساتھ غسل (برص کی تکلیف کا خطرہ)
۱۳۔ شہد، خربوزہ اور لہسن (معدے میں درد کا خطرہ)

سمیرا مشتاق ملک...... اسلام آباد

انجیر کے فوائد

☆ انجیر بواسیر کو ختم کر دیتی ہے اور جوڑوں کے درد کے لیے مفید ہے۔
☆ خشک بواسیر کے سبب بہت درد ہو تو پانی میں ایک چمچ شہد ملا کر اس کے ساتھ نہار منہ پانچ عدد انجیر روزانہ کھائیں۔
☆ موٹاپا کم کرنے کے لیے روزانہ تین عدد انجیر کھالیا کریں۔
☆ قبض کی شکایت ہو تو روزانہ 5 عدد انجیر کھا لیا کریں۔
☆ جو کا آٹا اور انجیر ملا کر کھانا متعدد دماغی امراض میں مفید ہے۔
☆ انجیر چھاتی کی پرانی سوزش میں مفید ہے جگر اور تلی کو صاف کرتا ہے۔
☆ انجیر حلق کی سوزش سینہ کے بوجھ اور پھیپھڑوں کی سوجن میں مفید ہے گردہ مثانہ کی سوزش میں بھی مفید ہے۔
☆ خشک انجیر جلا کر اس کی راکھ سے منجن کرنے سے دانت کا میل اور دھبے دور ہو جاتے ہیں۔
☆ انجیر پیاس بجھاتا ہے اور گردہ مثانہ کی پتھری کو نکالتا ہے۔
☆ انجیر کھانسی، دمہ اور رنگ نکھارنے کے لیے مفید ہے۔

صفرا کی زیادتی اور پیاس لگنا

صفرا کی زیادتی اور بار بار پیاس لگنے کے مرض میں لیموں اور چینی کو پانی میں حل کر کے اس کا شربت پی لیا جائے تو فوراً تسکین حاصل ہوتی ہے۔

بچوں کے لیے

بڑھنے والے بچوں کے لیے عمر کے مطابق پانچ سے لے کر سات قطرے تک لیموں کے رس کا استعمال بہت فائدہ مند ہے۔ یہ بچوں کی ہڈیاں مضبوط بناتا ہے۔ کیلشیئم کی ضروری مقدار فراہم کرتا ہے اور بچوں کے پیٹ کو ہلکا پھلکا رکھتا ہے۔ اگر بچوں کو ایک آدھ چھوٹا چمچ شہد ملا کر لیموں کا رس استعمال کروایا جائے تو بچوں کا پیٹ صحیح رہتا ہے اور بچے با آسانی دانت نکال لیتے ہیں۔

نظام ہاضمہ کی درستگی

نظام ہاضمہ کی ہر طرح کی خرابی دور کرنے کے لیے صبح سویرے ایک گلاس پانی میں ایک لیموں کا رس نمک اور چینی ملا کر پینے سے نظام ہاضمہ درست رہے گا طبیعت ہلکی پھلکی رہے گی۔

سستی اور نقاہت

سستی اور نقاہت دور کرنے کے لیے لیموں کے رس

کوٹھنڈے پانی میں چینی اور نمک کے ساتھ ملا کر پی لیں فوری توانائی حاصل ہوگی۔

نزلہ زکام اور گلے کے امراض

نزلہ، زکام اور گلے کے امراض میں مبتلا مریض چند روز گرم قہوہ کی ایک آدھ پیالی میں تھوڑا نمک اور ایک عدد لیموں کا رس ملا کر صبح کے وقت روزانہ پی لیں تو ان کے لیے فائدہ مند ہے اگر اس کے ساتھ خمیرہ گاؤ زبان چھ ماشے سے دو تولہ تھوڑا تھوڑا کر کے چوس لیں تو پھر یہ شکایت مستقل ختم ہوجائے گی۔

کلونجی کے فوائد

- کلونجی شہد کے ساتھ کھانے سے گردے مثانے کی پتھری نکل جاتی ہے۔
- کلونجی کو جلا کر کھانے سے بواسیر دور ہوتا ہے۔
- کلونجی سرکہ میں ملا کر برص، کوڑھ پر لگانے سے فائدہ ہوتا ہے۔
- کلونجی کا استعمال سینے کے درد اور کھانسی میں مفید ہے۔
- اگر خشکی کی وجہ سے جسم پر پپڑیاں سی بن گئی ہوں تو کلونجی کھانے سے ختم ہوجاتی ہے۔
- کلونجی بلغمی بخار کے لیے مفید ہے۔
- پیشاب نہ آنے کی صورت میں کلونجی کھانے سے آرام آجاتا ہے۔
- کلونجی کھانے سے پیٹ کے کیڑے مرجاتے ہیں۔

طیبہ نذیر......شادیوال گجرات

اکسیر کھانسی کے لیے اور سینہ کے لیے

اکسیر کھانسی و امراض سینہ کے لیے انار کے دانوں کا رس 125 گرام اور مصری 500 گرام دونوں کو ملا کر خوب پکائیں یہ شربت کھانسی کے لیے بے حد مفید اور سینے کے امراض کو دور کرتا ہے۔

بینائی تیز کرنے کے لیے

انار کے دانوں کا رس 30 گرام انار کے رس کو شیشی میں ڈال کر دھوپ میں رکھ دیں۔ جب گاڑھا ہوجائے آنکھوں میں لگائیں بینائی تیز ہوجائے گی۔

دانت کے درد کے لیے

پھولوں کا سنون تسپال، گل انار، ہلدی، ساق، پھٹکری بریاں ماز جہ حصہ برابر پیس کر دانتوں پر ملیں دانت کا درد غائب ہوجائے گا۔

یرقان کے لیے

یرقان کے لیے انار سالم معہ پوست کا رس نصف کلو گرام اور 50 گرام سالم انار کو معہ پوست دبا کر پانی نکالیں ملا کر پئیں یرقان کے لیے۔ بے حد مفید ہے۔

کھانسی اور دمہ کے لیے

کیلا جلا کر راکھ بنالیں اور اسے پانی میں حل کر کے چھان لیں پانی کو آگ پر خشک کرلیں۔ جوہر تیار رہے یہ جوہر کھانسی اور دمہ کے لیے مفید ہے۔

خارش اور گنج کے لیے

خارش اور گنج کے لیے سرکہ یا لیموں کے رس کے ساتھ لیپ کرنے سے فائدہ ہوتا ہے۔

خشکی

بدن کی خشکی کو دور کرنے میں کیلا اکسیر کا حامل ہے۔

نکسیر

کیلے کے تنے کا رس سونگھنے سے نکسیر کا عارضہ جاتا رہتا ہے۔

آشوب چشم

گرمی کے آشوب چشم کے لیے کیلے کے پتے آنکھوں پر باندھنے سے یہ تکلیف رفع ہوجاتی ہے۔

طیبہ شیریں......کوری خدا بخش

نعمت تندرستی

لبابہ احمد

بچے کی پیدائش کے خطرات کو کم کرنے اور آنے والے بچے کی صحت کے لیے یہ ضروری ہے کہ جب مائیں امید سے ہوں تو اپنے قریبی مراکز صحت سے باقاعدہ چیک اپ کروائیں اگر مرکز صحت قریب نہ ہو تو تربیت یافتہ دائی سے معائنہ کروائیں۔

ماؤں کے مرنے کی چند وجوہات انہیں تاخیر سے اسپتال پہنچانا ہے، شوہر کا گھر پر موجود نہ ہونا اور مناسب سہولتوں کی عدم دستیابی ہے۔ ماں بننے والی عورت کی قیمتی زندگی، لاعلمی، غفلت اور جہالت کی وجہ سے کس طرح موت کے گھاٹ اتر جاتی ہے۔ یہ دیکھنا ہو تو کسی بھی اسپتال میں ایک دو دن گزاریئے۔ آپ دیکھیں گے کہ نہایت خراب حالت اور بعض اوقات آخری مراحل میں اسپتال لائی جاتی ہیں۔ ان بدنصیب عورتوں میں سے اکثر کو بچایا جاسکتا ہے لیکن لاپرواہی غیر ضروری تاخیر اور شعور کی کمی کی وجہ سے یہ عورتیں ہلاک ہوجاتی ہیں۔

حاملہ عورتوں کی ہلاکتوں کا ایک بڑا سبب ناتجربہ کار دائیوں اور عطائیوں کے ہاتھ اسقاط حمل کرانا ہے چونکہ اسقاط حمل کے بارے میں ملکی قوانین بہت سخت ہیں اس لیے بیش تر عورتیں خفیہ طور پر اسقاط حمل کا راستہ اپناتی ہیں اور جان سے ہاتھ دھو بیٹھتی ہیں۔ آغا خان اسپتال کے ایک سروے کے مطابق زچگی کے دوران ہلاک ہونے والی پانچ فیصد خواتین اسقاط حمل کا شکار ہوتی ہیں۔ نجی و سرکاری اسپتالوں کے ایک سروے میں معلوم ہوا کہ یہاں اسقاط حمل کے دوران مرنے والی خواتین کی تعداد تمام زچگیوں کے دوران مرنے والی خواتین کا 11 فیصد تھی۔ اسی نوعیت کے ایک اور سروے میں جو فیصل آباد میں کیا گیا یہ تعداد تقریباً 13 فیصد رہی۔

حمل اور وضع حمل کے دوران ہر سال مرنے والی عورتوں کی تعداد چھ لاکھ کے قریب جا پہنچی ہے۔ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ پاکستان میں ہر ایک لاکھ زچگیوں کے دوران تقریباً 340 خواتین زندگی کی بازی ہار جاتی ہیں۔ جب کہ عالمی ادارہ صحت کی 1996ء کی رپورٹوں کے مطابق ہر 38 میں سے ایک حاملہ عورت دوران زچگی ہلاک ہوجاتی ہے۔

حمل اور زچگی کے دوران موت یا بیماریاں سنگینی کے لحاظ سے اس عہد کا سب سے زیادہ نظر انداز کیا جانے والا المیہ ہے۔ ہر نیا دن 1600 بھرپور جوان عورتوں کے لیے موت کا پیغام لے کر آتا ہے چونکہ یہ مردوں کا مسئلہ نہیں ہے اس لیے اس کے حل کی موثر کوششیں بھی نہیں کی جاتی ہیں۔ عورت کی زندگی کی قدر نہیں کی جاتی اور اس کے علاج کے لیے وہ کوششیں نہیں کی جاتیں جس کی ضرورت ہے۔ عورتوں کے درد خوف، اعتماد اور انا کی کمی کی اذیت ناک زخموں، تحقیر اور پریشانی کو ناپا ہی نہیں جاسکتا ہے۔

ماؤں کی موت کی سب سے بڑی وجہ لاعلمی اور تعلیم کی کمی ہے۔ پاکستان میں ایک تہائی خواتین خواندہ ہیں اور ہر 38 لڑکوں کے مقابلے میں 20 لڑکیاں اسکول جاتی ہیں۔ لڑکیوں کی تعلیم کی رکاوٹ میں بڑی وجوہ براہ راست اخراجات، مزدوری کی ضرورت، منافع کی محدود توقع اور ثقافتی رکاوٹیں شامل ہیں۔

دیگر مشکلات میں کم عمری میں شادی، بڑی عمر کے مردوں سے شادی، لڑکوں کی خواہش اور صحت اور آخر میں غیر متوازن اخراجات ہیں مثلاً والدین آمدنی بڑھانے کے لیے بیٹوں کی خواہش کرتے ہیں اور بڑھاپے میں ان کا ساتھ چاہتے ہیں۔ اس خواہش کی بناء پر خاندان کا حجم بڑھ جاتا ہے۔ نیز اسقاط حمل کی شرح بھی بڑھ جاتی ہے۔ مثلاً چین، بھارت اور کوریا

میں لڑکوں کی خواہش کے لیے ہر ماں کو اسقاط حمل میں سے گزرنا پڑتا ہے۔

دیہات میں لڑکی کو 13 سے 16 برس میں بیاہ دیا جاتا ہے اور وہ 7 یا 8 بچوں کو جنم دیتی ہے اور جلد مر جاتی ہے۔ دنیا کے تمام ہی ممالک اور خصوصاً ترقی پزیر ممالک میں انسانی وسائل میں غیر معمولی کمی ہوتی جارہی ہے جس کا سبب ہے تعلیم کی کمی۔ تعلیم کی کمی سے ان قوموں کی صحت خاص طور پر زیادہ متاثر ہوتی ہے جن میں صحت کی کمزوری پہلے ہی عام ہے۔ تعلیم میں اضافے سے شرح اموات میں کمی واقع ہوتی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ جن ملکوں میں تعلیم عام ہے ان میں شرح اموات بھی کم ہے۔ حمل اور زچگی سے متعلق اموات پر نظر ڈالیے تو یہ صورت حال اور زیادہ واضح نظر آتی ہے۔ اس طرح جو مائیں تعلیم یافتہ ہوتی ہیں وہ نوزائیدہ بچوں کی شرح اموات میں بھی کمی کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ اس کے مقابلے میں جن ملکوں میں تعلیم پر زور نہیں دیا جاتا' وہاں پر صحت وصفائی کے بھی بے شمار مسائل اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور بچوں' بڑوں' عورتوں' مردوں سبھی میں بیماری سے دفاع کی صلاحیت بھی کم ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے شرح اموات بھی زیادہ ہوتی ہیں۔ تحقیق سے ثابت ہوا کہ تعلیم یافتہ مائیں امراض اور دیگر مسائل کے حوالے سے دقیانوسی روایتوں کو توڑ کر صحت عامہ کے جدید اصولوں کو اپناتی ہیں۔ اس طرح وہ خود اپنی اور اپنے بچوں کی صحت بہتر بناتی ہیں۔ تعلیم یافتہ ماں موجودہ زمانے کے مسائل کو بہتر طور پر سمجھنے اور ان کو حل کرنے کے قابل ہوتی ہے۔ عورتوں کی تعلیم سے خاندانی روابط میں صحت مند اور مثبت تبدیلی رونما ہوتی ہے اور خاندان میں عورت کو اس کا جائز مقام ملتا ہے۔

زیادہ تعلیم حاصل نہ کرنے کی وجہ سے خواتین عام طور پر خاندانی منصوبہ بندی جیسے مشورہ پر بھی عمل کرنے سے گھبراتی ہیں۔ ایسی خواتین عموماً پانچ یا چھ بچوں کو سنبھالتے ہوئے بھی مزید بچوں کی آرزو رکھتی ہیں۔ اس طرح کی عورتیں نہ صرف خاندان کے لیے بلکہ پورے معاشرہ پر بوجھ ہیں۔ پاکستان میں خطے کے دیگر ممالک کے مقابلے میں خواتین کو مانع حمل اشیاء تک محدود رسائی حاصل ہے۔ 60 فیصد شادی شدہ عورتیں بچوں کی پیدائش میں وقفہ چاہتی ہیں اور انہیں خاندانی منصوبہ بندی کے ذرائع کی ضرورت ہے تاہم ایسی خواتین کی تعداد مختلف صوبوں میں مختلف ہے جو مزید بچے نہیں چاہتیں۔ پنجاب میں 49 فیصد عورتیں مزید بچوں کی خواہش مند نہیں۔ ایک تہائی شادی شدہ عورتوں کو خاندانی منصوبہ بندی کے ذرائع میسر نہیں۔ 13 فیصد پیدائش میں وقفہ چاہتی ہیں جب کہ 24 فیصد کو مزید بچوں کی کوئی خواہش نہیں ہوتی تاہم آبادی میں اضافے اور اسقاط حمل کے خطرناک ذرائع کی طرف رجوع کرنے والی عورتوں کی تعداد میں کمی کے لیے ضروری ہے کہ خاندانی منصوبہ بندی کے ذرائع کی فراہمی اور اس بارے میں شعور میں اضافے کو ممکن بنایا جائے۔ کسی بھی ہنگامی صورت حال سے نمٹنے کے لیے پیشگی منصوبہ بندی ضروری ہے۔

اگر بچوں کی پیدائش میں دو سال سے کم کا وقفہ ہو تو ان کی صحت پر برا اثر پڑتا ہے اور چھوٹے بچوں میں موت کا خطرہ بھی بڑھ جاتا ہے۔ بچے کی پیدائش کے وقت تربیت یافتہ دائی' نرس یا لیڈی ہیلتھ ڈاکٹر وغیرہ کا موجود ہونا ضروری ہے۔

(جاری ہے)